

عبادات

# افضل التطبیق العصری مسائل القوری

تن قدوری پر عصر حاضر کے مسائل جدیدہ کا عمدہ انطباق

جلد اول

تصحیح، نظر ثانی و زیرنگرانی

مفتی محمد جعفر صاحب ملی رحمانی  
صدر دارالافتاء، جامعہ اکل کوا

تحریک و تحریر

حضرت مولانا محمد حذیفہ صاحب و ستانوی  
ناظم تعلیمات و معتمد جامعہ

مولف

مفتی محمد افضل اشاعتی  
استاذ جامعہ اشاعت العلوم، اکل کوا

# أفضل التطبيق العصري على

## مسائل القدوري

متن قدوری پر عصر حاضر کے مسائل جدیدہ کا عمدہ انطباق

(جلد اول)

تحریک و تخریض

تصحیح، نظر ثانی و زیرنگرانی

حضرت مولانا حذیفہ صاحب و ستانوی

حضرت مولانا مفتی محمد جعفر صاحب ملی رحمانی

ناظم تعلیمات جامعہ اکل کوا

صدر دارالافتاء جامعہ اکل کوا

مؤلف

مفتی محمد افضل اشاعتی

استاذ جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا

ناشر

جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا، ضلع ننڈوڑ بار

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں۔

## تفصیلات

نام کتاب : أفضل التطبيق العصري على مسائل القدوري

مؤلف : مفتی محمد افضل اشاعتی

تصحیح و نظر ثانی : مفتی محمد جعفر صاحب مکی رحمانی

زیرنگرانی : //

رابطہ : 9371321219

E-mail: afzalchoudhari777@gmail.com

صفحات : ۷۰۸

تعداد اشاعت : ۱۱۰۰

کمپوزنگ : محمد مہر علی قاسمی (دھبہ، جھارکھنڈ) جامعہ اکل کوا-8007006249

سنہ اشاعت : ۱۴۴۰ھ مطابق ۲۰۱۹ء

قیمت

طباعت

ناشر : جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا، نندور بار (مہاراشٹر)

ملنے کے پتے

شعبہ دارالافتاء، جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا، نندور بار (مہاراشٹر)

مکتبہ ”راجی“ جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا، نندور بار (مہاراشٹر)

## تفصیلی فہرست

نمبر شمار	مضامین	صفحات
❁	انتساب	۳۰
❁	کلمات دعائیہ: حضرت مولانا غلام محمد صاحب وستانوی	۳۱
❁	تقریظ: حضرت مولانا مفتی محمد جعفر صاحب ملی رحمانی	۳۲
❁	تقریظ: حضرت مولانا حذیفہ صاحب وستانوی	۳۵
❁	عرض مؤلف	۳۹
❁	صاحب ”أفضل التطبيق العصري على مسائل القدوري“ کے مختصر حالات زندگی	۴۳
❁	ترکیب: أفضل التطبيق العصري على مسائل القدوري	۴۸

## ﴿ مقدمة النوازل ﴾

❁	نوازل کا لغوی و اصطلاحی معنی	۵۲
❁	نوازل میں اجتہاد کے لیے ضروری امور	۵۳
❁	نوازل میں اجتہاد، مجتہد اور محل اجتہاد	۵۵
❁	اسباب نوازل، نوازل میں اجتہاد کا حکم اور اہمیت	۶۸
❁	نوازل (مسائل جدیدہ) کو حل کرنے کا طریقہ (تصور، تکیف، تطبیق)	۶۹
❁	مسائل جدیدہ اور علمائے ہند کی خدمات	۷۴



## کتاب الطهارة

۸۶	☆ فرائض وضو کا بیان ☆	☆
۸۶	مصنوعی اعضاء (Foboluos organ) کا حکم وضو میں	☆
۸۷	نقلی چوٹی (Wig) کا حکم وضو میں	☆
۸۹	ووٹر (Voter) کی انگشت پر روشنائی مانع وضو ہے یا نہیں؟	☆
۹۰	اعضائے وضو پر پیٹ (Paint)، ناخن پالش (Nail Polish) لگانے کی حالت میں وضو کا حکم	☆
۹۱	پاؤں کی پھٹن میں واسلین (Vaseline) لگے ہوئے ہونے کی صورت میں وضو کا حکم	☆
۹۳	لپ اسٹک (Lipstick) کا حکم وضو میں	☆
۹۳	کونٹیکٹ لینس (Contact lens) کے ساتھ وضو کا حکم	☆
۹۵	لیپی ہوئی مہندی (Applied Henna) پر مسح	☆
۹۶	ٹشو پیپر (Tissue paper) گیل کر کے اعضائے وضو کو پونچھنے کا حکم	☆
۹۷	بالوں پر جیل کریم (Gel cream) کے ہوتے ہوئے مسح کا حکم	☆
۹۸	☆ سنن وضو کا بیان ☆	☆
۹۸	ٹوٹھ برش (Tooth brush) مسواک کے قائم مقام ہوگا یا نہیں؟	☆
۱۰۰	☆ داڑھی (Beard) کے خلال کا حکم ☆	☆
۱۰۱	خضاب (Hair dye) والی داڑھی پر وضو کا حکم	☆
۱۰۲	☆ نواقض وضو کا بیان ☆	☆
۱۰۳	ان ڈور کاپی (Indoors copy) کا حکم وضو میں	☆
۱۰۵	☆ غیر سبیلین سے ناپاکی نکلنے کا حکم ☆	☆

۱۰۶	انجکشن (Injection) سے خون نکالنے کی صورت میں وضو کا حکم	✽
۱۰۷	انجکشن (Injection) یا گلوکوز (Glucose) لگانے کا حکم	✽
۱۰۸	موتیا کے آپریشن (Cataract operation) کے دوران آنکھ کی پتلی میں نکلنے والے خون کا حکم	✽
۱۱۰	☆ نقض وضو میں نیند کا حکم ☆	✽
۱۱۱	کرسی (Chair) پر بیٹھ کر سونا نقض وضو کا سبب ہے یا نہیں؟	✽
۱۱۲	وضو میں بے ہوشی (Unconsciousness) اور پاگل پن (Madness) کا حکم	✽
۱۱۳	کیا شراب (Wine) پینا نقض وضو ہے؟	✽
۱۱۴	☆ فرائض غسل کا بیان ☆	✽
۱۱۵	داڑھ (Jaw tooth) میں مسالہ بھرے ہونے کی صورت میں غسل کا حکم	✽
۱۱۶	کھلی کے بجائے پانی پی جانے کا حکم	✽
۱۱۷	مصنوعی دانتوں (Duplicate teeth) کا حکم غسل میں	✽
۱۱۸	کیا دانتوں کا کپ (Denture) صحت غسل کے لیے مانع ہے؟	✽
۱۲۰	تنگ ایئر رینگ (Narrow earring) کا حکم غسل میں	✽
۱۲۱	غسل جنابت میں صابن (Soap) کا استعمال	✽
۱۲۳	☆ سنن غسل کا بیان ☆	✽
۱۲۴	رحم میں کاپڑی (Copper T) رکھنے کی حالت میں غسل حیض کا حکم	✽
۱۲۵	☆ نواقض غسل کا بیان ☆	✽
۱۲۶	غسل کے بعد ذکر میں پھنسی ہوئی منی (Sperm) کے نکلنے پر غسل کا حکم	✽
۱۲۸	☆ مباشرت فاحشہ کا حکم ☆	✽

۱۲۹	عورت کی شرمگاہ میں بے بی ٹیوب (Baby tube) داخل کرنے کا حکم	✽
۱۳۰	نیروودھ (Condom) لگا کر جماع کرنے کا حکم	✽
۱۳۱	☆ پانی کے احکام ☆	✽
۱۳۲	فلٹر کئے ہوئے پیشاب (Filtered urine) کا حکم	✽
۱۳۳	آب زمزم (Pure water) سے وضو و غسل کا حکم	✽
۱۳۵	پانی پر کسی چیز کے غالب آنے کی صورت میں حکم	✽
۱۳۶	ڈیٹول (Dettol) ملائے ہوئے پانی سے وضو کا حکم	✽
۱۳۸	پانی میں شئی طاہر مل جانے کی صورت میں حکم	✽
۱۳۹	جراثیم کش پاؤڈر (Insecticide powder) ڈالے ہوئے پانی سے وضو کا حکم	✽
۱۴۰	☆ ماء جاری کا حکم ☆	✽
۱۴۱	کیا پانی کی جدید ٹنکیاں (New water tanks) مائے جاری کے حکم میں ہوں گی؟	✽
۱۴۲	☆ بڑے تالاب (Big pond) کا حکم ☆	✽
۱۴۵	مائے کثیر یعنی دہ دزدہ کی مقدار اسکوائر فٹ (Square feet) کے اعتبار سے	✽
۱۴۷	☆ ماء مستعمل کا حکم ☆	✽
۱۴۷	ریسائیکلڈ واٹر (Recycled water) کے استعمال کا حکم	✽
۱۵۰	☆ چمڑے (Leather) کا حکم ☆	✽
۱۵۱	چمڑے کی ٹوپی اور بیلٹ (Leather Cap & Belt) پہن کر نماز پڑھنے کا حکم	✽
۱۵۲	نجس مٹی (Dirty soil) سے بنے ہوئے برتن کے استعمال کا حکم	✽
۱۵۳	☆ کنویں کے احکام ☆	✽
۱۵۴	پانی کی جدید ٹنکیوں (New water tanks) کو پاک کرنے کا طریقہ	✽

۱۵۶	ایسے گہرے کنویں (Deep wells) کا حکم جس سے مرا ہوا حیوان نکالنا مشکل ہو	❁
۱۵۸	☆ ڈول کا بیان ☆	❁
۱۵۹	پمپنگ سیٹ (Pumping set) کے ذریعہ کنویں کا ناپاک پانی نکالنا	❁
۱۶۰	☆ جانوروں کے جھوٹے (Leftver of animal) کے احکام ☆	❁
۱۶۱	میت کے لعاب (Saliva of dead) کا حکم	❁
۱۶۲	جنابت کی حالت میں نکلنے والے پسینہ (Sweat) کا حکم	❁
۱۶۳	جانوروں کے جگالی (Ruminate the animals) کا حکم	❁
۱۶۵	☆ تیمم کا بیان ☆	❁
۱۶۶	ٹرین (Train) میں پانی نہ ملنے پر تیمم کا حکم	❁
۱۶۹	ڈاکٹر (Doctor) کا کسی مریض کو پانی استعمال کرنے سے منع کرنے کی صورت میں تیمم کا حکم	❁
۱۷۰	☆ کیفیت تیمم کا بیان ☆	❁
۱۷۱	ہاتھ کہنیوں تک کٹے ہوئے ہونے کی صورت میں تیمم کا حکم	❁
۱۷۱	ہاتھ کہنیوں کے اوپر سے کٹے ہوئے ہونے کی صورت میں تیمم کا حکم	❁
۱۷۳	☆ ان اشیاء کا بیان جن پر تیمم جائز ہے ☆	❁
۱۷۴	سیمنٹ کی دیوار (Cemented Wall) اور ٹائلز (Tiles) وغیرہ پر تیمم کا حکم	❁
۱۷۵	☆ نواقض تیمم کا بیان ☆	❁
۱۷۶	قدرت علی الماء کے فوراً بعد دوسرے عذر پیش آنے کی صورت میں تیمم کا حکم	❁
۱۷۷	☆ آلہ تیمم کا بیان ☆	❁
۱۷۸	ایک ہی مٹی (Soil) پر کئی مرتبہ تیمم کرنے کا حکم	❁

## ﴿ باب المسح على الخفين ﴾

۱۷۹	☆ محل مسح و کیفیت مسح کا بیان ☆	☆
۱۸۰	خفین کے اوپر مر وجہ سوتی کے پتلے موزے (Thin Cotton socks) پہنے ہوئے ہونے کی صورت میں مسح کا حکم	☆
۱۸۱	☆ پھٹے ہوئے موزے پر مسح کا حکم ☆	☆
۱۸۲	موزے کی چین (Socks chain) ٹخنوں سے نیچے تلوے تک کھلنے کا حکم	☆
۱۸۳	☆ جرموق کا بیان ☆	☆
۱۸۴	سوتی جراب پر پہنے ہوئے بوٹ (Boot) پر مسح کا حکم	☆
۱۸۶	☆ جوربین کا حکم ☆	☆
۱۸۸	ناکلون کے موزے (Naylon Socks) پر مسح کا حکم	☆
۱۸۹	ڈائیونگ سوکس (Diving Socks) پر مسح کرنے کا حکم	☆
۱۹۰	☆ جبیرہ پر مسح کا حکم ☆	☆
۱۹۱	اعضاء پر لگے ہوئے پلاسٹر (Plaster) پر مسح کرنے کا حکم	☆
۱۹۳	زخم پر لگی ہوئی ڈریسنگ پٹی (Dressing Bandage) پر مسح کرنے کا حکم	☆

## ﴿ باب الحيض ﴾

۱۹۵	☆ حیض کی مدت کا بیان ☆	☆
۱۹۶	بچہ دانی (Womb) نکالنے کے بعد آنے والے خون کا حکم	☆
۱۹۸	بچہ دانی (Womb) نکالنے کے بعد عورت نفاس والی شمار ہوگی یا نہیں؟	☆
۱۹۹	☆ حیض کے احکام ☆	☆

۲۰۰	انجکشن (Injection) یا دوا (Medicine) کے ذریعہ حیض کو روکنے کی صورت میں نماز روزہ اور جماع کا حکم	✽
۲۰۱	حائضہ (Menstruous) اور جنبی کے لیے قرأتِ قرآن کا حکم	✽
۲۰۲	حالتِ حیض و جنابت میں قرآنی آیات والے طفرے اور لاکٹ (Locket) کو چھونے کا حکم	✽
۲۰۳	حالتِ حیض میں قرآنی ادعیہ کے پڑھنے کا حکم	✽
۲۰۵	مدرسۃ البنات میں قرآن کی معلمہ، حالتِ حیض میں کس طرح سبق دے؟	✽
۲۰۷	حالتِ حیض میں دینی کتابوں (Religious Books) کا مطالعہ اور درس کا حکم	✽
۲۰۸	حالتِ حیض میں قرآن کریم کی کمپوزنگ (Composing) کا حکم	✽
۲۰۹	﴿محدث کا حکم﴾	✽
۲۱۰	بے وضو شخص کا موبائل (Mobile) یا ٹیبلٹ (Tablet) کی اسکرین پر قرآن کریم کی تلاوت کا حکم	✽
۲۱۳	محدث کا اسکرین ٹچ موبائل (Screen touch mobile) پر قرآن کریم ٹائپ کرنے کا حکم	✽
۲۱۵	قرآن کی کیسٹ (Cassette) یا سی ڈی (CD) کو بلا وضو چھونے کا حکم	✽
۲۱۶	☆ استحاضہ اور عذر شرعی کا بیان ☆	✽
۲۱۷	لیکوریہ کی مریضہ (Patient of Leukorrhea) کا حکم	✽
۲۱۹	ایسے معذور شخص کا حکم جس کا روئی (Cotton) رکھنے سے پیشاب رُک جائے	✽
۲۲۱	☆ دمِ نفاس کا بیان ☆	✽
۲۲۲	آپریشن (Operation) سے ولادت کے بعد نکلنے والے خون کا حکم	✽

۲۲۳	صفائی رحم (Womb purity) کے بعد آنے والے خون کا حکم	
-----	--	--

### باب الانجاس

۲۲۶	☆ نجاست حقیقیہ کا بیان ☆	
۲۲۷	آنکھ میں ناپاک سرمہ (Dirty kohl) لگے ہوئے ہونے کی صورت میں نماز کا حکم	
۲۲۸	غسل واجب میں نجس شئی سے بنے ہوئے صابن (Soap) کے استعمال کا حکم	
۲۳۰	ناپاک رنگ (Dirty colour) میں رنگے ہوئے کپڑے کا حکم	
۲۳۱	مسجد کے ناپاک سیمنٹ (Cement) والے فرش کا حکم	
۲۳۳	☆ آکہ تطہیر کا بیان ☆	
۲۳۳	پیٹرول (Petrol) کے ذریعہ نجاست کے ازالہ کا حکم	
۲۳۵	کھائے جانے والے تیل (Edible oil) کے ذریعہ نجاست کے ازالہ کا حکم	
۲۳۶	موبائل کے اسکرین (Screen) پر لگی ہوئی نجاست کو پاک کرنے کا طریقہ	
۲۳۸	نجاست غلیظہ کی معفو عنہ مقدار	
۲۳۹	درہم واحد کا موجودہ وزن کیا ہے	
۲۴۲	مذکورہ بالا تفصیل کے مطابق درہم کے اوزان اربعہ کا نقشہ	
۲۴۳	☆ نجاست مرئیہ وغیرہ مرئیہ کا بیان ☆	
۲۴۴	بدن پر ناپاک مہندی (Dirty Henna) لگے ہوئے ہونے کی صورت میں طریقہ تطہیر	
۲۴۵	ٹریلین (Terrilyn clothes) کپڑوں کو پاک کرنے کا طریقہ	
۲۴۶	کارپیٹ (Carpet) یا قالین (Qaleen) سے نجاست غیر مرئیہ کو پاک کرنے کا طریقہ	

۲۴۷	ڈرائی کلیننگ (Dry cleaning) سے کپڑے کی پاکی کا حکم	❁
۲۵۰	واشنگ مشین (Washing Machine) میں کپڑا نچوڑنے کا حکم	❁
۲۵۱	☆ استنجا کا بیان ☆	❁
۲۵۲	ٹشو پیپر (Tissue paper) سے استنجا	❁
۲۵۳	ٹشو پیپر (Tissue Paper) سے استنجا کے بعد پسینہ آ جائے	❁
۲۵۵	کاغذ (Paper) سے استنجا کرنے کا حکم	❁
۲۵۶	چاک پیس (Chalk piece) سے استنجا کا حکم	❁

### ❁ کتاب الصلاة ❁

۲۶۰	☆ نماز کے اوقات کا بیان ☆	❁
۲۶۱	کسی ملک (Country) میں نمازوں کے اوقات نہ آنے کی صورت میں حکم	❁
۲۶۳	پہلے نقطہ نظر کی دلیل	❁
۲۶۴	دوسرے نقطہ نظر کی دلیل	❁
۲۶۶	اوقات نماز میں تقویم (Calender) کی رعایت	❁
۲۶۸	☆ عصر کے وقت کا بیان ☆	❁
۲۶۹	حجاز مقدس میں عصر کی نماز مثل اول پر پڑھیں یا مثلین پر	❁
۲۷۱	دوبارہ وقت داخل ہونے کی صورت میں نماز کا حکم	❁
۲۷۳	☆ فجر کا مستحب وقت ☆	❁
۲۷۳	رمضان المبارک میں نماز فجر اول وقت میں پڑھنا	❁
۲۷۵	صحیح صادق اور طلوع شمس، غروب و ابتدائے عشاء کے مابین فاصلہ کی مقدار موجودہ گھڑی (Clock) کے اعتبار سے	❁



## باب الأذان

۲۸۰	مساجد میں سیٹلائٹ (Satellite) کے ذریعہ ٹیلی کاسٹ (Telecast) کرنے کا حکم	
۲۸۲	ٹیپ ریکارڈ (Tape record) سے اذان	
۲۸۴	اذان میں لاؤڈ سپیکر (Loud speaker) کے استعمال کا حکم	
۲۸۵	لاؤڈ سپیکر (Loudspeaker) پر اذان کے دوران بجلی چلی جانے کی صورت میں حکم	
۲۸۶	اگو (Echo) والے مائک میں اذان	

## باب شروط الصلاة

۲۸۸	پیشاب کی شیشی (Bottle of urine) جیب میں رکھ کر نماز پڑھنا	
۲۹۰	☆ مرد کا ستر ☆	
۲۹۱	بیل بوٹم پیٹ اور شارٹ شرٹ (Short Shirt) پہن کر نماز پڑھنے کا حکم	
۲۹۲	☆ عورت کا ستر ☆	
۲۹۳	نماز میں باریک دوپٹہ (Shiffon Dupatta) کا استعمال	
۲۹۳	عورت کا ویسٹرن ڈریس (Western Dress) پہن کر نماز پڑھنا	
۲۹۴	☆ قبلے کا بیان ☆	
۲۹۶	ہوائی جہاز (Aeroplane) میں نماز	
۲۹۷	ٹرین (Train) میں نماز	
۲۹۹	☆ قبلہ مشتبہ ہونے کی صورت میں حکم شرعی ☆	
۳۰۰	قبلہ نما (Compass) کے استعمال کا حکم	

## باب صفة الصلاة

۳۰۲	آن پڑھ (Uneducated) اور گونگے (Dumb) کا نماز شروع کرنے اور قرأت کرنے کا حکم	✽
۳۰۳	ہوائی جہاز (Aeroplane) اور ٹرین (Train) میں بیٹھ کر نماز پڑھنا	✽
۳۰۴	کبڑے (Hunchback) کا قیام	✽
۳۰۵	قالین (Carpet) پر سجدہ کا حکم	✽
۳۰۷	فوم (Cushion) کی صف پر سجدہ کا حکم	✽
۳۰۸	☆ جماعت کا حکم شرعی ☆	✽
۳۰۹	کرفیو (Curfew) میں ترک جماعت	✽
۳۱۰	☆ مکروہات صلاۃ کا بیان ☆	✽
۳۱۰	نماز میں موبائل پر مس کال (Miscall) دیکھنا	✽
۳۱۳	دوران صلاۃ موبائل فون کی رینگ ٹون (Ringtone) بجنے پر بند کرنے کا حکم	✽
۳۱۵	نماز کی حالت میں مظفر (Muffler) کا استعمال	✽
۳۱۵	کوٹ (Jacket) کندھے پر ڈال کر نماز پڑھنے کا حکم	✽
۳۱۸	نماز میں موبائل فون وائبرےٹ (Vibrate) پر رکھنا	✽

## باب صلاۃ المریض

۳۲۰	کرسی (Chair) پر بیٹھ کر نماز پڑھنے کا حکم	✽
۳۲۱	کرسی (Chair) پر نماز پڑھنے والے کا اپنے سامنے میز (Table) رکھنے کا حکم	✽
۳۲۳	قیام کے سقوط میں ڈاکٹر (Doctor) کے مشورہ کی شرعی حیثیت	✽

## باب سجود التلاوة

۳۲۶	ٹی وی (TV) پر آیت سجدہ سننے سے سجدہ تلاوت کا حکم	✽
۳۲۷	ٹیپ ریکارڈ (Tape Record) اور ریڈیو (Radio) پر آیت سجدہ سننے سے سجدہ تلاوت کا حکم	✽
۳۲۷	گاڑی میں آڈیو (Audio) کے ذریعہ آیت سجدہ کے سننے کا حکم	✽
۳۲۹	آیت سجدہ ٹائپ (Type) یا کمپوز (Compose) کرنے سے سجدہ تلاوت کا حکم	✽

## باب صلاة المسافر

۳۳۰	☆ سفر شرعی کی مسافت ☆	✽
۳۳۱	کلومیٹر (Kilo metter) کے اعتبار سے مسافت قصر کی مقدار	✽
۳۳۷	سفر میں منزل مقصود کے دور استے ہوں ایک سفر شرعی سے کم اور دوسرا برابر یا زیادہ ہو	✽
۳۳۹	قسطوں میں سفر طے کر کے مسافت شرعیہ کو پورا کرنے والا شخص نماز میں قصر کرے گا یا اتمام؟	✽
۳۴۰	☆ سفر شرعی کے شرائط ☆	✽
۳۴۱	بڑے شہروں (Big cities) میں مسافت سفر کی ابتدا	✽
۳۴۶	اوطانِ خلافت کے احکام	✽
۳۴۸	جائے ملازمت (Place of Service) میں مستقل رہنے کا عزم کرنے سے کیا وہ جگہ وطن اصلی شمار ہوگی	✽
۳۴۸	جائے ملازمت (Place of service) میں کرایہ یا ادارہ کے مکان میں رہتا ہو	✽
۳۴۹	جائے ملازمت (Place of Service) میں تنہا رہتا ہو تو وطن اصلی شمار ہوگا یا نہیں	✽
۳۵۱	موجودہ دور میں قصر و اتمام کے سلسلے میں مکہ و منیٰ کا حکم	✽

## باب الجمعة

۳۵۴	☆ صحتِ جمعہ کے شرائط ☆	✿
۳۵۵	ایئر پورٹ (Airport) قید خانہ (Jail) فیکٹریوں (Factories) میں نماز جمعہ کا حکم	✿
۳۵۶	ساحل پر لگے ہوئے اسٹیمر (Steamer) یا ایئر پورٹ پر کھڑے ہوئے ہوائی جہاز (Aeroplane) میں جمعہ	✿
۳۵۸	☆ خطبہ جمعہ کا بیان ☆	✿
۳۵۹	انگریزی زبان (English Language) میں خطبہ جمعہ کا حکم	✿
۳۶۱	☆ اذانِ جمعہ کا بیان ☆	✿
۳۶۲	ہوٹل (Hotel) کھلی رکھنے کے لیے باری باری نماز جمعہ ادا کرنا	✿

## باب الجنائز

۳۶۳	دماغی موت (Encephalic death) کا تعارف	✿
۳۶۶	عرض مسئلہ: دماغی موت (Encephalic death) کا حکم	✿
۳۶۸	☆ غسل میت کا طریقہ ☆	✿
۳۶۹	ایڈز یا سوائن فلو (Aids & Swine flu) کے مریض میت کے غسل کا حکم	✿
۳۷۱	پانی میں ڈوب کر مرے ہوئے شخص کو غسل دیا جائے گا یا نہیں؟	✿
۳۷۲	غیر مسلم نرس (Non Muslim Nurse) کا میت بچہ کو غسل اور کفن دینا	✿
۳۷۳	خفشی مشکل (Sissy) میت کا غسل	✿
۳۷۴	میت کی آنکھ سے کوئٹیک لینس (Contact Lens) نکالنا	✿
۳۷۵	میت کے منہ سے مصنوعی دانت (Artificial tooth) نکالنا	✿
۳۷۶	میت کے سینہ سے مشین (Machine) نکالنا	✿

۳۷۸	میت کے غسل جنازہ میں میت کے پلاسٹر (Plaster) کا حکم	❁
۳۸۰	تختہ (Plank) کو غود کے بجائے مرجہ اگر بتی سے دھونی دینا	❁
۳۸۱	میت کے سر اور داڑھی کو ڈیٹول (Dettol) لگس (Lux) وغیرہ صابن سے دھونے کا حکم	❁
۳۸۳	میت کے اعضاء مساجد پر بجائے کافور کے عطر (Perfume) لگانا	❁
۳۸۴	جس میت کی شناخت نہ ہو تو اس پر نماز جنازہ کا حکم	❁
۳۸۶	ایکسیڈنٹ (Accident) میں یا ڈوب کر مرنے والے شخص کی نماز جنازہ کا حکم	❁
۳۸۸	☆ کیفیت حمل کا بیان ☆	❁
۳۸۹	گاڑی (Van) پر جنازہ لے جانے کا حکم	❁

### ❁ کتاب الزکاة ❁

۳۹۲	☆ وجوب زکاة کی شرطیں ☆	❁
۳۹۴	قومی ورفاہی فنڈ (Helping Fund) میں رکھے ہوئے مال پر زکاة کا حکم	❁
۳۹۶	شادی کے لیے رکھے گئے زیورات (Jewelleries) پر زکاة	❁
۳۹۷	پراویڈنٹ فنڈ (Provident fund) میں جمع شدہ رقم پر زکاة	❁
۳۹۸	سیکورٹی ڈپوزٹ (Security Deposit) پر زکاة	❁
۳۹۹	گریجویٹ فنڈ (Graduity Fund) پر زکاة	❁
۴۰۱	پراویڈنٹ فنڈ (Provident fund) میں جمع کردہ رقم پر زکاة	❁
۴۰۲	حج کمیٹی (Hajj Committee) یا پرائیویٹ ٹور (Private Tour) میں جمع کی ہوئی رقم پر زکاة کا حکم	❁
۴۰۵	بینک (Bank) میں جمع شدہ رقم کی زکاة کا حکم	❁

۴۰۷	درآمدات و برآمدات تجارت (Business of Import & Export) بیع اور شمن کی زکاة کس پر	❁
۴۰۷	درآمدات و برآمدات کا تعارف	❁
۴۰۷	عرض مسئلہ	❁
۴۰۸	امپورٹ اور ایکسپورٹ کی صورتیں اور ان کا حکم	❁
۴۰۸	بیع (Sell) اور وعدہ بیع (Agreement to sell) کے درمیان فرق	❁
۴۰۹	مسئلہ کی پہلی صورت ایگریمنٹ ٹو سیل (Agreement to Sell)	❁
۴۰۹	مسئلہ کی دوسری صورت بیع (Sell)	❁
۴۱۱	وجوب ادائے زکاة میں شمسی سال (Solar Year) کا اعتبار ہوگا یا قمری سال (Lunar Year) کا	❁
۴۱۳	سونے چاندی کے ناک، دانت (Nose & Ear of Gold & Silver) وغیرہ پر زکاة کا حکم	❁
۴۱۵	اموال تجارت کی زکاة باعتبار قیمت خرید یا فروخت	❁
۴۱۷	☆ دیون (Loans) کی زکاة کا حکم ☆	❁
۴۲۰	بونڈس (Bonds) اور حکومت کو بطور قرض دی گئی رقم کی زکاة کا حکم	❁
۴۲۱	بسی (Bissi) کی رقم پر زکاة کا حکم	❁
۴۲۳	☆ استعمالی اشیاء کی زکاة کا حکم ☆	❁
۴۲۴	موبائل (Mobile) پر زکاة کا حکم	❁
۴۲۵	آٹو رکشا (Auto rickshaw) یا فور و ہیلر (Four wheeler) کی قیمت پر زکاة	❁
۴۲۶	کارخانہ یا فیکٹری (Factory) کی مشینوں (Machines) پر زکاة	❁

أفضل التطبيق العمري على مسائل الفدوري ﴿ ١٨ ﴾ تفصيلی فہرست		
۴۲۸	☆ ادائیگی زکاة میں نیت کا حکم ☆	✽
۴۲۹	گفٹ (Gift) کے نام سے زکاة دینا	✽

### باب صدقة الغنم

۴۳۱	فارم (Farm) کی بکریوں، بھینسوں وغیرہ پر زکاة کا حکم	✽
-----	---	---

### باب زكاة الفضة والذهب

۴۳۳	سونے چاندی کا نصاب شرعی موجودہ اوزان کے اعتبار سے	✽
۴۳۴	ایک مثقال کا وزن	✽
۴۳۴	دراہم کی تفصیل	✽
۴۳۷	وزن سبہ والے دراہم کے اعتبار سے ۲۰۰ درہم کا موجودہ وزن	✽
۴۳۸	مذکورہ بالا تفصیل کے مطابق دراہم کے اوزان اربعہ کا نقشہ	✽
۴۳۸	دنانیر کی تفصیل	✽
۴۳۹	موجودہ دور کے تولہ کے حساب سے سونے اور چاندی کے نصاب شرعی کی مقدار	✽
۴۴۰	سونے چاندی میں حرمت زکاة و وجوب زکاة کے سلسلہ میں اعتبار کس کا ہوگا	✽
۴۴۲	سونے کی انگلی میں جڑے ہوئے ہیرے (Dimond) میں زکاة کا حکم	✽
۴۴۶	زکاة کی ادائیگی روپیہ پیسہ اور سونا چاندی سے	✽

### باب عروض التجارة

۴۴۹	شیئرز (Shares) کی مختلف صورتیں اور ان پر زکاة کا حکم	✽
۴۵۱	مرغی فارم (Poultry farms) کی زکاة	✽
۴۵۳	تجارتی پلاٹ (Plot) پر زکاة	✽

۴۵۴	مرغی یا مچھلی فارموں (Poultry or Fish Forms) میں استعمال ہونے والی خوراک پر زکاۃ کا حکم	✽
۴۵۵	پریس (Press) میں چھپائی کے لیے رکھی ہوئی روشنائی (Ink) پر زکاۃ کا حکم	✽
۴۵۷	لمیٹڈ کمپنیوں (Limited Companies) پر زکاۃ کا حکم	✽

### باب زکاۃ الزروع والثمار

۴۶۱	ہندوستان کی زمینیں (Lands) عشری ہیں یا خراجی؟	✽
۴۶۳	ٹیوب ویل (Tubewel) کے ذریعہ سیراب کی ہوئی زمین کی پیداوار پر عشر کا حکم	✽
۴۶۴	بارش اور ٹیوب ویل (Tubewel) کے ذریعہ سیراب کی ہوئی زمین کی پیداوار پر عشر کا حکم	✽
۴۶۷	جدید طریقہ کاشت (Way Of Cultivation) کی صورت میں عشر کا حکم	✽
۴۶۹	مسجد یا مدرسہ کی موقوفہ اراضی (Product of dedicated lands) کی پیداوار پر عشر کا حکم	✽
۴۷۰	مساجد اور گھروں کے احاطے (House Boundary wall) میں لگائے گئے پھلوں کے درختوں پر عشر کا حکم	✽
۴۷۲	صاحبین کی دلیل	✽
۴۷۳	صاحبین کی دلیل کا جواب	✽
۴۷۶	وزن کی تحقیق کلوگرام (Kilo Gram) کے اعتبار سے	✽

### باب من يجوز دفع الصدقة إليه ومن لا يجوز

۴۷۸	☆ مصارف زکاۃ کا بیان ☆	✽
۴۸۰	مقدمات (Law suits) میں زکاۃ کی رقم دینا	✽



۴۸۱	☆ فقیر و مسکین کی تعریف ☆	✽
۴۸۲	طلبہ کی اسکالرشپ (Scholorship) کے ذریعہ امداد	✽
۴۸۴	عامل کو زکاۃ دینے کا حکم	✽
۴۸۷	کیا مدارس اسلامیہ کے محصلین (سفر اء) عالمین کے حکم میں ہیں	✽
۴۸۹	☆ مکاتب غلام کو زکاۃ دینے کا حکم ☆	✽
۴۹۰	قیدیوں (Captives) کی رہائی کے لیے زکاۃ کی رقم دینا	✽
۴۹۳	ڈگری کالج (Degree College) یا جونیئر اسکول (Junior school) کی بلڈنگ کے لیے زکاۃ کی رقم استعمال کرنا	✽
۴۹۵	زکاۃ کی رقم سے قبرستان کے لیے موٹر پمپ (Motor Pump) خریدنا	✽
۴۹۵	مد زکاۃ سے غریبوں کو فلیٹ (Flat) خرید کر دینا	✽
۴۹۷	شادی کے لیے بقدر نصاب روپیہ جمع ہونے کے بعد زکاۃ کی رقم وصول کرنا	✽

### باب صدقة الفطر

۵۰۰	صاع کی حقیقت	✽
۵۰۳	ایک واقعہ سے استدلال	✽
۵۰۴	مقدار صاع موجودہ اوزان (Kilo gram) کے اعتبار سے	✽
۵۰۶	ایک صاع	✽
۵۰۷	نصف صاع	✽

### کتاب الصوم

۵۱۴	☆ رویت ہلال کا بیان ☆	✽
-----	-----------------------	---

۵۱۵	ہلالِ عید و رمضان (Creascent of Ramdhan and Eid) کے متعلق شرعی ضابطہ باعتبار رویت و شہادت	❁
۵۱۶	شہادت کے سلسلے میں چند اصولی امور	❁
۵۱۷	شہادت علی الرویۃ	❁
۵۱۷	شہادت علی الشہادۃ	❁
۵۱۷	شہادت علی القضاء	❁
۵۱۹	ہیلی کاپٹر (Helicopter) سے چاند دیکھنے کا حکم	❁
۵۱۹	ہوائی جہاز (Aeroplane) سے چاند دیکھنے کا حکم	❁
۵۲۱	ہلالِ رمضان و عید کے سلسلے میں ریڈیو (Radio) اور ٹی وی (TV) کی خبر پر اعتماد کا حکم	❁
۵۲۲	ہلالِ رمضان و عیدین کے سلسلے میں موبائل (Mobile) واٹس اپ (Whatsapp) وغیرہ کی خبروں کا حکم	❁
۵۲۵	رویتِ ہلال کے سلسلہ میں ماہرینِ فلکیات (Astronomer) اور سائنس دانوں (Scientists) کے حساب کا حکم	❁
۵۲۷	اختلافِ مطالع (Difference of moonrise) کہاں معتبر ہے اور کہاں نہیں؟	❁
۵۳۱	سعودی عرب میں تیس روزے مکمل کرنے کے بعد ہندوستان آنے کی صورت میں روزے کا حکم	❁
۵۳۳	☆ روزے کا وقت ☆	❁
۵۳۳	طویل عرصہ کے دن اور رات والے علاقوں میں روزے کے اوقات کا تعین	❁
۵۳۵	کارڈ (Card) یا جنتری کے حساب سے افطار و سحر کا حکم	❁

۵۳۷	سحری (Dawn meal) ہندوستان میں اور افطار (Breakfast) سعودی عرب میں	❁
۵۳۸	☆ روزے کا معنی ہمسداتِ صوم ☆	❁
۵۳۹	روزے کی حالت میں پان تمباکو (Betel, Tobacco) کے استعمال کا حکم	❁
۵۴۰	سگریٹ نوشی (Smoking) سے روزہ کا حکم	❁
۵۴۱	روزہ کی حالت میں حقہ (Hubblebubble) پینے سے روزہ کا حکم	❁
۵۴۱	آٹے کا غبار روزہ دار کے حلق میں چلے جانے سے روزہ کا حکم	❁
۵۴۳	☆ غیر مفسداتِ صوم کا بیان ☆	❁
۵۴۴	روزے کی حالت میں کسی عورت کا فوٹو (Photo) دیکھنا مفسدِ صوم ہے یا نہیں؟	❁
۵۴۵	وکس (Vicks) وغیرہ کے سونگھنے سے روزہ کا حکم	❁
۵۴۶	حالتِ صوم میں چہرے پر کریم (Cream) لگانے کا حکم	❁
۵۴۶	پان کی سرخی (Redness of Betel Leaf) کا منہ میں رہ جانے کی صورت میں روزہ کا حکم	❁
۵۴۷	روزے کی حالت میں خون ٹیسٹ (Blood Test) کرانا	❁
۵۴۸	نکسیر (Hemorrhage) سے روزہ کا حکم	❁
۵۴۹	روزے کی حالت میں روزہ دار کا آنکھوں میں دوا (Eye drop) ڈالنا	❁
۵۵۰	بحالتِ روزہ بیوی سے دل لگی (Foreplay) کرنا	❁
۵۵۱	☆ قے (Vomitting) کا حکم ☆	❁
۵۵۲	روزہ کی حالت میں ڈکار (Eructation) کا حکم	❁
۵۵۲	روزے کی حالت میں مٹی (Soil) کھانے کا حکم	❁
۵۵۷	روزہ کی حالت میں لعاب (Saliva) نگلنے کا حکم	❁

۵۵۷	چاکلیٹ (Chocolate) وغیرہ کا روزے دار کے منہ میں چلے جانے کا حکم	✽
۵۵۹	☆ حقنہ کا حکم ☆	✽
۵۶۰	روزہ کی حالت میں بواسیر کے مریض (Piles patient) کو پائپ (Pipe) سے دوا پہنچوانے کی صورت میں روزے کا حکم	✽
۵۶۰	ان ڈوز کا پی (Indoors copy) کے داخل کرنے کی صورت میں روزے کا حکم	✽
۵۶۱	بحالتِ روزہ امراضِ معدہ (Venter ailment) میں آلات داخل کرنا	✽
۵۶۱	روزے کی حالت میں پلاسٹک سرجری (Plastic surgery) کروانا	✽
۵۶۲	روزہ کی حالت میں دانت (Teeth) اکھڑوانا	✽
۵۶۳	روزے میں انہیلر (Spray asthma) یا گیس پمپ (Gas pump) کے استعمال کا حکم	✽
۵۶۴	روزے میں بھپارا (Whiff) لیا جاسکتا ہے یا نہیں	✽
۵۶۵	حالتِ صوم ٹرانس و تخمینل سونوگرافی (Trans vaginal sonography) کا حکم	✽
۵۶۵	عورت کی شرمگاہ میں بحالتِ صوم سیال یا جامد (Solid of medicin) دوا رکھنا	✽
۵۶۶	لیڈیز ڈاکٹر (Ladies Doctor) کا روزہ دار عورت کی شرمگاہ میں ہاتھ ڈالنا	✽
۵۶۸	روزے کی حالت میں دل یا پیٹ کا آپریشن (Operation) کروانا	✽
۵۶۹	روزے کی حالت میں دوا (Tablet) زبان کے نیچے رکھنا	✽
۵۶۹	روزے کی حالت میں آپریشن (Operation) کے ذریعہ چربی نکلوانا	✽
۵۶۹	روزہ کی حالت میں ڈائلیسس (Dialysis) کروانا	✽
۵۷۰	روزہ کی حالت میں آکسیجن (Oxygen) لینا	✽

أفضل التطبيق العملي على مسائل الفدوري ﴿ ۲۴ ﴾ تفصیلی فہرست		
۵۷۰	بحالتِ روزہ انجکشن (Injection) اور گلوکوز (Glucose) کا حکم	✽
۵۷۲	نظامِ انہضام (Digestive system)	✽
۵۷۵	گردوں کا نظام (Renal system)	✽
۵۷۷	بحالتِ صوم پیشاب رک جانے کی وجہ سے مرد کے اِحلیل میں ٹلکی (Urophero scope) داخل کرنا	✽
۵۷۹	☆ بحالتِ صوم چکھنے (Taste) کا حکم ☆	✽
۵۷۹	روزے کی حالت میں ٹوتھ پیسٹ (Tooth Paste) کا حکم	✽
۵۸۰	روزہ دار شخص کا ”گل“ سے دانت صاف کرنے کا حکم	✽
۵۸۱	☆ گوند (Gum) چبانے کا حکم ☆	✽
۵۸۲	بحالتِ صوم چیونگ گم (Chewing gum) چبانے کا حکم	✽
۵۸۳	☆ روزے میں عذر شرعی کا حکم ☆	✽
۵۸۳	ٹی بی کے مریض (TB Stricken pateint) کے لیے روزے کا حکم	✽
۵۸۶	☆ روزے میں حیض و نفاس کا حکم ☆	✽
۵۸۷	روزہ رکھنے کے لیے مسکِ حیض (Menstruation stop pills) دوا کے استعمال کا حکم	✽
۵۸۸	سحری کے وقت میں ظنِ غالب اور شک کا حکم	✽
۵۸۹	بوقتِ سحر سائرن (Siren) بجتے وقت کھانے پینے کا حکم	✽

### باب الاعتکاف

۵۹۱	☆ اعتکاف کی تعریف مع حکم ☆	✽
۵۹۳	ایک محلہ میں متعدد مساجد ہونے کی صورت میں اعتکاف کا حکم	✽

۵۹۵	کئی منزلہ والی مساجد میں اعتکاف کا حکم	❁
۵۹۷	☆ حوائج ثلاثہ کا بیان ☆	❁
۵۹۹	علاج و معالجہ (Medication) کے لیے اعتکاف سے نکلنے کا حکم	❁
۶۰۰	معتکف کا کورٹ (Court) میں جانے کا حکم	❁
۶۰۲	معتکف کا سگریٹ (Cigarette) پینے کے لیے مسجد سے باہر نکلنا	❁
۶۰۴	❁ مسجد میں بیع و شرا کا حکم ❁	❁
۶۰۵	معتکف ڈاکٹر (Doctor) کا مسجد میں مریض دیکھنے کا حکم	❁
۶۰۷	بحالت اعتکاف بات کرنے (Talk) کا حکم	❁
۶۰۸	معتکف کا جمعہ وغیرہ میں بیان (Speech) کرنے کا حکم	❁
۶۰۹	معتکف کا مسجد میں موبائل (Mobile) پر بات کرنا	❁

### ❁ کتاب الحج ❁

۶۱۲	☆ حج فرض ہونے کی شرطیں ☆	❁
۶۱۳	دمہ کے مریض (Asthma Patient) پر حج	❁
۶۱۴	بی پی (B.P) یا شوگر (Sugar) کے مریض پر حج	❁
۶۱۵	مکان بنانے کے لیے پیسہ رکھا تھا کہ حج کا وقت آ گیا	❁
۶۱۵	لڑکی کی شادی کے لیے رکھے ہوئے پیسے سے حج کرے یا شادی	❁
۶۱۷	حج کا ویزا (Visa for Hajj) نہ ملنا منع و جواب ادا ہے یا نہیں؟	❁
۶۱۸	زائد از ضرورت پلاٹ (Plot) کے ہوتے ہوئے حج کا حکم	❁
۶۱۹	ضرورت سے زائد قیمتی گاڑیوں (Costly cars) کے ہوتے ہوئے حج کا حکم	❁

۶۲۰	عورت پر حج کب فرض ہوتا ہے؟	✽
۶۲۱	جدہ ایئر پورٹ (Jeddah airport) پر محرم موجود ہونے کی صورت میں عورت کا تنہا سفر کرنا	✽
۶۲۳	عورت کا اپنے داماد (Son of law) کے ساتھ سفر حج پر جانا	✽
۶۲۴	کیا عورت اپنے دیور (Brother in law) کے ساتھ سفر حج پر جاسکتی ہے؟	✽
۶۲۴	چچی (Aunt) کا بھتیجے (Nephew) کے ساتھ حج پر جانا	✽
۶۲۶	☆ مواقیت کا بیان ☆	✽
۶۲۹	مکہ کا باشندہ جب سال چھ مہینے میں کسی دوسرے ملک جا کر واپس آئے، تو اس کے احرام باندھنے کا حکم	✽
۶۳۰	مکہ کے تاجر (Business man) کا ہر مرتبہ احرام کے ساتھ مکہ میں داخل ہونا لازم ہے	✽
۶۳۲	ہندوستانی شخص کا جدہ ایئر پورٹ (Jeddah airport) پر احرام باندھنے کا حکم	✽
۶۳۳	ہندوستانی (Indian) کا مدینہ ہو کر مکہ جانے کی صورت میں احرام کا حکم	✽
۶۳۵	﴿ احرام کا بیان ﴾	✽
۶۳۷	احرام باندھنے سے پہلے سر میں خوشبودار تیل (Fragrant Oil) لگانے کا حکم	✽
۶۳۷	احرام میں گرم کپڑا (Warm Cloth) کا استعمال کرنا	✽
۶۳۸	احرام میں رنگین کپڑوں (Clourful Garments) کا استعمال	✽
۶۴۰	☆ ممنوعات احرام کا بیان ☆	✽
۶۴۱	احرام کی حالت میں شير وانی، کوٹ، صدری وغیرہ پہننا	✽
۶۴۱	حالت احرام میں سویٹر (Sweater)، جیکٹ (Jacket) وغیرہ پہننے کا حکم	✽

۶۴۲	حالت احرام کی حالت میں نیکر اور انڈرویر (Nacker & Underwear) پہننے کا حکم	✽
۶۴۳	احرام میں چپل (Slipper) یا جوتا (Shoes) پہننے کا حکم	✽
۶۴۴	احرام کی چادر (Sheet) کو لٹگی کی طرح سینے کا حکم	✽
۶۴۵	سلے ہوئے بیگ (Bag) اور سلی ہوئی چادر (Sheet) کا بحالت احرام استعمال کرنے کا حکم	✽
۶۴۷	احرام کی حالت میں ٹوپی (Cap) پہننا	✽
۶۴۸	احرام کی حالت میں عورتوں کا برقع (Curtain) پہننا	✽
۶۴۸	احرام کی حالت میں ماسک (Mask) پہننے کا حکم	✽
۶۴۹	حالت احرام میں بالوں میں شیمپو (Shampoo) لگانے کا حکم	✽
۶۵۰	حالت احرام میں ویسلین (Vaslin) یا کریم (Cream) کا استعمال	✽
۶۵۰	حلق یا قصر کے وقت بالوں میں کریم (Cream) لگانے کا حکم	✽
۶۵۱	پکے ہوئے کھانے میں ملی ہوئی خوشبو کا حکم	✽
۶۵۲	حالت احرام میں شربت، روح افزا وغیرہ پینے کا حکم	✽
۶۵۳	احرام کی حالت میں خوشبودار پان (Betal Leaf) کھانے کا حکم	✽
۶۵۵	احرام کی حالت میں وکس (vicks) استعمال کرنے کا حکم	✽
۶۵۶	حالت احرام میں صابن (Soap) کے استعمال کا حکم	✽
۶۵۷	حالت احرام میں درد کا مرہم (OmniGel) لگانے کا حکم	✽
۶۵۹	حالت احرام میں بال صفا کریم (Hair removal cream) سے بال صاف کرنے کا حکم	✽



۶۶۰	حالتِ احرام میں بیماری کی وجہ سے بال ٹوٹنے کی صورت میں حکم	❁
۶۶۱	☆ خوشبودار لباس (Foragrant dress) کا حکم ☆	❁
۶۶۲	عود وغیرہ کی دھوئی دیئے ہوئے کپڑے (Fumigated garments) کا استعمال	❁
۶۶۳	خوشبودار رنگ میں رنگے ہوئے مکئیہ (Pillow) کا استعمال	❁
۶۶۳	خوشبودار فرش (Smelly carpet) پر لیٹنے بیٹھنے کا حکم	❁
۶۶۵	☆ مباحات احرام کا بیان ☆	❁
۶۶۵	حالت احرام میں کمر پر بٹوہ (Wallet) باندھنے کا حکم	❁
۶۶۶	احرام کی چادر کو کوپن (Coupon) سے منسلک کرنے کا حکم	❁
۶۶۷	حالت احرام میں چھتری (Umbrella) سے سایہ حاصل کرنے کا حکم	❁
۶۶۸	☆ طوافِ قدوم کا بیان ☆	❁
۶۷۰	ہیلی کاپٹر (Helicopter) میں بیٹھ کر طواف کرنا	❁
۶۷۲	وییل چیئر (Wheel chair) پر طواف کا حکم	❁
۶۷۳	طواف کے درمیان حیض (Menstruation) آنے کی صورت میں حکم	❁
۶۷۴	طواف زیارت سے پہلے عورت کو حیض یا نفاس آجانے کی صورت میں حکم	❁
۶۷۶	طواف یاسعی میں موبائل (Mobile) پر گفتگو کرنے کا حکم	❁
۶۷۷	☆ سعی کا بیان ☆	❁
۶۷۸	سعی کا طریقہ	❁
۶۸۱	وییل چیئر (Wheel chair) پر سعی حکم	❁
۶۸۲	حیض (Menstruation) کی حالت میں سعی کرنے کا حکم	❁

۲۸۳	جدید مسعی کا حکم توسیع کے بعد	✽
۲۸۵	☆ وقوف عرفہ کا بیان ☆	✽
۲۸۶	ہیلی کاپٹر (Helicopter) میں بیٹھ کر وقوف عرفہ کرنا	✽
۲۸۸	☆ رمی کا بیان ☆	✽
۲۸۹	غلیل (Catapult) سے جمرات کی رمی کا حکم	✽
۲۹۰	ہیرے، جواہرات (Diamonds, Gems) وغیرہ سے رمی کا حکم	✽
۲۹۲	بونے شخص (Dwarf) کے رمی کا حکم	✽
۲۹۳	☆ سر کے بالوں کے مونڈنے کا بیان ☆	✽
۲۹۴	حلق میں گئے شخص (Bald) کا حکم	✽
۲۹۶	بال صفا کریم (Hair removal) سے سر کے بال صاف کرنے کا حکم	✽
۲۹۷	سر پر مصنوعی بال (Wig Hair) کی صورت میں حلق و قصر کا حکم	✽

### ﴿ مراجع و مصادر ﴾

۷۰۰	مصادر و مراجع	✽
۷۰۸	یادداشت	✽



- ☆ میں عرشِ معلیٰ کے ربِّ عظیم کا تہہ دل سے شکر ادا کرتا ہوں جس نے اس ناچیز کو علم دین سے آراستہ کر کے خدمتِ دین کی توفیق عطا فرمائی۔
- ☆ اپنے مشفق و مربی والدین کے نام جن کی آہِ نیم شبی اور دعائے سحر گاہی نے حصولِ علم کی راہیں کھولیں۔
- ☆ اپنے تمام مشفق اساتذہ کرام کے نام جن کی مخلص تربیت و توجہات اور دعائیں قدم قدم پر میرے ساتھ رہیں، جس کی وجہ سے مجھے علمی کام کرنے کا حوصلہ پیدا ہوا۔
- ☆ مادرِ علمی ”جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوآ“ کے نام جس کی پُر نور آغوش میں میں نے تعلیم و تربیت پائی، اور جس کے فیضانِ عشق نے مجھے خدمتِ دین جیسے جذبہٴ صادقہ سے مالا مال کیا۔

حضرت مولانا غلام محمد صاحب دستاوی

رئیس جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کو



”المختصر القدوری“ فقہ حنفی کی مشہور و معروف کتاب ہے، جسے ائمہ احناف کے

یہاں متن المتون کی حیثیت حاصل ہے، اسی وجہ سے جامعات و مدارس اسلامیہ کے نصابِ تعلیم میں داخل ہے۔

الحمد للہ! جامعہ میں بھی یہ کتاب داخلِ نصاب ہے۔ جامعہ کے نوجوان فاضل عزیزم مفتی محمد افضل اشاعتی جو آٹھ سال سے فنِ فقہ کی یہ مشہور کتاب پڑھاتے ہیں۔ اللہ نے موصوف کو فنِ فقہ میں مہارت دی ہے۔ ماشاء اللہ انہوں نے اپنے استاذ مفتی محمد جعفر علی رحمانی کی زیرِ نگرانی قدوری کے متون پر مسائلِ جدیدہ کو بڑے عمدہ انداز میں منطبق فرمایا جو پہلی جلد کی شکل میں بابِ عبادات پر بنام ”أفضل التطبيق العصري على مسائل القدوري“ سات سو صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ ایک انوکھا اور انمول کام ہے جو مدارس اسلامیہ کے طلبہ و اساتذہ کے لیے ایک نادر تحفہ ہے۔

میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ پاک موصوف کی اس کاوشِ جمیل کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے اور اہل علم کے لیے نافع و مفید بنائے۔

(حضرت مولانا غلام محمد دستاوی (صاحب)

یکم رجب المرجب ۱۴۴۰ھ

حضرت مولانا مفتی محمد جعفر صاحب ملی رحمانی

صدر شعبہ افتاء جامعہ اکل کوا



الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد المرسلين و  
على آله وأصحابه أجمعين إلى يوم الدين. قال الله تبارك وتعالى: ومن  
يؤت الحكمة فقد أوتي خيرا كثيرا.

علم فقہ اللہ کی بہت بڑی نعمت اور خیر کثیر ہے، قرآن کریم میں اللہ رب العزت  
فرماتے ہیں، جس شخص کو حکمت عطا کی گئی اُسے خیر کثیر دیا گیا، جس کی تفسیر ارباب تفسیر نے  
علم فروع یعنی علم فقہ سے کی ہے۔

ہمارے مدارس دینیہ میں علم فقہ نصاب میں داخل ہے، ہمارے طلبہ مالا بدمنہ  
بزبان فارسی، نورالایضاح، قدوری، شرح وقایہ اور ہدایہ بزبان عربی پڑھتے ہیں۔ اللہ کا  
شکر ہے کہ بہت سے طلبہ کو ان کتابوں کے پڑھنے سے علم فقہ میں ایک گونا مناسبت و فقیہی  
ملکہ حاصل ہو جاتا ہے؛ لیکن وہ جدید مسائل کے حل پر قادر نہیں ہو پاتے اور انہیں اس کا  
شعور نہیں ہوتا کہ ان کتابوں کے متون میں وہ کون سی متن ہے جس پر فلاں جدید مسئلہ منطبق  
ہو سکتا ہے، جس کی وجہ سے وہ جدید مسائل کے جوابات دینے سے قاصر ہوتے ہیں۔

انتہائی خوشی و مسرت کی بات ہے کہ عزیزم مولانا مفتی افضل صاحب بمبوی اشاعتی زید مجددہ و زادہ اللہ علما و عملا - جو جامعہ کے فاضل اور اسی کے دارالافتاء سے متخصص فی الفقہ و الافتاء ہیں اور شعبہ علیت میں قدوری، ہدایہ، نور الایضاح اور شعبہ افتاء میں السراجی فی المیراث کے قابل و مقبول مدرس ہیں۔ نے رفیق محترم و معتمد جامعہ علم و علما دوست حضرت مولانا حذیفہ سلمہ اللہ تعالیٰ من جمیع الاهیال والآفات زادہ اللہ شرفا و علما کے ایما پر اس جانب توجہ فرمائی اور فقہ کا مقبول و معروف متن ”المختصر القدوری“ پر بڑا عمدہ، نفیس اور نایاب کام کیا کہ اس کتاب کے جس متن پر کوئی جدید مسئلہ منطبق ہو سکتا تھا منطبق فرمایا، وجہ انطباق اور اس کی دلیل کو سلیقہ مندی کے ساتھ ذکر کیا۔

موصوف نے جب اس کام کا آغاز فرمایا تو اس حقیر سے مشاورت کی اور اس کام میں معاون و مساعد دی گئی ہدایات پر خوش اسلوبی سے عمل کرتے ہوئے ایک ذخیرہ تیار کیا اور کمپوز کر کے اُسے مسودہ کی شکل دی، اور خوش عقیدت و کمال احترام کے جذبات کے تحت اس گناہ گار کے سامنے نظر ثانی و تصحیح کے لیے پیش کیا، بندے نے اللہ رب العزت کی توفیق اور اس کی مدد سے پورے مسودے پر نظر ثانی کی، اور جہاں کوئی امر قابل اصلاح و تصحیح تھا اس کی نشان دہی کی، جس کی موصوف نے اصلاح و تصحیح کرائی۔

الحمد للہ! یہ کتاب جدید مسائل کے حل میں نہ صرف قدوری پڑھنے اور پڑھانے والے طلبہ و اساتذہ کے لیے ایک نادر تحفہ ہے بل کہ اُن مفتیانِ کرام کے لیے ایک عظیم ہدیہ ہے جو فتویٰ نویسی کے وقت دلائل کا اہتمام فرماتے ہیں۔

اللہ پاک سے دعا ہے کہ وہ موصوف کے اس کتاب کو قبولیت عامہ و تمامہ عطا فرمائے۔ اسے اُن کے لیے، ان کے والدین کے لیے ذخیرہ آخرت بنائے اور اس عظیم دینی، عصری دانش گاہ (جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا) کے ارباب انتظام و انصرام کے لیے اس دنیا میں نیک نامی اور آخرت میں نجات کا ذریعہ بنائے۔

اس سے قبل کتاب ”أفضل الراجی فی حل السراجی“ موصوف کے قلم سے منظر عام پر آچکی جسے اہل علم نے ہاتھوں ہاتھ لیا اور وہ مقبول عام ہو چکی۔ امید ہے کہ اہل علم اس کتاب کو بھی شوق کے ہاتھوں کتاب لیں گے، ذوق کی نگاہوں سے پڑھیں گے اور وہ دلوں میں وہ قرار یکن پائے گی۔

ربنا تقبل منا إنك أنت السميع العليم و تب علینا إنك أنت التواب الرحیم،  
وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقه محمد و آلہ و صحبه أجمعین إلی یوم الدین!

فقط

العبد

محمد جعفر ملی رحمانی

۱۴۴۰/۵/۳۰ - ۲۰۱۹/۲/۶ء (بدھ)

حضرت مولانا حذیفہ صاحب دستاوی

مدیر التفیذی جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا



الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد المرسلين و

على آله وأصحابه أجمعين. أما بعد!

أعوذ بالله من الشيطان الرجيم ، بسم الله الرحمن الرحيم

فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنْذِرُوا

قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ. (پ ۱۱ / التوبة)

اللہ رب العزت نے دین اسلام کی حفاظت کا ذمہ اپنے اوپر لے رکھا ہے، اسی

لیے ہم دیکھتے ہیں کہ اس کی ہر طرح سے حفاظت کے لیے حیرت انگیز نظام اللہ نے اختیار

کیا ہے، عقائد کی حفاظت علم الکلام کے ذریعہ کی، علم تزکیہ کے ذریعہ دل اور احوال قلب کی

حفاظت کا انتظام کیا، تجوید کے ذریعہ قرآن کے تلفظ کی حفاظت کی، تفسیر کے ذریعہ معانی

قرآن کی حفاظت کی، حدیث کے ذریعہ اسلام کی تفصیلی تعلیمات اور قرآن کی شرح کی

صورت میں اس کی حفاظت کا نظام بنایا؛ اسی طرح احکام کے ذریعہ انسان کو پیش آمدہ روز

مرہ کے عملی مسائل کی حفاظت کا انتظام علم فقہ کے ذریعہ کیا، اور دین نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

سے لے کر آج تک مختلف ذہین ترین شخصیتیں جن کو فقہا کہا جاتا ہے اس میدان میں بے



مثال خدمات پیش کرتے چلے آ رہے ہیں۔ دورِ صحابہ، خلفائے راشدین اور دیگر متعدد صحابہ اس خدمت میں مشغول رہے، اس کے بعد تابعین کے دور میں بھی اس پر ماشاء اللہ بہت کام ہوا یہاں تک کہ امام ابوحنیفہؒ کا دور آیا۔ بس پھر کیا تھا! آپ نے اپنے تلامذہ اور رفقاء کے ساتھ اجتماعی جدوجہد کر کے اسے خوب سنوارا جو ایک تناور درخت کی شکل اختیار کر گیا، اور بعد میں آنے والوں کے لیے فقہ کی راہ قدرے آسان کر دی۔

سراج الامة امام ابوحنیفہؒ کے تلمیذ خاص امام محمد ابن الحسن الشیبانی نے فقہ پر پہلی مرتبہ بے مثال کتابیں تصنیف کی، اور گویا ایک نئے میدان کے شہسوار ٹھہرے، جیسے جیسے زمانہ آگے بڑھتا گیا، مادیت میں ترقی ہوتی رہی ویسے ویسے عملی میدان میں نئے نئے مسائل پیش آنے لگے، توفقیہاء نے ”النوازل“، ”الحوادث“، ”نوازل الفقہیۃ والواقعات“، ”قضايا فقہیہ معاصرہ“، ”القضايا المستجدة“ وغیرہ عنوان سے امت کے مسائل کے باب میں بھرپور رہنمائی کی اور مذکورہ عنوانوں سے بے شمار کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں۔

### فقہ النوازل کی تاریخ:

ویسے تو ہر زمانہ میں پیش آمدہ جدید مسائل کی صورتوں کو علماء حل کرتے رہے؛ مگر اس علم کا مستقل وجود چوتھی صدی ہجری سے ہوتا ہے، اس طور پر کہ اس موضوع پر سب سے پہلی کتاب جو منظر عام پر آئی وہ امام ابواللیث السمرقندی کی ”فتاوی النوازل“ ہے، اس کے بعد بے شمار کام ہوا ہے، چند مشہور کتابیں مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) فتاوی النوازل۔ امام ابواللیث السمرقندی

## (۲) مختارات النوازل - الامام المرغینانی (۳) نوازل ابن رشد

اس تیزی سے ترقی کی طرف جارہی ٹکنالوجی کے دور میں اس موضوع پر عرب و عجم میں کثرت سے کام ہو رہا ہے۔ الدکتور نور الدین ابوالحیہ نے ”النوازل الفقہیہ و مناہج الفقہاء فی التعامل معہا“ نامی کتاب میں بڑے عمدہ پیرائے میں کام کیا ہے، انہوں نے مقدمہ میں لکھا ہے کہ ”نوازل فقہیہ“ یعنی پیش آمدہ جدید فقہی مسائل پر فقہاء نے جو کام کیا ہے، اس کے ۶ مناجج ہیں:

(۱) المنہج الاستدلالی (۲) المنہج المذہبی

(۳) المنہج المذہبی (۴) منہج التیسیر

(۵) منہج التشدید (۶) المنہج المقاصدی

موصوف نے تفصیل کے ساتھ تمام مناجج پر سیر حاصل بحث کی جو پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔

ہمارے اس آخری دور میں یعنی استعمار کے جانے کے بعد عالم اسلام کے مختلف علاقوں میں بڑے مرتب انداز میں نوازل پر کام ہوا ہے، اور متعدد دفعہ اکیڈمیاں قائم ہو چکی ہیں، مثلاً مکہ فقہ اکیڈمی، انڈیا فقہ اکیڈمی وغیرہ؛ برصغیر میں حکیم الامت حضرت تھانوی اور مفتی محمد شفیع صاحب عثمانی کے بعد مولانا مفتی نظام الدین، شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی اور آپ کے تلامذہ کا کام قابل قدر ہے۔

بندے کو بھی اس موضوع سے کافی دلچسپی رہی ہے، بندے نے ۱۴۲۳ھ سے لے کر ۱۴۳۵ھ تک المختصر لئام القدوری کا درس جامعہ اکل کو امیں دیا، جو کتاب البیوع سے

ہوتا تھا اور زیادہ تر جدید مسائل کا تعلق معاملات ہی کے ابواب سے ہے، اور عام طور پر قدوری کے طلبہ کو مبتدی گردان کر نوازل سے تعرض نہیں کیا جاتا، اور ہدایہ میں خود کتاب کی طوالت کی وجہ سے نوازل سے اساتذہ تعرض نہیں کرتے جس کی وجہ سے ہمارے فضلاء عام طور پر نوازل فقہیہ سے ناواقف رہ جاتے ہیں۔

بندے کو اس پر شرح صدر ہوا کہ قدوری کے طلبہ کو نوازل سے آگاہ کر دینا چاہیے، لہذا ہر باب سے متعلق مسائل جدیدہ سے طلبہ کو واقف کرتا رہا، باب الصرف میں آپکنج (Exchange) کے مسائل، کتاب الربو میں بینک (Bank) کے مسائل وغیرہ۔

مؤلف کتاب نے بندے سے اسی طرز پر پڑھا پھر جب انتظامی امور کی ذمہ داری بڑھ گئی تو مفتی افضل صاحب کو یہ کہہ کر کتاب سپرد کی کہ آپ نے جس انداز میں پڑھا ہے اس انداز میں پڑھائیں گے۔ ماشاء اللہ انہوں نے وعدہ وفائی کی اور ماشاء اللہ اسے اچھوتے انداز میں کتاب کی شکل بھی دے دی۔

واقعاً بڑا موقع کام کیا ہے، نظائر قدیمہ پر مسائل جدیدہ کی تطبیق کی، بندے کو بہت خوشی ہوئی کہ جامعہ کے ایک ہونہار سپوت نے ایک بے مثال کارنامہ انجام دیا، اللہ شرف قبولیت سے نوازے اور امت کو خاص طور پر طلبہ و علماء کو اس سے خوب فائدہ دے اور اللہ ہم سے راضی ہو جائے۔ آمین!

(مولانا) حذیفہ وستانوی (صاحب)

۱۰/ رمضان المبارک ۱۴۴۰ھ مطابق ۱۶/ مئی ۲۰۱۹ء (جمعرات)

## عرض مؤلف

الحمد لمن أنزل ”فلولا نفر من كل فرقة منهم طائفة ليتفقهوا في الدين ولينذروا قومهم إذا رجعوا إليهم لعلهم يحذرون“ والصلاة والسلام على من قال ”من يرد الله به خيراً يفقه في الدين“ وعلى اله وأصحابه الهادين المهتدين. أما بعد!

میں اللہ رب العزت کا بے حد شکر گزار ہوں کہ اس نے میرے ہاتھوں اس کام کو پورا کروایا، جس کی تمنا حضرت الاستاذ حضرت مولانا حذیفہ صاحب دستاوی نے کی تھی۔ وہ تمنا و آرزو یہ تھی کہ متن قدوری پر مدلل انداز میں مسائل جدیدہ کو منطبق کی ہوئی کوئی کتاب مرتب کی جائے، حضرت الاستاذ نے تقریباً دس سال اسی طرز پر قدوری کی تدریس کی، اور جب امور انتظام کا بار بڑھ گیا تو قدوری کی تدریس میرے حوالے کی اور نہایت ہی شفقت کے ساتھ متن قدوری پر مسائل جدیدہ کے انطباق کے تعلق سے میری رہنمائی فرمائی۔

الحمد للہ! استاذ محترم کے ہدایات کے مطابق میں نے قدوری کی تدریس شروع کی، اور تدریس کے دوران ابتداء میں ہر ایسے متن کے ذیل میں جن پر مسائل جدیدہ کا انطباق ہو سکتا تھا میں نے جدید مسائل کو قلمبند کر کے طلباء کو پڑھانا شروع کیا، اور طلباء کو لکھی

ہوئی کاپی بھی دیتا رہا، جس کے بہت اچھے ثمرات ظاہر ہونے لگے، جس سے مجھے اور ہمت ملی، اور رفتہ رفتہ ایک ذخیرہ تیار ہو گیا، جسے میں نے استاذ الاساتذہ حضرت مفتی محمد جعفر صاحب ملی رحمائی کو دکھایا تو حضرت نے بڑی خوشی و مسرت کا اظہار فرما کر کچھ ضروری ہدایات فرمائی جو اس مسودہ کو کتاب کی شکل دینے کا سبب بنی، اللہ رب العزت میرے تمام ہی اساتذہ کرام کو دارین میں بہترین بدلہ عطا فرمائے۔ آمین!

کچھ کتاب کے بارے میں:

کتاب میں کل چار امور ہیں:

(الف) رقم المتن : اس کے تحت قدوری کا صرف وہی متن لایا گیا ہے جس پر کوئی جدید مسئلہ منطبق ہو سکے۔

(ب) توضیح المسئلہ : اس کے تحت متن کی مختصر وضاحت لائی گئی ہے۔

(ج) تفریع من المسائل العصرية : اس کے تحت وہ مسائل جدیدہ لائے گئے ہیں جو ذکر کردہ متن پر منطبق ہو سکیں۔

(د) طريقة الإنطباق : اس کے تحت جدید مسئلہ متن پر کس طرح منطبق ہوا ہے اس کی وجہ و دلیل کو ذکر کیا گیا ہے۔

قارئین کرام! آج کا دور علمی انحطاط کا دور ہے جس میں ہمیں جدید طرزِ تعلیم سے ہرگز منہ نہیں موڑنا چاہیے، ہمیں ہر وہ طریقہ اختیار کرنا چاہیے جو طلبہ کے لیے مفید ثابت ہو؛ چنانچہ فقہ حنفی میں ”المختصر القدوری“ پہلا وہ متن ہے جو مقبول ہوا، جس کی

عبارتیں ایسی جامع ہیں کہ ایک طرف اس میں فقہ حنفی کے تمام اجتہادات اور جواب دیئے گئے مسائل میں سے بنیادی اور اہم مسائل کو جمع کیا گیا ہے، تو دوسری طرف انہیں دقیق عبارتوں میں عصر حاضر کے سارے ہی جدید مسائل کا حل چھپا ہوا ہے، لیکن بد قسمتی سے ہم اس کو وہ اہمیت نہیں دے پارہے رہیں جو اس کا حق تھا، اور ہمارے طلباء میں وہ فقہی بصیرت پیدا نہیں ہو پاتی جو ان مسائلِ جدیدہ کو متنِ قدوری سے نکالنے میں درکار ہے، اور ہم محسوس یا غیر محسوس طریقے پر اس اعتراض کا شکار ہو جاتے ہیں کہ یہ اہلِ مدارس وہی پرانی باتوں پر بحث کرتے ہیں، اُن کے پاس مسائلِ جدیدہ کا کوئی حل نہیں ہے، اور کہیں نہ کہیں ہمارے فضلا بھی عوام کو جدید مسائل بتانے سے کتراتے ہیں، جب کہ ہماری شریعت مُکتم و مکمل شریعت ہے، جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے: **اليوم أكملت لكم دينكم و أتممت عليكم نعمتي و رضيت لكم الإسلام دينا**۔ انہیں باتوں کو مد نظر رکھتے ہوئے کتابِ ہذا کو مرتب کیا گیا، جو اس سلسلے کی پہلی کڑی ہے جس میں کتاب الطہارۃ سے کتاب الحج تک ۱۲۷۷ متون پر ۳۱ مسائلِ جدیدہ کا عمدہ انطباق ہے؛ تاکہ ہمارے طلبہ میں کسی طرح وہ فقہی بصیرت پیدا ہو جس سے مسائلِ جدیدہ کا حل آسان ہو جائے۔

کتاب میں نوازل (مسائلِ جدیدہ) کو حل کرنے کے لیے بنیادی طور پر جو تین باتیں ضروری ہوتی ہیں، اس کی پوری رعایت کی گئی ہے:

(الف) تصور نازلہ (Portry in the mind) یعنی کسی بھی شیء پر حکم شرعی

لگانے کے لیے اس کا صحیح خاکہ ذہن میں ہونا ضروری ہوتا ہے کیوں کہ تصویری اصل ہے

اور اس پر حکم شرعی کا لگانا اس کی فرع ہے، اور بدون اصل فرع کا تصور نہیں ہو سکتا۔

(ب) تکلیف نازلہ (Conditioning fitting) یعنی اصول شرعیہ میں

سے کسی اصل کی طرف جدید مسئلہ کو پھیرنا۔

(ج) تطبیق نازلہ (Adaptation) یعنی نازلہ (جدید مسئلہ) پر حکم شرعی کو

اتارنا اور چسپاں کرنا۔

نوٹ: ان اصول ثلاثہ کی روشنی میں نوازل (مسائل جدیدہ) کا متن قدوری پر انطباق کی

وجہ بڑی دلچسپ ہے۔

الحمد للہ! میرا تقریباً نو سال کا تجربہ ہے کہ طلباء میں اس طریقہ تدریس سے ایک

حد تک فقہی بصیرت پیدا ہو جاتی ہے اخیر میں اہل علم حضرات سے درخواست کرتا ہوں کہ

اگر کوئی خطا نظر آئے تو امانت علمی کے تقاضے کے پیش نظر ضرور اطلاع کریں۔ اور اللہ رب

العزت سے دعا گو ہوں کہ اللہ اس کتاب کے افادہ کو عام فرما کر میرے لیے اور میرے

والدین و اساتذہ کرام کے لیے ذخیرہ آخرت بنائے۔ آمین یا رب العالمین!

بندہ

محمد افضل اشاعتی

خادم جامعہ اکل کوا (۱۵/ جمادی الاخریٰ ۱۴۴۰ھ)

از: محمد انس سعیدی، شیخ پوری / متعلم جامعہ اکل کوا

## صاحب ”أفضل التطبيق العصري على مسائل القدوري“ کے مختصر حالات زندگی

حمدًا وسلامًا. أما بعد!

میرے محترم و مشفق استاذ گرامی قدر، بل کہ میرے روحانی والد محترم

جناب حضرت مفتی محمد افضل صاحب

ایک ہمہ جہت اور جامع فضل و کمال شخصیت کا نام ہے، ان کے مزاج میں لطافت، مزاج، شگفتگی اور نفاست، علم میں گہرائی، گیرائی اور عمیق فقاہت، معاملات میں دیانت و شفافیت، وضع قطع میں وجاہت و شرافت، بیان و کلام میں فصاحت و بلاغت صاف جھلکتی نظر آتی ہے، وہ اخلاقِ حسنہ سے آراستہ، اوصافِ حمیدہ سے پیراستہ ہونے کے ساتھ ساتھ بڑے صابر و شاکر اور صالح و متقی نوجوان عالم دین ہیں۔

تاریخ ولادت باسعادت:

استاذ محترم و مکرم نے عروسِ البلاد ممبئی میں جناب محترم حاجی محمد تحصیل کے یہاں

۱۱ اپریل ۱۹۸۵ء کو عالم نور میں قدم رکھا۔

آپ کے والد محترم ایک نیک صالح امانت دار تاجر تھے۔ بزرگوں کے صحبت



یافتہ، لوگوں میں محبوب، ہر چھوٹے بڑے کے ساتھ شفقت سے پیش آنا ان کے امتیازی اوصاف تھے، حاجی صاحب کو علم و علما سے بہت پیار و محبت اور بڑا والہانہ اور عمیق تعلق تھا، جس کی بنا پر انہوں نے اپنے لخت جگر اور نور نظر کو بنیادی تعلیم کے آغاز کے لیے ۱۹۹۰ء کو پرائمری اسکول ”مفتاح العلوم ممبئی“ میں داخلہ کرا دیا، مفتی صاحب نے وہاں چوتھی کلاس تک تعلیم حاصل کی اور ہر امتحان میں اعلیٰ پوزیشن سے کامیاب ہوتے رہے۔

### دینی تعلیم کا آغاز:

۱۹۹۵ء کو آپ کے والد محترم اپنے لخت جگر کو کتاب و سنت کے علوم سے روشناس کرنے کے لیے ایشیا کی مشہور و مقبول دینی، علمی، عرفانی و روحانی دانش گاہ جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کو ا کے ابتدائی شعبے ”شعبہ دینیات“ میں داخلہ دلایا، بزرگ والد نے اپنے عزیز فرزند کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کیا، اور ڈھیر ساری دعاؤں کی سوغات سے نوازا، یہاں سے آپ کے جوہر اصلی کی آبیاری کا حسین آغاز ہوا، آپ نے اپنے مشفق و ماہر اساتذہ کرام کی نگرانی میں ناظرہ قرآن ۱۹۹۷ء کو مکمل کیا۔

### شعبہ تحفیظ القرآن میں داخلہ:

آپ نے شعبہ دینیات کے مرحلے کو بحسن و خوبی مکمل کرنے کے بعد مدرسہ ہذا میں ہی ۱۴ شوال المکرم ۱۴۱۸ھ مطابق ۱۹۹۷ء بروز منگل داخلہ لیا اور ۳ سال ۴ ماہ کی مدت میں ۲۰ صفر المظفر ۱۴۲۲ھ مطابق ۳۰ اکتوبر ۲۰۰۱ء بروز جمعرات تکمیل حفظ قرآن کریم کی دولت و سعادت سے بہرہ ور اور مالا مال ہوئے۔

## شعبہ عالمیت کی تعلیم:

آپ نے شعبہ تحفیظ القرآن سے فراغت پانے کے بعد علم کی صدائے ہل من مزید پر لبیک کہتے ہوئے بڑے ذوق و شوق اور دلجمعی سے اپنی علمی پیاس بجھانے کی جستجو لیے ہوئے شعبہ علّیت و فضیلت کی صحرا نوردی شروع کی، اور ۱۰ ارشوال المکرم ۲۰۰۰ء کو شعبہ عالمیت میں آوارہ ہوئے، اور مسلسل جدوجہد اور اُن گنت تکالیف و پریشانی جھیلنے کے بعد ۱۲ شعبان ۱۴۳۰ھ مطابق ۳۰ اگست ۲۰۰۹ء کو سند فضیلت حاصل کی۔

## شعبہ دارالافتاء میں ورود:

آپ شعبہ عالمیت سے سند فضیلت حاصل کرنے بعد اپنے ذوق علمی کو مزید تسکین و جلا بخشنے کے ارادے سے ۱۵ شعبان ۲۰۰۹ء کو شعبہ دارالافتاء میں داخل ہوئے، سال بھر فتویٰ نویسی کی مشق و تمرین کے ساتھ ساتھ فقہ و فتاویٰ میں مہارتِ تامہ بہم پہنچانے کے لیے آپ نے اپنی ساری توانائیاں صرف کر دیں، تا آن کہ اس شعبے سے بھی امتیازی نمبرات لیکر کامیاب و کامران ہوئے، اور ۱۲ شعبان المعظم ۱۴۳۱ھ مطابق ۲۵ جولائی ۲۰۱۰ء کو افتاء کی سند حاصل کی۔

## درس و تدریس کے میدان میں:

آپ اپنی خداداد صلاحیتوں اور صالحیت کی بنا پر ہمیشہ اساتذہ کرام اور رئیس الجامعہ خادم القرآن حضرت مولانا غلام محمد صاحب دستاوی کے نورِ نظر اور مرکزِ توجہ رہے، پھر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اساتذہ کرام کی دعاؤں کی برکت سے فراغت کے معاً بعد

ہی شعبہ عالمیت کے استاذ کی حیثیت سے آپ کا تقرر عمل میں آگیا۔

ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء!

تدریس کا پہلا سال اور مفوضہ کتابیں:

تدریس کے سال اول میں ہی آپ نے بہت سی بنیادی اور اہم کتابوں کو بحسن و خوبی پڑھا کر اپنی صلاحیت کا لوہا منوایا، اور طلبہ کے دلوں پر اپنی عظمت کا سکہ بٹھا دیا۔

علم الصرف، قصص النبیین، ہدایۃ النخو، نور الایضاح، قدوری، شرح وقایہ وغیرہ پہلے سال آپ سے متعلق رہیں۔

علمی پختگی اور تدریسی مہارت کی بدولت بہت ہی جلد ہدایہ اولین آپ کے زیر تدریس آگئی، پھر کچھ ہی عرصے بعد دارالافتاء اور عربی ششم میں سراجی جیسی اہم اور مشکل کتاب آپ سے متعلق کر دی گئی۔

تالیف و تصنیف کے میدان میں:

آپ نے درس و تدریس کے ساتھ ساتھ قلم و قرطاس سے بھی اپنا رشتہ بڑا مضبوط اور استوار رکھا، جس کے نتیجے میں کچھ عرصہ قبل آپ کے اشہب قلم سے سراجی کی مکمل و مفصل شرح دو ضخیم جلدوں میں بنام ”أفضل الراجي في حل السراجي“ نکل کر مشہور و مقبول ہو چکی ہے۔ اور اب آپ کی جہد مسلسل کی بدولت ایک نہایت ہی جامع اور علمی کام کی تکمیل عمل میں آرہی ہے، جسے ان شاء اللہ ہندوستان ہی نہیں بلکہ بیرون ہند بھی علمی حلقوں میں سراہا اور قدر کی نگاہ سے دیکھا جائے گا، کیوں کہ اس کام کی ایک مدت سے ضرورت محسوس کی جا رہی تھی۔

میں اس موقع پر اپنی کم مائیگی اور بے بضاعتی کی بنا پر مزید کچھ کہے بغیر استاذ محترم و مکرم کی خدمت میں چند عربی اشعار بطور ہدیہ مورے پیش سلیمان پیش کر کے بات مکمل کر رہا ہوں۔

شُكْرًا لِّكُلِّ مُعَلِّمٍ رَبَّانِي  
وَبِكْفِهِ كَأْسَ الْعُلُومِ سَقَانِي  
مَا زِلْتُ أَذْكَرُ فَضْلَهُ وَ عَطَائِهِ  
يَسْقِي الزُّهُورَ بِهَمَّةٍ وَ تَفَانِي  
فَلَهُ الْمَحَبَّةُ وَ الْوَفَاءُ مَبْجَلَا  
وَلَهُ الدُّعَاءُ بِمَهْجَتِي وَلِسَانِي

۱۱/ رمضان المبارک ۱۴۴۰ھ مطابق ۷/ مئی ۲۰۱۹ء

بروز جمعہ، بعد نماز فجر

از مولانا صادق صاحب اشاعتی ٹونڈاپوری

## أفضل التطبيق العصري على مسائل القدوري

لغوی صرفی تحقیق:

أفضل : اسم تفضیل بروزن أفعال

فَضِلَ و فَضُلَ فضلاً - از باب سَمِعَ و كَرُمَ ثلاثی مجرد -

معنی: صاحب فضل ہونا، صاحب فضیلت ہونا۔ (مصابح اللغات)

التطبيق: مصدر بروزن تفعیل

طَبَقَ يُطَبَّقُ از باب تفعیل ثلاثی مزید فیہ -

معنی:

(۱) عملی شکل دینا (۲) علمی قواعد کا اجرا

(۳) علمی یا قانونی ضوابط پر مسائل و معاملات کی موقوفی

(۴) تنقید، مطابقت، عملی تشکیل (القاموس الوحید)

العصري : عَصَرَ، بروزن فَعَلَ بفتح العين و سکون الصاد - جمع عُصُور و أُعْصِرَ و عُصِرَ و

أعصار: زمانہ۔ (مصابح اللغات) ی: نسبتی، العصري کا معنی: موجودہ دور، نیا، ماڈرن،

آپ ٹو ڈیٹ۔ (القاموس الوحید)

مسائل القدوري: مسائل بروزن مفاعل جمع ہے، واحد مسئلة۔ مسائل بفتح المیم مصدر ہے، سأل يسأل سُؤالا و مسئلة از باب فتح يفتح طلب کرنا، مانگنا، درخواست کرنا۔ (مصابح اللغات) اور صاحب لغت ”معجم الفقهاء“ نے مسئلة کا معنی لکھا ہے ”طلب الحاجة“۔ اور مسئلہ کی تعریف لکھا ہے: القضية المطلوب بيانها۔ القدوري:

مؤرخ ابن خلکان نے اپنی کتاب ”تاریخ وفيات الأعيان“ میں لکھا ہے کہ قدوری ”قی“ اور ”د“ کے ضمہ اور واؤ کے سکون کے ساتھ قدر کی جمع ہے جس کے معنی ہانڈی ہے۔ (الشرح الثمیری علی قدوری)

### قدوری کی نسبت مصنف کی طرف کیوں؟

صاحب مدینۃ العلوم فرماتے ہیں کہ قدوری کا مطلب دیگ سازی ہے اب صاحب قدوری کو اس طرف اس لیے منسوب کرتے ہیں کہ یا تو ان کے خاندان کے لوگ دیگ بناتے تھے یا اس کی خرید و فروخت کرتے تھے۔ (شرح الثمیری)

یا پھر آپ اس گاؤں کے باشندے تھے جس کا نام قدر تھا اسی گاؤں کی طرف منسوب کر کے قدوری کہتے ہیں۔

### نحوی ترکیب:

أفضلُ مبتدأ مرفوعٌ، التطبيق مضاف إليه مجرور.  
العصري صفةٌ للتطبيق مجرور.

وجملة: أفضل التطبيق العصري في محل رفع لكونه مُبتدأ.

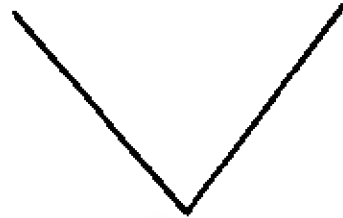
على مسائل القدوري.

على مسائل: جارٌّ ومجرور متعلق بمحذوفٍ أي ثابتةٌ على مسائل القدوري.

القدوري: مضاف إليه مجرور.

وجملة: ثابتة على مسائل القدوري في محل رفع خبرٌ مبتدأ.

أفضل التطبيق العصري مبتدأ، على مسائل القدوري خبرٌ



جملة إسمية خبرية.

# مقدمۃ النوازل

- ﴿١﴾ نوازل کا لغوی و اصطلاحی معنی
- ﴿٢﴾ نوازل میں اجتہاد کے لیے ضروری امور
- ﴿٣﴾ نوازل میں اجتہاد، مجتہد اور محل اجتہاد
- ﴿٤﴾ اسبابِ نوازل، نوازل میں اجتہاد کا حکم اور اہمیت
- ﴿٥﴾ نوازل (مسائلِ جدیدہ) کو حل کرنے کا طریقہ (تصور، تکیف، تطبیق)
- ﴿٦﴾ مسائلِ جدیدہ اور علمائے ہند کی خدمات



## ﴿١﴾ نوازل کا لغوی واصطلاحی معنی

لغوی معنی:

نوازل، نازلہ کی جمع ہے، اس میں حروف اصلی ”ن، ز، ل“ ہیں۔ بمعنی ”سخت مصیبت“۔ لیکن یہ معنی فقہی اصطلاح میں مراد نہیں ہے، اور کبھی کبھی نازلہ کا اطلاق اس جدید پیش آمدہ مسئلہ پر بھی ہوتا ہے جس کے حکم شرعی کا استنباط فقہ کی طرف سے ہوتا ہے، اور چوں کہ فقہ کو بھی اس جدید مسئلہ کی معرفت اور اس پر حکم صحیح کو اتارنے میں مشقت کثیرہ کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس لیے بھی نازلہ کو نوازل کہا جاتا ہے۔

اصطلاحی تعریف:

فقہائے متقدمین سے نوازل کی تعریف پر کچھ منقول نہیں ہے، البتہ فقہائے متاخرین نے اس کی تعریف بیان کی ہے۔ نوازل اُن فتاویٰ اور واقعات کو کہتے ہیں جن کا استنباط متاخرین نے کیا ہو، اور اُس میں اہل مذہب سے کوئی روایت موجود نہ ہو، جیسا علامہ شامیؒ رقمطراز ہیں: اعلم أن مسائل أصحابنا الحنفية على ثلاث طبقات ..... الثالثة الفتاوى والواقعات وهي مسائل استنبطها المجتهدون و المتأخرون لما سئلها عن ذلك ولم يجد فيها رواية عن أهل المذهب المتقدمين. (رسائل ابن عابدین: ۱/ ۱۷)

## ﴿٢﴾ نوازل میں اجتہاد کے لیے ضروری امور

۱- معرفت طبقات فقہاء: فقہاء کے سات طبقے ہیں:

(۱) مجتہدین مطلق (۲) مجتہدین فی المذہب (۳) مجتہدین فی المسائل

(۴) اصحاب تخریج (۵) اصحاب ترجیح (۶) اصحاب تمیز (۷) مقلد محض

۲- معرفت طبقات مسائل: درجہ بندی کے لحاظ سے مسائل کی تین قسمیں ہوں گی:

(۱) مسائل ظاہر الروایۃ: کتب ظاہر الروایۃ (جامع صغیر، جامع کبیر، سیر کبیر،

سیر صغیر، زیادات، زیادات الزیادات، مبسوط) امام محمد کی تصنیف فرمودہ ہیں، ان کتابوں

میں آپ نے ائمہ مذہب سے مروی اقوال کو جمع فرمایا ہے، ان کو مسائل ظاہر الروایۃ اس

لیے کہا جاتا ہے کہ وہ امام محمد سے قابل اعتماد راویوں کے ذریعے منقول ہیں۔

(۲) مسائل نوادر: ان چھ کتابوں کے علاوہ امام محمد کی دیگر کتابیں بھی ہیں، مگر

ان کو آپ کا کوئی ایک شاگرد ہی روایت کرتا ہے، اس لیے ان کے مسائل کو مسائل نوادر کہا

جاتا ہے۔

(۳) مسائل نوازل: مجتہدین کے زمانہ گزر جانے کے بعد جو حوادث و نوازل

(نئے مسائل) پیش آئے، اور ان کے احکام مجتہدین سے منقول نہیں تھے، بعد کے اکابر

نے دلائل سے ان کے احکام بیان کئے، ایسے مسائل کو مسائل نوازل کہا جاتا ہے، فقیہ ابو

الیث سمرقندی کی ”کتاب النوازل“ غالباً اسی قسم کے مسائل کا مجموعہ ہے۔

طبقات مسائل کا جاننا اس لیے ضروری ہے تاکہ عند الإفتاء اس کا لحاظ رکھا جاسکے۔

- ۳- کلامِ شارع (کتاب اللہ، سنتِ رسول اللہ) میں مفہومِ مخالف معتبر نہیں۔
- ۴- عرف و عادت کا خیال رکھیں۔

لیکن اتنی بات یاد رہے کہ عرفِ عام اور عادتِ غالبہ ہی معتبر ہوتی ہے اور وہ بھی اس وقت جب کہ اس کے اعتبار سے ترکِ منصوص لازم نہ آتا ہو، بلکہ محض تخصیصِ نص لازم آتا ہو، رہا عرفِ خاص تو اس کا اعتبار ان دونوں صورتوں میں نہیں کیا جائے گا، وہ صرف عرفِ والوں کے حق میں اور وہ بھی اس صورت میں جب کہ نہ ترکِ نص لازم آئے اور نہ تخصیصِ نص۔

”عرف“ سے مراد وہ عرف ہے جو عقل کی رو سے دلوں میں جم جائے، اور سلیم فطرتیں اس کو قبول کر لیں۔

”عادت“ سے مراد وہ بات جو کسی عقلی ربط کے بغیر بار بار پیش آئے۔

- ۵- عبادات میں امام صاحب کے قول پر فتویٰ دیا جائے گا۔
- ۶- مسائلِ قضاء میں امام ابو یوسف کے قول پر فتویٰ دیا جائے گا۔
- ۷- مسائلِ ذوی الارحام میں امام محمد کے قول پر فتویٰ دیا جائے گا۔
- ۸- قیاس اور استحسان میں تعارض کی صورت میں استحسان کو قیاس پر ترجیح دی جائے گی، الا فی مسائل۔

- ۹- ظاہر روایت پر فتویٰ دیا جائے گا۔
- ۱۰- اختلافِ روایات کی صورت میں درایت (دلیل قوی) کا لحاظ کیا جائے گا۔
- ۱۱- کفر کے فتویٰ میں احتیاط برتا جائے گا۔

- ۱۲- مرجوع عنہ قول منسوخ قول ہوتا ہے، اس لیے اس صورت میں اس قول کو تلاش کرنا ضروری ہے، جس کی طرف مجتہد نے رجوع کیا ہے، اور اسی پر عمل کیا جائے گا۔
- ۱۳- کسی قول کا متون میں ہونا اس کی ضمنی تصحیح ہے۔

### ﴿ ۳ ﴾ نوازل میں اجتہاد، مجتہد اور محل اجتہاد

لِاجْتِهَادٍ: الاجتهاد اصطلاحاً: بذل الطاقة من الفقيه في تحصيل حكم شرعي ظني۔  
(اجتہاد، دراصل کسی ایسے شخص کی طرف سے جو تفصیلی دلائل سے احکام شرعیہ کی تخریج و استنباط کی صلاحیت رکھتا ہو، غیر منصوص حوادث و مسائل کے شرعی احکام معلوم کرنے کے لیے اپنی آخری کوشش صرف کر دینے کا نام ہے، اور یہ کام انجام دینے والے کو مجتہد کہا جاتا ہے)۔

سوال: کیا آج کے زمانے میں اجتہاد کا دروازہ بند ہو گیا؟

جواب: علما کا ایک طبقہ اجتہاد کو شجر ممنوعہ قرار دیتا ہے، کہ اس کا نام آج کے زمانے میں زبان پر لانا گناہ، اور ایسا شخص مشکوک قرار پاتا ہے، اور متجددین علما و فقہا پر یہ الزام عائد کرتے ہیں کہ انہوں نے اجتہاد صدیوں سے مسدود کر دیا، اور اس طرح اسلام عصر حاضر کا ساتھ دینے کا اہل نہیں رہا۔ گویا دونوں طبقے افراط و تفریط میں ہیں، حقیقت دونوں سے بھی دور ہے۔ جب کہ اصل مسئلہ اجتہاد کا نہیں، بلکہ صلاحیت و اہلیت اجتہاد کا ہے، یعنی اگر دین تاقیامت ہے تو باب اجتہاد بھی تاقیامت کھلا رہے گا، دشواری یہ ہے کہ افراد میں اجتہاد کی مطلوبہ اہلیت و صلاحیت مفقود ہے، ورنہ قاضی کے تقرر کے لیے اجتہاد کو شرط صحت یا شرط اولویت قرار دینے کے کیا معنی رہ جاتے ہیں۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اجتہاد کے عناصر

ترکیبی | مجتہد، مجتہد کی قسموں، محل اجتہاد اور طریقہ اجتہاد | کو بیان کر دیا جائے، تاکہ مذکورہ بالا سوال کا جواب سمجھنے میں سہولت ہو۔

اجتہاد کے عناصر ترکیبی تین ہیں:

(۱) مجتہد (۲) محل اجتہاد (۳) طریقہ اجتہاد

۱- مجتہد:

مجتہد میں اہلیت اجتہاد ضروری ہے، اگر اہلیت اجتہاد مفقود ہو، تو شریعت عقل عیار کے لیے بازیچہ اطفال بن جائے گی۔

مجتہدین کی چند قسمیں ہیں:

(۱) مجتہد فی النصوص۔ واضعین اصول استنباط و متعین مناج فکر۔ (ائمہ اربعہ)  
(۲) مجتہد مقلد فی الاصول۔ مجتہد فی تخریج الفروع واستنباط الجزئیات۔  
(اصحاب وتلامذہ)

(۳) مجتہد مرحسین، مذکورہ بالا ائمہ سے منقول مختلف اقوال و روایات میں انہی کے قائم کردہ اصولوں کی روشنی میں ترجیح دیتے ہیں۔ (مثلاً: ابن ہمام، مرغینانی، قاضی خان رحمہم اللہ وغیرہ)

(۴) مجتہد فی مقاصد التشریع والمصالح الشرعیۃ۔

(۵) مجتہد متجدد۔

خلاصہ یہ ہے کہ:..... ”مجتہد مطلق مستقل“ سے کوئی زمانہ خالی ہو سکتا ہے، مثلاً:

ائمہ اربعہ رحمہم اللہ۔

”مجتہد غیر مستقل“ ہر زمانے میں ہو سکتے ہیں۔ ان کو مجتہد فی المذہب یا بالمذہب بھی کہا جاسکتا ہے۔

چوتھی قسم پر نظر کریں، تو آخری دور اور ماضی قریب میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ اور حکیم الامت علامہ تھانوی رحمہ اللہ کے اجتہاد سے کون انکار کر سکتا ہے، یہ لوگ قواعد شرعیہ پر نظر عمیق رکھتے ہیں، اقوال سلف کی رعایت کرتے ہیں، خرق اجماع فیصلہ نہیں کرتے، مناظر حکم (علت حکم) پر نگاہ رکھتے ہیں، فتاویٰ میں شدت احتیاط، ورع و تقویٰ کو برتتے ہیں، حالانکہ یہ نادروں روزگار شخصیات اپنے کو مقلد ہی گردانتے ہیں۔

إذا اجتمع الحلال والحرام غلب الحرام على الحلال ..... کی رعایت کرتے ہیں۔

المشقة تجلب التيسير ..... کا لحاظ کرتے ہیں۔

الأمر إذا ضاق اتسع ، وإذا اتسع ضاق ..... کا پاس رکھتے ہیں۔

اور حقیقت بھی یہی ہے کہ ذکاوت و فطانت اور ذہن رسا کی نعمت اللہ تعالیٰ نے چھین نہیں لی ہے، وسائل اجتہاد اور علوم و معارف کے خزانوں تک رسائی، عہد متاخرین میں جس طرح آسان ہو گئی ہے، پہلے کبھی نہیں تھی، آج سلف کی محنت مدفون کتب خانوں سے نکل کر تیزی کے ساتھ سامنے آرہی ہے، جس کا تصور پہلے مشکل تھا، ان عظیم علمی خزانوں کو دیکھ کر کہنا پڑتا ہے: ﴿وَأَخْرَجْتَ الْأَرْضَ أَثْقَالَهَا﴾، اصل مسئلہ ذکاوت و فطانت، فہم صحیح، وسائل علم اور خزانہ علمی تک رسائی کا نہیں، اصل مسئلہ ہماری کوتاہ ہمتی، مشاغل علمیہ سے گریز، اور راہِ علم میں شب بیداری کے فقدان، فکر میں عدم توازن و بے

اعتدالی، خوفِ آخرت اور اُمورِ دین میں احتیاط کی کمی اور ورع و تقویٰ کے فقدان کا ہے۔ نتیجتاً اہلیت و صلاحیت اجتہادِ ناپید ہونے کا ہے، اگر ان تمام نقائص کے ساتھ کسی کو اجتہاد کی اجازت دیں گے، تو پھر اس کا لازمی نتیجہ ”ضلوا و أضلوا“ ہی ہو سکتا ہے۔ (مثلاً: متجددین مجتہدین کا نمازِ جمعہ اتوار کو پڑھنا، کرسی پر نماز کا لازم ہونا، چھٹی جمعہ کی جگہ اتوار کو ہونا، وغیرہ، پانچویں قسم میں یہی لوگ مراد ہیں)۔

نیز چوتھی قسم کے مجتہدین کے لیے مندرجہ ذیل صلاحیتوں کا حامل ہونا ضروری ہے:

(۱)..... ماہر فی علوم القرآن؛ یعنی اسبابِ نزول کی واقفیت، عام و خاص، مفسر و مجمل، ظاہر و خفی، ناسخ و منسوخ کی معرفت، حتیٰ کہ بعض حضرات نے مجتہد کے لیے حافظِ قرآن ہونے کی شرط بھی لگائی ہے۔ (آیاتِ احکام پانچ سو ہیں، ویسے زیادہ تر حصہ سے حکم شرعی کا استنباط کیا جاتا ہے)۔

(۲)..... سنت رسول اللہ کا علم؛ یعنی حدیثِ قولی، فعلی، متنِ حدیث، سندِ حدیث، حالاتِ رِوَاۃ، جرح و تعدیل، متواتر، مشہور، خبر واحد سے واقفیت، روایاتِ متعارضہ کے مابین تطبیق یا ترجیح کے اُصول کی معرفت۔ (بقول بعض احادیثِ احکام پانچ سو یا تین ہزار ہیں، لیکن اسے محدود کرنا بھی صحیح نہیں، امام احمد سے کسی نے سوال کیا کہ ایک لاکھ حدیثوں سے کام چل جائے گا، فرمایا نہیں، اسی طرح پانچ لاکھ تک کا سوال کیا، تو فرمایا: میں امید کرتا ہوں کہ کام چل جائے گا۔

آج کے زمانے میں حادثہ و نازلہ پیش آنے کی صورت میں ان کتبِ مدونہ احادیث کی طرف ذہن متعلق مواد کی طرف منتقل ہو جائے بس اتنا کافی ہے، مذکورہ اُمور پر

مستقد میں کام کر چکے، لہذا اب ان کی کتابوں کی طرف مراجعت کافی ہوگی۔

(۳)..... نسخ و منسوخ کی شناخت؛ یعنی کسی نازلہ میں حکم لگاتے وقت یہ معلوم

ہونا ضروری ہے کہ کہیں حدیث متدل منسوخ تو نہیں۔

(۴) متفق علیہ و مختلف فیہ مسائل کی شناخت؛ تاکہ خلاف اجماع رائے قائم نہ کی

جاسکے۔ (القول الصواب فی مسائل الکتاب، اور ترجیح الرائج علی الہدایۃ کا مطالعہ اس سلسلے میں مفید و معاون ہوگا)۔

گویا اس طرح کے مسائل تین طرح کے ہوں گے:

(الف) وہ مسائل جو عہد سلف میں زیر بحث نہیں آئے۔

(ب) وہ مسائل جو عہد سلف میں زیر بحث آئے اور ان کے بارے میں کسی

رائے پر علما کا اجماع ہو گیا۔

(ج) وہ مسائل جو عہد سلف میں زیر بحث آئے اور ان کے بارے میں علما کی

رائے مختلف ہے۔

(امام صاحب کی مجلس میں علمائے سلف کی آراء پر بحث ہوتی تھی۔ امام مالک

رحمہ اللہ اپنی مجلس درس میں زیر بحث مسائل کے بارے میں امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے

شاگردوں سے امام کی آراء دریافت کرتے رہتے تھے۔ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ

اپنے مخالف کی رائے سننے سے گریز نہ کرے، کہ بسا اوقات اس سے تنبیہ ہوگا اور غلطی سے

رجوع کرے گا، کبھی اپنی رائے کی صحت کا مزید یقین ہوگا، الغرض مجتہد کا یہ جاننا نہایت

ضروری ہے کہ وہ کہاں سے، اور کس وجہ سے کہہ رہا ہے)۔



(۵)..... قیاس کا علم؛ یعنی اہلیت اجتہاد کے لیے ارکان و شرائط قیاس سے واقفیت ضروری ہے، مثلاً: مناط حکم کی تحقیق، تخریج و تنقیح، علت حکم کی تعیین کے اصول پر نگاہ، تخریج احکام کے دلائل کی ترتیب و ترجیح کا سلیقہ۔

(۶) عربی زبان و ادب کا علم؛ یعنی محاورات، مجازات، استعارات، ذکر و حذف، فصل و وصل کے اصول، الفاظ مترادفہ، تعبیرات، عربی زبان، قواعد لغت - نحو و صرف، اصول بلاغت، اسالیب بیان کی معرفت۔

(۷) علم اصول فقہ؛ مصادر شرع سے استنباط احکام کے لیے اصول، علم اصول فقہ کا موضوع ہیں، اس لیے اجتہاد کی بنیاد ہی اصول فقہ پر ہے، جس سے مجتہد کبھی بھی بے نیاز نہیں ہو سکتا۔

(۸) مقاصد شریعت کا علم؛ مقاصد تشریع، مصالح انسانیہ، حالات اور عرف و عادت کی واقفیت بھی مجتہد کے لیے ضروری ہے، مصالح خواہ دنیوی ہو یا اخروی، انفرادی ہو یا اجتماعی، اسی لیے عرف و عادت اور احوالِ ناس کے تغیر کا اثر احکام پر پڑتا ہے (گویا شریعت اسلامیہ میں تشدد نہیں، تکلیف مالا یطاق و شدید مشقت کا پابند انسان کو نہیں بنایا جاتا ہے)۔

**تنبیہ:** مجتہد کی رائے پر دوسرے لوگ بھی عمل کریں گے، اس لیے مجتہد کا ثقہ، قابل اعتماد، صاحب ورع و تقویٰ ہونا ضروری ہے، نیز یہ کہ وہ معاملات دین میں متسائل نہ ہو۔

۲- محل اجتہاد:

یعنی ان مسائل کا تعیین بھی ضروری ہے، جن میں اجتہاد کی گنجائش ہے، اگر محل

اجتہاد کا تعین نہیں ہوگا، تو محل منصوص کو اجتہاد کا نشانہ بنا کر نصوص شریعت کو منہدم کر دیا جائے گا، حالاں کہ ہر وہ اجتہاد جو نص سے معارض ہو، مردود ہے۔ ہر وہ مسئلہ جس کے بارے میں کتاب اللہ، سنت رسول اللہ میں کوئی نص قطعی وارد ہو، ان میں اجتہاد کی کوئی گنجائش نہیں، مثلاً: نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ وغیرہ کی فرضیت ان نصوص سے ثابت ہے:

(۱) **نماز** : ﴿إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَوْقُوتًا﴾ -

”یقیناً نماز مسلمانوں پر فرض ہے اور وقت کے ساتھ محدود ہے۔“ (النساء: ۱۰۳)

(۲) **روزہ** : ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾ -

”تم پر روزہ فرض کیا گیا جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر روزہ فرض کیا گیا تھا، اس توقع پر کہ تم متقی بن جاؤ۔“ (سورة البقرة: ۱۸۳)

(۳) **زکاۃ** : ﴿وَاتُوا الزَّكَاةَ﴾ ”اور روز کوۃ۔“ (سورة البقرة: ۴۳)

(۴) **حج** : ﴿وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنْ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا﴾ -

”اور اللہ کے (خوش کرنے کے) واسطے لوگوں کے ذمہ اس مکان کا حج کرنا (فرض) ہے، (مگر سب کے ذمہ نہیں بلکہ خاص خاص کے) یعنی اس شخص کے جو کہ طاقت رکھے وہاں تک (پہنچنے کی) سبیل کی۔“ (آل عمران: ۹۷)

اس طرح کے جو احکام ہیں، ان میں کسی امام کا کوئی اختلاف نہیں، ہر مسلک و مذہب (خواہ وہ مسلک حنفی ہو یا مالکی، شافعی ہو یا حنبلی) میں اس قسم کے احکام ایک ہی طرح ہیں۔

## ۳- طریقہ اجتہاد (کاراجتہاد):

استفراغِ وسع یعنی اپنی آخری کوشش حق و صداقت کی یافت کے لیے صرف کر دینا، یہ مجتہد کا کام ہے۔

کاراجتہاد میں مجتہد کے تین کام ہوتے ہیں:

(۱) تحقیق مناط (۲) تنقیح مناط (۳) تخریج مناط

مناط: لغوی معنی ہے؛ لٹکانے کی جگہ۔

مناط الحکم: یعنی علمائے اصول و اخلاق کے نزدیک علتِ حکم کا نام ہے، جیسے حکمِ حرمتِ شراب کی علت ’مسکر/نشہ پیدا کرنا‘ ہے۔

۱- تحقیق مناط:

اس کی دو صورتیں ہیں:

(الف) قاعدہ کلیہ: جس کا ثبوت نص سے ہے، یا جس قاعدہ کلیہ پر اجماع و اتفاق ہے، مجتہد کا کام یہ ہے کہ زیرِ غور جزئیہ اس قاعدہ کلیہ کا مصداق ہے یا نہیں، مثلاً: رخِ قبلہ فی الصلوٰۃ نص سے واجب ہے، لیکن کسی خاص مقام پر قبلہ مغرب میں ہے یا مشرق میں، جنوب میں ہے یا شمال میں، تحقیق مناط ہے۔

اسی طرح نفقہ زوجہ واجب ہے، لیکن حالاتِ زوجین، اُن کے معیارِ زندگی، وقت اور ماحول کو سامنے رکھ کر کسی خاص مقدمے میں نفقہ کی خاص مقدار متعین کرنا تحقیق مناط ہے۔

(ب) علتِ حکم منصوص یا مجمع علیہ ہے، تو مجتہد کا کام یہ ہوتا ہے کہ وہ زیرِ غور

جزیہ میں تحقیق کرتا ہے کہ وہ علت یہاں پائی جاتی ہے یا نہیں؟ مثلاً: سورہ نص ”انہا لیست بنجس، انہا من الطوائفین والطوافات“ کی روشنی میں نجس نہیں ہے، لیکن کیا یہ علت چوہے اور دیگر حشرات الارض میں بھی پائی جاتی ہے جو ہمیشہ گھروں میں چکر لگاتے رہتے ہیں، یہ تحقیق مجتہد کا کام ہے۔

## ۲- تنقیح مناط (وضاحت و اصلاح):

شارع کی طرف سے نسبت حکم الی السبب ہوتی ہے، لیکن ساتھ ہی کچھ اوصاف و قیود بھی مذکور ہوتی ہیں، جن کا حکم میں کوئی دخل نہیں ہوتا، اب مجتہد نص میں موجود ان اوصاف مذکورہ کو چھان پھٹک کر اصل سبب حکم کا اعتبار کر کے جزئیات پر اس حکم کو منطبق کرتا ہے، جن جزئیات میں وہ سبب موجود ہوتا ہے، مثلاً:

ایک اعرابی نے کہا: ہلکت یا رسول اللہ، قال صلی اللہ علیہ وسلم: ما صنعت؟ قال: واقعتُ أهلي في نهار رمضان، قال صلی اللہ علیہ وسلم: اعتق رقبة۔ (کفارہ ادا کر)..... اس میں سائل اعرابی ہے، ماہ رمضان میں جماع ہوا، دن میں جماع ہوا، اپنی بیوی کے ساتھ ہوا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کفارہ کا حکم دیا، اصل سبب حکم ”کسی بھی مکلف کا کسی بھی رمضان میں کسی بھی عورت کے ساتھ جماع کرنا“ ہے، پس صاحب واقعہ کا اعرابی ہونا، اس سال رمضان میں واقعہ کا پیش آنا، اپنی زوجہ کے ساتھ پیش آنا، محض اتفاقی چیزیں ہیں، ان کو حکم میں کوئی دخل نہیں اس لیے مجتہد ان اتفاقی قیود کو چھانٹ کر سبب حکم معین کرتا ہے، اسی کو تنقیح مناط کہتے ہیں، اور اب حکم شارع موید پر منحصر نہیں رہتا بلکہ عموم و توسع کا متقاضی ہوتا ہے۔

## ۳- تخریج مناط:

شارع نے علتِ حکم کی صراحت نہ کی ہو، تو مجتہد یہ کارِ مشکل انجام دیتا ہے، اور اس حکم کی علت اپنے اجتہاد سے مستنبط کر کے اشتراکِ علت کی صورت میں حکمِ منصوص کو دوسری جزئیات کی طرف منتقل کرتا ہے، مثلاً:

حدیثِ رسول ”الذهب بالذهب، والفضة بالفضة، والبر بالبر، والشعير بالشعير، والتمر بالتمر، والملح بالملح مثلاً بمثل، سواء بسواء، یدایدا، فإذا اختلفت هذه الأصناف فبیعوا كيف شئتم إذا كان یدایدا“ - میں اشیائے ستہ کو صراحتاً ربوا حرام میں شامل کیا، مجتہدین نے دیکھا کہ ان میں سے دشمن ہیں، بقیہ چار غذائی ہیں، لہذا انہوں نے علتِ ثمنیت و طعم متعین کیا، امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے علتِ جنس و قدر کو مدارِ حکم قرار دیا، اور چاول کی بعوض چاول مع کمی و بیشی فروختگی حرام قرار دی،..... تو اس طرح کی علت کی تخریج و استنباط ”تخریجِ مناط“ ہے۔

## آج کے عہد میں اجتہاد:

آج کے عہد میں اس مسئلے کی خاص اہمیت اس لیے ہے کہ مجتہد کامل مفقود ہے، اور مسائل ایسے درپیش ہیں جو عہدِ سلف میں پیش نہیں آئے، تو ایسے علما اس میں اقدام کریں جو کسی خاص باب میں اپنی وسعتِ علمی، کمال اور تحقیق کی بدولت مناطِ حکم کی تخریج کے اہل ہوں، تاکہ جدید مسائل کا حل ممکن ہو، جس فقیہ کو جس باب میں ملکہ اجتہاد حاصل ہو وہ اس میں اجتہاد کرے۔

## مصادر شرعیہ اسلامیہ:

- ۱- کتاب اللہ: إن الحکم إلا للہ ! ألا له الخلق والأمر!
- ۲- سنت رسول اللہ: ما یسطق عن الہوی، إن ہو إلا وحي یوحى ! أطيعوا اللہ و أطيعوا الرسول ! من یطع الرسول فقد أطاع اللہ ! ما آتاکم الرسول فخذوه و ما نہاکم عنه فانتہوا ! وأنزلنا إلیک الذکر لتبین للناس ما نزل إلیهم !
- ۳- اجماع: اجماع قولی، سکوتی، صحابی، خلفائے راشدین، اختلاف سابق و اجماع لاحق۔
- ۴- قیاس: قیاس جلی، قیاس خفی۔

ان مصادرِ اربعہ کے علاوہ دیگر دلائل جن کو مجتہدین احکامِ شرعیہ کے استنباط کے لیے استعمال کرتے ہیں، مثلاً: (۱) استحسان (۲) استصلاح (۳) استصحاب (۴) عمل اہلِ مدینہ (۵) قولِ صحابی (۶) براءتِ اصلیہ (۷) اخذ بالآخف (۸) تحری (۹) عرف (۱۰) تعامل (۱۱) عمومِ بلوی (۱۲) اخذ باقل ماقیل۔

یہ سب ایسی دلیلیں ہیں جو نہ نص ہیں، نہ اجماع اور نہ قیاس، یہ ادلہ مختلف فیہ تو ہیں، لیکن درحقیقت ان میں سے بعض دلائل ہر عہد کے مسائل کے مطالعہ، تجزیہ اور مشکلات کے حل میں مدد و معاون ہو سکتے ہیں، ان ادلہ پر علماء کے لیے نگاہ رکھنا ضروری ہے، اس لیے ان میں سے بعض کا مختصر تعارف پیش خدمت ہے:

- (۱) استحسان: لغۃً کسی امر کو ”حسن سمجھنا“، ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿الذین یستمعون القول فیتبعون أحسنه﴾، ﴿وَأمر قومک یأخذوا بأحسنہا﴾۔ ارشادِ ابنِ مسعود ہے: ”ما راہ المسلمون حسناً فهو عند اللہ حسن“۔

اصطلاحاً: [۱] کسی قوی توجہ کے پیش نظر، کسی مسئلہ خاص میں اس کے نظائر میں دیئے ہوئے حکم کے خلاف حکم دینا۔

[۲] کسی دلیل خاص کتاب یا سنت کی روشنی میں کسی مسئلہ کے حکم میں اس کے نظائر کے حکم سے عدول و استثناء استحسان ہے۔

[۳] دلیل کلی کے مقابلے میں مصلحت جزئی کا اعتبار کرنا استحسان ہے۔

اور یہ عدول یا استثناء کسی دلیل کی روشنی میں ہوتا ہے، جو کبھی نص ہوتی ہے یا اجماع، کبھی مصلحت، کبھی قوی تر قیاس، قیاس ظاہر کے خلاف، کبھی تعامل اور کبھی ضرورت و حاجت۔

**تنبیہ:** اپنی عقل و فہم یا خواہش نفس سے کسی چیز کو اچھا سمجھ کر اسی کو حکم شرع تسلیم کر لینا استحسان نہیں ہے۔

(۲) اصطلاح: لغةً مصلحت مصدر کے معنی میں، یعنی وہ چیز جس میں صلاح قوی موجود ہو۔ اصطلاحاً: وہ نفع جو شارع حکیم کو بندوں کے لیے مقصود ہیں، یعنی حفاظتِ دین، حفاظتِ نفس، حفاظتِ عقل، حفاظتِ نسل، حفاظتِ مال اور اُن اُمور کا دفعیہ جن سے دین، نفس، عقل، نسل اور مال کو نقصان پہنچتا ہو۔

خلاصہ یہ کہ ہر وہ نفع جو ان اصولِ خمسہ مذکورہ سے متعلق ہو وہ ”مصلحت“ اصطلاحاً ہے، چاہے وہ مفید و نافع کے حصول کے ذریعے ہو یا ضرر رساں اشیاء کو دور کر کے ہو۔

**تنبیہ:** مصلحت کی شناخت و تعیین اپنی عقل سے نہیں بلکہ شریعت کی روشنی میں مصلحت کی توثیق کروائی جائے گی، ورنہ انسان کی عقل عیار مفاسد کو مصالح اور مصالح کو مفاسد بنا کر شرع کے پورے ڈھانچے کو توڑ مروڑ کر رکھ دے گی۔

### اقسام مصالح:

(الف) مصالح معتبرہ (مثلاً: مقاصد شرعیہ خمسہ کی حفاظت اور ان پر عمل)۔  
(ب) مصالح ملغاة / غیر معتبرہ (مثلاً: مساوات مرد و زن فی المیراث والطلاق کو لغو قرار دیا جانا)۔

(ج) مصالح مرسلہ (مثلاً: مصحف عثمانی پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا متفق ہو جانا تاکہ حفاظت دین میں خلل نہ ہو سکے، یعنی مجتہد پر اس مصلحت کا معاملہ چھوڑ دیا جاتا ہے، کہ وہ مصلحت شرعی و مقصد شرعی کو سامنے رکھ کر کوئی حکم پیش کرے)۔

(۲) اصحاب: لغتاً ساتھ رہنا۔

اصطلاحاً: الحکم بشبوت أمر في الزمان الثاني بناء على أنه كان ثابتاً في الزمان الأول - یعنی زمانہ ماضی میں کسی ثابت شدہ امر کو زمانہ ثانی میں بھی بطور حکم تسلیم کرنا۔ (کسی حکم کا تسلسل جب تک کسی تبدیلی کا ثبوت نہ ہو)۔

(۳) قول صحابی: تمام صحابہ باجماع امت عادل ہیں، جو علم میں گہرائی و گیرائی، ورع و تقویٰ سے معمور، تفقہ میں ممتاز ترین، نزول قرآن کے بلا واسطہ مشاہد، نزول آیات کے پس منظر سے مکمل واقفیت، ارشادات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقاصد سے آشنائیت کے حامل تھے۔



(۴) سد ذرائع: ذریعہ بمعنی وسیلہ اور سبب ہے۔ ہر وہ شے جو کسی دوسری شے کے حصول کا ذریعہ بنے۔

اصطلاحاً: وہ قول یا عمل جو بذاتِ خود مباح ہے، لیکن وہ کسی معصیت کا سبب بن جاتا ہے، مثلاً: بیع عند اذان الجمعة، بیع سلاح فی زمن الفساد۔ (ولاتسبوا الذين يدعون إلخ..... وسیلة المقصود تابعة إلخ..... إن الوسيلة أو الذريعة إلخ)  
(مقدمہ اسلامی عدالت: ص/ ۵۴-۱۲۱، قاضی مجاہد الاسلام قاسمی رحمہ اللہ، ط: قاضی پہلی شریائٹ ڈسٹری بیوٹرز نی دہلی)

## ﴿ ۴ ﴾ اسبابِ نوازل، نوازل میں اجتہاد کا حکم اور اہمیت

بنیادی طور پر اسبابِ نوازل دو ہیں:

(۱) علمی و صنعتی ترقی و پیش قدمی (۲) فسق و فجور

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے فرمایا تھا:

”تحدث للناس أقضية بقدر ما أحدثوا من الفجور“

لوگ جس قدر فجور میں مبتلا ہوں گے اس قدر نئے مسائل پیدا ہوں گے۔

(المستفتی شرح الموطا للبخاری: ۶/۱۴۰)

نوازل سے متعلق حکمِ اجتہاد اور اس کی اہمیت:

اسلام قیامت تک آنے والی تمام انسانیت کے لیے دین ہے، اور اس میں اس کے تمام مسائل کا حل موجود ہے، اور یہ حل اسی وقت ممکن ہے جبکہ امت کا ایک طبقہ جو اس کا اہل ہو، نوازل میں اجتہاد کر کے اس کے حکمِ شرعی سے لوگوں کو مطلع کریں، معلوم ہوا کہ نوازل میں اجتہاد واجب کفایہ ہے۔

اجتہاد فی النوازل کی اہمیت بنیادی طور پر ان تین باتوں سے عیاں ہوتی ہے:

(۱) اجتہاد فی النوازل سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ یہ شریعت ہر مکان و زمان کے

لیے ہے۔

(۲) اجتہاد فی النوازل کے ذریعہ امت کو اس بات پر متنبہ و بیدار کیا جاتا ہے کہ

جن مسائل میں وہ مبتلا ہو رہی ہے، وہ قواعد دین اور مقاصد شرعیہ کے مخالف ہیں۔

(۳) اجتہاد فی النوازل کے ذریعہ تمام شعبہائے زندگی میں احکام شرع پر عمل پیرا

ہونے کی کھلی و صریح دعوت دی جاتی ہے وغیرہ۔

﴿ ۵ ﴾ نوازل (مسائل جدیدہ) کو حل کرنے کا طریقہ

(تصور، تکلیف، تطبیق)

نوازل کو حل کرنے کے لیے بنیادی طور پر یہ تین باتیں ضروری ہوتی ہیں:

(۱) تصورِ نازلہ (Portry in the mind)

(۲) تکلیفِ نازلہ (Conditioning fitting)

(۳) تطبیقِ نازلہ (Adaptation)

**تصور:** کسی بھی شے پر حکم شرعی لگانے کے لیے اس کا صحیح خاکہ ذہن میں ہونا ضروری

ہوتا ہے، کیوں کہ تصویری اصل اور اس پر حکم شرعی کا لگانا اس کی فرع ہے، اور بدون اصل

فرع کا تصور نہیں ہوا کرتا۔

تصورش کے لیے دو چیزیں درکار ہوتی ہیں:

(۱) فہم نفسِ نازلہ، کہ فی ذاتہ یہ کیا ہے؟

(۲) فہم اثراتِ نازلہ، کہ اس سے کون کون سے اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

**تکلیف:** سے مراد اصولِ شرعیہ میں سے کسی اصل کی طرف کسی مسئلہ کو پھیرنا۔

**تطبیق:** سے مراد نازلہ پر حکمِ شرعی کو اتارنا، چسپاں کرنا۔

اب ان تینوں باتوں کو آپ درج ذیل مسئلہ سے اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں، مثلاً

مسئلہ بیمہ نازلہ ہے۔

بیمہ کی حقیقت یقین دہانی ہے، کمپنی بیمہ کرانے والے افراد کو بعض خطرات سے حفاظت اور بعض نقصانات کی تلافی کی یقین دہانی کراتی ہے، کمپنی بیمہ کے طالب شخص سے ایک متعین رقم بالاقساط وصول کرتی رہتی ہے، اور ایک معینہ مدت کے بعد اسے یا اس کے پسماندگان کو حسب شرائط واپس کرتی ہے، اور اس کے ساتھ ساتھ فی صد کے حساب سے مزید رقم بھی بطور سود دیتی ہے۔ اس کی متعدد قسمیں ہیں، زندگی کا بیمہ (Life insurance)، املاک کا بیمہ (Goods insurance)، ذمہ داری کا بیمہ (Third party insurance)، مستندات کا بیمہ وغیرہ، عقد کی یہ صورت سود و قمار پر مشتمل ہے۔ (یہ ہے تصورِ نازلہ)

اب ہم نے اس عقد کو دلائلِ شرعیہ:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا الرِّبَا أَضْعَافاً مُضَاعَفَةً وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ

تفلحون﴾ (آل عمران ۱۳۰)

﴿إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ الرِّبَا لَا يَقُومُونَ إِلَّا كَمَا يَقُومُ الَّذِي يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ﴾ (البقرة: ۲۷۵)

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رَجَسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تَفْلَحُونَ﴾ (المائدة: ۹۰)

﴿يُمَحِّقُ اللَّهُ الرِّبَا وَيُرْبِي الصَّدَقَاتِ﴾ (البقرة: ۲۷۶)

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا إِن كُنتُمْ مُؤْمِنِينَ﴾ (البقرة: ۲۷۸)

عن جابر: ”لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم آكل الربوا

وموكله وكاتبه وشاهديه“ (ابوداود: ۱۱۷/۲، صحيح مسلم: ۲۷/۲)

کی طرف پھیرا، تو یہ سب دلیلیں سود و قمار کو حرام قرار دیتی ہیں۔ (یہ ہے تکلیف)

اس لیے بیمہ حرام قرار پایا۔ (یہ ہے تطبیق)

سوال: کیا ہر شخص تصورِ نازلہ، تکلیف اور تطبیق کے ذریعہ احکام شرعیہ معلوم کر سکتا ہے؟

جواب: نہیں ہرگز نہیں! اس کے لیے کچھ ضوابط ہیں:

۱۔ نئے مسئلہ کو حل کرنے کے لیے کوشاں شخص کے لیے، مصادر و دلائل احکام

سے پوری طرح واقف ہونا، مقاصد شرعیہ کا عالم ہونا، علم لسان عرب کا حامل اور اصول فقہ

کا عارف ہونا، نیز غور و فکر میں اپنی پوری طاقت صرف کرنا ضروری ہے۔

۲۔ جس حکم شرعی کا استنباط کیا گیا اس کا کسی معتبر دلیل شرعی کی طرف منسوب ہونا

لابدی ہے، کبھی یہ دلیل نص، اجماع، قیاس تو کبھی استصلاح وغیرہ ہو سکتی ہے۔

## لمحہ فکر یہ:

نوجوان مفتیانِ کرام جن کو اللہ رب العزت نے فقہی ملکہ، تصویرِ صحیح اور فہمِ دقیق کی دولت سے نوازا، بسا اوقات جدید مسائل کے حل میں ان کے قلمِ افتاء سے نصوصِ کتاب اللہ و سنتِ رسول اللہ اور مخالفتِ اجماع جیسی عظیم غلطیاں ہو جاتی ہیں، عامۃً اس کی دو وجہیں ہوتی ہیں: (۱) تاویل و اجتہاد (۲) بعض خارجی موثرات سے متاثر ہونا۔

جیسے بعض لوگوں نے سودی بینکوں کے معاملات کو حلال اور اس میں عمل کو جائز قرار دیا، حالانکہ یہ صریح نصوص کی مخالفت ہے، اور بعض لوگوں نے ٹی وی وغیرہ پر خبریں پڑھنے اور پروگرام پیش کرنے کے لیے عورتوں کی مشارکت کو جائز قرار دیا، حالانکہ یہ مقاصدِ شرعیہ اور قواعدِ کلیہ کے مخالف ہے۔

جب کہ دوسرے بعض خود ساختہ مفتیان جو فقہی ملکہ، تصویرِ صحیح اور فہمِ دقیق سے محروم ہونے کے باوجود جدید مسائل کے حل میں ہاتھ پاؤں مارتے ہیں، اور فقہی ذوق و تحقیق سے عاری، مقاصدِ شرعیہ سے ناواقف، دلائلِ شرعیہ سے تہی دامن اور قرآن و حدیث کا خاطر خواہ علم نہ ہونے کی وجہ سے، اپنے فتویٰ میں محض عرف و رواج، عمومِ بلوئی، تعامل اور ضرورت جیسی دلیلوں کو ذکر کر کے بہت سی ناجائز و حرام چیزوں کے حلال و جواز کا فتویٰ دیتے ہیں، جب کہ انہیں سمجھنا چاہیے کہ عرف و رواج کے بدلنے سے صرف وہی مسائلِ اجتہاد یہ بدلتے ہیں، جن کی بناء فقہاءِ کرام نے اپنے زمانے کے عرف و رواج پر رکھی تھی، اور آج وہ عرف بدل چکا۔

اسی طرح عمومِ بلوئی کا اعتبار مسائلِ منصوص میں نہیں ہوتا، بلکہ مسائلِ اجتہادیہ میں ہوتا ہے، ورنہ آج غیبت، سود خوری، گانا، موسیقی اور غیر اسلامی تہواروں میں شرکت وغیرہ عام ہو چکا ہے، کیا اس ابتلا کی وجہ سے ان کی حرمتِ منصوصہ ختم ہو جائے گی؟

اسی طرح تعاملِ ناس سے ہر تعامل مراد نہیں، بلکہ وہی تعامل مراد ہے جس پر علمائے عصر نے کوئی نکیر نہ کی ہو۔

اسی طرح ضرورت وہی ہے جس کو شریعت نے ضرورت قرار دیا: ”الضرورة بلوغه حداً إن لم يتناول الممنوع هلك أو قارب وهذا يبيح تناول الحرام“۔

ضرورت کی حد یہ ہے کہ آدمی ممنوع چیز کے استعمال نہ کرنے سے ہلاک ہو جائے یا ہلاکت سے قریب ہو جائے۔ (الموسوعة الفقهية: ۱۹۱/۲۸)

آج لوگوں کا یہ حال بن چکا ہے کہ ان کی زینٹوں نے ضرورتوں کا درجہ لے لیا، تو کیا ہم ان کی وجہ سے ان کو محرماتِ شرعیہ کے استعمال کی رخصت دیں گے؟

**اجتہاد و تدبیر:**

ہمارے دور کے مفتیانِ کرام کے لیے مسائلِ جدیدہ حل کرنے کے لیے دو چیزیں درکار ہیں:

(۱) اجتہاد: اجتہاد سے مراد ہے فقہاء کے اقوال و واقعات پر صحیح طور پر منطبق کرنا آتا ہو، اور یہ اجتہاد ختم نہیں ہوا، بلکہ قیامت تک باقی رہے گا۔

(۲) تدبیر: اس سے مراد ہے اغراض کا تابع نہ ہو، کہ کھینچ تان کر ناجائز کو حد

جواز میں لائے۔

## ﴿٦﴾ مسائل جدیدہ اور علمائے ہند کی خدمات

علماء کی جانفشانی و جانشینی:

ارشادِ خداوندی ہے: ﴿اليوم اكملت لكم دينكم واتممت عليكم نعمتي ورضيت لكم الإسلام ديناً﴾ اسلام اپنی مکمل صورت میں سید الکونین کے ذریعہ روئے زمین پر آیا، اور دنیا میں پھیلی جہالت و تاریکی کو دور کیا، اپنی نور کی کرنوں سے سارے جہاں کو منور کیا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم چوں کہ خاتم النبیین ہیں، آپ پر جو ذمہ داری تھی وہ قدرتی طور پر آپ کی امت پر آ پڑی، جس کی تعبیر بقول امام احمد بن محمد بن حنبل رحمہ اللہ یوں ہے: ”قام أبو بكر يوم الردة مقام الأنبياء“ کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ فتنہ ارتداد کے وقت انبیاء کی جانشینی فرما رہے تھے۔

چنانچہ ہندوستان میں اسلام حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد مسعود ہی میں آچکا تھا، پھر محمد ابن القاسم کے ذریعے باقاعدہ سندھ میں حکومت قائم ہوئی، اور تیسری صدی میں محمود غزنوی کے ذریعے باقاعدہ وسیع اسلامی مملکت کی بنیاد ڈالی گئی، امت محمدیہ اور اس کے اکابر نے اس فرض کو محسوس کیا، اور اس کا حق ادا کرنے کی کوشش کی، اور ایک لمحہ کے لیے بھی اس سے غفلت نہیں برتی، اور ان شاء اللہ تا قیامت یہ سلسلہ جاری رہے گا کہ وہ احکام شرعیہ کی راہنمائی فرماتے رہیں گے۔ ان اکابر علماء کی علمی بصیرت اور دقت نظر معترف و مسلم ہے، حالات و زمانہ پر گہری نظر رکھتے تھے، اور وسیع انظری کے ساتھ مسائل میں غور و فکر کیا کرتے تھے، کیوں کہ احکام شرعیہ میں جمود کا مزاج نہیں ہونا چاہیے۔

علمائے ہند نے علوم اسلامیہ پر بے مثال خدمات انجام دیں، جس کو ”الشقاۃ الإسلامية في الهند“ میں حضرت مولانا عبدالحی حسنی رحمہ اللہ نے تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے، تفسیر، حدیث، نحو، صرف، ادب، منطق، فلسفہ، علم کلام اور تاریخ وغیرہ تمام علوم میں بے شمار تصنیفات و تالیفات چھوڑیں، البتہ فقہ اور اصول فقہ پر خاص کام کیا ہے، خصوصاً فقہ حنفی پر۔

آج ایک طرف جدید، بے لگام تمدنی ترقی نے نت نئے مسائل کا طوفان لا کھڑا کر دیا ہے اور بقول خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ: ”کَلَّمَا زَادَ الْفُجُورُ كَثُرَتِ الْمَسَائِلُ“ کہ جس قدر فسق و فجور میں اضافہ ہوگا مسائل بھی اسی قدر بڑھتے جائیں گے۔ مثلاً: ٹیسٹ بے بی ٹیوب، انسانی دودھ اور منی بینک، تبدیلی جنس بذریعہ سرجری، جینیٹک اور کلوننگ کے مسائل، نیز دنیا کے سیاسی، معاشی اور اجتماعی نظام روزمرہ کی تبدیلیوں اور خصوصاً بینکنگ و میڈیکل سائنس کی دنیا میں غیر معمولی انقلاب نے سینکڑوں ایسے مسائل پیدا کر دیئے جن کا اب سے پہلے تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا۔

اس طرح کے پیچیدہ تمدنی اور صنعتی انقلاب کے بعد جدید مسائل بکثرت پیش آنے لگے، تو انہیں صحیح طور پر سمجھنے اور ان کے حل کے لیے انفرادی کوششوں کے بجائے اجتماعی بحث و تحقیق کا نظام زیادہ بہتر، اور اجتماعی طریقہ استنباط زیادہ محفوظ اور مامون صورت، اور غلط رائے دی سے بچاؤ کا ذریعہ ہے، سلف صالحین نے جہاں انفرادی کوششیں کی ہیں، وہیں اجتماعی طریقہ کار بھی اختیار کیا ہے، کیوں کہ اجتماعی صلاحیت اور کوششوں کے ذریعہ انفرادی کوتاہیوں کی تلافی ہو جاتی ہے، چنانچہ عہد صحابہ میں حضرت عمر



فاروق رضی اللہ عنہ اور صحابہ کے بعد حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے یہی طریقہ اختیار فرمایا،..... ویسے اس بات کا احساس عالمی طور پر لوگوں کو ہے، اور جدید مسائل کے بارے میں اب تو پوری دنیا کے مسلمانوں میں بیداری آچکی ہے، عالم اسلام میں مختلف اہل علم نے جن کو اللہ تعالیٰ نے دلِ دردمند اور فکرارجمند سے نوازا ہے، فقہی مجامع یعنی فقہی اکیڈمیاں قائم کیے ہیں، مثلاً:

۱- ”مجمع البحوث الإسلامية بالأزهر - مصر“

۲- ”المجمع الفقہ الاسلامي لرابطة العالم الإسلامي - بمكة المكرمة“

(اسلامی فقہ اکیڈمی رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ)

۳- ”مجمع الفقہ الاسلامي التابع لمنظمة المؤتمر الإسلامي“

(اسلامی فقہ اکیڈمی ماتحت تنظیم اسلامی کانفرنس)

۴- ”مجمع الفقہ الاسلامي بجدة“ (اسلامی فقہ اکیڈمی جدہ)

۵- ”مجمع الفقہ الاسلامي بالسودان“ (اسلامی فقہ اکیڈمی سوڈان)

۶- ”هيئة كبار العلماء بالمملكة العربية السعودية“

۷- ”اللجنة الدائمة للبحوث العلمية بالمملكة العربية السعودية“

۸- ”رابطة علماء المغرب برباط“

۹- ”قطاع الإفتاء والبحوث الشرعية بالكويت“

۱۰- ”المجلس الأوروبي للإفتاء والبحوث بدبلن (إيرلندا)“

(”یورپی کونسل برائے افتاء و تحقیق“ بقول مولانا بدر الحسن قاسمی: گو کہ اس کی عمر

ابھی تھوڑی اور اس کے جاری کردہ فتوؤں کی تعداد بھی کم ہے، لیکن بڑی نزاکت لیے ہوئے ہیں اور بعض فتوؤں سے اتفاق کرنا بھی مشکل ہے۔)

۱۱- ”مجمع فقهاء الشريعة بأمريكا“

۱۲- ”مجمع الفقه الإسلامي بالهند“ (اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا)

یہ تو وہ اکیڈمیاں ہیں جو عمومی طور پر فقہ سے متعلق پیش آنے والے اکثر مسائل سے بحث کرتی ہیں، مگر بعض وہ بھی ہیں جو مخصوص مسائل پر بحث کرتی ہیں، جیسے:

۱- ”الهيئة الشرعية بشركة الراجحي المصرفية للاستثمار“

(یہ مالیات پر نوازل کے بارے میں خدمت انجام دینے والا ادارہ ہے۔)

۲- ”الهيئة الشرعية العالمية للزكاة بالكويت“ (زکوٰۃ سے متعلق مسائل جدیدہ پر بحث کرنے والا ادارہ)

۳- ”معهد خادم الحرمين الشريفين لأبحاث الحج“ (یہ ادارہ نوازل حج پر بحث کرتا ہے)

۴- ”المنظمة الإسلامية للعلوم الطبية بالكويت“ (اسلامی تنظیم برائے طبی علوم)

۵- ”مجلس تحقیقات شرعیہ“ (دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ، یوپی، الہند) وغیرہ۔

۶- ”مجلس تحقیق مسائل حاضرة“ (کراچی، پاکستان)

۷- ”مجلس دعوت و تحقیق اسلامی“ (بنوریہ ٹاؤن، پاکستان)

اور انفرادی طور پر بھی بے شمار کام ہو رہا ہے، عالم اسلام کی یونیورسٹیاں جدید مسائل پر PHD کروا رہی ہیں، مگر ان تمام کاموں میں علمائے ہند کا امتیاز اس معنی کر ہے

کہ عام طور پر تقلید کے باب میں عالم عرب وغیرہ ڈھیلے اور کمزور ہیں، جب کہ علماء ہند تقلیدی اصول کو پیش نظر رکھ کر بڑی پختگی و عمدگی کے ساتھ کام کر رہے ہیں، برصغیر میں جدید مسائل پر ہر مکتب فکر کے لوگوں نے کام کیا ہے، مگر سب سے زیادہ اور معتدل کام علمائے دیوبند نے کیا ہے، برصغیر میں سواد اعظم فقہ حنفی کا پیروکار ہے، جب کہ سعودی عرب کی تعلیم گاہوں اور عدالتوں میں فقہ حنبلی کو فوقیت حاصل ہے، شام، عراق اور مصر وغیرہ میں فقہ شافعی، مالکی اور حنفی قدم بہ قدم ہیں، اور تیونس، الجزائر، مراکش اور موریتانیہ میں اکثریت فقہ مالکی پر عمل کرنے والوں کی ہے، لیکن ضرورت پڑنے پر ایک مسلک کے ماننے والوں کا دوسرے مسلک کے کسی جزئیہ پر عمل کرنے کی گنجائش اکابر اہل علم نے تسلیم کی ہے، اور سب سے اچھی اور زندہ مثال حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کی ”الحیلة الناجزة للحلیلة العاجزة“ ہے، جس میں آپ نے ضرورت کی بنا پر مسئلہ کی مکمل تحقیق و تنقیح کرنے کے بعد فقہ مالکی پر عمل کو اختیار فرمایا ہے۔

”اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا“ کے قیام کا مقصد قاضی صاحب کی زبانی:

کوئی بھی فقہ یا قانون اپنی حرکت سے ہی زندہ رہتا ہے، زندگی کی حرارت اور حرکت کسی بھی زندہ قانون میں نمایاں ہوتی ہے، بدلتے ہوئے حالات کے ساتھ قانون کی تطبیق بہت نازک اور ذمہ داری کا کام ہے، قانون میں حرکت اور بدلتے ہوئے حالات کے ساتھ ہم آہنگی اصول اور قواعد کلیہ اور تعبیر قانون کے مسلمہ ضوابط کی بنیاد پر ہی برقرار رہ سکتی ہے، فقہ اسلامی کی پابندی اور حالات اور زمانے کی تبدیلیوں کے باوجود انسانی زندگی میں انضباط پیدا کرنے اور صحیح رہنمائی دینے کی بھرپور صلاحیت دراصل ان اصولی احکام کی

رہیں منت ہے جنہیں فقہاء نے کتاب وسنت سے مستنبط کیا ہے اور ہر عہد میں اس عہد کے حالات کو سامنے رکھ کر احکام فقہیہ کی تطبیق کا نازک فریضہ انجام دیا ہے۔

ایک زمانہ تھا جب ایسی جامع شخصیتیں موجود تھیں جو کتاب وسنت، فقہاء کے اجتماعی اقوال، قیاس کے اصولوں اور استنباط کے طریقوں پر حاوی تھیں، شرع کے عمومی مصالح اور تشریع کے اغراض و مقاصد پر ان کی نگاہ تھی اور وہ زمانہ شناس بھی تھے، لہذا انہوں نے اپنے عہد میں اپنی صلاحیتوں کا استعمال اور ورع و تقویٰ کے ساتھ مقاصد شرع اور قوانین دین پر مضبوط گرفت رکھتے ہوئے اپنے وقت کی مشکلات کا حل نکالا، ان اصحاب افتاء بزرگوں کا فتویٰ رائج سکے کی طرح مسلم معاشرے میں قبول عام اختیار کرتا رہا۔

موجودہ حالات یہ ہیں کہ معاشرے میں انقلابی تبدیلیاں رونما ہوئیں، سائنس و ٹیکنالوجی کی ترقی نے نئے افق پیدا کئے، دنیا ایک چھوٹی سی بستی بن گئی، معاشی اور اقتصادی امور میں نئی ترقیات نے نئے مسائل کھڑے کیے، جو لوگ اسلام پر چلنا چاہتے ہیں اور شریعت کو اپنی معاشرت، تجارت اور زندگی کے دوسرے میدانوں میں معیار ہدایت قرار دے کر زندگی گزارنا چاہتے ہیں، ان کے سامنے ایسے سیکڑوں سوالات پیدا ہو رہے ہیں جن کے بارے میں وہ علماء و اصحاب افتاء کی طرف رجوع کرتے ہیں اور رہنمائی کے طالب ہیں۔ دوسری طرف ایسی جامع شخصیتوں کا فقدان ہو گیا جو علم و تحقیق کی بنیاد پر ان مسائل کو حل کر سکیں اور جن کا تنہا فتویٰ بھی مسلم معاشرے میں قابل قبول ہو۔

اس لیے ضرورت تھی کہ اجتماعی فکر کی بنیاد ڈالی جائے اور علماء و اصحاب دانش باہمی تبادلہ خیال کے ذریعہ ان مسائل کا ایسا حل نکالیں جو اصول شرع سے ہم آہنگ ہو

اور فکری شذوذ سے پاک ہو۔

یہی وہ مقصد تھا جس کے لیے ”مجمع الفقہ الاسلامی الہند“ کی تشکیل عمل میں آئی جس میں علماء اور فقہاء کے علاوہ ارباب علم و دانش، میڈیکل سائنس، معاشیات، سماجیات اور نفسیات کے ماہرین کو بھی شریک کیا گیا ہے، اور خوشی کی بات یہ ہے کہ اس علمی اور تحقیقی عمل کی آواز بازگشت ہندوستان سے باہر بھی سنی جانے لگی ہے۔

**نوٹ:** اس مقالہ میں جدید مسائل پر کام کرنے والوں کا احاطہ نہیں کیا گیا ہے، بلکہ ہماری معلومات کے مطابق جن کی کتابیں ہمارے پاس دستیاب ہیں وہ مذکور ہیں۔ برصغیر میں جدید مسائل پر کام کرنے والے علمائے دیوبند:

برصغیر میں ..... ہر دور میں علماء، اصحاب بصیرت فقہاء اور زمانہ کے نبض شناس مفتیان کرام پیدا ہوتے رہے ہیں، اور انہوں نے بہت ہی بلند پایہ علمی خدمات سرانجام دی ہے، فتاویٰ عالمگیری (فتاویٰ ہندیہ)، اور فتاویٰ تاتارخانیہ جیسی کتابیں اس کی روشن مثال ہیں، ہندوستان میں گذشتہ ڈیڑھ سو سال سے فقہ و فتاویٰ کی خدمت کے لیے اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر علماء دیوبند کو چُن لیا ہے، مثلاً.....:

۱۔ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ۔

(امداد الفتاویٰ، الحلیۃ الناجزۃ للحلیۃ العاجزۃ، بوادر النواذر، ..... وغیرہ)

۲۔ حضرت مولانا مفتی نظام الدین رحمہ اللہ۔ (منتخبات نظام الفتاویٰ)

۳۔ حضرت مولانا ابوالحسن سجاد رحمہ اللہ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ، کتاب الفسخ والفریق)

۴۔ مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ۔ (جواہر الفقہ، آلات جدیدہ

کے شرعی احکام)

۵۔ قاضی مجاہد الاسلام قاسمی رحمہ اللہ

(فتاویٰ قاضی، جدید فقہی تحقیقات، جدید فقہی مباحث، کلوننگ، اہم فقہی فیصلے، سہ ماہی رسالہ ”بحث و نظر“ جس میں مختلف جدید مسائل پر حضرت قاضی صاحب نے قلم اٹھایا، جدید تجارتی شکلیں، عصر حاضر کے پیچیدہ مسائل کا شرعی حل،..... وغیرہ)

۶۔ حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحب رحمہ اللہ۔ (فتاویٰ دارالعلوم)

۷۔ حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی رحمہ اللہ۔ (فتاویٰ محمودیہ)

۸۔ حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم لاہوری رحمہ اللہ۔ (فتاویٰ رحیمیہ)

۹۔ مولانا محمد تقی امینی رحمہ اللہ۔ (اسلام اور جدید دور کے مسائل)

۱۰۔ مولانا عبدالرحمن کیلانی رحمہ اللہ۔ (احکام تجارت اور لین دین کے مسائل، غیر مقلد مکتبہ فکر)

۱۱۔ حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمہ اللہ۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل، شہاب مبین لرحم الشیاطین/ رجم کی شرعی حیثیت، اسلام کا قانون زکوٰۃ و عشر اور نظام مالیات پر شبہات کا جواب)

۱۲۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ۔ (فتاویٰ شیخ الاسلام)

۱۳۔ حضرت مولانا مفتی حبیب الرحمن خیر آبادی۔ (مسائل سود و لیل)

۱۴۔ بحر العلوم حضرت مولانا فتح محمد صاحب لکھنوی رحمہ اللہ۔ (حلال و حرام کے احکام

المعروف بہ عطر ہدایہ)

- ۱۵- شیخ الحدیث مولانا عبدالحق۔ (فتاویٰ حقانیہ)
- ۱۶- فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی رشید احمد پاکستانی رحمہ اللہ۔ (احسن الفتاویٰ)
- ۱۷- حضرت مولانا مفتی محمود صاحب۔ (فتاویٰ مفتی محمود)
- ۱۸- حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ۔ (امداد الاحکام)
- ۱۹- حضرت مولانا مفتی عبدالکریم گمٹھلوی رحمہ اللہ۔ (امداد الاحکام)
- ۲۰- حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رحمہ اللہ۔ (خیر الفتاویٰ)
- ۲۱- حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی مدظلہ
- (نوادر الفقہ، ضابطہ المفطرات فی مجال التداوی، عورت کی سربراہی کی شرعی حیثیت)
- ۲۲- شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ۔
- (فقہ البیوع، فقہی مقالات، اسلام اور جدید معیشت و تجارت، انعام الباری شرح بخاری، اسلام اور جدید معاشی مسائل، اسلامی بینکاری کی بنیادیں، بحوث فی قضایا فقہیہ معاصرہ عربی، احکام الذبائح، سود پر تاریخی فیصلہ، وغیرہ)
- ۲۳- ڈاکٹر مولانا ساجد الرحمن صدیقی مدظلہ۔ (اسلامی قانون اور تصور ملکیت)
- ۲۴- حکیم محمود احمد ظفر۔ (اسلام اور ملکیت زمین، اسلام کا نظام زکوٰۃ)
- ۲۵- حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی مدظلہ۔ (جدید فقہی مسائل، نوازل فقہیہ معاصرہ عربی)
- ۲۶- مولانا عمران اشرف عثمانی۔ (شرکت و مضاربہ عصر حاضر میں)
- ۲۷- مولانا زبیر اشرف عثمانی۔ (جدید معاشی نظام میں اسلامی قانون اجارہ)
- ۲۸- مولانا اعجاز صدیقی۔ (تکافل انشورنس کا اسلامی طریقہ، مالی معاملات پر غرر کے

- اثرات، غرر کی صورتیں، تجارتی کمپنیوں کا لائحہ عمل شریعت کے دائرہ میں)
- ۲۹۔ مولانا مفتی ذاکر حسن نعمانی۔ (اسلامی معیشت ”معیشت کے بے شمار پیچیدہ مسائل کا حل“)
- ۳۰۔ مولانا برہان الدین سنہلی۔ (موجودہ زمانہ کے مسائل کا حل)
- ۳۱۔ مولانا بدر الحسن قاسمی۔ (عصر حاضر کے فقہی مسائل)
- ۳۲۔ مولانا حشمت اللہ۔ (جدید معاملاتی مسائل)
- ۳۳۔ مفتی شبیر صاحب قاسمی۔ (ایضاح النوادر، ایضاح المسائل، انوار رحمت)
- ۳۴۔ مفتی محمد جعفر علی رحمانی / مولانا حذیفہ وستانوی۔ (محقق و مدلل جدید مسائل)
- ۳۵۔ ڈاکٹر حافظ عبدالرحیم۔ (مضاربہ سود کا اہم متبادل)
- ۳۶۔ مولانا عبید اللہ اسعدی۔ (الربا / سود کیا ہے؟ تحدید نسل اور اسلامی تعلیمات)
- ۳۷۔ مولانا روح اللہ نقشبندی غفوری۔ (فضیلت مسواک اور حقیقت ٹوٹھ پیسٹ)
- ۳۸۔ مولانا موسیٰ کرماڑی، لندن۔ (عصر حاضر کے پیچیدہ مسائل اور ان کا حل)
- ۳۹۔ مولانا محمد عمر عابدین قاسمی۔ (حقوق اور ان کی خرید و فروخت)
- ۴۰۔ مولانا محمد اسامہ۔ (کریڈٹ کارڈ کے شرعی احکام)
- ۴۱۔ مولانا مفتی احسان اللہ شائق صاحب۔ (خواتین کے لیے جدید مسائل، ڈیجیٹل تصویر اور سی ڈی کے شرعی احکام مع گانا بجانا قرآن و حدیث کی روشنی میں)
- ۴۲۔ مفتی ثناء اللہ محمود۔ (خواتین کے بناؤ سنگھارا اور لباس کے شرعی احکام)
- ۴۳۔ مفتی محمد ابراہیم صادق آبادی۔ (خواتین کے دینی مسائل)
- ۴۴۔ علامہ غلام رسول سعیدی۔ (شرح اردو صحیح مسلم، بریلوی مکتبہ فکر)



۴۵- مفتی محمد انعام الحق قاسمی۔

(نماز، حج، زکوٰۃ، قربانی، تراویح، اعتکاف، عیدین، عقیقہ، غسل، میت، سفر اور تجارت وغیرہ کے مسائل کا انسائیکلو پیڈیا)

۴۶- مفتی شبیر صاحب (فتاویٰ قاسمیہ)

۴۷- مفتی سلمان منصور پوری صاحب (کتاب النوازل)..... وغیرہ

# كتاب الطهارة

## ﴿فرائض وضو کا بیان﴾

### رقم المتن - ۱

فَفَرَضُ الطَّهَارَةِ غَسْلُ الْأَعْضَاءِ الثَّلَاثَةِ وَمَسْحُ الرَّأْسِ.

ترجمہ: وضو میں اعضائے ثلاثہ کا دھونا اور سر کا مسح کرنا فرض ہے۔

### توضیح المسئلة

مذکورہ بالا عبارت میں وضو کے فرائض کا ذکر ہے۔ فرائض وضو میں تین اعضاء مغسول ہیں: (الف) چہرہ (ب) دونوں ہاتھ کہنیوں سمیت (ج) دونوں پیر ٹخنوں سمیت دھونا، اور ایک عضو مسح ہے، سر کے چوتھائی حصے کا مسح کرنا۔

### تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (۱)

مصنوعی اعضاء (Foboluos organ) کا حکم وضو میں

سرجری (Surgery) کے ذریعہ جوڑے جانے والے اعضاء ہاتھ پاؤں دو طرح کے ہوتے ہیں: ایک وہ جو بدن سے جدا نہیں کئے جاسکتے، اور دوسرے وہ جو بغیر مشقت کے بدن سے جدا کئے جاسکتے ہیں۔ تو اول کا حکم عضو اصلی کی طرح ہوگا یعنی ان کا وضو غسل میں دھونا فرض ہوگا، اور ثانی کا حکم عضو اصلی کی طرح نہیں ہے، یعنی انہیں وضو

وغسل میں دھونے کا حکم نہیں ہوگا (۱)۔

رقم المسئلة (۲)

## نقلی چوٹی (Wig) کا حکم وضو میں

وہ وگ (Wig) جو آپریشن وغیرہ کے ذریعہ سر پر اس طرح فٹ کر دی جائے کہ وہ سر سے جدا نہ ہو سکے، اس کی حیثیت جسم کے مستقل عضو کی ہے، وضو کرتے وقت اس پر مسح کر لینا کافی ہے (۲)۔ اور وگ کی دوسری قسم جسے بآسانی لگایا اور اتارا جاسکتا ہو، وہ ٹوپی کے حکم میں ہے، وضو میں اس کو اتار کر سر کا مسح کرنا ضروری ہے (۳)۔

(۱) عن عرفحة بن أسعد قال: أصيب أنفى يوم الكلاب في الجاهلية، فاتخذت أنفا من ورق فانتن علي، فأمرني رسول الله صلى الله عليه وسلم أن اتخذ أنفا من ذهب.

(السنن للترمذي: ۳۰۶/۱، باب ما جاء في شد الأسنان بالذهب)

وكذا الإناء المضيب بذهب أو فضة قال الشامي: أي الحكم فيه كالحكم في المفضض، يقال باب مضيب أي مشدود بالضباب وهي الحديد العريضة التي يضيب بها، وضيب أسنانه بالفضة إذا شدّها بها.

(ردالمحتار مع الدر المختار: ۴۹۶/۹، محقق ومدلل جديد مسائل ۱۱۴/۱، جديد فقهي مسائل: ۸۸/۱)

(۲) والصرام والصباغ ما في ظفرهما يمنع تمام الغسل، وقيل كل ذلك يجرّئهم للحرج والضرورة ومواضع الضرورة مستثناة عن قواعد الشرع. (الفتاوى الهندية: ۱۳/۱، كتاب الطهارة)

(۳) عن جابر بن عبد الله أنه سئل عن العمامة فقال لا حتى يمس الشعر الماء، قال محمد وبهذا نأخذ

وهو قول أبي حنيفة. (موطا إمام محمد: ص ۷۰، باب المسح على العمامة والخمار)

ولا يجوز المسح على العمامة ولا القلنسوة لأنهما يمتنعان إصالة الماء الشعر.

(بدائع الصنائع: ۱۰۸/۱، الهداية: ۶۱/۱، الفتاوى الهندية: ۶/۱، فتاوى قاسميه: ۶۲۳/۲۳)

## طريقة الإنطباق

یہاں ایک اصول سمجھ لینا چاہیے کہ جو شئی کسی اصل شئی کے ساتھ متصل باتصال قرار کا درجہ اختیار کر لے، تو حکم میں وہ شئی متصل، اصل شئی میں داخل ہوتی ہے، یعنی اس متصل شئی کا بھی وہی حکم ہوتا ہے جو اصل شئی کا ہوتا ہے، اس کی نظیر یہ ہے کہ ایک شخص نے زمین فروخت کی تو اس زمین میں لگے ہوئے درخت بھی بیع میں داخل ہو جائیں گے، اگرچہ بیع میں ان کے فروخت کرنے کی صراحت نہ کی گئی ہو؛ کیوں کہ درخت کو زمین کے ساتھ اتصال قرار حاصل ہے (۱)۔

اور اگر یہ متصل شئی کو اصل شئی کے ساتھ اتصال قرار کا درجہ حاصل نہ ہو، تو یہ متصل شئی حکم میں اصل شئی میں داخل نہیں ہوگی، یعنی اس متصل شئی کا وہ حکم نہیں ہوگا جو اس اصل شئی کا ہوتا ہے، اس کی نظیر یہ ہے کہ ایک شخص نے اپنی کھیتی کی زمین فروخت کی تو بیع میں کاشت یعنی کھیتی داخل نہیں ہوگی؛ کیوں کہ کھیتی کو زمین کے ساتھ اتصال تو حاصل ہے لیکن اتصال قرار کا درجہ حاصل نہیں ہے (۲)۔

پس معلوم ہوا کہ اگر سرجری (Surgery) کے ذریعہ جوڑے جانے والے اعضاء اور نقلی چوٹی بدن انسانی کے ساتھ متصل باتصال قرار کا درجہ رکھتے ہوں گے، تو ان کا حکم عضو اصلی کی طرح ہوگا، اور ان کا وضو و غسل میں دھونا فرض ہوگا، اگر جوائنٹ (Joint)

(۱) و من باع أرضاً دخل ما فيها من النخل و الشجر في البيع و إن لم يسمه. (المختصر القدوري: ص ۷۳)

(۲) و لا يدخل الزرع في بيع الأرض إلا بالتسمية. (المختصر القدوري: ص ۷۳، کتاب البيوع)

التابع تابع لا يفرد بالحكم. (قواعد الفقه: ص ۶۷)

کئے جانے والے اعضاء کو اتصال قرار کا درجہ حاصل نہ ہو، تو ان کا حکم عضو اصلی کی طرح نہیں ہوگا، یعنی ان کا وضو غسل میں دھونا کافی نہیں ہوگا؛ بل کہ ان کو نکال کر ان کے نیچے بدن اصلی کا دھونا ضروری ہوگا۔

### رقم المسئلة (٣)

ووٹر (Voter) کی انگشت پر روشنائی مانع وضو ہے یا نہیں؟

ایکشن (Election) کے موقع پر جو رنگ لگایا جاتا ہے وہ تیز اثر روشنائی کے حکم میں ہے، اسے ذی جرم (جسم والا) کے درجہ میں قرار نہیں دیا جائے گا، اس لیے اس کا وضو پر کوئی اثر نہیں ہوگا، اور اس کے ہوتے ہوئے وضو درست ہوگا (۱)۔

### طريقة الإنطباق

وضو کے صحیح ہونے کے لیے تین شرطوں کا پایا جانا ضروری ہے:

(الف) اعضاء وضو کو پاک پانی سے دھونا کہ بال کے برابر بھی خشک نہ رہے۔

(ب) منافی وضو کا نہ ہونا جیسے حیض، نفاس، حدث۔

(ج) بدن پر ایسی چیز کا نہ ہونا جو چمڑی تک پانی کے پہنچنے کو روک دے جیسے موم، چربی

وغیرہ (۲)۔

(۱) ولا يمنع ما على ظفر صباغ، ولا طعام بين أسنانه، أو في سنه المحجوف به يفتى.

(الدر المختار: ۱/۲۸۹، کتاب الطهارة، مطلب في أبحاث الغسل)

ولا يضر بقاء أثر كلون و ريح لازم، فلا يكلف في إزالته إلى ماء حار أو صابون و نحوه.

(الدر المختار: ۱/۵۳۷، باب الأنجاس، فتاوى قاسميه: ۵/۶۸، المسائل المهمة: ۶/۴۲)

(۲) شرط صحته ثلاثة، عموم البشرة بالماء الطهور، و إنقطاع ما ينافيه من حيض و نفاس و حدث،

و زوال ما يمنع وصول الماء إلى الجسد كشمع و شحم. (نور الإيضاح: ص ۳۳، فصل في الوضوء)

صحت وضو کی شرطِ ثلاثہ کی روشنی میں یہ بات معلوم ہو گئی کہ اگر جسم والی شے بدن پر لگ جائے جو پانی کو بدن تک پہنچنے کے لیے مانع ہو، جیسے موم، چربی وغیرہ، تو وضو نہیں ہوگا۔ اور اگر بدن پر ایسی شے لگ جائے جس کا کوئی جسم نہ ہو بل کہ صرف اس کا رنگ یا بو ہو، اور اس کو زائل کرنا دشوار ہو تو اس کی موجودگی میں وضو صحیح ہو جاتا ہے؛ کیوں کہ اولاً: اس کا کوئی جسم نہیں ہے کہ وہ جسم تک پانی کو پہنچنے میں مانع ہو۔ ثانیاً: اس کا زائل کرنا باعثِ حرج ہے اور شریعت نے حرج کو دور کر دیا ہے (۱)، اور وٹنگ کی روشنائی بھی تہہ دار اور جسم والی نہیں ہوتی ہے کہ وہ مانع وضو ہو، اور وہ اتنی تیز ہوتی ہے کہ اس کو دور کرنا بھی باعثِ حرج ہوتا ہے، اس لیے اعضائے وضو پر اس کی موجودگی وضو کے صحیح ہونے کے لیے مضر نہیں ہے۔

رقم المسئلة (۴)

اعضائے وضو پر پینٹ (Paint)، ناخن پالش (Nail Polish)

لگا ہونے کی حالت میں وضو کا حکم

پینٹ اور ناخن پالش کے لگے ہوئے ہونے کی صورت میں وضو کے صحیح ہونے

(۱) فما كان منها مرثياً، فظهارتها بزوال عينها، لأن النجاسة حلت المحل بإعتبار العين فتزول بزواله إلا أن يبقى من أثرها ما يشق إزالته، لأن الحرج مدفوع، وهذا يشير أنه لا يشترط الغسل بعد زوال العين.  
(الهداية: ۷۷/۱، باب الأنجاس)

وفي الجامع الصغير سنل أبو القاسم عن وافر الظفر الذي يبقى في أضفاره الدرن، أو الذي يعمل عمل الطين، أو المرأة التي صبغت إصبعها بالحناء أو الصرام أو الصباغ قال كل ذلك سواء يجزيهم وضوءهم، إذ لا استطاع الإمتناع عنه إلا بحرج، والفتوى على الجواز من غير فصل. (الفتاوى الهندية: ۴/۱)

کے لیے ان کا اعضائے وضو سے ختم کرنا لازم ہے، اگر ان کے جسم کو ختم نہیں کیا گیا، صرف پانی بہا دیا گیا تو وضو صحیح نہیں ہوگا (۱)۔

### طريقة الإنطباق

یہاں ایک ضابطہ سمجھ لینا چاہیے تاکہ مسئلہ کا انطباق بے غبار ہو جائے۔ بدن پر لگی ہوئی ہر وہ چیز جو کھال تک پانی کے پہنچنے کو مانع ہو اس کا چھڑانا وضو و غسل میں ضروری ہے؛ بشرطیکہ اس کو چھڑانے میں کوئی حرج نہ ہو۔ مذکورہ ضابطہ کی روشنی میں معلوم ہوا کہ ایسی جسم والی شئی جو چمڑی تک پانی کے پہنچنے کو روک دے، صحت وضو کے لیے اس کا ختم کرنا لازم ہے۔ پینٹ اور ناخن پالش بھی جسم والے ہوتے ہیں اور ان کو ختم کرنا ممکن ہے، اس میں کوئی حرج بھی نہیں ہے، اس لیے اس کا ختم کرنا صحت وضو کے لیے ضروری ہوگا (۲)۔

رقم المسئلة (۵)

پاؤں کی پھٹن میں واسلین (Vaseline) لگے ہوئے

ہونے کی صورت میں وضو کا حکم

اگر پاؤں کی وہ پھٹن جس میں واسلین بھری ہوتی ہے، اتنی گہری ہے کہ اس کے

(۱) و شرط صحته ثلاثة ..... و زوال ما يمنع وصول الماء إلى الجسد كشمع و شحم .

(نور الإيضاح: ص ۳۳، فصل في الوضوء)

و لو كان جلد سمك أو خبز ممضوغ قد جف فتوضأ و لم يصل الماء إلى ما تحته لم يحز، لأن التحرز عنه ممكن. (الفتاوى التاتارخانية: ۲۰۷/۱، نوع في بيان فرائضه، كتاب النوازل: ۹۵/۳)

(۲) الطاعة بحسب الطافة. (موسوعة القواعد الفقهية: ۳۰۱/۶)



اندر پانی کا پہنچانا تکلیف اور ضرر کا باعث ہو، تو اوپر سے پانی بہا لینا کافی ہوگا، اس کو نکالنے کی ضرورت نہیں (۱)۔ اور اگر اندر پانی پہنچنے سے کسی تکلیف کا اندیشہ نہیں ہے، تو موم لگے رہنے سے وضو اور غسل درست نہیں ہوں گے؛ بل کہ حتی الامکان موم کو نکال کر پانی بہانا ضروری ہے (۲)۔

### طريقة الإنطباق

یہاں ایک ضابطہ سمجھ لینا چاہیے کہ جسم کا ہر وہ حصہ جس پر بلا مشقت پانی پہنچانا ممکن ہے، اس کا دھونا فرض ہے، اور جہاں حرج و مشقت ہو وہاں دھونا اور پانی پہنچانا فرض نہیں ہے۔ پس مذکورہ ضابطے کی روشنی میں یہ بات معلوم ہوگئی کہ اگر پاؤں کی پھٹن میں لگی ہوئی واسلین، دوا وغیرہ کو نکالنا باعثِ ضرر ہو تو اس کا دھونا وضو و غسل میں ضروری نہیں ہوگا، اور اگر پھٹن سے دوا، واسلین وغیرہ کا نکالنا اور پھٹن میں پانی پہنچانا بغیر ضرر و حرج کے ممکن ہو

(۱) ولو ضررہ غسل شقوق رجلیه جاز إمرار الماء علی الدواء الذی وضعه فیها.

(نور الإيضاح: ۳۳، فصل فی تمام أحكام الوضوء)

وإن كان یضره یحوز إذا أمر الماء علی ظاهر ذلك. (کبیری: ص ۴۹، فصل فی فرائض الغسل)

(۲) و إذا كان برجله شقاق فجعل فیها الشحم وغسل الرجل، و لم یصل الماء إلی ما تحته ینظر إن كان

یضر إیصال الماء إلی ما تحته یحوز، و إن كان لا یضره لا یحوز.

(الفتاوی التاتاریخانیة: ۲۰۷/۱)

و إذا كان برجله شقاق فجعل فیہ الشحم أو المرهم إن كان لا یضره إیصال الماء لا یحوز غسله

ووضوئه. (کبیری: ص ۴۹، فصل فی فرائض الغسل)

المشقة تجلب التیسیر. (قواعد الفقه: ص ۱۲۲، کتاب النوازل: ۹۳/۳)

تو وضو غسل میں اس پھٹن کی جگہ کا دھونا فرض ہوگا (۱)۔

رقم المسئلة (۶)

## لپ اسٹک (Lipstick) کا حکم وضو میں

لپ اسٹک اگر تہہ دار ہے تو وہ کھال تک پانی کے پہنچنے سے مانع ہے، اس لیے اس کو لگا کر وضو درست نہیں ہوگا (۲)، اور اگر تہہ دار نہیں ہے محض رنگ ہے تو وہ وضو کے صحیح ہونے کے لیے مانع نہیں ہے (۳)۔

## طريقة الإنطباق

وضو کے صحیح ہونے کے لیے تین شرطوں میں سے ایک شرط یہ ہے کہ اعضائے وضو پر ایسی چیز نہ ہو جو کھال تک پانی کے پہنچنے کو روک دے؛ لہذا یہ شرط تہہ دار لپ اسٹک میں نہیں پائی گئی کیوں کہ تہہ دار لپ اسٹک ہونٹوں کے ظاہری حصے پر (جن کا دھونا فرض ہے) پانی کو پہنچنے سے مانع ہے، اس لیے اس کے لگے ہوئے ہونے کی صورت میں وضو صحیح نہیں

(۱) ويجب أي بفرض غسل كل ما يمكن من البدن بلا حرج مرة، كأذن و سرّة و شارب و حاجب، ولا يجب غسل ما فيه حرج كعين، قال الشامي وجه السقوط أن علة عدم وجوب غسلها الحرج.

(رد المحتار مع الدر المختار: ۱/۲۸۵، مطلب في أبحاث الغسل)

الحرج مدفوع. (موسوعة القواعد الفقهية: ۵/۱۰۷)

(۲) و شرط صحته ثلثة و زوال ما يمنع وصول الماء إلى الجسد كشمع و شحم.

(نور الإيضاح: ص ۳۳، فصل في الوضوء)

(۳) أو المرأة التي صبغت بإصبعها الحناء أو الصرام أو الصباغ، قال كل ذلك سواء يحزبهم وضوئهم إذ

لا يستطاع الإمتناع عنه إلا بحرج. (الفتاوى الهندية: ۱/۴، كتاب النوازل: ۳/۱۰۰)

ہوگا (۱)۔ اور اگر لپ اسٹک تہہ دار نہیں ہے محض اس کا رنگ ہونٹوں پر لگا ہے تو چوں کہ وہ پانی کے پہنچنے کو مانع نہیں ہے اس لیے وجہ شرط کی وجہ سے وضو اس صورت میں ہو جائے گا (۲)۔

رقم المسئلة (۷)

## کونٹیکٹ لینس (Contact lens) کے ساتھ وضو کا حکم

آج کل چشمہ کی بجائے کونٹیکٹ لینس کا استعمال بہت عام ہو چکا ہے، یہ پلاسٹک کی گول شکل میں ہوتا ہے جو آنکھ کے گول کالے حصے کو ڈھانپ لیتا ہے، اس کے لگے ہوئے ہونے کی صورت میں وضو غسل پر کوئی اثر نہیں ہوگا اور وضو غسل درست ہو جائے گا (۳)۔

## طريقة الإنطباق

یہاں ایک بات جاننا ضروری ہے تا کہ انطباق بے غبار ہو جائے، اور وہ یہ ہے کہ جو چیز موجب حرج ہو، شرعاً اس کو ختم کر دیا جاتا ہے (۴)، کونٹیکٹ لینس کے ساتھ وضو کے صحیح ہونے کی وجہ بھی یہی ہے کہ آنکھوں کے اندرونی حصے کا وضو غسل میں دھونا باعث حرج ہونے کی وجہ سے وضو غسل میں دھونا فرض ہی نہیں ہے، اور یہ لینس بھی آنکھوں کے اندر

(۱) إذا فات الشرط فات المشروط. (جمہرۃ القواعد الفقہیۃ: ۲/۶۲۳)

(۲) شرط الشيء يسبقه. (موسوعة القواعد الفقہیۃ: ۶/۷۶)

(۳) لا غسل باطن العينين قال الشامي لأنه شحم يضره الماء الحار والبارد.

(الدر المختار مع رد المحتار: ۱/۲۱۱، کتاب الطہارۃ)

و إيصال الماء إلى داخل العينين ليس بواجب ولا سنة.

(الفتاویٰ الہندیۃ: ۱/۴، بدائع والصنائع: ۱/۲۶۷، المسائل المهمۃ: ۵/۶۳)

(۴) الحرج مدفوع. (موسوعة القواعد الفقہیۃ: ۵/۱۰۷)

ہی لگایا جاتا ہے، اس لیے یہ لینس صحت وضو کے لیے مانع نہیں ہوگا؛ کیوں کہ جب اصل عین کا دھونا ساقط ہو گیا تو اس میں لگائی ہوئی لینس کا بھی دھونا ساقط ہو جائے گا (۱)۔

### رقم المسئلة (۸)

## لیپی ہوئی مہندی (Applied Henna) پر مسح

اگر مہندی اس طرح لیپی گئی کہ بالوں کا ایک چوتھائی حصہ بھی اوپر سے کھلا ہوا نہیں رہا، اور مہندی اتنی تہہ دار ہو کہ اوپر کی تری کا اثر بالوں تک نہ پہنچ پائے، تو ایسی لیپی ہوئی تہہ دار مہندی کے اوپر سے مسح کرنا درست نہیں ہے (۲)۔

### طريقة الإنطباق

مسح کے شرعی معنی ہیں ”إصابة اليد المبتلة العضو“ ترہاتھ کو عضو پر پھیرنا۔ معلوم ہوا کہ مسح کے صحیح ہونے کے لیے ہاتھ کی تری کا عضو تک پہنچنا ضروری ہے؛ لہذا اگر مہندی تہہ دار ہے اور سوکھ گئی جس کی وجہ سے ہاتھ کی تری بالوں تک نہیں پہنچ پارہی ہے تو مسح درست نہیں ہوگا، اور اگر مہندی ہلکی لگی ہو جو ہاتھ کی تری کو بالوں تک پہنچنے میں مانع نہ ہو تو مسح درست ہو جائے گا (۳)۔

(۱) إذا سقط الأصل سقط الفرع. (قواعد الفقه للمبرکتی: ص ۵۷)

(۲) ولا يمنع الطهارة ونيم وحناء ولو جرمه به بفتی صرح به في المنية عن الذخيرة في مسألة الحناء والطين والدرن معلا بالضرورة، قال في شرحها و لأن الماء ينفذه لتخلله و عدم لزوجه و صلابته، و المعتبر في جميع ذلك نفوذ الماء و وصوله إلى البدن.

(رد المحتار مع الدر المختار: ۲۸۸/۱، مطلب في أبحاث الغسل، كتاب التوازل: ۹۸/۳)

(۳) المسح هو في اللغة إمرار اليد على الشيء، و اصطلاحاً إصابة اليد المبتلة العضو. (البحر الرائق: ۳۰/۱)

## رقم المسئلة (٩)

## ٹیشو پیپر (Tissue paper) گیلیا کر کے

## اعضائے وضو کو پونچھنے کا حکم

ٹرین اور ہوائی جہاز کے واش بیسن (Wash basin) کے پاس جگہ کم ہوتی ہے اور پیروں کو دھونے کی صورت میں وہ جگہ گیلی ہو جاتی ہے، جسے ہوائی جہاز کا عملہ اور دیگر مسافرین پسند نہیں کرتے ہیں، ایسی صورت میں اگر کوئی مسافر ٹیشو پیپر گیلیا کر کے اپنے اعضائے وضو چہرہ، ہاتھ، پیر پر پھیر لے تو اس کا وضو درست نہیں ہوگا (۱)۔

## طريقة الإنطباق

غسل کہتے ہیں اعضائے وضو کو اس طرح تر کیا جائے کہ کم از کم ان سے کچھ قطرے پانی ٹپک جائے، اگر اس قدر تقاطر (قطروں کا ٹپکنا) نہ پایا جائے تو فرض غسل ادا نہیں ہوگا، اور وضو بھی صحیح نہیں ہوگا۔ اور ٹیشو پیپر گیلیا کر کے اعضائے وضو پر پھیرنے سے اعضائے وضو تر تو ہو جاتے ہیں لیکن تقاطر کا معنی نہیں ہوتا کہ شرعاً غسل کا مفہوم متحقق ہو جائے، اس لیے

(۱) فاغسلوا وجوهكم أي أسيلوا عليها الماء، وحد الإسالة أن يتقاطر الماء ولو قطرة عندهما وعند أبي يوسف لا يشترط التقاطر. (روح المعاني: ۱۰۳/۴، المائدة: ۶)

ففرض الطهارة و غسل الأعضاء الثلاثة و مسح الرأس بهذا النص و الغسل هو الإسالة و المسح هو الإصابة. (الهداية: ۱۶/۱)

المسئلة السادسة عشرة الغسل عبارة إمرار الماء على العضو، فلو رطب هذه الأعضاء، و لكن ما سال الماء عليها لم يكف، لأن الله تعالى أمر بإمرار الماء على العضو.

(التفسير الكبير للرازي: ۳۰۱/۴، المسائل المهمة: ۷۵/۸، كتاب المسائل: ۱۴۸/۱)

محض ٹی شو پیپر کو گیل کر کے اعضائے وضو پر پھیرنے سے وضو درست نہیں ہوگا (۱)۔

رقم المسئلة (۱۰)

بالوں پر جیل کریم (Gel cream) کے ہوتے ہوئے مسح کا حکم

بالوں پر لگانے کے لیے ایک کریم بنام ”جیل کریم“ مارکیٹ میں دستیاب ہے، اگر کوئی شخص اپنے سر کے بالوں پر اس کریم کو لگالے تو اس کے ہوتے ہوئے سر کے بالوں کا مسح صحیح ہوگا؛ کیوں کہ وہ بالوں تک پانی پہنچنے سے مانع نہیں ہے (۲)۔

### طريقة الإنطباق

مسح کہتے ہیں ”إمرار اليد المبتلة العضو“ یعنی گیلے ہاتھ کو اعضاء پر پھرانا، اس طور پر کہ ہاتھوں کی تری اعضاء پر لگ جائے۔ اور جیل کریم لگانے کے بعد وہ تیل کی طرح ہو جاتی ہے، اور بالوں کے ظاہر تک پانی پہنچنے سے مانع نہیں ہوتی ہے، اس لیے اس کے لگے ہوئے ہونے کی صورت میں مسح درست ہو جائے گا (۳)۔

(۱) الغسل إسالة الماء على المحل بحيث يتقاطر و أقله قطرتان في الأصح، و لا تكفي إسالة بدون التقاطر. (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح: ص ۵۷، فصل في أحكام الوضوء)

(۲) ولا يمنع الطهارة ونيم.... و درن و سخ و كذا دهن و دسومة، قال الشامي تحت قوله و دسومة هي أثر الدهن قال في الشرنبلالية، قال المقدسي: و في الفتاوى دهن رجله ثم توضع، و أمر الماء على رجله، ولم يقبل الماء للدسومة جاز لو جود غسل الرجلين.

(رد المحتار مع الدر المختار: ۲۸۸/۱، مطلب في أبحاث الوضوء، الفتاوى الهندية: ۵/۱، المسائل المهمة: ۴۴/۶)

(۳) والثالث زوال ما يمنع وصول الماء إلى الجسد لجرمه الحائل كشمع و شحم فيد به، لأن بقاء دسومة الزيت ونحوه لا يمنع لعدم الحائل. (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح: ص ۶۲)

## ﴿سنن وضو کا بیان﴾

### رقم المتن - ۲

وَسُنُّنُ الطَّهَّارَةِ السَّوَاكُ.

ترجمہ: اور وضو کی سنتیں مسواک کرنا۔

### توضیح المسئلة

وضو کی سنتوں میں ایک سنت مسواک کرنا ہے۔

### تفریع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (۱۱)

ٹوتھ برش (Tooth brush) مسواک کے قائم مقام ہوگا یا نہیں؟

مسواک میں دو چیزیں مطلوب ہیں: ایک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع، دوسرے منہ اور دانتوں کی صفائی؛ ٹوتھ پیسٹ اور برش کے استعمال سے دوسری چیز تو حاصل ہو جائے گی؛ مگر اتباع سنت کا ثواب نہیں ملے گا (۱)۔

(۱) وإن كانت السنة تحصل لكل ما يزيل صفرة الأسنان، و ينظف اللقم كالفرشاة و نحوها..... و عن عائشة رضي الله عنها أن رسول الله صلى الله عليه وسلم، قال: السواك مطهرة للقم مرصاة للرب.

(فقہ السنۃ للمید سابق: ۱/۳۴، محقق و مدلل جدید مسائل: ۱/۹۸،

فتاویٰ حقانیہ: ۲/۴۹۹، منتخبات نظام الفتاویٰ: ۱/۴۴)

### طريقة الانطباق

یہاں پہلے سنتِ شرعی کی تعریف سمجھ لینا چاہیے؛ چنانچہ سنت کی تعریف بعض علما نے ”الطريقة المسلوكة في الدين من غير افتراض ولا وجوب“ سے کی ہے، یعنی سنت اس طریقے کا نام ہے جس کی دین میں پیروی کی جائے، لیکن اس کی اتباع بحیثیت فرض اور وجوب نہ ہو۔

اور بعض نے اس کی تعریف ”ما صدر عن النبي صلى الله عليه وسلم من قول أو فعل أو تقرير على وجه التأسي“ سے کی ہے، یعنی وہ امور جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے برسبیل پیروی صادر ہوئے ہوں، خواہ قول سے یا فعل سے یا سکوت سے۔ اب مسواک میں دو چیزیں مقصود و مطلوب ہیں جیسا کہ حدیث میں ہے: مطهرة للفم، مرضاة للرب۔ ایک منہ اور دانتوں کی صفائی اور دوسرے اتباعِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔ جہاں تک منہ اور دانتوں کی صفائی کی بات ہے، وہ تو ٹوتھ پیسٹ اور برش سے حاصل ہو جائے گی؛ لیکن اتباعِ سنت والا مقصود ٹوتھ پیسٹ اور برش سے حاصل نہیں ہوگا؛ کیوں کہ مسواک کا ثبوت آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے تو اتر تعامل اور توارث سے ثابت ہے، جس میں ٹوتھ پیسٹ اور برش مسواک کا نائب نہیں بن سکتا (۱)۔

(۱) والثالث سنة وهي الطريقة المسلوكة في الدين. (نور الأنوار: ص ۱۷۰، فصل في المشروعات)



## ﴿ داڑھی (Beard) کے خلال کا حکم ﴾

### رقم المتن - ۳

وَتَحْلِيلُ اللَّحْيَةِ.

ترجمہ: اور ڈاڑھی کا خلال کرنا سنت ہے۔

### توضیح المسئلة

واضح ہو کہ داڑھی کی دو قسمیں ہیں: گھنی اور ہلکی۔ اگر بالوں سے چہرے کی کھال نظر آتی ہو تو ایسی داڑھی ہلکی شمار ہوتی ہے، اور جس داڑھی میں چہرے کی کھال مستور ہو تو اس کو گھنی داڑھی کہا جاتا ہے۔ اول الذکر یعنی ہلکی داڑھی کا دھونا فرض ہے یہاں تک کہ جو کھال نظر آتی ہو اس کا دھونا بھی فرض ہے (۱)؛ گھنی داڑھی میں چہرے کی حدود میں جو داڑھی واقع ہو تو اس کا دھونا بھی فرض ہے (۲)؛ لیکن جو داڑھی لٹکی رہے اس کا دھونا فرض نہیں بل کہ

(۱) و يجب إيصال الماء إلى بشرة اللحية الخفيفة. (نور الإيضاح: ص ۳۳ فصل في تمام أحكام الوضوء)

و أن الخفيفة التي ترى بشرتها يجب غسل ما تحتها. (الدر المختار: ۲۱۶/۱)

(۲) يجب غسل ظاهر اللحية الكثة في أصح ما يفتى به. (نور الإيضاح: ص ۳۳ فصل في تمام أحكام الوضوء)

و غسل جميع اللحية فرض يعني عمليا أيضا على المذهب الصحيح المفتى به المرجوع إليه، قال الشامي تحت قوله جميع اللحية و ظاهر كلامهم أن المراد بها الشعر النابت على الخدين من عذار

و عارض والذقن. (الدر المختار مع الشامية: ۲۱۵/۱)

خلال کرنا مسنون ہے (۱)۔

## تفریع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (۱۲)

### خضاب (Hair dye) والی داڑھی پر وضو کا حکم

بالوں پر خضاب لگانے سے کوئی تہہ نہیں پڑتی بل کہ صرف رنگ ہوتا ہے، اس لیے ایسے رنگ کی موجودگی میں وضو غسل پر کوئی فرق نہیں پڑتا (۲)۔

### طريقة الإنطباق

وضو غسل کے صحیح ہونے کے لیے یہ شرط ہے کہ اعضاء پر ایسی جسم والی شے نہ لگی ہو جو بدن تک پانی کو پہنچنے میں مانع ہو، اور خضاب ایک قسم کا رنگ ہوتا ہے جو بدن پر اپنا کوئی جسم نہیں چھوڑتا ہے کہ وہ اعضاء تک پانی کو پہنچنے سے مانع ہو، اس لیے خضاب والی داڑھی صحت وضو غسل کے منافی نہیں ہے (۳)۔

(۱) ولا يجب إيصال الماء إلى المسترسل من الشعر عن دائرة الوجه ..... ليس في الوضوء ..... و تحليل

الدحية الكثة يكف ماء من أسفلها. ( نور الإيضاح: ۳۳ )

ثم لا خلاف أن المسترسل لا يجب غسله ولا مسحه بل يسن. قال الشامي تحت قوله المسترسل أي الخارج من دائرة الوجه. ( الدر المختار مع الشامية: ۲۱۵/۱ )

(۲) ولا يمنع ما على ظفر صباغ ولا طعام بين أسنانه أو في سنه المجوف به يفتى.

( الدر المختار: ۲۸۹/۱، مطلب في أبحاث الغسل، فتاوى حقانيه: ۵۰۳/۲ )

(۳) وزوال ما يمنع وصول الماء إلى الجسد كشمع وشحم. ( نور الإيضاح: ۳۳، فصل في الوضوء )

## ﴿نواقض وضو کا بیان﴾

### رقم المتن - ۴

الْمَعَانِي النَّاقِضَةُ لِلْوُضُوءِ كُلُّ مَا خَرَجَ مِنَ السَّبِيلَيْنِ.

ترجمہ: اور وہ امور جو وضو کو توڑ دیتے ہیں ان میں سے پیشاب پاخانہ کی راہ سے نکلنے والی ہر چیز ہے (جس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے)۔

### توضیح المسئلة

نواقض وضو کی تین قسمیں ہیں:

(الف) جسم سے نکلنے والی چیزیں۔ (ب) جسم میں پہنچنے والی چیزیں۔

(ج) انسانی حالات۔

پہلی قسم کی دو صورتیں ہیں:

صورتِ اولیٰ: محض پیشاب پاخانہ کی جگہ سے نکلنے والی ہو، خواہ ان کا نکلنا عادت

کے مطابق ہو، مثلاً پیشاب پاخانہ، یا عادت کے خلاف ہو، مثلاً پیپ اور کیڑا وغیرہ۔

صورتِ ثانیہ: جسم کے کسی اور حصے سے، مثلاً منہ اور زخم وغیرہ سے نکلنے والی ہو۔

قسمِ ثانی: جسم میں پہنچنے والی چیزیں، مثلاً حقنہ کرنا یعنی پیشاب پاخانہ کے راستے سے دوا

وغیرہ پہنچانا۔

قسم ثالث: انسانی حالات، اس کی دو صورتیں ہیں: عادت کے طریقے سے ہو، مثلاً سونا، یا عادت کے خلاف ہو، مثلاً مغلوب العقل ہو جانا، جیسے بے ہوشی، پاگل پن۔  
مذکورہ عبارت میں مصنف قسم اول کو بیان فرما رہے ہیں، یعنی سیلیلین سے نکلنے والی اشیاء خواہ معتاد ہوں یا غیر معتاد، سب وضو کو توڑ دیتی ہیں (۱)۔

### تفریع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (۱۳)

ان ڈور کا پی (Indoors copy) کا حکم وضو میں

ان ڈور کا پی ایک پتلی سی ٹنگی ہوتی ہے جس کو پیچھے کی راہ سے داخل کر کے اندرونی معائنہ کیا جاتا ہے، اس کے داخل کرنے سے وضو ٹوٹ جائے گا (۲)۔

(۱) وَإِنْ كُنْتُمْ مَرْضَىٰ أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِنْكُمْ مِنَ الْغَائِطِ أَوْ لَمَسْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا.

(المائدة: ۶)

عن صفوان بن عسال قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: يأمرنا إذا كنا سفرا أن لا ننزع خفافنا ثلاثة أيام ولياليهن إلا من جنابة ولكن من غائط و بول و نوم.

(السنن للترمذي: ۲۷/۱، باب المسح على الخفين)

(۲) و كل شيء غيبه في دبره، ثم أخرجه أو خرج بنفسه ينقض الوضوء والصوم ..... الحاصل أن الصوم يبطل بالدخول والوضوء بالخروج.

(رد المحتار: ۲۸۱/۱، مطلب في ندب مراعاة الخلاف)

فإن عالجه بيده أو بخرقه حتى أدخله تنتقض طهارته، لأنه يلتزق بيده شيء من النجاسة.

(البحر الرائق: ۶۱/۱، كتاب الطهارة)

## طريقة الإنطباق

سبیلین سے نکلنے والی شیء کے ذریعہ وضو ٹوٹ جاتا ہے خواہ وہ معقود طریقے سے نکلے یا غیر معقود طریقے سے، نکلنے والی شیء ناپاک ہو یا پاک، جیسا کہ ”کل ما خرج من السبیلین“ عبارت میں کلمہ ”ما“ کے عموم سے مفہوم ہو رہا ہے؛ نیز یہاں خروج سے محض ظہور مراد ہے سیلان ضروری نہیں ہے؛ کیوں کہ پیشاب پاخانہ کی جگہ محل ناپاک کی نہیں ہے، اس لیے اس جگہ کھسک کر آ جانا ہی نقض وضو کے لیے کافی ہوگا، خواہ اس میں سیلان کی کیفیت نہ بھی ہو؛ پس اس تفصیل کی روشنی میں معلوم ہوا کہ جب ان ڈور کاپی کو پیچھے کے راستے سے داخل کر کے معائنہ کیا جائے گا اور پھر اس کو نکالا جائے گا تو ضرور کچھ ناپاک کی اس پر چپک کر باہر آئے گی اور خروج شیء من السبیلین کا معنی پایا جائے گا جو نقض وضو کی علت ہے (۱)۔

(۱) وفي المعاني إخراجها عن إفادة ما هو المقصود بها (كل ما) أي شيء خرج من السبيلين أي مسلوكي البول والغائط، أعم من أن يكون معتاداً أو لا، نجساً أو لا، والمراد بالخروج من السبيلين مجرد الظهور، لأن ذلك الموضع ليس بموضع النجاسة، فيستدل بالظهور على الانتقال بخلاف الخروج في غيرهما فإنه مفيد بالسيلان.

(اللباب في شرح الكتاب: ۱/ ۳۶)

(القواعد الفقهية: ص ۲۷۲)

الحكم يدور مع علته عدماً ووجوداً.

## ﴿غیر سیلین سے ناپاکی نکلنے کا حکم﴾

### رقم المتن - ۵

وَالْدَّمُ وَالْقَيْحُ وَالصَّدِيدُ إِذَا خَرَجَ مِنَ الْبَدَنِ فَتَجَاوَزَ إِلَى مَوْضِعٍ يُلْحَقُهُ  
حُكْمُ التَّطَهِيرِ.

ترجمہ: خون، پیپ اور پیپ ملا ہوا خون جب بدن سے نکلے اور ایسے مقام کی جانب بہہ جائے جسے پاک کرنے کا حکم ہے۔

### توضیح المسئلہ

اگر پیشاب پاخانہ کے راستہ کے علاوہ جسم کے کسی حصہ سے ناپاکی، جیسے خون وغیرہ بہہ کر بدن کے ایسے حصے کی طرف پہنچ جائے جسے وضو یا غسل میں دھونا فرض ہے تو اس کی وجہ سے بھی وضو ٹوٹ جاتا ہے، جیسا کہ حدیث شریف میں ہے ”الوضوء من کل دم سائل“ یعنی وضو ہر بہنے والے خون کے خروج سے واجب ہو جاتا ہے۔ یہاں یہ جان لینا چاہیے کہ نکلنے کا مطلب ناپاکی کا محض ظاہر ہونا مراد نہیں ہے بل کہ اس میں بہنے کی بھی شرط ہے، جیسا کہ حدیث پاک کا لفظ ”دم سائل“ اس کی طرف مشیر ہے؛ لہذا خون زخم کے منہ پر ہو، مگر بہانہ ہو تو اس کی وجہ سے وضو نہیں ٹوٹے گا؛ البتہ سیلان و بہنے میں بالفعل بہنے کی شرط نہیں ہے، بل کہ اگر وہ اتنی مقدار میں ہو کہ بہہ سکتا ہو اور پھر اسے کسی طریقہ سے بہنے سے روک دیا تب بھی وضو برقرار نہیں رہے گا۔

## تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (١٤)

(إذا خرج من البدن)

انجکشن (Injection) سے خون نکالنے کی صورت میں وضو کا حکم

انجکشن میں خون اگر اتنی مقدار میں آجائے کہ وہ بہنے کے درجہ میں نہ ہو تو وضو نہیں

ٹوٹتا (۱)؛ اور اگر خون اتنی مقدار میں ہو کہ اپنے محل سے بہہ پڑے تو وضو ٹوٹ جائے گا (۲)۔

## طريقة الإنطباع

وضو کے ٹوٹنے کے لیے دم سائل (بہنے والا خون) کا ہونا ضروری ہے، جیسا کہ

حدیث شریف میں ہے ”الوضوء من کل دم سائل“ اور بہنے کے لیے دم کثیر کا ہونا

ضروری ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر انجکشن میں زیادہ خون نکلتا ہے جس میں بہنے کی

صلاحیت ہو تو وضو کے ٹوٹنے کا حکم لگایا جائے گا، اور اگر خون کی مقدار انجکشن میں کم ہو تو

(۱) عن أبي هريرة رضي الله عنه عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: ليس في القطرة والقطرتين من الدم وضوء حتى يكون دمًا سائلًا.

(سنن الدارقطني: ۱/۱۶۴، باب في الوضوء من الخارج من البدن الرقم: ۵۷۳)

القراد إذ مص عضو إنسان فامتلاً دمًا إن كان صغيراً لا ينقض وضوئه، كما لو مصت الذباب أو البعوض. (الفتاوى الهندية: ۱/۱۱، الفصل الخامس في نواقض الوضوء)

(۲) عن عمر بن عبد العزيز قال: قال تميم الداري قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: الوضوء من كل دم سائل. (سنن الدارقطني: ۱/۱۶۳، باب في الوضوء من الخارج من البدن، الرقم: ۵۷۱)

و إن كان كبيراً ينقض وكذا العلقه إذا مصت عضو إنسان حتى امتلأت من دمه انتقض وضوئه.

(الفتاوى الهندية: ۱/۱۱، الفصل الخامس في نواقض الوضوء، فتاوى قاسميه: ۵/۷۸)

نقض وضو کی شرط کے فوت ہونے کی وجہ سے وضو کے ٹوٹنے کا حکم نہیں لگایا جائے گا (۱)۔

رقم المسئلة (۱۵)

انجکشن (Injection) یا گلوکوز (Glucose) لگانے کا حکم

انجکشن لگانے یا گلوکوز چڑھاتے وقت سوئی میں زیادہ خون آگیا تو وضو ٹوٹ جائے گا اگرچہ وہ خون پھر دوا کے ساتھ اندر چلا جائے کیوں کہ ایک مرتبہ نکلنا پایا گیا، اور اگر سوئی میں خون کی مقدار قلیل ہو تو وضو نہیں ٹوٹے گا (۲)۔

### طريقة الإنطباق

انجکشن لگانے سے عادتاً و عادیاتاً تو خون نکلتا ہی نہیں ہے، اور اگر نکلتا ہے تو وہ قلیل ہوتا ہے اور دونوں صورتوں میں نقض وضو کا حکم متعلق نہیں ہوتا؛ کیوں کہ نقض وضو کے لیے خون میں بہاؤ کی صفت ہونی ضروری ہے، اور وہ یہاں نہیں ہے (۳)؛ البتہ اگر انجکشن لگایا اور خلافِ عادت کسی وجہ سے زیادہ خون نکل گیا تو اب اس صورت میں نقض وضو کا حکم لگایا جائے گا کیوں کہ دم کثیر نقض وضو کا سبب ہے (۴)، اور وجودِ سبب پر وجودِ حکم متعلق ہوتا ہے (۵)۔

(۱) إذا فات الشرط فات المشروط. (جمهرة القواعد الفقهية: ۶۲۳/۲)

(۲) والدم والقيح إذا خرجا من البدن فتجاوزا إلى موضع يلحقه حكم التطهير.

(الهداية: ۲۳/۱، فصل في نواقض الوضوء، محقق و مدلل جدید مسائل: ۹۷/۱، فتاویٰ حقانیہ: ۵۱۴/۲)

(۳) الحكم ينتفي لا تنفاء سببه. (موسوعة القواعد الفقهية: ۱۹۵/۵)

(۴) عن عمر بن عبد العزيز قال: قال تميم الداري قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: الوضوء من كل

دم سائل. (سنن الدار قطنی: ۱/۶۳، باب في الوضوء من الخارج من البدن، الرقم: ۵۷۱)

(۵) الحكم يثبت بالسبب. (موسوعة القواعد الفقهية: ۲۲۱/۵)



## رقم المسئلة (١٦)

(فتجاوز إلى موضع يلحقه حكم التطهير)

موتیا کے آپریشن (Cataract operation) کے دوران

آنکھ کی پتلی میں نکلنے والے خون کا حکم

موتیا کے آپریشن کے دوران اگر آنکھ کی پتلی سے خون نکلا اور وہ اندر ہی اندر رہا، پلکوں تک یا آنکھ کے باہر گوشتے تک نہیں آیا تو وضو نہیں ٹوٹے گا، اور اگر یہ خون پتلی سے باہر آگیا اور پلکوں میں لگ گیا یا آنکھ کے باہر کے گوشتے میں لگ گیا تو وضو ٹوٹ جائے گا (۱)۔

## طريقة الإنطباق

بطور تمہید کے یہاں ایک بات سمجھ لی جائے تاکہ انطباق بے غبار ہو جائے کہ انسان کے اعضاء کی تین قسمیں ہیں:

- (الف) من کل الوجوه خارج بدن، جیسے ہاتھ، پاؤں، چہرہ وغیرہ۔
  - (ب) من کل الوجوه داخل بدن، جیسے گردہ، جگر، آنت وغیرہ۔
  - (ج) من وجہ داخل من وجہ خارج، جیسے منہ کا اندرونی حصہ، ناک کا اندرونی حصہ۔
- ان اعضاء ثلاثہ میں سے دوسری قسم کا نہ تو وضو میں دھونا واجب ہے اور نہ غسل

(۱) الدم و الفیح و الصدید و ماء الجرح و النقطۃ و ماء البشرة و الثدي و العین و الأذن لعلہ سواء علی الأصح، و قولہم: و العین و الأذن لعلہ دلیل علی أن من رمدت عینہ، فسال منها ماء بسبب الرمذ ینتقض وضوءہ، و ہذہ مسألة الناس عنہا غافلون، و ظاہرہ أن المدار علی الخروج لعلہ، و إن لم یکن معہ وجع۔ (رد المحتار: ۱/ ۲۸۰، کتاب الطہارۃ، مطلب فی ندب مراعاة الخلاف)

میں اور پہلی قسم کا وضو غسل دونوں میں دھونا واجب ہے۔

اور تیسری قسم کا دھونا صرف غسل میں واجب ہے وضو میں نہیں؛ کیوں کہ باب غسل میں صیغہ مبالغہ وارد ہوا ہے ”فَاطْهَرُوا“ اور باب وضو میں صیغہ تجرید ”فَاغْسِلُوا“۔ مذکورہ بالا تفصیل کی روشنی میں جب ہم نے غور کیا تو معلوم ہوا کہ آنکھ کا اندرونی حصہ من کل الوجہ داخل بدن ہے؛ کیوں کہ یہاں غسل بدن سے مراد بدن کا وہ ظاہر اور باطن حصہ مراد ہے جہاں پر پانی کا پہنچانا معذور و دشوار نہ ہو، اور آنکھ کے اندرونی حصہ میں پانی کا پہنچانا باعث حرج ہے۔ اسی قاعدہ کی روشنی میں مسئلہ بیان کیا گیا کہ اگر موتیا کے آپریشن کے دوران خون نکل کر آنکھ سے باہر پلکوں پر نہ لگے تو وضو نہیں ٹوٹے گا کیوں کہ خون بدن کے اس حصے تک نہیں پہنچا جس کو حکم تطہیر لاحق ہے؛ اور اس کے برعکس صورت میں اگر خون نکل کر پلکوں پر لگ گیا تو چوں کہ پلکوں کا حکم ظاہر بدن کا ہے اور اس کے ساتھ حکم تطہیر لاحق ہوتی ہے اس لیے وضو کے نقض کا حکم لگایا جائے گا (۱)۔

(۱) قال الشامي: أقول فيه أن الغسل في الإصطلاح غسل البدن و اسم البدن يقع على الظاهر والباطن إلا ما يتعذر إيصال الماء إليه، أو يتعسر كما في البحر، فصار كل من المضمضة و الإستنشاق جزءا من مفهومه، فلا توجد حقيقة الغسل الشرعية بدونهما. و يدل عليه أنه في البدائع ذكر ركن الغسل و هو إسالة الماء على جميع ما يمكن إسالته عليه من البدن من غير حرج.

(رد المحتار: ۱/ ۲۸۴، کتاب الطہارۃ)

(موسوعة القواعد الفقهية: ۵۸/۳)

الحکم بدوم ما دامت علته و ينتفي بإنتفاء علته.

## ﴿نقض وضو میں نیند کا حکم﴾

### رقم المتن - ٦

وَالنَّوْمُ مُضْطَجِعًا أَوْ مُتَكِنًا أَوْ مُسْتِنِدًا إِلَى شَيْءٍ لَوْ أُرِيلَ لَسَقَطَ عَنْهُ.

ترجمہ: اور کروٹ پر سونا یا ٹیک لگا کر یا ایسی شے کا سہارا لے کر کہ اگر اُسے ہٹا دیا جائے تو سونے والا شخص گر پڑے۔

### توضیح المسئلة

مذکورہ عبارت میں نواقض وضو حکمی کا بیان ہے، یعنی نواقض وضو میں سے یہ بھی ہے کہ کوئی شخص کروٹ پر سوئے یا تکیہ وغیرہ کا ٹیک لگا کر سوئے یا کسی ایسی شے کا سہارا لے کر سوئے کہ اگر وہ شے ہٹا دی جائے تو یہ شخص گر جائے؛ کیوں کہ اس طرح سونے میں بدن کے جوڑ ڈھیلے ہو جاتے ہیں، اور عادتاً کسی چیز کے نکلنے کا احتمال رہتا ہے اور جو بات عادتاً ہو وہ یقینی سی ہوتی ہے (۱)۔

(۱) عن ابن عباس رضي الله عنه أنه رأى النبي صلى الله عليه وسلم نام وهو ساجد حتى غطَّ أو نفخ ثم قام يصلي فقلت يا رسول الله صلى الله عليه وسلم إنك قد نمت، قال إن الوضوء لا يجيب إلا على من نام مضطجعا، فإنه إذا اضطجع استرخت مفاصله.

(السنن للترمذي: ۱/۲۴، أبواب الطهارة، ما جاء في الوضوء من النوم)

## تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (۱۷)

کرسی (Chair) پر بیٹھ کر سونا نقض وضو کا سبب ہے یا نہیں؟

کرسیوں کی دو قسمیں ہیں: ایک تو وہ جس میں پشت کی جانب ٹیک لگانے کے لیے کوئی شئی نہیں ہوتی ہے، ان پر صرف بیٹھا جاسکتا ہے، اگر کوئی شخص ایسی کرسی پر بیٹھ کر سوتا ہے تو یہ نوم ناقض وضو نہیں ہے اگرچہ سونے والا جھونکا مار رہا ہو (۱)۔

اور دوسری وہ کرسی ہے جس میں پشت کی جانب ٹیک لگانے کے لیے آرام دہ سہارا ہوتا ہے، اگر کوئی شخص ایسی کرسی پر پیچھے کی طرف ٹیک لگا کر سو جائے تو اس کا وضو ٹوٹ جائے گا (۲)۔

## طريقة الإنطباق

یہاں ایک ضابطہ سمجھ لینا چاہیے اور وہ یہ ہے کہ ہر ایسی نیند جس میں قوتِ ماسکہ (خروجِ ریح کو قابو میں رکھنے والی صلاحیت) زائل ہو جائے، اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے؛

(۱) عشرة أشياء لا تنقض الوضوء تمايل نائم احتمال زوال مقعدته. (نور الإيضاح: ص ۳۸)  
ولو نام قاعداً فسقط على وجهه أو جنبه إن انتبه قبل سقوطه، أو حالة سقوطه، أو سقط نائماً، وانتبه من ساعته لا ينتقض.

(۲) والنوم مضطجعاً أو متكئاً أو مستنداً إلى شيء لو أزيل سقط عنه. (المختصر القدوري: ص ۴)  
وينقضه حكماً نوم يزيل مسكته أي قوته الماسكة بحيث تزول مقعدته، و من الأرض و هو النوم على أحد جنبه أو وركيه أو قفاه أو وجهه.  
(الدر المختار: ۱/ ۲۷۰، كتاب الطهارة)

اور جو نیند ایسی نہ ہو اس سے وضو نہیں ٹوٹتا؛ لہذا وہ کرسی جس کے پیچھے کی جانب ٹیک لگانے کے لیے کوئی آلہ نہیں ہوتا ہے اس پر سونے سے وضو نہیں ٹوٹے گا؛ کیوں کہ اس نوم میں قوتِ ماسکہ برقرار ہے۔ اور وہ کرسی جس کے پیچھے کی جانب آرام دہ سہارا ہوتا ہے، اس پر سونے والے کا وضو ٹوٹ جائے گا؛ کیوں کہ اس نوم میں قوتِ ماسکہ زائل ہو جاتی ہے (۱)۔

## ﴿ وضو میں بے ہوشی اور پاگل پن کا حکم ﴾

### رقم المتن - ۷

وَالْغَلَبَةُ عَلَى الْعَقْلِ بِالْإِعْمَاءِ وَالْجُنُونِ.

ترجمہ: اور وضو ٹوٹ جاتا ہے بے ہوشی کے سبب مغلوبِ عقل ہونے پر اور پاگل پن سے۔

### توضیح المسئلة

إغماء (بے ہوشی) ایک بیماری ہے جس میں اعضاء و قویٰ کمزور ہو جاتے ہیں، اور

(۱) عن علي بن أبي طالب رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: وكاء السه العينان فمن نام فليتوضأ. (السنن لأبي داود: ۱/۲۷ باب في الوضوء من النوم، كتاب الطهارة)

وكاء السه العينان، والمعنى اليقظة وكاء الدبر أي حافظة ما فيه من الخروج لأنه مادام مستيقظاً أحس بما يخرج منه، وقال ابن الأثير: ومعناه من كان مستيقظاً كان إسته كالمسدودة الموكى عليها، فإذا نام انحل وكاءها كنى به عن الحدث بخروج الريح، وقال الطيبي إذا تيقظ أمسك ما في بطنه فإذا نام زال اختياره واسترخت مفاصله. (عون المعبود على السنن لأبي داود: ۱۲۰، باب الوضوء من النوم)

الحكم يدوم ما دامت علته و ينتفي بإنتفاء علته. (موسوعة القواعد الفقهية: ۵۸/۳)

اس میں عقل ختم نہیں ہوتی بل کہ مستور ہو جاتی ہے، اس کے برعکس جنون و پاگل پن میں عقل زائل ہو جاتی ہے اور یہ دونوں ہی ناقض وضو ہیں؛ کیوں کہ ان دونوں کا حکم اختیارات اور قدرت کے فوت ہونے میں نیند کا سا ہے؛ بل کہ اس سے بھی سخت ہے کیوں کہ سونے والا بیدار ہو کر ہوشیار ہو جاتا ہے جب کہ مجنون اور مدہوش شخص میں ہوشیاری کا معنی نہیں ہے (۱)۔

### تفریع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (۱۸)

کیا شراب (Wine) پینا ناقض وضو ہے؟

شراب (Wine) پینے کے بعد اگر نشہ آجائے تو وضو ٹوٹ جاتا ہے اور اگر بالکل نشہ نہ آئے تو وضو نہیں ٹوٹتا ہے (۲)۔

### طريقة الإنطباق

نوم، اغماء، جنون میں سے ہر ایک کے ناقض وضو ہونے کی علت استرخاء مفصل (اعضاء کا ڈھیلا پڑ جانا) ہے، اور یہ علت سکر (نشہ) میں بھی موجود ہے، اسی وجہ

(۱) قال الشامي: تحت قوله (والجنون) صاحبه مسلوب العقل، بخلاف الإغماء فإنه مغلوب والإطلاق دال على أن القليل من كل منهما ناقض، لأنه فوق النوم مضطجعاً.

(ردالمحتار: ۱/۲۷۴، مطلب نوم الأنبياء غير ناقض)

(۲) وكذا السكر ناقض أيضاً، وحد السكر أي علامته أن لا يعرف السكران الرجل من المرأة، هذا حده عند أبي حنيفة في إيجاب الحد، لا في نقض الوضوء، والصحيح في حده في النقض ما قال في المحيط، أنه إذا دخل في مشيئته تحرك أي غير اختياره، فهو سكران بالإتفاق يحكم بنقض وضوئه لزوال المسكة به. (كبيرى: ص ۱۴۱، فصل في نواقض الوضوء، فتاوى قاسميه: ۷۹/۵)

سے فقط شراب (Wine) کا پینا ناقض وضو نہیں ہے، بل کہ اس میں نشہ کی بھی قید ہے یعنی اگر شراب پینے سے نشہ آجائے تو وضو ٹوٹ جائے گا ورنہ نہیں (۱)۔

## ﴿فرائضِ غسل کا بیان﴾

### رقم المتن - ۸

وَفَرَضُ الْغُسْلِ الْمَضْمُضَةُ.

ترجمہ: غسل میں کلی کرنا فرض ہے۔

### توضیح المسئلة

غسل واجب یعنی حیض و نفاس یا جنابت کے غسل میں فرض کی تعداد تین ہیں:

(۱) کلی کرنا (۲) ناک میں پانی پہنچانا (۳) سارے بدن کو ایک بار دھونا۔

ان فرائضِ ثلاثہ میں سے عبارت میں پہلا فرض مضمضہ کو بیان کیا گیا ہے، یعنی

کلی میں منہ کے اندر اس طور پر پانی پہنچانا کہ اندر کے جبرؤں، دانتوں وغیرہ تک پانی پہنچ جائے (۲)۔

(۱) الحکم یدوم ما دامت علته و ینتفی بانتهاء علته. (موسوعة القواعد الفقهية: ۵۸/۳)

(۲) وفرض الغسل غسل کل فمه، و یکفی الشرب عبا أي لا مضاً فتح و هو بالعين المهملة، و المراد به هنا الشرب بجمع الفم۔

(رد المحتار علی الدر المختار: ۱/۲۸۴، مطلب فی أبحاث الغسل)

## تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (١٩)

داڑھ (Jaw tooth) میں مسالہ بھرے ہونے کی صورت میں

غسل کا حکم

اگر داڑھ میں چاندی یا سونے کا مسالہ اس طرح بھر دیا جائے کہ آسانی سے اس کو نکالنا اور پھر لگانا ممکن نہیں ہے، تو وہ جسم کے جزو متصل کے حکم میں ہوگا اور اس کو نکالے بغیر غسل جائز ہو جائے گا (۱)۔

## طريقة الإنطباق

اصل شی کے ساتھ اگر کسی شی کو متصل باتصال قرار کے طور پر جوڑ دیا جائے، تو وہ جوڑی جانے والی شی اصل شی کا درجہ پالیتی ہے۔ اس اصول سے معلوم ہوا کہ جب سونے چاندی کے مسالہ کو داڑھ میں اس طرح بھر دیا گیا کہ وہ دانتوں کے ساتھ متصل باتصال قرار کا درجہ اختیار کر گیا، تو اب اس کا حکم دانتوں کا ہی ہو گیا یعنی اس کے اوپر سے پانی کا گزر جانا غسل کے لیے کافی ہوگا (۲)۔

(۱) عن عرفجة بن سعد قال أصيب أنفي يوم الكلاب في الجاهلية، فأتخذت أنفا من ورق، فأتين على، فأمرني رسول الله صلى الله عليه وسلم أن أتخذ أنفا من ذهب.

(السنن للترمذي: ۱/۲۰۶، ما جاء في شد الأسنان، الرقم: ۱۷۷۰، فتاوى قاسميه: ۵/۱۰۴)

(۲) و من باع أرضا دخل ما فيها من النخل والشجر في البيع وإن لم يسمه.

(المختصر القدوري: ص ۷۳، کتاب البيوع) =



رقم المسئلة ( ٢٠ )

## کلی کے بجائے پانی پی جانے کا حکم

اگر کسی شخص نے غسل میں کلی تو نہیں کی؛ البتہ پانی منہ میں لے کر پی گیا تو دیکھا جائے گا کہ اس نے پانی پینے سے پہلے اسے منہ میں گھمایا ہے یا نہیں، اگر گھمایا ہے تو یہ کلی کے قائم مقام ہو جائے گا، اور اگر اس طرح پانی پیا کہ وہ پانی منہ کے سب کناروں تک نہیں پہنچا؛ بل کہ صرف زبان سے لگ کر حلق میں چلا گیا تو یہ کلی کے قائم مقام نہیں ہوگا اور غسل درست نہیں ہوگا (۱)۔

## طريقة الإنطباق

غسل کے فرائض میں سے ایک فرض کلی کرنا ہے، اور مضمضہ کی تعریف یہ ہے کہ منہ کے تمام حصوں تک پانی پہنچ جائے، اب اگر کوئی شخص کلی کے بجائے پانی پیتا ہے تو اس کی دو صورتیں ہوں گی: یا تو پانی پیتے وقت منہ کے تمام حصوں تک پانی پہنچ جائے گا، تو اس صورت میں غسل صحیح ہو جائے گا؛ کیوں کہ مضمضہ کا تحقق ہو گیا، اور اگر منہ کے سارے

= قوله دخل ما فيها من النخل والشجر لأنه متصل بها للقرار فأشبه البناء.

(التنقيح الضروري على المختصر القدوري: ص ٧٣، رقم الحاشية: ٩)

الأصل أن الشيء قد ثبت الشيء تبعاً وحكماً.

(١) رجل اغتسل من الجنابة ولم يتمضمض إلا أنه شرب الماء، هل يقوم شرب الماء مقام

المضمضمة؟ قال إن كان الشرب أتى على جميع فمه يحزله عن المضمضة، وإن كان مص الماء مصاً،

فلم يأت جميع الفم لم يحزله عن المضمضة.

(المحيط بهر هاني: ٨٥/١، في بيان فرائضه وسننه، حلي كبير: ص ٥٠، كتاب المسائل: ١/١٧٤)

حصوں تک پانی نہیں پہنچتا ہے تو مضمضہ کے عدم تحقق کی وجہ سے غسل صحیح نہیں ہوگا؛ کیوں کہ مضمضہ غسل میں فرض ہے (۱)۔

رقم المسئلة (۲۱)

## مصنوعی دانتوں (Duplicate teeth) کا حکم غسل میں

مصنوعی دانت دو طرح کے ہوتے ہیں: ایک تو وہ جو کہ فکس (Fixed) ہوتے ہیں، اور دوسرے وہ جو فولڈ (Fold) ہوتے ہیں، جو فکس ہوتے ہیں ان کا حکم اصلی دانتوں کی طرح ہوگا، اور جو فولڈ ہوتے ہیں ان کا غسل میں نکالنا ضروری ہوگا (۲)۔

### طريقة الإختباء

جسم کا ہر وہ حصہ جس پر پانی کا پہنچانا بلا مشقت ممکن ہے اس کا دھونا فرض ہے، اور جہاں پانی پہنچانا باعث مشقت و حرج ہو، وہاں پانی پہنچانا فرض نہیں ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ فکس دانتوں کا نکالنا اور اس کے نیچے پانی کا پہنچانا باعث مشقت ہے، اور اس میں حرج بھی ہے، اس لیے ان کے اوپر سے ہی پانی کا بہانا کافی ہوگا۔ اور فولڈ دانتوں کا نکالنا اور اس کے نیچے پانی پہنچانا نہ ہی باعث مشقت ہے اور نہ ہی اس میں کوئی حرج ہے،

(۱) و حد المضمضة استيعاب الماء جميع الفم.

(الفتاوى الهندية: ۶/۱، الفصل الثاني في سنن الوضوء، رد المحتار: ۱/۲۳۶)

(۲) وكذا الإناء المضرب بذهب أو فضة، قال الشامي أي الحكم فيه كالحكم في المفضض يقال باب مضرب أي مشدود بالضباب، وهي الحديد العريضة التي يضرب بها، و ضرب أسنانه بالفضة إذا شدها بها.

(رد المحتار مع الدر المختار: ۹/۴۹۶، محقق و مدلل حديد مسائل: ۱/۱۶۱)

اس لیے ان کو نکالنا غسل میں ضروری ہوگا (۱)۔

نیز فکس دانت اصل دانت کا درجہ رکھتے ہیں اس لیے غسل میں پانی دانتوں کے اوپر سے بہانا کافی ہوگا، انہیں نکالنے کی ضرورت نہیں ہے (۲)؛ لیکن دانت کی دوسری قسم فولڈ دانت اس کی حیثیت ایک زائد شی کی ہوگی، اس لیے غسل واجب میں ان کو نکال کر ڈاڑھ تک پانی پہنچانا واجب ہوگا (۳)۔

رقم المسئلة (۲۲)

کیا دانتوں کا کیپ (Denture) صحتِ غسل کے لیے مانع ہے؟

بسا اوقات دانت خراب ہو جاتے ہیں تو دانتوں کے اوپر کیپ لگایا جاتا ہے، وہ ہمیشہ کے لیے جام ہو جاتا ہے، آسانی سے نہیں نکلتا ہے، اس کا حکم غسل میں یہ ہے کہ محض اس کے اوپر سے پانی بہانا ہی کافی ہے، اور غسل درست ہو جائے گا (۴)۔

(۱) بحسب أي بغرض غسل كل ما يمكن من البدن بلا حرج مرة كأذن و سرة و شارب، و لا يجب غسل ما فيه حرج كعين. قال الشامي وجه السقوط أن عدم وجوب غسلها الحرج.

(رد المحتار مع الدر المختار: ۱/۲۸۵)

الحرج مدفوع. (موسوعة القواعد الفقيهية: ۵/۱۰۷)

(۲) و من باع أرضاً دخل ما فيها من النخل و الشجر في البيع و إن لم يسمه.

(المختصر القدوري: ص ۷۳، كتاب البيوع)

الأصل أن الشيء قد يثبت الشيء تبعاً و حكماً و إن كان قد يبطل فصلاً. (قواعد الفقه للبركتي: ص ۱۶)

(۳) المضمضة اصطلاحاً إستيعاب الماء جميع الفم. (رد المحتار: ۱/۲۳۶)

(۴) وكذا الإناء المضرب بذهب أو فضة. قال الشامي الحكم فيه كالحكم في المفضض يقال باب =

### طريقة الإنطباق

اصل شئ کے ساتھ اگر کسی شئ کو متصل باتصال قرار کے طور پر جوڑ دیا جائے، تو وہ جوڑی جانے والی شئ کو اصل شئ کا درجہ حاصل ہو جاتا ہے۔ اس اصول کی روشنی میں بات صاف ہو گئی کہ جب دانتوں کے اوپر کیپ کو اس طرح لگا دیا گیا کہ اس کو آسانی کے ساتھ نکالنا ممکن نہیں رہا، تو اس کیپ کو اصل شئ دانت کا حکم حاصل ہو گیا یعنی اس کیپ پر پانی کا بہانا ایسا ہی ہے جیسے دانتوں پر پانی بہایا گیا (۱)۔

### رقم المتن - ۹

وَ غَسُلُ سَائِرِ الْبَدَنِ.

ترجمہ: غسل کے فرائض میں سے سارے بدن کا دھونا۔

### توضیح المسئلة

مذکورہ عبارت میں غسل کا ایک فرض بیان کیا گیا ہے کہ سارے بدن پر پانی بہانا

= مضيب أي مشدود بالضباب و هي الحديدية العريضة التي يضرب بها، و ضيب أسنانه بالفضة إذا شدها بها.

(رد المحتار مع الدر المختار: ۹/۴۹۶)

و يدخل البناء والشجر في بيع الأرض بلا ذكر لكونه متصلاً بها للقرار فيدخل تبعاً.

(البحر الرائق- ۵/۴۹۱، كتاب البيوع، فتاوى قاسميه: ۵/۱۰۶)

(۱) الأصل أنه قد ثبت الشيء تبعاً و حكماً و إن كان يبطل قصداً.

معنى هذه القاعدة و مدلولها: الشرائط الشرعية يجب توافرها جميعاً في المحل الأصلي، و لكن التوابع

قد يتساهل في استيفائها بعض هذه الشروط لأنه قد يكون للشيء قصداً شروط مانعة، و أما إذا ثبت تبعاً

أو ضمناً للشيء آخر فيكون ثبوته ضرورة ثبوت متبوعه أو ما هو في ضمنه.

(موسوعة القواعد الفقهية: ۳/۴۰)

ضروری ہے، اگر ایک بال کے برابر بھی خشک رہ گیا تو غسل صحیح نہیں ہوگا (۱)۔

## تفریع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (۲۳)

تنگ ایئر رنگ (Narrow earring) کا حکم غسل میں

ایئر رنگ یعنی کان کی بالی اگر اتنی زیادہ تنگ ہو کہ سوراخ میں پانی داخل نہ ہو سکتا ہو تو اس کو حرکت دینا اور پانی کا پہنچا ضروری ہوگا، اور اگر کان کا سوراخ کشادہ ہو تو نہ حرکت دینے کی ضرورت ہے اور نہ ہی بالی کو نکالنے کی ضرورت ہے؛ کیوں کہ کشادگی کی وجہ سے پانی کانوں کے سوراخ میں پہنچ جاتا ہے (۲)۔

(۱) و أما ركنه فهو إسالة الماء على جميع ما يمكن إسالته عليه من البدن من غير حرج مرة واحدة، حتى لو بقيت لمعة لم يصبها الماء لم يجز الغسل وإن كانت بسيرة، لقوله تعالى: وإن كنتم جنباً فاطهروا.

(البحر الرائق: ۸۶/۱، كتاب الطهارة)

(۲) ولو كان خاتمه ضيقاً نزعاً أو حركة وجوباً كقرط، و لو لم يكن بنقب أذنه قرط، فدخل الماء فيه أي الثقب عند مروره على أذنه أجزاء كسرة و أذن دخلهما الماء و إلا يدخل أدخله و لو باصبعه، و لا يتكلف بخشب و نحوه، و المعتبر غلبة ظنه بالوصول. (الدر المختار. ۲۸۹/۱، كتاب

الطهارة)

ويجب تحريك القرط الخاتم الضيقين، و لم يكن قرط فدخل الماء الثقب عند مروره أجزاء كالسرة و إلا أدخله، كذا في فتح القدير، و لا يتكلف في إدخال شيء سوى الماء من خشب و نحوه.

(البحر الرائق: ۸۸/۱، محقق و مدلل جديد مسائل: ۹۷/۱)

### طريقة الإنطباق

غسل کے سلسلے میں یہ ضابطہ یاد رکھنا چاہیے کہ جسم کا ہر وہ حصہ جس پر بلا مشقت پانی پہنچانا ممکن ہے اس کا دھونا فرض ہے، اور بدن کا وہ حصہ جہاں پانی کا پہنچانا دشوار اور باعثِ حرج ہے وہاں پانی کا پہنچانا اور اس حصے کو دھونا فرض نہیں ہے (۱)، اس ضابطہ کے روشنی میں معلوم ہوا کہ کانوں کا سوراخ اگر تنگ ہے تو وہاں پانی کو حرکت دے کر یا بالی کو نکال کر پانی کا پہنچانا ممکن ہے، اس لیے وہاں یعنی کان کے سوراخ میں پانی پہنچانا فرض ہوگا، اور اگر سوراخ کشادہ ہے تو بالی کو حرکت دینا واجب نہیں ہوگا؛ کیوں کہ کشادگی کی وجہ سے پانی بغیر حرکت دیئے ہوئے ہی سوراخ میں پہنچ جائے گا۔

رقم المسئلة (۲۴)

### غسل جنابت میں صابن (Soap) کا استعمال

غسل واجب میں سارے بدن پر ایک مرتبہ پانی کا بہانا فرض ہے (۲)، صابن وغیرہ کا استعمال کرنا فرض نہیں ہے؛ البتہ صابن وغیرہ کا استعمال نہ صرف جائز ہے بل کہ

(۱) ويحب أي يفرض غسل كل ما يمكن من البدن بلا حرج مرة كأذن و سرّة و شارب، قال الشامي: أقول فيه أن الغسل في الإصطلاح غسل البدن، واسم البدن يقع على الظاهر و الباطن إلا ما يتعذر إيصال الماء إليه أو يتعسر كما في البحر. (ردالمحتار مع الدر المختار: ۱/۲۸۴، ۲۸۵)

(۲) قال الشامي: أقول فيه أن الغسل في الإصطلاح غسل البدن، واسم البدن يقع على الظاهر و الباطن إلا ما يتعذر إيصال الماء إليه أو يتعسر كما في البحر، وبدل عليه أنه في البدائع ذكر ركن الغسل و هو إسالة الماء على جميع ما يمكن إسالته عليه من البدن من غير حرج.

(ردالمحتار: ۱/۲۸۴، مطلب في أبحاث الغسل)

مستحسن ہے تاکہ اچھی طرح نظافت حاصل ہو جائے (۱)۔

### طريقة الإنطباق

باب غسل میں غسل کی فرضیت محض بدن کے سارے حصے تک ایک مرتبہ پانی کا پہنچانا ہے، البتہ مزید نظافت و طہارت کے غرض سے بدن کا ملنا یا صابون وغیرہ کا استعمال کرنا امر مستحسن ہے؛ کیوں کہ جوشی مقصود شیء میں معاون کی حیثیت رکھتی ہو، وہ شیء کے خلاف نہیں ہوتی بل کہ مستحسن ہوا کرتی ہے، اس کی نظیر وہ مسئلہ فقہیہ ہے جس میں مردے کو ایسے پانی سے غسل دینا افضل ہے جس کو بیری کے پتے یا اشنان کے پتے سے جوش دیا گیا ہو۔ معلوم ہوا کہ اصل شیء خالص پانی خود تو طہور ہے لیکن پھر بھی مزید طہارت و نظافت کے غرض کے پیش نظر پانی میں بیری یا اشنان کے پتے کو ڈال کر جوش دیئے ہوئے پانی سے غسل کو افضل قرار دیا گیا (۲)۔

(۱) ثم يغسل رأسه و لحيته بالخطمي لأن ذلك أبلغ في التنظيف، فإن لم يكن فبالصابون و ما أشبه.

(بدائع الصنائع: ۲/۳۰۹، فصل في كيفية غسل الميت)

عن عائشة رضي الله عنها عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه كان يغسل رأسه بالخطمي و هو جنب يجتري بذلك و لا يصب عليه الماء.

(السنن لأبي داود: ۱/۳۴ باب في الغناب يغسل رأسه بالخطمي)

(۲) وُصِبَ عَلَيْهِ ماءٌ مَغْلِيٌّ بِسَدْرٍ أَوْ حَرَضٍ وَ إِلَّا فَالْقَرَّاحِ وَ هُوَ الْمَاءُ الْخَالِصُ.

(نور الإيضاح: ص ۱۲۷ باب أحكام الجنائز)

## ﴿سنن غسل کا بیان﴾

### رقم المتن - ۱۰

وَسُنَّةُ الْغُسْلِ أَنْ يَبْدَأَ الْمُغْتَسِلُ يَدَيْهِ وَفَرْجَهُ وَيُزِيلَ النَّجَاسَةَ إِنْ كَانَتْ عَلَى بَدَنِهِ.

ترجمہ: اور غسل کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ غسل کرنے والا اپنے ہاتھ اور شرمگاہ کو دھوئے اور نجاست دور کرے، اگر اس کے بدن پر نجاست ہو۔

### توضیح المسئلة

مذکورہ عبارت میں مصنف غسل کا مسنون طریقہ بیان کر رہے ہیں کہ پہلے دونوں ہاتھ دھولے، کیوں کہ وہ آلہ تطہیر ہے، پھر شرمگاہ کو اچھی طرح دھوئے کیوں کہ شرمگاہ عامتاً جنابت حیض وغیرہ کی صورت میں نجاست سے خالی نہیں ہوتی، اور اگر بدن پر کسی قسم کی کوئی نجاست ہو تو اس کو بھی دور کرے، تاکہ وہ پانی کی وجہ سے اور نہ پھیلے (۱)۔

(۱) وغسل اليدين لأنهما آلة التطهير ولقوله عليه الصلاة والسلام فلا يغمس اليد في الإناء حتى يغسلها،

أما غسل الفرج فإنه لا يخلو حال الجنابة عن النجاسة، وأما غسل النجاسة لفلا تزداد بإصابة الماء.

(المعتصر الضروري: ص ۳۸، كتاب الطهارة)



## تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (٢٥)

رحم میں کاپرٹی (Copper T) رکھنے کی حالت میں غسل حیض کا حکم

بسا اوقات کسی عورت کو کمزوری یا کسی اور عذر کے پیش نظر ڈاکٹر نے رحم کے منہ پر ایک کاپرٹی رکھتی ہے جو کہ (T) کی شکل میں ہوتی ہے، اس میں ریشم کا تار لگا ہوا ہوتا ہے جو کہ شرمگاہ سے باہر لٹکا رہتا ہے، اس کے رکھنے سے حمل قرار نہیں پاتا، لیکن حیض ہر ماہ برابر جاری رہتا ہے تو اس صورت میں غسل حیض کے صحیح ہونے کے لیے ضروری ہے کہ کاپرٹی کے تار کا وہ حصہ جو شرمگاہ کے ظاہری حصہ پر لٹکا ہوا ہے، اس کو دھولیا جائے گا، جب اس کو خوب صاف کر لیں گی تو عورت کو غسل شرعی حاصل ہو جائے گا، اس کے بغیر پاک نہیں ہوگی (۱)۔

## طريقة الإنطباق

فقہاء کے اصطلاح میں غسل سے مراد بدن کا دھونا ہے، اور اس کا رکن بدن کے ان تمام حصوں پر ایک مرتبہ پانی کا پہنچانا ہے، جہاں بغیر کسی حرج کے پانی کا پہنچانا ممکن ہو (۲)، اور فرج خارج بدن کے ان حصوں میں سے ہے جہاں پانی کا پہنچانا بغیر کسی حرج

(۱) ويجب على المرأة غسل فرجها الخارج في الجنابة والحيض والنفاس.

(الفتاوى الهندية: ١/١٤، الباب الثاني في الغسل)

يفترض في الإغتسال أحد عشر شيئاً غسل الفم ..... والفرج الخارج. (نور الإيضاح: ص ٤٠)

(۲) الغسل في اللغة اسم للماء الذي يغتسل به، لكن في عرف الفقهاء يراد به غسل البدن.

وأما ركنه فهو إسالة الماء على جميع ما يمكن إسالته عليه من البدن من غير حرج مرة واحدة، حتى =

کے ممکن ہے، اسی لیے اگر کاپری (Copper T) کا کوئی جز فرج خارج میں ہو تو غسل حیض میں اس پر لگے ہوئے خون کو دھونا ضروری ہوگا (۱)۔

## ﴿ نواقض غسل کا بیان ﴾

### رقم المتن - ۱۱

وَالْمَعَانِي الْمَوْجِبَةُ لِلْغُسْلِ إِنْزَالُ الْمَنِيِّ عَلَى وَجْهِ الدَّفْقِ وَالشَّهْوَةِ مِنَ الرَّجُلِ وَالْمَرْأَةِ.

ترجمہ: اور منی کے کو ذکر شہوت کے ساتھ نکلنے پر غسل واجب ہو جاتا ہے خواہ مرد ہو یا عورت۔

### توضیح المسئلة

مصنفؒ نے مذکورہ عبارت میں موجباتِ غسل کو بیان کیا ہے، فرماتے ہیں کہ اگر منی کو ذکر اور شہوت کے ساتھ نکلتی ہے تو حنفیہ کے یہاں انزالِ منی سے غسل واجب ہوتا ہے، خواہ یہ خروجِ منی بالشہوہ مرد سے ہو یا عورت سے، حالتِ نوم میں ہو یا حالتِ بیداری میں، نیز حنفیہ کے نزدیک وجوبِ غسل کے لیے منی کا مع اشہوت نکلنا شرط ہے یعنی وجوبِ غسل

= لو بقيت لمعة لم يصبها الماء لم يحز الغسل، وإن كانت يسيرة لقوله تعالى ﴿وإن كنتم جنبا فاطهروا﴾

أي طهروا أبدانكم واسم البدن يقع على الظاهر والباطن، فيجب تطهير ما يمكن تطهيره منه بلا حرج.

(بدائع الصنائع: ۱/۲۶۷، فصل في أحكام الغسل)

(۱) ويجب على المرأة غسل الفرج الخارج، لأنه يمكن غسله بلا حرج.

(بدائع الصنائع: ۱/۲۶۷، فصل في أحكام الغسل)

کے لیے بالاتفاق منی کے اپنی جگہ سے جدا ہوتے وقت شہوت کا پایا جانا شرط ہے؛ مگر عضو تناسل سے نکلتے وقت شہوت شرط ہے یا نہیں اس سلسلے میں اختلاف ہے۔

حضراتِ طرفین کے نزدیک منی کے اپنے مستقر سے جدا ہوتے وقت شہوت کا ہونا شرط ہے، اور اسی قول پر فتویٰ ہے، اور حضرت امام ابو یوسفؒ کے نزدیک منی کے آلہ تناسل سے جدا ہونے کے وقت شہوت ہونا شرط ہے (۱)۔

### تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (٢٦)

غسل کے بعد ذکر میں پھنسی ہوئی منی (Sperm) کے نکلنے پر غسل کا حکم اگر کسی شخص نے اپنی بیوی سے ہم بستری کی اور پھر غسل کیا، اور بعد میں منی نکلی تو اس میں تفصیل یہ ہے کہ اگر زیادہ چلنے یا پیشاب کے بعد یا نیند کے بعد ایسا ہوا ہو تو اس پر غسل کا اعادہ واجب نہیں ہے؛ لیکن اگر ہم بستری کے بعد پیشاب کرنے یا نیند یا زیادہ چلنے سے پہلے منی آئی ہے تو طرفین کے نزدیک اس پر اعادہ غسل ضروری ہے، جب کہ امام

(۱) ثم الشهوة شرط وقت الانفصال عند أبي حنيفة و محمد، و وقت الخروج عند أبي يوسف حتى إذا انفصل عن مكانه بشهوة، و أخذ رأس العضو حتى سكنت شهوته، فخرج بلا شهوة، يحجب الغسل عندهما لا عنده. (شرح الوفاية: ۱/۷۶، كتاب الطهارة)

قال الشامي: ظاهره الميل إلى اختيار ما في النوازل، ولكن أكثر الكتب على خلافه حتى البحر والنهر ولا سيما قد ذكروا أن قوله قياس، وقولهما استحسان و أنه الأحوط فينبغي الإفتاء بقوله في مواضع الضرورة. (رد المحتار: ۱/۲۹۷، مطلب في تحرير الصاع والمد والرطل)

یوسفؑ کے نزدیک اس پر غسل کا اعادہ واجب نہیں ہے (۱)۔

### طريقة الإنطباق

طرفین کے مفتی بہ قول کے مطابق اصول یہ ہے کہ وہ منی جو اپنی اصل جگہ سے شہوت کے ساتھ جدا ہو، اس کے جسم سے باہر نکلنے پر غسل فرض ہو جائے گا، خواہ باہر نکلتے وقت شہوت ہو یا نہ ہو، اور خواہ فوراً نکلے یا دیر سے نکلے (۲)؛ لہذا اگر جماعت کے بعد غسل کیا، پھر منی بغیر شہوت کے نکلے تو طرفین کے نزدیک دوبارہ غسل واجب ہوگا؛ کیوں کہ یہ وہی منی ہے جو جماعت کے وقت اپنی قرار گاہ سے شہوت کے ساتھ جدا ہوئی تھی، اور وہ اب نکلی ہے اگرچہ بغیر شہوت کے ہی نکلے؛ کیوں کہ عضو تناسل سے شہوت کے ساتھ نکلنا طرفین کے نزدیک شرط نہیں ہے۔

اور اگر جماعت کے بعد سو گیا یا پیشاب کیا یا زیادہ چل لیا پھر غسل کیا اور غسل کے بعد منی بلا شہوت کے نکلی تو دوبارہ غسل واجب نہیں ہوگا؛ کیوں کہ اب یہ نئی منی شمار ہوگی جو بلا شہوت کے اپنی اصل قرار گاہ سے جدا ہوئی ہے سابقہ منی نہیں ہے (۳)۔

(۱) ولو اغتسل من الجنابة قبل أن يبول أو ينام وصلى ثم خرج بقية المنى فعليه أن يغتسل عندهما خلافاً لأبي يوسف، ولكن لا يعيد تلك الصلاة في قولهم جميعاً، ولو خرج بعد ما بال أو نام أو مشي لا يجب عليه الغسل اتفاقاً كذا في التبيين. (الفتاوى الهندية: ۱/ ۱۴، الباب الثاني في الغسل) و إن اغتسل قبل أن يبول ثم خرج بقية المنى يجب الغسل ثانياً عندهما لا عنده.

(شرح الوقاية: ۱/ ۷۶، کتاب الطهارة، رد المحتار، ۱/ ۲۹۷، فتاوی دارالعلوم زکریا: ۱/ ۷۰)

(۲) و تعتبر الشهوة عند انفصاله عن مكانه لا عند خروجه. (الفتاوى الهندية: ۱/ ۱۴)

(۳) إن المصاحم إذا اغتسل قبل أن يبول أو ينام، ثم سال منه بقية المنى من غير شهوة، يعيد الإغتسال =

## ﴿مباشرة فاحشة كالحكم﴾

## رقم المتن - ١٢

وَالْتِقَاءُ الْحَتَائِيْنَ مِنْ غَيْرِ انْزَالٍ.

ترجمہ: اور غسل واجب ہو جاتا ہے دونوں شرمگاہیں ملنے پر خواہ انزال نہ ہوا ہو۔

## توضیح المسئلة

موجباتِ غسل میں سے دوسرا موجب مرد اور عورت کی شرمگاہوں کا مل جانا ہے۔ اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ نفسِ ادخال ہی موجبِ غسل ہے خواہ انزال ہوا ہو یا نہ ہوا ہو؛ کیوں کہ حدیث شریف میں ہے کہ جب دونوں شرمگاہیں مل جائیں اور حشفہ (سپاری) غائب ہو جائے تو غسل واجب ہو جاتا ہے (۱)۔

= عندهما خلافا له، فلو خرج بقية المنى بعد البول أو النوم أو المشي لا يجب الغسل إجماعا.

(البحر الرائق: ١/١٠٣، كتاب الطهارة)

قال الشامي: تحت قوله (وشرطه أبو يوسف) أي شرط الدفع و أثره الخلاف يظهر فيما لو احتلم أو نظر بشهوة فامسك ذكره حتى سكنت شهوته، ثم أرسله فأنزل وجب عندهما لا عنده، وكذا لو خرج منه بقية المنى بعد الغسل قبل النوم أو البول أو المشي الكثير أي لا بعده، لأن النوم والبول والمشى يقطع مادة الزائل عن مكانه بشهوة، فيكون الثاني زائلا عن مكانه بلا شهوة، فلا يجب الغسل إتفاقا.

(رد المحتار: ١/٢٩٧، مطلب في تحرير الصاع و المد و الرطل)

(۱) عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: إذا جلس بين شعبها الأربع =

## تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (٢٧)

عورت کی شرمگاہ میں بے بی ٹیوب (Baby tube) داخل کرنے کا حکم  
ٹیوسٹ ٹیوب بے بی کی صورت یہ ہوتی ہے کہ اس میں مرد کے مادہ منویہ کو لے کر  
عورت کے رحم میں غیر فطری طور پر بذریعہ مشین پہنچایا جاتا ہے، عورت کی شرمگاہ میں  
بے بی ٹیوب (Baby Tube) داخل کرنے سے غسل واجب نہیں ہوگا (۱)۔

## طريقة الإنطباق

وجوب غسل کا سبب نفس خروج منی یا دخول منی نہیں بل کہ اصل علت اس میں  
لذت اور تسکین قلب ہوتی ہے جو شہوت کے ذریعہ حاصل ہوتی ہے، ٹیوسٹ ٹیوب میں  
لذت اور تسکین کی علت مفقود ہوتی ہے، اور اس میں صرف مادہ منویہ عورت کے رحم میں  
بذریعہ مشین پہنچایا جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس طریقہ سے وہ لذت و تسکین نہیں جو مرد کے  
جماع کرنے سے عورت کو حاصل ہوتی ہے۔ اس کی نظیر عورت کا اپنی شرمگاہ میں انگلی داخل  
کرنے یا غیر آدمی کے ذکر وغیرہ کو داخل کرنے کی ہے جو موجب غسل نہیں ہے۔ اسی طرح

= وأجهد نفسه فقد وجب الغسل أنزل أو لم ينزل.

(سنن الدارقطني: ۱/۱۱۹، باب في وجوب الغسل بالنقاء الحثانين)

(۱) عشرة أشياء لا يغتسل منها ..... وإدخال أصبع ونحوه في أحد السيلين. (نور الإيضاح: ص ۴۰)

و لا عند إدخال أصبع ونحوه، كذكر غير آدمي و ذكر خشي، و ميت، و صبي لا يشتهي، و ما يصنع من

نحو حشب في الدبر أو القبل على المختار. (الدر المختار: ۱/۳۰۴، مطلب في تحرير الصاغ،

فتاوى حقانيہ: ۲/۵۳۳، محقق و مدلل جدید مسائل: ۱/۱۰۱)

ٹیسٹ ٹیوب بے بی کی صورت بھی موجب غسل نہیں ہوگی (۱)۔

رقم المسئلة (۲۸)

نیرودھ (Condom) لگا کر جماع کرنے کا حکم

نیرودھ لگا کر مباشرت کرنے سے غسل واجب ہو جاتا ہے (۲)۔

### طريقة الإنطباق

نفس التقاء ختائین (دونوں شرمگاہوں کا مل جانا) جب سپاری غائب ہو جائے تو بغیر انزال کے موجب غسل ہے، بشرطیکہ دونوں کو ایک دوسرے کی حرارت محسوس ہو، اسی لیے فقہانے اس ایلاج (دخول) کو موجب غسل قرار نہیں دیا جو موٹے کپڑے کے ساتھ ہو، اور اس میں فرج داخل کی حرارت محسوس نہ ہو؛ کنڈوم اگرچہ ذکر پر ملفوف (لپٹا) ہوتا ہے، مگر یہ غلاف اتنا باریک ہوتا ہے کہ اس کی موجودگی میں بھی لذت کا احساس ہوتا ہے، اور طرفین ایک دوسرے سے لذت یاب ہوتے ہیں، اسی لیے نقض غسل کی علت شہوت کے پائے جانے کی وجہ سے کنڈوم کے ساتھ ادخال بدون انزال بھی موجب غسل ہے (۳)۔

(۱) عشيرة أشياء لا يغتسل منها..... و إدخال أصبع و نحوه في أحد السبيلين على المختار لقصور الشهوة. (مراقي الفلاح: ۴۲) - إذا ارتفعت العلة ارتفع معلولها. (جمهرة القواعد الفقهية: ۱۲۴۴/۳)  
(۲) ولو لف على ذكره و أولج و لم ينزل، قال بعضهم يجب الغسل، وقال بعضهم لا يجب، و الأصح إن كانت الخرقه رقيقة بحيث يجد حرارة الفرج واللذة، و جب الغسل و إلا فلا، و الأحوط و جوب الغسل في الوجهين. (الفتاوى الهندية: ۱۵/۱، ردالمحتار: ۳۰۳/۱)

فتاویٰ حقانیہ: ۵۳۲/۲، محقق و مدلل جدید مسائل: ۱۰۱/۱

(۳) أولج حشفته أو قدرها ملفوفة بخرقة إن وجد لذة الجماع و جب الغسل و إلا لا، على الأصح.  
(الدرالمختار: ۳۰۳/۱) =

## ﴿پانی کے احکام﴾

### رقم المتن - ۱۳

وَالطَّهَارَةُ مِنَ الْأَحْدَاثِ جَائِزَةٌ بِمَاءِ السَّمَاءِ وَالْأُودِيَةِ وَالْعُيُونِ وَالْأَنْبَارِ  
وَمَاءِ الْبَحَارِ.

ترجمہ: اور ہر طرح کے حدث سے حصولِ طہارت جائز ہے بارش کے پانی، وادیوں، چشموں اور سمندروں کے پانی کے ذریعہ۔

### توضیح المسئلة

مذکورہ عبارت میں مصنفؒ ان پانیوں کا ذکر فرما رہے ہیں جن سے طہارت حاصل کرنا درست ہے، ان میں سے ایک آسمان کا پانی ہے جس کے متعلق ارشادِ باری ہے: وَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً طَهُورًا - یعنی ہم نے آسمان سے مائے طہور، پاکیزہ پانی اتارا، آیتِ کریمہ میں آسمان کے پانی کو طہور کہا گیا اور چوں کہ وادیوں، چشموں، سمندروں کا

= ولو نف ذكره بخبره وأولجه ولم ينزل فالأصح أنه إن وجد حرارة الفرج واللذة وجب الغسل وإلا فلا. والأحوط وجوب الغسل في الوجهين لقوله صلى الله عليه وسلم إذا انتهى الختانان وغابت الحشفة وجب الغسل أنزل أو لم ينزل. (مراقي الفلاح: ۴۱)

العلة هي سبب وجود الحكم المبني عليها فإذا وجدت العلة وجد الحكم.

(موسوعة الفواعل الفقهية: ۶/۳۹۶)



پانی بھی آسمان کا ہی ہوتا ہے اس لیے وہ بھی طہور ہوگا، اور ان پانیوں سے طہارت حاصل کرنا درست ہوگا۔

## تفریع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (٢٩)

فلٹر کئے ہوئے پیشاب (Filtered urine) کا حکم

پیشاب نجس ہے، اگر اُسے فلٹر کیا جائے تب بھی نجس ہی رہے گا؛ کیوں کہ فلٹر کرنے سے محض اس کی بدبو زائل ہوتی ہے، حقیقت تبدیل نہیں ہوتی ہے؛ لہذا اس سے انتفاع جائز نہیں ہوگا اور نہ ہی اس سے طہارت حاصل کرنا جائز ہوگا (۱)۔

## طريقة الإنطباق

پیشاب نجس شے ہے اور فلٹر کرنے سے اس کی حقیقت میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی ہے، صرف بدبو زائل ہوتی ہے، اور حکم حقیقت کے اعتبار سے لگایا جاتا ہے اور حقیقت کے اعتبار سے وہ پیشاب ہی ہے، اس لیے اس سے طہارت حاصل کرنا درست نہیں ہوگا؛ لہذا فلٹر کرنے کی وجہ سے اگر اس کا نام بدل جاتا ہے تو بھی اس سے طہارت حاصل کرنا درست

(۱) مسابغی أن ینبہ له أن نجس العین، و مثله المحرم أکله و شربه لا يجوز للمسلم أن یتقصد تحویلہ إلى مادة أخرى، فإن الله إذا حکم بنجاسة شيء فإنه یحکم بحرمة الإستفادة منه، کالبول و الغائط و دم الحيض و النفاس و المیة و هذا لا یقتصر على النجس وحده، بل عام في کل الأعیان النجسة و مثلها الأعیان المحرمة ..... و على ذلك فإن ما حرم الله أکله هو کالنجس لا يجوز بيعه کما لا يجوز تحویلہ إلى شيء آخر فیباع و یتفع به. (فضایا طیبة معاصرة: ۱/ ۳۲۱، ۳۲۲،

نہیں ہوگا کیوں کہ نام کے بدلنے سے حقیقت نہیں بدلتی ہے (۱)۔

رقم المسئلة (۳۰)

## آب زمزم (Pure water) سے وضو و غسل کا حکم

زمزم کا پانی ایک متبرک پانی ہے، اس کے آداب و احترام کا خیال رکھنا شرعی ذمہ داری ہے، اس لیے بے وضو شخص کا اس سے وضو کرنا مکروہ ہے، بشرطیکہ دوسرا متبادل پانی مہیا ہو، ورنہ بلا کراہت جائز ہے؛ لیکن غسل جنابت ہر حال میں کراہت سے خالی نہیں، اور نہ اس سے استنجاء کرنا بلا کراہت جائز ہے، تاہم اگر با وضو اس سے تبرک کے طور پر وضو کرے یا پاک بدن والا شخص اس سے غسل کرے تو بلا کراہت جائز ہے (۲)۔

(۱) و عن عائشة قالت: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: إن أول ما يكفأ، قال زيد بن يحيى الراوي يعني الإسلام كما يكفأ الإناء يعني الخمر، قيل فكيف يا رسول الله و قد بين الله فيما ما بين؟ قال: يسمونها بغير اسمها فيستحلونها.

قال القاري (يسمونها بغير اسمها) أي يسمونها باسم النبيذ والمثلث (فيستحلونها) أي حقيقة فيصبرون كفره، أو فيظهرون أنهم يشربون شيئاً حلالاً فيكونون فسقة مكررة، ولذا قال بعض الشراح يعني أنهم يستترون بما أبيح لهم من الأنبذة فيتوصلون بذلك إلى استحلال ما حرم عليهم منها قال القاضي يؤولون في تحليلها بأن يسموها بغير اسمها، كالنبيذ والمثلث فيفيد أن النبيذ والمثلث حلالان، وأن حقيقة الشيء لا يتغير اسم شيء عليه. (مرقاة المفاتيح: ۵۶۳/۹، كتاب الرقاق باب الإنذار والتحذير)

(۲) يجوز الإغتسال والتوضؤ بماء زمزم إن كان على طهارة للتبرك، فلا ينبغي أن يغتسل به جنب، ولا محدث، ولا في مكان نجس، ولا يستنجي به، ولا يزال به نجاسة حقيقية، وعن بعض العلماء تحريم ذلك، وقيل أن بعض الناس استنجي به فحصل له بأسورا.

(حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح: ص ۲۲، كتاب الطهارة) =

### طريقة الإنطباق

شریعت کا ایک ضابطہ ہے کہ جوشی اپنے اندر عظمتِ شان رکھتی ہے، اور اس کی قدر و منزلت شریعت کی نظر میں ہوتی ہے، تو اس میں ان امور کی اجازت سے حتی الامکان گریز کیا جاتا ہے جس سے اس شی کی عظمت اثر انداز ہو۔ اسی ضابطہ کی روشنی میں آبِ زمزم کے باعظمت ہونے کی وجہ سے اس سے استنجاء کرنے کو فقہانے مکروہ قرار دیا بشرطیکہ دوسرا متبادل پانی موجود ہو؛ لیکن اگر دوسرا متبادل پانی موجود نہیں ہے تو چوں کہ طہارت انسان کی ضروریاتِ دین سے متعلق ہے، اس لیے زمزم کے پانی سے حصولِ طہارت بلا کراہت جائز ہوگا؛ کیوں کہ آبِ زمزم میں معنی طہور و طاهر (خود پاک، دوسرے کو پاک کرنے کی صلاحیت) موجود ہے (۱)۔

= يكره الإستنجاء بماء زمزم لا الإغتسال، قال الشامي: وكذا إزالة النجاسة الحقيقية من ثوبه أو بدنه حتى ذكر بعض العلماء تحريم ذلك.

(الدر المختار مع الشامية: ٥٢/٤، كتاب الحج، مطلب في كراهية الإستنجاء بماء زمزم،

فتاوى حقانيه: ٥١٢/٢)

(۱) الشيء إذا عظم قدره شدد فيه و كثرت شروطه، و يولغ في أبعاده إلا بسبب قوي تعظيماً لشأنه و رفعاً لقدره. معنى هذه القاعدة و مدلولها، المراد يعظم القدر إرتفاع المكانة و سمو المنزلة، و الشرع لا يرفع قدر شيء إلا لما فيه من عظيم المصلحة و عموم الفائدة. فمفاد القاعدة، أن الشيء المحكم أو التصرف أو المعاملة و المعافاة إذا شدد الشرع فيه و أكثر شروطه فيكون ذلك دليلاً على إرتفاع مكانة هذا الشيء و عظيم قدره في الشرع، و لذلك لا يوصل إليه إلا بسبب قوي.

(موسوعة القواعد الفقهية: ١٨٦/٦)

## ﴿پانی پر کسی چیز کے غالب آنے کی صورت میں حکم﴾

### رقم المتن - ۱۴

وَلَا بِمَاءٍ غَلَبَ عَلَيْهِ غَيْرُهُ فَأَخْرَجَهُ عَنْ طَبْعِ الْمَاءِ كَالْأَشْرِبَةِ وَالْخَلِّ  
وَالْمَرْقِ وَمَاءِ الْبَاقِلَاءِ وَمَاءِ الْوَرْدِ وَمَاءِ الزَّرْدَجِ.

ترجمہ: اور ایسے پانی سے طہارت حاصل کرنا جائز نہیں ہے جس پر دوسری چیز غالب آگئی ہو، اور اس کو پانی کی طبیعت سے نکال دیا ہو، جیسے شربت، سرکہ، لوبیا کا پانی، شوربا، گلاب کا پانی، گاجر کا پانی۔

### توضیح المسئلة

پانی میں ملائی جانے والی چیز یا تو جامد (جمی ہوئی) ہوگی یا مائع یعنی بہنے والی، اگر شئی جامد ہے اور اس کی وجہ سے پانی کی طبیعت رقت اور سیلان ختم ہو جائے یا اس کا نام ہی بدل جائے تو سمجھ لو کہ جامد شئی کا پانی پر غلبہ ہو گیا ہے، اور ایسے پانی سے طہارت حاصل کرنا جائز نہیں ہوگا۔

اور اگر ملائی جانے والی چیز بہنے والی ہے، تو اب غلبہ کا اعتبار ظہور وصف سے ہوگا، یعنی اگر بہنے والی شئی کے دو وصف ہوں جیسے دودھ، کہ اس کا ایک وصف پانی میں ظاہر ہو جائے تو اس سے وضو کرنا جائز نہیں ہوگا، اور اگر بہنے والی شئی کے تین وصف ہوں، جیسے سرکہ، اور اس کے دو وصف پانی میں ظاہر ہو جائیں تو اس سے وضو درست نہیں ہوگا، اور اگر

بہنے والی شے کا کوئی وصف نہیں ہے جیسے مائے مستعمل، تو غلبہ کا اعتبار وزن سے ہوگا (۱)۔

## تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (۳۱)

ڈیٹول (Dettol) ملائے ہوئے پانی سے وضو کا حکم

ڈیٹول کا استعمال پانی میں مزید نظافت و صفائی کے لیے کیا جاتا ہے، جس کے ملانے سے اگر ڈیٹول کے اوصافِ ثلاثہ (رنگ، بو، مزہ) میں سے صرف ایک وصف پانی میں ظاہر ہو جائے تو اس سے وضو کرنا درست ہوگا، اور اگر ڈیٹول کو پانی میں اتنا زیادہ ملا دیا گیا کہ پانی میں اس کے دو یا تینوں وصف ظاہر ہو جائیں تو اس سے وضو درست نہیں ہوگا (۲)۔

## طريقة الإنطباق

مانعات (بہنے والی اشیاء) کے پانی میں مل جانے کی وجہ سے اس سے وضو کے جواز و عدم جواز کے سلسلے میں ضابطہ یہ ہے کہ اگر بہنے والی چیز پانی پر غالب آجائے تو وضو

(۱) ولا بماء غلب غیرہ من الحامدات الطاهرة، فاخرجه ذلك المخالط عن طبع الماء و هو الرقة و السيلان، أو أحدث له إسماعلى حدة، و إنما قيدت المخالط بالحامد لأن المخالط إذا كان مائعاً، فالعبرة في الغلبة إن كان موافقاً في أوصافه الثلاثة كالماء المستعمل فبالأجزاء، و إن كان مخالفاً فيها كالخل فبظهور أكثرها أو في بعضها فبظهور وصف كاللبن يخالف في اللون والطعم فإن ظهر أو أحدهما منع وإلا لا. (اللباب في شرح الكتاب: ۱/ ۴۳)

(۲) والغلبة في المانعات بظهور وصفين من مائع له ثلاثة كالخل.

(نور الإيضاح: ص ۲۶، کتاب الطهارة)

جائز نہیں ہوگا، اور اگر بہنے والی چیز پر پانی غالب ہو، اور بہنے والی چیز مغلوب ہو تو ایسے پانی سے وضو جائز ہوگا۔ اب غلبہ کا اعتبار بہنے والی چیز کے اوصاف کے پانی میں ظاہر ہونے سے کیا جائے گا، یعنی اگر بہنے والی چیز کے دو وصف میں ایک، یا تین وصف میں سے دو یا تین پانی میں ظاہر ہو جائیں تو یہ پانی کے مغلوب اور بہنے والی چیز کے غالب ہونے کی علامت ہے۔ اور اگر بہنے والی چیز کے اوصاف میں سے پانی میں کم وصف کا ظہور ہو تو یہ پانی کے غالب اور بہنے والی شے کے مغلوب ہونے کی علامت ہے، اور ڈیٹول بھی ایک ایسی بہنے والی چیز ہے جس کے تین وصف ہوتے ہیں؛ لہذا اگر پانی میں اس کے دو یا تینوں وصف کا ظہور ہو جائے تو وہ پانی ہی نہیں رہے گا؛ بل کہ اس میں ڈیٹول کے غالب ہو جانے کی وجہ سے اس کا نام بھی ڈیٹول ہو جائے گا، اسی لیے ایسے پانی سے وضو کرنا جائز نہیں ہوگا۔ اور اگر ڈیٹول کے ملانے سے اس کا کوئی وصف ظاہر نہ ہو یا صرف ایک وصف ہی ظاہر ہو تو پانی کے غالب ہونے کی وجہ سے اس سے وضو درست ہوگا؛ کیوں کہ اس صورت میں پانی کا نام ختم نہیں ہوتا ہے (۱)۔

(۱) والماء الذي يختلط به الأَشْخَان أو الصابون أو الزعفران بشرط أن تكون الغلبة للماء من حيث الأجزاء بأن تكون أجزاء الماء أكثر من أجزاء المخالط، هذا (إذا لم يزل عنه اسم الماء) بحيث لو راه الرائي يطلق عليه اسم الماء و بشرط (أن يكون رقيقاً بعد) واشتراط عدم زوال اسم الماء بغني عن اشتراط الرقة فإن العليظ قد زال عنه اسم الماء. (حلي كبير: ص ۹۰، فصل في بيان أحكام المياه)

## ﴿پانی میں شئی طاہر مل جانے کی صورت میں حکم﴾

### رقم المتن - ۱۵

وَتَجُوزُ الطَّهَارَةُ بِمَاءٍ خَالِطَهُ شَيْءٌ ظَاهِرٌ فَغَيْرُ أَحَدٍ أَوْ صَافٍ كَمَاءِ الْمَدِّ  
وَالْمَاءِ الَّذِي يَخْتَلِطُ بِهِ الْأَشْنَانُ وَالصَّابُونُ وَالزَّعْفَرَانُ.

ترجمہ: اور اس پانی سے حصولِ طہارت درست ہے جس میں پاک شئی نے مخلوط ہو کر اس کے ایک وصف کو بدل دیا ہو، مثلاً سیلاب کا پانی اور ایسا پانی کہ اس میں اشنان اور صابون اور زعفران مل گیا ہو۔

### توضیح المسئلة

ایسے پانی سے وضو کرنا درست ہے جس میں کوئی پاک شئی اتنی مقدار میں مخلوط ہوئی ہو کہ اس نے پانی کے تین اوصاف یعنی رنگ، بو اور مزہ میں سے کوئی ایک وصف میں تغیر کر دیا ہو، اگر بجائے ایک کے دو وصف بدل گئے ہوں تو علامہ قدوریؒ نے اس طرف اشارہ فرمادیا کہ اس سے وضو درست نہیں ہوگا جیسا کہ ”فغیر أحد أوصافه“ عبارت سے ظاہر ہے، مگر صحیح قول کے مطابق وضو درست ہوگا (۱)۔

(۱) ولا یضر تغیر أوصافه کلها بحامد کزعفران وفاکھة وورق شجر. (نور الإيضاح: ص ۲۶)

و کذا یجوز بماء خالطه طاهر حامد مطلقاً کأشنان و زعفران وفاکھة و ورق شجر و إن غیر کل أوصافه الأصح إن بقیت رفته أي و اسمه. =

## تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (۳۲)

جراثیم کش پاؤڈر (Insecticide powder)

ڈالے ہوئے پانی سے وضو کا حکم

بسا اوقات پانی کے جراثیم مارنے کے لیے پانی میں جراثیم کش پاؤڈر ڈالا جاتا ہے، جس کی وجہ سے پانی میں رقت اور سیلان تو باقی رہتا ہے؛ لیکن اس کے رنگ، بو اور مزہ میں فرق آجاتا ہے، اس طرح کے پانی سے وضو کرنا جائز ہے؛ کیوں کہ جب پانی میں کوئی جامد چیز مل جائے اور اسے پکائے بغیر اس کے اوصاف بدل جائیں تو جب تک اس میں رقت اور سیلان باقی رہے اس سے وضو کرنا جائز ہوتا ہے (۱)۔

## طريقة الإنطباق

جمی ہوئی چیزوں کے پانی میں ملائے جانے کے سلسلے میں ضابطہ یہ ہے کہ جب پانی کی طبیعت یعنی رقت (پتلا پن) اور سیلان (بہاؤ) باقی ہو، تو اس کا حکم مائے مطلق کی

= قال الشامي تحت قوله (وإن غير كل أوصافه) لأن المنقول عن الأساتذة أنهم كانوا يتوضؤون من الحياض التي تقع فيها الأوراق مع تغيير كل الأوصاف من غير نكير.

(رد المحتار مع الدر المختار: ۳۳۴/۱)

(۱) والغلبة تحصل في مخالطة الماء لشيء من الجامدات الطاهرات بإخراج الماء عن رفته فلا ينصرف، وإخراجه عن سيلانه فلا يسيل على أعضاء سيلان الماء، وأما إذا بقي على رفته و سيلانه، فإنه لا يضر أي لا يمنع جواز الوضوء به، تغير أوصافه كلها بجامد خالطه بدون طبخ كزعفران و فاكهة و ورق شجر.

(مراقی الفلاح: ص ۹، المسائل المهمة: ۶۲/۵، فتاویٰ محمودیہ: ۱۲۹/۵)



طرح ہی ہوتا ہے، پانی کے اوصاف رنگ، بو، مزہ کے بدلنے کا یہاں کوئی اعتبار نہیں ہے، بشرطیکہ جمی ہوئی چیز کو پانی میں ڈال کر پکایا نہ گیا ہو۔ اور جراثیم کش پاؤڈر بھی ایک جمی ہوئی چیز ہوتی ہے جسے محض پانی میں ملایا جاتا ہے پکایا نہیں جاتا ہے، اب اگر پاؤڈر کی وجہ سے پانی کا کوئی وصف متغیر ہو جاتا ہے تب بھی اس سے وضو جائز ہوگا؛ کیوں کہ محض جمی ہوئی چیز کے ملانے سے پانی کے اوصاف کا بدل جانا اس سے طہارت حاصل کرنے کے منافی نہیں ہے (۱)۔

## ﴿ماء جاری کا حکم﴾

### رقم المتن - ۱۶

وَأَمَّا الْمَاءُ الْجَارِيُّ إِذَا وَقَعَتْ فِيهِ نَجَاسَةٌ جَازَ الْوُضُوءُ مِنْهُ إِذَا لَمْ يَرْلَهَا  
أَثَرٌ لِأَنَّهَا لَا تَسْتَقِرُّ مَعَ جَرِّ يَأْنِ الْمَاءِ.

ترجمہ: اور بہر حال مائے جاری جب اس میں نجاست گر جائے تو اس سے وضو کرنا اس وقت تک درست ہے، جب تک کہ نجاست کا اثر اس میں دکھائی نہ دے، اس لیے کہ نجاست پانی کے بہاؤ کے ساتھ نہیں ٹھہرتی۔

(۱) الضابط عن مخالطة الأشياء الجامدة للماء من غير طبع، فإنه مادام رقيقاً يسيل سريعاً كسيلانه عند عدم المخالطة، فحكمه حكم الماء المطلق يجوز الوضوء به، وإلا فلا، ولا عبرة بزوال اللون ولا الطعم ولا الريح. (حلبی کبیر: ص ۹۰، باب المیاء)

### توضیح المسئلة

رواں پانی میں جب گندگی گر جائے تو اس سے وضو جائز ہے، بشرطیکہ اس میں نجاست کا کوئی اثر دکھلائی نہ دے؛ کیوں کہ پانی کے بہاؤ کے سامنے وہ نجاست ٹھہر نہیں سکتی۔ جاری پانی کسے کہتے ہیں اس میں مختلف اقوال ہیں:

(۱) جاری پانی وہ ہے جس کو عرف میں رواں اور بہتا ہوا شمار کیا جائے۔

(۲) جو خشک تنکے کو بہا لے جائے۔

(۳) پانی میں جریان کی کیفیت اتنی ہو کہ جب وضو کرنے والا چلو سے دوبارہ

پانی اٹھائے تو پہلے چلو کا پانی ہاتھ میں نہ آئے بل کہ وہ رواں ہو کر نیا پانی ہاتھ میں آئے (۱)۔

### تفریع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (۳۳)

کیا پانی کی جدید ٹنکیاں (New Water tanks)

مائے جاری کے حکم میں ہوں گی؟

آج کل عام شہروں میں گھروں کے اندر غسل خانوں میں پانی پہنچانے کے لیے پائپ سسٹم کا رواج ہے، جس کا طریقہ عمل یہ ہے کہ بورنگیں چالو کی جاتی ہیں جس سے ٹنکیوں میں پانی پہنچ جاتا ہے، پھر ان ٹنکیوں کے ذریعہ یہ پانی مختلف جگہوں میں پہنچایا جاتا ہے، اگر

(۱) حد الحارثی ما لا ینکرر استعمالہ، و قیل ما ینذهب بنبۃ و لو جلس الناس صفوفا علی شط نہر

(الجوہرۃ النیرۃ: ۱/ ۴۹)

توضوامنہ جاز و هو الصحیح.

ان میں نجاست ایسی حالت میں گری ہے کہ اس کا پانی دونوں طرف سے جاری ہے، مثلاً بورنگ کے ذریعہ ایک طرف سے پانی چڑھایا جا رہا ہے اور دوسری طرف پائپ کے ذریعہ غسل خانوں، بیت الخلا وغیرہ میں پانی نکالا جا رہا ہے، تو اکثر فقہائے کرام کے نزدیک اس وقت یہ ٹنکیاں مائے جاری کے حکم میں ہونے کی وجہ سے اس وقت تک ناپاک نہیں ہوں گی جب تک پانی کے بنیادی تین اوصاف رنگ، بو، مزہ میں سے کوئی ایک نہ بدل جائے (۱)۔

لیکن اگر یہ نجاست ٹنکی میں ایسے وقت گری کہ پانی دونوں طرف سے جاری تھا اور پھر کسی ایک طرف سے پانی کے بند ہونے کے بعد اسی میں پڑی رہی، یا ایسے وقت گری کہ ان ٹنکیوں کا پانی دونوں طرف سے جاری نہ ہو، یا دونوں طرف میں سے کسی ایک طرف سے بند ہو، مثلاً بورنگ کے ذریعہ پانی چڑھایا جا رہا ہے مگر اس کا اخراج نہیں ہو رہا ہے، یا اخراج ہو رہا ہے مگر پانی چڑھایا نہیں جا رہا ہے بل کہ محض ٹنکی میں موجود پانی کا اخراج ہو رہا ہے، تو ایسی صورت میں اگر یہ ٹنکیاں دَہ دَر دَہ فی زمانہ (۲۲۵) اسکوارفٹ سے کم ہیں تو مائے قلیل کے حکم میں ہونے کی وجہ سے ناپاک ہو جائیں گی (۲)، اور اگر یہ ٹنکیاں دَہ دَر دَہ

(۱) أو جارياً وظهر فيه أثرها والأثر طعم أو لون أو ريح. (نور الإيضاح: ص ۲۶)

والحقنوا بالجارى حوض الحمام إذا كان الماء ينزل من أعلاه، والناس يغتفون منه، حتى لو أدخلت القصعة أو اليد النجسة فيه لا ينجس. (اللباب في شرح الكتاب: ۱/ ۴۵)

قال الشامي: والعرف الآن أنه متى كان الماء داخلاً من جانب وخارجاً من جانب آخر يسمى جارياً.

(رد المحتار: ۱/ ۳۳۴)

(۲) وكل ماء دائم إذا وقعت فيه نجاسة لم يجز الوضوء به قليلاً كان أو كثيراً. (المختصر القدوري: ص ۵)  
ماء نجس وهو الذي حلت فيه نجاسة وكان راکذاً قليلاً والقليل مادون عشر في عشر فينجس وإن لم يظهر أثرها فيه والأثر طعم أو لون أو ريح. (نور الإيضاح: ص ۲۶)

ہیں تو مائے جاری کے حکم میں ہوں گی، اور ناپاکی گرنے کے بعد اس وقت تک ناپاک شمار نہ ہوں گی جب تک پانی کے تین وصفوں میں سے کوئی ایک وصف نہ بدل جائے (۱)۔

### طريقة الإنطباق

مائے جاری وہ پانی ہے جس میں بہاؤ کی صفت موجود ہو، یعنی پانی میں کم از کم اتنی جریان کی کیفیت ہو کہ وہ خشک تئکے وغیرہ کو بہا لے جائے۔ اب پانی کی وہ جدید ٹنکیاں جنہیں بورنگ سے بھرا جاتا ہے، ان میں ایک طرف سے بذریعہ پائپ پانی آتا ہے اور دوسری طرف سے پانی کو بذریعہ پائپ نکالا جاتا ہے، اگر وقوع نجاست کے وقت ان ٹنکیوں کی یہی کیفیت تھی کہ ایک طرف بورنگ سے پانی ٹنکی میں چڑھایا جا رہا ہو، اور دوسری طرف پائپ کے ذریعہ پانی کو نکالا جا رہا ہو تو یہ ٹنکیاں مائے جاری کے حکم میں ہوں گی اور اس وقت تک ناپاک نہیں ہوں گی جب تک اس میں نجاست کے اثرات ظاہر نہ ہو جائیں؛ کیوں کہ ان میں بھی جریان کی علت موجود ہے جس کی وجہ سے ٹنکیوں میں نجاست نہیں ٹھہرتی ہے (۲)۔

(۱) والغدير العظيم الذي لا يتحرك أحد طرفيه بتحريك الطرف الآخر، إذا وقعت في أحد جانبيه نجاسة حاز الوضوء من الجانب الآخر، وبعضهم قدره بالمساحة بأن يكون عشرة أذرع طولاً في عشرة أذرع عرضاً بذراع الكرياس توسعة في الأمر على الناس، قال في الهداية وعليه الفتوى وهو اختيار البخاريين. (الجوهرية النيرة: ۵۰/۱)

و کذا يجوز براكذ كثير كذلك أي وقع فيه نجس لم ير أثره ولو في موضع وقوع المرئية به يفتى. (الدر المختار: ۳۳۹/۱)

(۲) وأما الماء الجاري وهو ما لا يتكرر استعماله، وقيل ما يذهب بتبنة، وفيه الحقوا بالجاري حوض الحمام إذا كان الماء ينزل من أعلاه والناس يغترفون منه حتى لو أدخلت القصعة أو اليد النجسة فيه لا تنجس. (اللباب في شرح الكتاب: ۴۴/۱)

اور اگر وقوع نجاست کے وقت دونوں یا کسی ایک طرف کا پانی بند ہو تو یہ مائے راکد کے حکم میں ہوں گی، اگر اس کا طول و عرض کل رقبہ ذر ذہ فی زمانہ ۲۲۵ اسکوائر فٹ ہے، تو وہ مائے کثیر ہونے کی وجہ سے مائے جاری کے حکم میں ہوگا، اور اگر وہ ۲۲۵ اسکوائر فٹ سے کم ہو تو وہ مائے قلیل ہوگا، جو محض وقوع نجاست سے ہی ناپاک ہو جائے گا۔

## ﴿ بڑے تالاب (Big pond) کا حکم ﴾

### رقم المتن - ۱۷

وَالْعَدِيرُ الْعَظِيمُ الَّذِي لَا يَتَحَرَّكُ أَحَدُ طَرَفَيْهِ بِتَحْرِيكِ الطَّرْفِ الْآخَرِ إِذَا وَقَعَتْ فِي أَحَدِ جَانِبَيْهِ نَجَاسَةٌ جَازَ الْوُضُوءُ مِنَ الْجَانِبِ الْآخَرِ لِأَنَّ الظَّاهَرَ أَنَّ النِّجَاسَةَ لَا تَصِلُ إِلَيْهِ.

ترجمہ: ایسا بڑا تالاب کہ متحرک نہیں ہوتا ہو اس کا ایک کنارہ دوسرے کنارے کے حرکت دینے سے، جب اس کے ایک کنارے میں ناپاکی گر جائے تو دوسری جانب سے وضو کرنا جائز ہے، اس لیے کہ ظاہر یہ ہے کہ ناپاکی وہاں تک نہیں پہنچے گی۔

### توضیح المسئلة

ایسا بڑا تالاب کہ اس کے ایک جانب کو ہلانے سے دوسری جانب نہ ہلے اور اس کا اثر وہاں تک نہ پہنچے، ایسے تالاب یا حوض میں کوئی نجاست گر گئی ہو، تو اس کی ایک جانب سے وضو کر لینا درست ہوگا، اس لیے کہ ایک جانب کی حرکت سے دوسری جانب کا متحرک

نہ ہونا اس کی کھلی علامت ہے کہ نجاست کا اثر دوسری جانب نہیں پہنچا؛ کیوں کہ حرکت کا اثر نجاست کے مقابلے میں تیزی سے پہنچتا ہے، اور بعض فقہانے لوگوں کی سہولت کی خاطر اس کی پیمائش دس ہاتھ لانا اور دس ہاتھ چوڑا (دَہ دَرَدَہ) قرار دیا ہے، اور یہی مفتی بہ قول ہے۔ اور گہرائی کی حد یہ قرار دیتے ہیں کہ چُلُو سے پانی لیتے وقت زمین نظر نہ آئے (۱)۔

### تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (۳۴)

مائے کثیر یعنی دَہ دَرَدَہ کی مقدار

اسکوارفٹ (Square feet) کے اعتبار سے

مائے کثیر دَہ دَرَدَہ کی تعریف یہ ہے کہ اس کا کل رقبہ یعنی طول و عرض کا حاصل سو ذراع برابر ۲۲۵ اسکوارفٹ ہو اگر کل رقبہ طول و عرض کے اعتبار سے ۲۲۵ اسکوارفٹ سے کم ہوگا تو وہ مائے قلیل کے حکم میں ہوگا (۲)۔

(۱) والغدير العظيم الذي لا يتحرك أحد طرفيه بتحريك الطرف الآخر، إذا وقعت نجاسة في أحد جانبيه جاز الوضوء من الجانب الآخر، لأن الظاهر أن النجاسة لا تصل إليه، إذ أثر التحريك في السراية فوق أثر النجاسة..... وبعضهم قدروا بالمساحة عشرين في عشر بذراع الكرياس توسعه للأمر على الناس، وعليه الفتوى، والمعتبر في العمق أن يكون بحال لا ينحسر بالإغتراف هو الصحيح.

(الهداية ۱/۳۶، كتاب الطهارة، باب الماء)

(۲) فلذا أفتى به المتأخرون الأعلام أي في المربع بأربعين. قال الشامي أشار إلى أن المراد من إعتبار العشرة في العشرة ما يكون وجهه مائة ذراع سواء كان مربعاً، وهو ما يكون كل جانب من جوانبه =

### طريقة الإنطباق

ذراع کہتے ہیں ”ما بین طرف المرفق إلى طرف الوسطی“ یعنی کہنی کے کنارہ سے بیچ والی انگلی کے کنارے تک حصے کو ”ذراع“ کہتے ہیں۔ ذراع کی دو قسمیں ہیں:  
ذراع مساحت:

ایک گز ۶ رانچ، یعنی ساڑھے تین فٹ یا بیالیس (۳۲) انچ ہوتا ہے۔

ذراع کرباس:

نصف گز، یعنی ڈیڑھ فٹ یا اٹھارہ انچ ہے۔ فقہائے حنفیہ کے یہاں جب ذراع بولا جاتا ہے تو اس سے ذراع کرباس ہی مراد ہوتا ہے، اور اسی پر فتویٰ ہے؛ لہذا ذراع کرباس کے اعتبار سے عشر افي عشر کی مقدار ۲۲۵ اسکو ارفٹ ہوتی ہے، وہ اس طرح کہ دس ہاتھ ۱۵ ارفٹ کا ہوتا ہے؛ کیوں کہ ایک ہاتھ ڈیڑھ فٹ (۱۸ انچ) کا ہوتا ہے، اب اس دس ہاتھ یعنی ۱۵ ارفٹ کو دوسرے عشر یعنی دس ہاتھ ۱۵ ارفٹ میں ضرب دیا جائے گا تو حاصل ضرب ۲۲۵ اسکو ارفٹ نکلے گا (۱)۔

= عشرة وصول الماء أربعون ووجهه مائة أو كان مدوراً أو مثلثاً.

(ردالمحتار مع الدر المختار: ۱/۳۴۲، المسائل المهمة: ۴/۲۶)

## ﴿ماءِ مستعمل کا حکم﴾

### رقم المتن - ۱۸

وَالْمَاءُ الْمُسْتَعْمَلُ لَا يَجُوزُ اسْتِعْمَالُهُ فِي طَهَارَةِ الْأَحْدَاثِ.

ترجمہ: اور ماءِ مستعمل کا استعمال احداث کی طہارت میں جائز نہیں ہے۔

### توضیح المسئلة

مذکورہ عبارت میں مصنفؒ نے ماءِ مستعمل کا حکم بیان کیا ہے۔ امام محمدؒ کا مسلک اور امام ابوحنیفہؒ کی ایک روایت میں طاہر غیر مطہر ہے یعنی اس پانی سے دوبارہ وضو یا غسل درست نہیں ہے؛ البتہ نجاستِ حقیقی زائل کر سکتے ہیں (۱)۔

### تفریع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (۳۵)

ریسائیکلڈ واٹر (Recycled water) کے استعمال کا حکم  
بعض ملکوں اور علاقوں میں پانی کی قلت کی وجہ سے وہاں کی حکومتیں قدرتی

(۱) والثالث في حكمه قال محمد هو طاهر غير مطهر، واختار صاحب الكنز هذا وهو ظاهر الرواية

وعليه الفتوى. (المعتصر الضروري على المختصر القدوري: ص ۴۶)

قيد بالأحداث للإشارة إلى جواز استعماله في طهارة الأنجاس كما هو الصحيح.

(اللباب في شرح الكتاب: ۱/ ۴۶)



چیزوں کو محفوظ کرنے کے لیے فکر مند ہوتی ہیں، اور اسی مقصد سے وہ استعمال شدہ پانی کو نئی ٹیکنک (New Tichnique) کے ذریعہ دوبارہ قابل استعمال بناتی ہیں، اس پانی کو ”ریسائیکلڈ واٹر“ کہا جاتا ہے، اس پانی اور عام پانی میں رنگ، بو، مزہ میں کوئی فرق نہیں ہوتا، اس طرح کے پانی کا حکم یہ ہے کہ اگر جسم اور کپڑے میں لگ جائے تو وہ ناپاک نہیں ہوں گے (۱)؛ مگر ایسے پانی سے وضو اور غسل درست نہیں ہوگا (۲)؛ البتہ اگر ایسے پانی کو نجاستِ حقیقیہ کے زائل کرنے کے لیے استعمال کیا جائے تو درست ہے، اور نجاستِ حقیقیہ سے طہارت بھی حاصل ہو جائے گی (۳)۔

### طريقة الإنطباع

مائے مستعمل اس پانی کو کہتے ہیں جس کو رفعِ حدث (وضو، غسل) کے لیے استعمال کیا گیا ہو، یا عبادت کی نیت سے (مثلاً نماز پڑھنے کے لیے وضو کرے) (۴)، تو اس کا حکم

(۱) الماء المستعمل طاهر إن أزيل به الحدث فحسب، فلو تقاطر من الماء المستعمل عند التوضؤ والإغتسال شيء على الثياب، أو انتشر فوقه في الماء أو في بعض الأواني لا تنجس هذه الأشياء.

(التسهيل الضروري: ۱/۱۷)

(۲) وروی محمد عن أبي حنيفة أنه طاهر غير مطهر للأحداث كالخل و اللبن و هذا هو الصحيح.

(الجوهرة النيرة: ۱/۵۲)

اتفق أصحابنا رحمهم الله أن الماء المستعمل ليس يطهور حتى لا يجوز التوضؤ به.

(الفتاوى الهندية: ۱/۲۲)

(۳) فلا يجوز استعماله في طهارة الأحداث قيد بالأحداث لأنه يزيل الأنجاس.

(الجوهرة النيرة: ۱/۵۲، المسائل المهمة: ۸/۶۷)

(۴) والماء المستعمل كل ماء أزيل به حدث أو استعمال في البدن على وجه القربة.

(المختصر القدوري: ص ۷)

یہ ہے کہ ایسے پانی کو دوبارہ وضو یا غسل کے لیے استعمال کرنا جائز نہیں ہے (۱)؛ کیوں کہ پانی رفعِ حدث کے لیے استعمال کرنے کی وجہ سے اس پانی میں نجاست سرایت کر چکی ہے (۲)، اور ایسے پانی کا استعمال وضو میں جائز نہیں ہے جس میں نجاست سرایت کر چکی ہو (۳)، اور فلٹر کرنے کی وجہ سے پانی صاف تو ہوتا ہے یعنی اس کا رنگ، بو، مزہ عام پانی کی طرح ہو جاتا ہے؛ لیکن پاک نہیں ہوتا، اسی لیے ریسائیکلڈ واٹر سے وضو و غسل کرنا درست نہیں ہے؛ البتہ ریسائیکلڈ واٹر کو نجاستِ حقیقیہ کے زائل کرنے میں استعمال کیا جاسکتا ہے کیوں کہ یہاں مقصود ازالہ نجاست ہے اور وہ اس پانی کے ذریعہ دھونے میں حاصل ہے (۴)۔

(۱) والماء المستعمل لا يجوز استعماله في طهارة الأحداث. (المختصر القدوري: ص ۷)

(۲) وقال محمد لا يصير مستعملاً إلا بإقامة القرية، لأن الإستهمال بانتقال نجاسة الأثام إليه.

(اللباب في شرح الكتاب: ۴۷/۱)

(۳) والدليل على تحريم استعمال الماء الذي فيه جزء من النجاسة، وإن لم يتغير طعمه أو لونه أو رائحته قول الله تعالى و يحرم عليهم الخبائث والنجاسات من الخبائث لأنها محرمة.

(شرح مختصر الطحاوي: ۲۳۹/۱)

(۴) فما كان منها مرئية فطهارتها بزوال عينها، لأن النجاسة حلت المحل بإعتبار العين فتزول بزواله.

(الهداية: ۷۷/۱، باب الأنجاس)

## ﴿چمڑے (Leather) کا حکم﴾

### رقم المتن - ۱۹

وَكُلُّ إِهَابٍ دُبِغَ فَقَدْ طَهَّرَ جَازَتْ الصَّلَاةُ فِيهِ وَالْوُضُوءُ مِنْهُ إِلَّا جِلْدَ  
الْخِنْزِيرِ وَالْأَدْمِيِّ.

ترجمہ: اور ہر وہ چمڑا جسے دباغت دے دی گئی ہو وہ پاک ہو گیا اس پر نماز پڑھنا بھی درست ہے، اور اس کے ذریعہ وضو کرنا بھی درست ہے سوائے خنزیر اور آدمی کی جلد کے۔

### توضیح المسئلة

چمڑے کے دباغت کے ساتھ تین مسائل متعلق ہوتے ہیں:

**اول:** خود اس کھال کا پاک ہونا۔ **دوم:** اس کا لباس بنا کر پہننا اور اس کا مصلیٰ بنانا۔ **سوم:** اس کا مشکیزہ بنا کر اس سے وضو کرنا۔

اول کا تعلق ”کتاب الصيد“ کے ساتھ ہے، ثانی کا ”کتاب الصلاة“ کے ساتھ اور ثالث کا تعلق اس باب (احکام المياہ) کے ساتھ ہے، اسی مناسبت کی وجہ سے چمڑے کے مسئلوں کو پانی کے مسئلوں کے تحت بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ دباغت کے بعد ہر طرح کی کھال پاک ہو جاتی ہے اور شرعاً اس سے فائدہ اٹھانا درست ہے (۱)۔

(۱) عن ابن عباس رضي الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم أيما إهاب دبغ فقد طهر.

(السنن للنرمذي: ۱/۳۰۳، کتاب اللباس، ما جاء في جلود الميتة إذا دبغت)

## تفریع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (٣٦)

(جَازَتِ الصَّلَاةُ فِيهِ)

## چمڑے کی ٹوپی اور بیلٹ (Leather Cap &amp; Belt)

## پہن کر نماز پڑھنے کا حکم

چمڑے دو صورتوں میں پاک ہو جاتے ہیں، ایک تو ان جانوروں کے چمڑے جنہیں شرعی طور پر ذبح کیا گیا ہو، دوسرے وہ چمڑے جو ہوں تو مردار کے، لیکن اس کو دباغت دیا گیا ہو، یعنی نمک کیمیکل (Chemical) یا کسی اور چیز کا استعمال کر کے اس کی آلائش دور کر دی گئی ہو؛ ان دونوں صورتوں میں چمڑا پاک ہو جاتا ہے، اور اس سے بنی ہوئی چیزوں کا استعمال جائز ہو جاتا ہے، اس سے صرف خنزیر نجاست کی وجہ سے اور انسان کرامت کی وجہ سے مستثنیٰ ہے؛ لہذا چمڑے کی جو چیزیں مثلاً ٹوپی، بیلٹ وغیرہ بازار میں دستیاب ہیں، جب تک ان کے بارے میں کم سے کم غالب گمان کے درجہ میں یہ معلوم نہ ہو کہ وہ خنزیر کے چمڑے سے بنی ہوئی ہیں، وہ پاک سمجھی جائے گی اور انہیں پہن کر نماز پڑھنا درست ہوگا (۱)۔

(۱) وکل إهاب دبغ فقد طهر جازت الصلاة فيه والوضوء منه إلا جلد الخنزير والآدمي، لقوله عليه

السلام أيما إهاب دبغ فقد طهر. (الهداية: ٤٠/١، كتاب الطهارة)

وکل إهاب دبغ فقد طهر إلا جلد الخنزير والآدمي، يعني کل إهاب دبغ حاز استعماله شرعاً إلا جلد الخنزير

لنجاسة عينه وجلد الآدمي لكرامته. (البحر الرائق: ١/١٧٩، كتاب الطهارة، كتاب الفتاوى: ٨٦/٢)

## طريقة الإنطباع

دباغت کی تعریف یہ ہے کہ چمڑے سے رطوباتِ نجسہ کو اس طرح دور کرنا کہ چمڑے پر پانی لگنے کی وجہ سے نجاست دوبارہ نہ لوٹے۔ چمڑے کی بنی ہوئی اشیاء دباغت شدہ ہوتی ہیں کیوں کہ دباغت کے بغیر چمڑے سے ٹوپی، بیلٹ یا اس طرح کی کوئی اور چیز بنانا ممکن ہی نہیں ہے، ان کے دباغت شدہ ہونے کی علامت یہ ہے کہ نہ تو ان کے اوپر نجاست کی آلائش ہوتی ہے اور نہ ان کو پانی میں داخل کرنے سے آلائش عود کر کے آتی ہے، اس لیے چمڑے کے ذریعہ بنائی جانے والی اشیاء شرعاً پاک ہوں گی، اور ان کو پہن کر نماز پڑھنا بھی جائز ہوگا (۱)۔

رقم المسئلة (۳۷)

(والو ضوء منه)

نجس مٹی (Dirty soil) سے بنے ہوئے برتن کے استعمال کا حکم  
اگر کہار برتن بنانے کے لیے مٹی کو نجس پانی سے گوندھے تو ایسے پلید مٹی سے بنے ہوئے پختہ برتن کا استعمال جائز ہے اور اس میں موجود پانی سے وضو بھی درست ہے (۲)۔

(۱) الدباغة هي إزالة النتن والرطوبات النجسة من الحلد. (التعريفات: ص ۱۰۷)

الدباغ هو ما يمنع عود الفساد إلى الحلد عند حصول الماء فيه. (البحر الرائق: ۱/۱۷۹)

(۲) ومنها الإحراق ..... الطين النجس إذا جعل منه الكوز أو القدر فطبخ يكون طاهرًا كذا في المحيط.

(الفتاوى الهندية: ۱/۴۴، فتاوى حقانيہ: ۲/۵۸۴)

کسی نجس (پلید) شے کے تطہیر کے مختلف طریقے ہیں، ان طریقوں میں آگ بھی ہے، یعنی اگر آگ شے نجس کو جلا کر خاکستر کر دے تو وہ شے پاک ہو جاتی ہے، اور وہ مٹی جس سے برتن بنایا جاتا ہے اس کو آگ میں پکایا جاتا ہے، بغیر آگ میں پکائے مٹی سے برتن بنانا ممکن ہی نہیں، جب نجس مٹی آگ میں پک چکی ہے، تو آگ کے ذریعہ نجاست کا ازالہ ہو چکا ہے اس لیے مٹی کے برتن پاک ہوں گے اور ایسے برتن کا استعمال جائز ہوگا (۱)۔

﴿کنویں کے احکام﴾

**رقم المتن - ٢٠**

وَإِذَا وَقَعَتْ فِي الْبُيُوتِ نَجَاسَةٌ نُزِجَتْ وَكَانَ نَزْحُ مَا فِيهَا مِنَ الْمَاءِ طَهَارَةً لَهَا.

ترجمہ: اور جب کنوئیں میں کوئی نجاست گر جائے تو نجاست کو نکالا جائے گا اور کنوئیں میں موجود پانی کا نکالنا ہی کنوئیں کا پاک ہونا ہوگا۔

## توضيح المسئلة

اگر کنویں کا کل رقبہ طول و عرض  $۵۰$  ذرّہ  $۵۰$  عصر حاضر کے اعتبار سے  $۲۲۵$  اسکوائر فٹ سے کم ہو تو وہ مائے قلیل کے حکم میں ہوگا، اور کنواں محض وقوع نجاست سے ہی نایاک

(١) وادخل في فصح القديس التطهير بالنار في الإستحالة..... إذا احترقت الأرض بالنار فتيتم بذلك  
التراب قيل يحوز التيمم و قيل لا يحوز والأصح الحواز. (البحر الرائق: ١/٣٩٣، ٣٩٥)

ہو جائے گا، اگرچہ اس میں نجاست کے اثرات ظاہر نہ ہوئے ہوں۔ کنویں کی طہارت کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے گری ہوئی نجاست کو نکالا جائے، پھر کنویں میں موجود پانی کو نکال دیا جائے، تو یہ مقدار واجب پانی کا نکالنا ہی کنویں کی طہارت ہوگی (۱)۔

### تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (۳۸)

پانی کی جدید ٹنکیوں (New Water tanks)

کو پاک کرنے کا طریقہ

اگر پانی کی جدید ٹنکیوں میں محسوس جسامت رکھنے والی ناپاکی گری ہے تو اسے ان ٹنکیوں سے نکال دیا جائے، پھر ان کو دونوں طرف سے جاری کر دیا جائے، دوسری طرف سے پانی نکلتے ہی یہ ٹنکیاں پاک ہو جائیں گی، پانی کی کسی خاص مقدار کا نکالنا ضروری نہیں ہے (۲)؛ البتہ بعض فقہائے کرام کے نزدیک احتیاطاً تین مرتبہ اور بعض کے یہاں ایک مرتبہ حوض یا ٹنکی کا پانی بھر کر نکال دینا ضروری ہے، اس لیے احتیاط اس میں ہے کہ ایک طرف سے پاک پانی داخل کر کے دوسری طرف سے اتنا پانی نکال دیا جائے جتنا

(۱) تنزع البئر الصغيرة بوقوع نجاسة وإن قلت من غير الأرواث كقطرة دم أو خمر..... والقليل ما دون عشر في عشر فينجس وإن لم يظهر أثرها فيه. (نور الإيضاح: ص ۲۸، فصل في مسائل الآبار)

(۲) ثم المختار طهارة المنتجس بمجرد جريانه، وكذا البئر وحوض الحمام، قال الشامي تحت قوله (بمجرد جريانه) أي بأن يدخل من جانب ويخرج من آخر حال دخوله وإن قل الخارج.

(الدر المختار مع الشامية: ۱/ ۳۴۵)

وقوع نجاست کے وقت اس حوض یا ٹنکی میں موجود ہے (۱)۔

اس کے بعد حوض یا ٹنکی اور اس کے پائپ کو پاک سمجھا جائے گا (۲)، اگر تھوڑا پانی نکل جانے کے بعد بھی استعمال کر لیا جائے تو قول مختار کے موافق گنجائش ہے۔

### طريقة الإنطباع

شیء نجس کی طہارت ازالہ نجاست پر مبنی ہے، اگر نجاست نجاست مرئیہ ہے تو طہارت کا حکم محض ازالہ نجاست پر ہوتا ہے، اور اگر نجاست غیر مرئیہ ہے تو وہاں شیء کی طہارت کو غالب ظن پر چھوڑ دیا جاتا ہے جیسا کہ فقہانے غیر مرئیہ ناپاکی میں طہارت کو تثلیث غسل پر موقوف کیا ہے؛ کیوں کہ تثلیث غسل سے ظن غالب حاصل ہو جاتا ہے (۳)۔ اگر یہ جدید ٹنکیاں ناپاک ہو جائیں تو ان کی طہارت بھی ازالہ نجاست سے ہی ہوگی، جس کا طریقہ کاریہ ہوگا کہ اگر نجاست جسامت والی ہے تو اس کو نکال دیا جائے، پھر اس کا پانی چالو کر کے دوسری طرف سے پانی نکال دیا جائے؛ چوں کہ یہ جدید ٹنکیاں

(۱) فإن دخل الماء من جانب حوض صغير كان قد تنحس مائه فخرج من جانب، قال أبو بكر بن سعد الأعمش لا يطهر ما لم يخرج مثل ما كان فيه ثلاث مرات فيكون ذلك غسلا له كالقصة حيث تغسل إذا تنجست ثلاث مرات، وقال غيره لا يطهر ما لم يخرج مثل ما كان فيه مرة واحدة. (شرح المنية: ص ۹۹)  
(۲) و كان ذلك طهارة للبئر والدلو والرشاء ويد المستقي.

(نور الإيضاح: ص ۲۸، المسائل المهمة: ۴/۲۹)

(۳) فما كان منها مرئيا فطهارتها بزوال عبتها، لأن النجاسة حلت المحل باعتبار العين فتزول بزواله ..... و ما ليس بمرئي فطهارته أن يغسل حتى يغلب على ظن الغاسل أنه قد طهر، لأن التكرار لا بد منه للاستخراج، و لا يقطع بزواله فاعتبر غالب الظن كما في أمر القبلة، و إنما قدروا بالثلاث لأن غالب الظن يحصل عنده فأقيم السبب الظاهر مقامه تيسرا، و يتأيد ذلك بحديث المستيقظ من منامه. (الهداية: ۱/۷۸)



مائے جاری کے حکم میں ہیں اس لیے بعض پانی کے نکلنے ہی کنواں پاک ہو جائے گا (۱)؛ کیوں کہ جسامت والی ناپاکی کو نکالنے کے بعد کنویں میں کوئی دکھائی دینے والی ناپاکی نہیں ہے کہ اس کو دور کیا جائے، پانی کا ناپاک ہونا غیر مرئیہ کے حکم میں ہے، اور غیر مرئیہ کی صورت میں حکم ظن غالب پر دائر ہوتا ہے، اور بعض پانی کے نکلنے کی وجہ سے بقائے نجاست کا صرف شک ہے، اور شک کی وجہ سے ناپاکی ثابت نہیں ہوتی ہے (۲)۔

رقم المسئلة (۳۹)

ایسے گہرے کنویں (Deep wells) کا حکم

جس سے مراہوا حیوان نکالنا مشکل ہو

بسا اوقات کنواں اتنا گہرا ہوتا ہے کہ اس میں سے نہ تو مرے ہوئے حیوان کا نکالنا ممکن ہوتا ہے، اور نہ ہی کنویں کے سارے پانی کا نکالنا ممکن ہوتا ہے، تو ایسی حالت میں جب کہ تمام پانی کا نکالنا ممکن نہ رہے اور نجاست کا نکالنا بھی انسان کے بس میں نہ ہو تو کنویں سے اتنی مدت تک پانی استعمال نہیں کیا جائے گا جب تک کہ کنویں میں وہ نجاست مٹی ہو کر ختم نہ ہو جائے، بعض علما نے اس کی تحدید چھ مہینے سے کی ہے (۳)۔

(۱) ثم المختار طهارة المنتحس بمجرد جريانه وكذا البئر وحوض الحمام، قال الشامي (بمجرد جريانه) أي بأن يدخل من جانب و يخرج من آخر حال دخوله وإن قل الخارج.

(الدر المختار مع الشامية: ۳۴۵/۱)

(۲) قال ابن الشحنة لأنه صار جاريا حقيقه و بخروج بعضه رفع الشك في بقاء النجاسة فلا تبقى مع الشك.

(رد المختار: ۳۴۵/۱)

(۳) قال الشامي: قلت فلو تعذر أيضا ففي القهستاني عن الجواهر لو وقع عصفور فيها فعجزوا عن =

### طريقة الانطباق

ناپاک اشیاء کو پاک کرنے کے لیے اصل مقصود ازالہ نجاست ہے، اب یہ ازالہ کا معنی کہیں اخراج نجاست سے حاصل ہوتا ہے (جیسے حوض، ٹنکی، کنواں وغیرہ میں کوئی جسم والی ناپاکی گر جائے تو عین نجاست کو نکال کر مقدار واجب پانی کا بہانا) اور کہیں تثلیث غسل سے (جیسے نجاست غیر مرئیہ سے ناپاک ہونے والی اشیاء کا تین مرتبہ دھونا) اور کہیں استحالہ (ناپاکی کے جسم کا ختم ہو جانا) کے ذریعہ سے (جیسے نمک کے کان میں گدھا گر کر مر جائے اور ختم ہو کر نمک ہو جائے تو نمک کا کان پاک ہو جاتا ہے)؛ پس معلوم ہوا کہ ناپاک اشیاء میں حصول طہارت کے لیے اصل مقصود ازالہ نجاست ہے؛ لہذا اگر کنویں کے گہرا ہونے کی وجہ سے مرے ہوئے حیوان اور پانی کا نکالنا ممکن نہ ہو، تو یہاں یہ ازالہ کا معنی استحالہ متعین ہو جائے گا جب ناپاکی سر کر مٹی ہو جائے گی تو کنواں پاک ہو جائے گا<sup>(۱)</sup>؛ کیوں کہ مقصود (ازالہ نجاست) حاصل ہو گیا (۲)۔

= إخراجہ فمادام فیہا فنجسۃ فترک مدۃ یعلم أنہ استحال و صار حمأً وقیل مدۃ سنۃ أشهر.

(رد المحتار: ۱/۳۶۸، فصل فی البشر، فتاویٰ حقانیہ: ۵۴۳/۲)

(۱) والوجه فی إخراج کل مائها أن البشر لما وجب إخراج النجاسة منها، ولا يمكن ذلك لا بنزع کل مائها وجب نزع النجاسة معه حقیقیۃ، وهذا التعلیل یفید أنه لا بد فی طهارة البشر من إخراج النجاسة بعینها لکنه مقید بما إذا أمکن ذلك وإلا فهو لیس بواجب ..... وذكر القهستانی فی جامع الرموز نقلاً عن الجواهر لو وقع فیها عصفور فعجزوا عن إخراجہ، فمادام فیہا فنجسۃ فترک مدۃ یعلم أنه استحال، و صار حمأً، وقیل مدۃ سنۃ أشهر وهذا أيضا یفید أنه لا بد من إخراج عین النجاسة فإذا تعذر یرک إلى أن یتحیل.

(السعاية: ۱/۴۲۶، أحكام الأبار)

(موسوعة الفوائد الفقہیۃ: ۵/۲۳۱)

(۲) الحکم ینی علی المقصود.

## ﴿ڈول کا بیان﴾

### رقم المتن - ۲۱

وَعَدَدُ الدَّلَاءِ يُعْتَبَرُ بِالدَّلْوِ الْوَسْطِ الْمُسْتَعْمَلِ لِلْأَبَارِ فِي الْبُلْدَانِ فَإِنْ  
نَزَحَ مِنْهَا بِدَلْوٍ عَظِيمٍ قَدْرُ مَا يَسَعُ مِنَ الدَّلَاءِ الْوَسْطِ أُحْتَسِبَ بِهِ.

ترجمہ: اور ڈولوں کی تعداد اوسط درجہ کے ڈول کے اعتبار سے معتبر ہوگی جس کا استعمال  
شہروں کے کنوؤں پر ہوا کرتا ہے؛ لہذا اگر بڑے ڈول سے اوسط درجہ کے ڈولوں کے بقدر  
پانی نکال دیا گیا تو اوسط درجہ کے ڈول سے حساب لگائیں گے۔

### توضیح المسئلة

پانی کی وجوہی مقدار نکالنے کے لیے اوسط درجہ کا ڈول معتبر ہوگا، یعنی ایسا ڈول  
جس کا استعمال عموماً کنوؤں پر ہوتا ہے، اور کسی کنویں کا ڈول مقرر نہ ہونے کی شکل میں وہ  
ڈول معتبر ہوگا، جس میں ایک صاع پانی آ سکے، اور اگر ڈول اتنا بڑا ہو کہ اس میں متوسط  
ڈول کے تیس چالیس ڈول پانی آجائیں تو بڑے ڈول سے پانی کا ایک مرتبہ نکالنا متوسط  
ڈول کے تیس چالیس ڈول نکالنے کے قائم مقام ہو جائے گا۔ اور اس طرح مقدار واجب  
پانی کا نکالنا کافی ہو جائے گا۔

## تفریع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (٤٠)

پمپنگ سیٹ (Pumping set) کے ذریعہ

کنویں کا ناپاک پانی نکالنا

بعض صورتوں میں ناپاک کی وغیرہ کے گر جانے پر کنویں کا پورا پانی یا مقدار واجب پانی نکالنا ضروری ہوتا ہے، اس لیے پانی نکالنے کے لیے پمپنگ سیٹ کا استعمال نہ صرف جائز بل کہ زیادہ آسان اور بہتر ہے (۱)۔

## طريقة الإنطباق

کنویں کے ناپاک ہونے کی صورت میں مقصود کنویں میں موجود پانی کا نکالنا ہے، خواہ وہ کسی بھی طریقے سے ہو؛ کیوں کہ حصول مقصود سے شئ (حکم) حاصل ہو جاتی ہے (۲)۔

(۱) تنزح البشر الصغيرة بوفوع نجاسة وإن قلت من غير الأرواث. (نور الإيضاح: ص ۲۸)

قال الشامي: فلو نزح القدر الواجب بدلو واحد كبير أجزاء و هو ظاهر المذهب لحصول المقصود.

(رد المحتار: ۳۷۵/۱، فصل في البشر، محقق ومدلل جديد مسائل: ۱/۱۲۴،

جديد فقهی مسائل: ۱/۱۱۲)

(موسوعة القواعد الفقهية: ۵/۲۳۱)

(۲) الحكم يبنى على المقصود.

## ﴿جانوروں کے جھوٹے کے احکام﴾

### رقم المتن - ۲۲

وَسُورُ الْآدَمِيِّ وَمَا يُؤْكَلُ لَحْمُهُ طَاهِرٌ.

ترجمہ: اور آدمی کا جھوٹا اور ایسے جانوروں کا جھوٹا پاک ہے جن کا گوشت کھایا جاتا ہے۔

### توضیح المسئلة

جانوروں کے جھوٹے کی پانچ قسمیں ہیں:

(۱) بالاتفاق پاک، مثلاً آدمی اور ماکول اللحم جانوروں کا جھوٹا

(۲) بالاتفاق ناپاک، مثلاً کتے، خنزیر کا جھوٹا

(۳) مختلف فیہ، مثلاً درندوں کا جھوٹا

(۴) مکروہ، مثلاً بلی، کھلی پھرنے والی مرغی کا جھوٹا

(۵) مشکوک، مثلاً گدھے اور خچر کا جھوٹا

ان میں سے مصنفؒ نے پہلی قسم کا ذکر فرمایا ہے کہ آدمی اور وہ جانور جو حلال ہیں

اور جن کا گوشت کھایا جاتا ہے بالاتفاق سب کے نزدیک ان کا جھوٹا طاهر ہے؛ کیوں کہ ان

کے جھوٹے میں منہ کے لعاب کی آمیزش ہوتی ہے، اور لعاب چوں کہ گوشت سے ہی بنتا

ہے، اور آدمی اور حلال جانوروں کا گوشت پاک ہے اس لیے لعاب بھی پاک ہوگا (۱)۔

(۱) السور على خمسة أنواع: سور طاهر بالاتفاق هو سور الآدمي و ما يؤكل لحمه، وسور نجس =

## تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة ( ٤١ )

## میت کے لعاب (Saliva of dead) کا حکم

انتقال کے بعد میت کے منہ سے جو پانی وغیرہ نکلتا ہے وہ شرعاً ناپاک ہے (۱)۔

## طريقة الإنطباق

کسی بھی جاندار کے لعاب کا حکم اس کے گوشت سے معلوم کیا جاتا ہے، اگر گوشت پاک تو لعاب بھی پاک، اور اگر گوشت ناپاک تو لعاب بھی ناپاک؛ کیوں کہ لعاب گوشت سے ہی پیدا ہوتا ہے (۲)، اور جب تک انسان زندہ رہتا ہے کرامتاً و شرافتاً اس کا گوشت شرعاً پاک رہتا ہے، اسی لیے اس کے جھوٹے کو پاک قرار دیا گیا؛ لیکن جب انسان مرجاتا ہے تو مردار ہونے کی وجہ سے اس کا گوشت ناپاک ہو جاتا ہے؛ کیوں کہ اس میں حرمت کی دونوں علتیں موجود ہیں: ایک مردار ہونے کی وجہ سے اس کے گوشت کی حرمت اور دوسرے اختلاط دم مع اللحم، یعنی گوشت کے ساتھ دم نجس کا مل جانا اسی لیے اس کا

= بالإتفاق هو سؤر الكلب والخنزير، و سؤر مختلف فيه وهو سؤر السباع، وسؤر مكروه هو سؤر الهرة والدجاجة المخلاة، وسؤر مشكوك فيه هو سؤر البغل والحمار. (الجوهر النيرة: ۱/۶۰)

(۱) وأما لعاب الميت فقد قيل أنه نجس هكذا في السراج الوهاج.

(الفتاوى الهندية: ۱/۴۶، كتاب المسائل: ۱/۱۱۰)

(۲) والعرق معتبر بالسؤر لأن السؤر مخلوط باللعاب و حكم اللعاب والعرق واحد لأن كلا

منهما متولد من اللحم. (شرح الوقایہ: ۱/۸۶)

گوشت ناپاک ہے اور جب گوشت ناپاک ہے تو اس کا لعاب بھی ناپاک ہوگا؛ کیوں کہ لعاب تو گوشت سے ہی پیدا ہوتا ہے (۱)۔

رقم المسئلة (۴۲)

## جنابت کی حالت میں نکلنے والے پسینہ (Sweat) کا حکم

حالت جنابت میں نکلنے والا پسینہ پاک ہے، اس کے کپڑے پر لگ جانے یا پانی میں گر جانے سے کپڑا اور پانی ناپاک نہیں ہوں گے (۲)۔

### طريقة الإنطباق

فقہائے کرام نے پسینے اور جھوٹے کے سلسلے میں ایک ضابطہ ذکر کیا ہے کہ ہر جاندار کے پسینے کو اس کے جھوٹے پر قیاس کیا جائے گا، یعنی اگر اس جاندار کا جھوٹا پاک ہے تو اس کا پسینہ بھی پاک ہوگا، اور اس کا جھوٹا ناپاک ہے تو اس کا پسینہ بھی ناپاک ہوگا، کیوں کہ پسینہ اور جھوٹا دونوں گوشت سے پیدا ہوتے ہیں۔ مذکورہ ضابطہ کی روشنی میں ہم نے غور کیا تو معلوم ہوا کہ جنبی شخص کا جھوٹا بھی پاک ہے اور اس کا گوشت بھی، اور پسینہ

(۱) والحيطة سواء كان مأكولاً أو غير مأكول توجد فيه الأمان، حرمة اللحم لحرمة الميتة مطلقاً والإختلاط فيكون لحمه ولعابه نجساً. (السعاية: ۱/ ۴۷۱)

(۲) ذهب الفقهاء إلى طهارة عرق الإنسان مطلقاً لا فرق في ذلك بين المسلم والكافر الصاحي والسكران والطاهر والحائض والجنب. (الموسوعة الفقهية: ۳۰/ ۶۲)

فسور آدمي مطلقاً ولو جنباً أو كافراً..... و حكم عرق كسور، قال الشامي: العرق من كل حيوان حكمه كسوره لتولد كل منهما من اللحم. (الدر المختار مع الشامية: ۱/ ۳۸۱، ۳۸۹، المسائل المهمة: ۶/ ۴۳)

گوشت سے ہی پیدا ہوتا ہے، اس لیے اس کے جھوٹے کی طرح اس کا پسینہ بھی پاک ہوگا، اگر کپڑے پر لگ جائے یا پانی وغیرہ میں گر جائے تو کپڑا اور پانی ناپاک نہیں ہوں گے (۱)۔

رقم المسئلة (۴۳)

(مایو کل لحمہ)

جانوروں کے جگالی (Ruminant the animals) کا حکم

گائیں، بھینس وغیرہ کے جگالی کرتے وقت منہ میں جو جھاگ آتا ہے، رانج قول کے مطابق یہ نجس ہے؛ لہذا اگر کپڑے پر لگ جائے، یا پانی میں گر جائے تو پانی ناپاک ہو جائے گا (۲)۔

(۱) والعرق معتبر بالسور لأن السور مخلوط باللعاب، وحكم العرق واللعاب واحد، لأن كل منهما متولد من اللحم. قال العلامة الحليل عبد الحي اللكنوي تحت قوله: لأن السور تعليل لكون حكم العرق كحكم السور، وحاصله أن نجاسة السور وكراهته وطهارته إنما هو بخلط اللعاب به وحكم اللعاب والعرق واحد لكون كل منهما متولدا من اللحم، فما كان لعابه مكروها يكون عرقه أيضا كذلك، وكذلك الطهارة والنجاسة. (السعاية: ۱/۴۶۹)

وسور الآدمي والفرس وما يؤكل لحمه طاهر، أما الآدمي فلأن لعابه متولد من لحم طاهر وإنما لا يؤكل لكرامته ولا فرق بين الجنب والطاهر والحائض والنفساء. (البحر الرائق: ۱/۲۲۲)

(۲) وجرته كزبله، قال الشامي: أي كسرقينة وهي بكسر الجيم وقد تفتح ما يجره أي يخرج به البعير من جوفه إلى فمه فيأكله، ثانيًا كما في المغرب والقاموس، وعَلَّله في التجنيس بأنه وأراه جوفه، ألا ترى إلى ما يوارى خوف الإنسان بأن كان ماء ثم قاءه فحكمه حكم بوله وهو يقتضي أنه كذلك وإن قاء من ساعته ..... وظاهره الميل إلى إعطاء الجرة حكم هذا القيء أخذًا من التعليل.

(الدر المختار مع رد المحتار: ۱/۵۶۴، باب الأنجاس، أحسن الفتاوى: ۲/۸۸)



### طريقة الإنطباع

ہر وہ شیء جو معدے میں چلی گئی ہو، پھرتے یا کسی طرح خارج ہو جائے تو اس کا حکم نجاست کے ساتھ مل جانے کی وجہ سے نجاست غلیظہ کا ہے، اور جانوروں کے جگالی والی صورت میں بھی ایک مرتبہ غذائیں ان کے معدے میں چلی جاتی ہیں، پھر جانور اُسے معدے سے نکال کر چباتے ہیں تو یہاں بھی غذاؤں کا اختلاط معدے کی نجاست کے ساتھ ہو رہا ہے، اسی لیے جگالی کرتے وقت جانوروں کے منہ میں جو جھاگ آتا ہے وہ ناپاک ہوگا (۱)۔

(۱) طعام أو ماء إذا وصل إلى معدته وإن لم يستقر وهو نجس مغلف ولو من صبي ساعة إرتضاعه هو الصحيح لمخالطة النجاسة.

قال الشامي: والصحيح ظاهر الرواية أنه نجس لمخالطته النجاسة ونداخلها فيه.

(الدر المختار مع رد المحتار: ۱/۲۶۶، کتاب الطہارۃ)

## ﴿تیمم کا بیان﴾

### رقم المتن - ۲۳

وَمَنْ لَمْ يَجِدِ الْمَاءَ وَهُوَ مُسَافِرٌ أَوْ خَارِجَ الْمِصْرِ، وَبَيْنَهُ وَبَيْنَ الْمِصْرِ  
نَحْوَ الْمِيلِ أَوْ أَكْثَرَ..... فَإِنَّهُ يَتِمُّمُ بِالصَّعِيدِ.

ترجمہ: اور جو شخص پانی نہ پائے حالانکہ وہ شخص مسافر ہے یا شہر سے باہر ہے، اور اس کے  
اور شہر کے درمیان ایک میل یا زیادہ کا فاصلہ ہے، تو وہ پاک مٹی سے تیمم کرے۔

### توضیح المسئلة

اگر کوئی شخص سفر میں ہو اور وہ پانی نہ پائے، یا وہ مسافر تو نہ ہو لیکن شہر سے باہر ہو  
اور اس کے اور شہر کے درمیان ایک میل کا یا اس سے زائد کا فاصلہ ہو، تو ایسے شخص کے لیے  
جائز ہے کہ وہ پاک مٹی سے تیمم کرے (۱)۔

(۱) وَإِنْ كُنْتُمْ مَرْضَى أَوْ عَلَى سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِّنْكُم مِّنَ الْغَائِطِ أَوْ لَمَسْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا  
صَعِيدًا طَيِّبًا. (المائدة: ۶)

عن أبي قال: قال رسول الله عليه وسلم: إن الصعيد الطيب وضوء المسلم، وإن لم يجد الماء عشر سنين،  
فإذا وجد الماء فليمسسه بشره فإن ذلك ذلك خير.

(مشكاة المصابيح: ص ۵۴، باب التيمم)

## تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (٤٤)

## ٹرین (Train) میں پانی نہ ملنے پر تیمم کا حکم

اگر ٹرین کے کسی ڈبے میں پانی ختم ہو جائے اور قریب کے ڈبے جہاں تک وہ جاسکتا ہے، وہاں بھی پانی نہیں ہے، اور نماز کا وقت ختم ہونے سے پہلے کوئی ایسا اسٹیشن (Station) بھی آنے والا نہیں ہے جہاں ٹرین اتنی دیر رُکے جس میں وضو کیا جاسکے یا پانی لیا جاسکے تو شرعاً تیمم کی اجازت ہوگی (۱)، خواہ ٹرین کے گزرتے ہوئے باہر پانی نظر آرہا ہو (۲)۔

## طريقة الإنطباق

وضو کے واجب ہونے کے لیے پانی کا موجود ہونا شرط نہیں ہے، بل کہ استعمال پر قدرت شرط ہے، اسی لیے حضرات فقہائے کرامؒ نے پانی کے موجود ہونے کے باوجود اس کے استعمال پر قدرت نہ ہونے کی صورت میں تیمم کو جائز قرار دیا ہے، اور ٹرین میں سفر کرتے ہوئے اگر ٹرین کے ڈبوں میں پانی ختم ہو جائے، اور نماز کے وقت کے ختم ہونے سے پہلے کوئی اسٹیشن بھی آنے والا نہ ہو، جہاں سے پانی حاصل کرنا ممکن ہو تو ایسی صورت

(۱) وهو لمحدث و جنب و حائض و نفساء لم يقدرُوا على الماء يكفي لطهارته.

(شرح الوقاية: ۸۷/۱، کتاب الطهارة)

(۲) ولو مر المتيمم على ماء في موضع لا يستطيع النزول إليه لخوف عدو أو سبع لا ينتقض تيممه.

(بدائع الصنائع: ۵/۱، المسائل المهمة: ۳۶/۴، کتاب المسائل: ۱۸۶/۱)

میں ”عدم قدرت علی استعمال الماء الکافی“ والی علت پائی جانے کی وجہ سے اس کے لیے تیمم کی اجازت ہوگی (۱)۔

### رقم المتن - ۲۴

أَوْ كَانَ يَجِدُ الْمَاءَ إِلَّا أَنَّهُ مَرِيضٌ فَخَافَ إِنْ اسْتَعْمَلَ الْمَاءَ اشْتَدَّ مَرَضُهُ  
فَإِنَّهُ يَتِمُّ بِالصَّعِيدِ.

ترجمہ: یا پانی تو میسر ہو مگر وہ مریض ہو اور یہ خطرہ ہو کہ پانی استعمال کرنے پر مرض میں اضافہ ہو جائے گا تو وہ پاک مٹی سے تیمم کر لے۔

### توضیح المسئلة

اگر بیماری کی وجہ سے پانی نقصان کرتا ہو کہ اگر وضو یا غسل کرے گا تو بیماری بڑھ جائے گی یا دیر سے اچھا ہوگا تو ایسے بیمار کے لیے تیمم کرنا درست ہے۔ علماء نے بیماری کی تین قسمیں بیان کی ہیں:

(الف) مریض کے لیے پانی ضرر رساں ہو، مثال کے طور پر بخار یا چیچک میں مبتلا ہو، ایسے مریض کے لیے بالاتفاق سب کے نزدیک تیمم کرنا درست ہے (۲)۔

(۱) قوله ومن لم يجد الماء وهو مسافر، المراد من الوجود القدرة على الاستعمال حتى أنه لو كان مريضاً، أو على رأس بئر بغير دلو، أو كان قريباً من عين و عليها عدو أو سبع أو حية لا يستطيع الوصول إليه لا يكون واجداً، والمراد من الوجود ما يكفي لرفع حدثه وما دونه كالمعدوم.

(الجوهرة النيرة: ۱/ ۶۶، باب التيمم)

(۲) المريض له ثلاث حالات أحدها إذا كان يستضر باستعمال الماء كمن به جذري أو حمى أو جراحة يضره الإستعمال فهذا يجوز له التيمم إجماعاً.  
(الجوهرة النيرة: ۱/ ۶۸)

(ب) ایسا مریض کہ اس کے لیے پانی تو ضرر رساں نہ ہو، لیکن اس کے لیے حرکت نقصان دہ ہو، مثلاً رشتہ کے مرض میں مبتلا ہو، ایسی صورت میں اگر اس کے پاس معاون نہ ہوں تو بالاتفاق اس کے لیے تیمم درست ہے، اور اگر معاون میسر ہوں تب بھی امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک تیمم درست ہے، خواہ یہ معاون اس کے ماتحت افراد ہوں، مثلاً اولاد یا خادم وغیرہ۔ اور صاحبینؒ کے نزدیک معاون میسر ہونے کی صورت میں تیمم درست نہیں؛ البتہ محیط کی روایت کے مطابق معاون میسر ہونے کی صورت میں بالاتفاق تیمم کا عدم جواز منقول ہے (۱)۔

(ج) مریض کو وضو پر قدرت نہ ہو، نہ وہ خود کر سکتا ہو اور نہ کسی اور کی مدد کے ذریعہ، تو ایسی صورت میں بعض فقہا امام ابوحنیفہؒ کے قول پر قیاس کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جب تک اسے دونوں میں سے کسی ایک چیز پر قدرت حاصل نہ ہو اس وقت تک نماز ہی نہ پڑھے، امام ابو یوسفؒ کے نزدیک نماز پڑھنے والوں کی مشابہت اختیار کر لے اور بعد میں لوٹا لے (۲)۔

(۱) والثانية إن كان لا يضره إلا الحركة إليه ولا يضره الماء كالمبطون وصاحب العرق المدني، فإن كان لا يجد من يستعين به جاز له التيمم أيضًا إجماعًا، وإن وجد فعند أبي حنيفة يجوز له التيمم أيضًا سواء كان المستعان به من أهل طاعته أو لا، وأهل طاعته عبده أو ولده أو أجيره، وعندهما لا يجوز له التيمم كذا في التأسيس، وفي المحيط إذا كان من أهل طاعته لا يجوز إجماعًا، (الجوهرة النيرة: ۶۸/۱)

(۲) والثالثة إذا كان لا يقدر على الوضوء لا بنفسه ولا بغيره ولا على التيمم لا بنفسه ولا بغيره قال بعضهم لا يصلي على قياس قول أبي حنيفة، حتى يقدر على أحدهما وقال أبو يوسف يصلي تشبهًا ويعيد. (الجوهرة النيرة: ۶۸/۱)

## تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (٤٥)

ڈاکٹر (Doctor) کا کسی مریض کو پانی استعمال کرنے سے

منع کرنے کی صورت میں تیمم کا حکم

اگر کسی مریض کو ماہر عادل ڈاکٹر نے پانی استعمال کرنے سے منع کر دیا ہو، اور پانی استعمال کرنے کی صورت میں مرض کے بڑھنے یا دیر سے اچھا ہونے کا اندیشہ ہو، تو ایسی صورت میں مریض کے لیے تیمم کر کے نماز پڑھنے کی گنجائش ہوگی (۱)۔

## طريقة الإنطباق

شریعتِ مطہرہ انسان کو مشقت شدیدہ میں مبتلا کرنا نہیں چاہتی ہے (۲)، اسی لیے اگر پانی کے استعمال کی صورت میں بیمار ہو جانے یا بیماری کے بڑھ جانے یا دیر سے اچھا ہونے کا خوف ہو اور یہ خوف یقین یا ظن غالب کے درجہ میں ہو تو ایسے شخص کے لیے تیمم کی اجازت ہے، اور ماہر عادل ڈاکٹر کا مریض کو مذکورہ خطرات سے آگاہ کرتے ہوئے پانی

(۱) ولو كان يجد الماء إلا أنه مريض فحاف إن استعمال الماء اشتد مرضه تیمم لما تلونا (وإن كنتم مرضى) ولأن الضرر في زيادة المرض فوق الضرر في زيادة ثمن الماء، وذلك يبيح التيمم فهذا أولى، ولا فرق بين أن يشتد مرضه بالتحرك أو بالاستعمال. (الهداية: ۱/۴۹)

قوله (فحاف) المراد بالخوف في المرض و البرد هو غلبة الظن عن إمارة، أو تحربة، أو بأخبار طبيب مسلم غير ظاهر الفسق. (المعتصر الضروري: ص ۵۵، فتاوى قاسميه: ۱۵۷/۵)

(۲) لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا. (البقرة: ص ۲۸۶)

المشتقة تحلب التيسر. (الأشباه والنظائر لابن نجيم: ص ۳۷۶)

استعمال کرنے سے منع کرنا بھی غلبہِ ظن کا فائدہ دیتا ہے، اس لیے ڈاکٹر کے منع کرنے کی صورت میں بھی تیمم کی شرعاً اجازت ہوگی (۱)۔

## ﴿کیفیت تیمم کا بیان﴾

### رقم المتن - ۲۵

وَالْتِّمُّمُ ضَرْبَتَانِ يَمْسَحُ بِأَحْدَاهُمَا وَجْهَهُ، وَبِالْأُخْرَى يَدَيْهِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ.

ترجمہ: تیمم کے لیے دو ضرب ہیں ایک کو چہرے پر ملے اور دوسرے کو دونوں ہاتھوں پر کہنیوں سمیت۔

### توضیح المسئلة

مذکورہ عبارت میں کیفیتِ تیمم کا بیان ہے، کہ تیمم کے لیے دو ضرب ہوں گے ایک ضرب زمین پر مار کر چہرے پر ملے، اور دوسرا ضرب زمین پر مار کر دونوں ہاتھ مع کہنیوں کے ملے، اور اس بات کا خیال رکھے کہ مسح کرتے وقت چہرہ اور دونوں ہاتھ کا کوئی جزو نہ چھوٹے بل کہ بالاستیعاب مسح کرے (۲)۔

(۱) المراد بالخوف في المرض والبرد هو غلبة الظن عن إمارة أو تجربة أو بأخبار طبيب مسلم غير ظاهر الفسق.

(المعتصر الضروري: ص ۵۵)

(۲) عن عمار بن ياسر حين تيمموا مع رسول الله فأمر المسلمين فضربوا بأكفهم التراب، ولم يقبضوا =

## تفریع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (٤٦)

ہاتھ کہنیوں تک کٹے ہوئے ہونے کی صورت میں تیمم کا حکم  
اگر کسی شخص کے دونوں ہاتھ کہنیوں کے جوڑ سے کٹے ہوئے ہوں تو جب تیمم  
کرے تو کٹنے کی جگہ کا مسح کرے (۱)۔

رقم المسئلة (٤٧)

ہاتھ کہنیوں کے اوپر سے کٹے ہوئے ہونے کی صورت میں تیمم کا حکم  
اگر کسی شخص کے دونوں ہاتھ کہنیوں کے اوپر سے کٹ گئے ہوں تو تیمم کرتے  
وقت اس شخص پر ہاتھوں کا مسح واجب نہیں ہے (۲)۔

= من التراب شيئا، فمسحوا بوجوههم مسحة واحدة، ثم عادوا فضربوا بأكفهم الصعيد مرة أخرى، فمسحوا بأيديهم. (السنن لابن ماجه: .....، باب في التيمم ضربتين)

والتيمم ضربتان وهما ركناه يمسح بإحدهما مستوعبا وجهه، وبالأخرى يديه إلى المرفقين أي معهما، قال في الهداية ولا بد من الاستيعاب في ظاهر الرواية لقيامه مقام الوضوء، ولهذا قالوا يخلل الأصابع، وينزع الخاتم لتمام المسح. (اللباب في شرح الكتاب: ٥٢/١)

(۱) ومن هو مقطوع اليدين من المرفقين إذا تيمم لمسح موضع القطع. (حلی کبیر: ۶۴)

(مستوعبا وجهه) حتی لو ترك شعرة، أو ترة منخر لم يجز (ويديه) فينزع الخاتم والسوار، أو يحرك به يفتى (مع مرفقيه) فيمسحه الأقطع بضربتين. قال الشامي أي من المرفق إن بقي شيء منه ولو رأس العضد. (الدار المختار مع رد المحتار: ٤٠٢/١، كتاب الطهارة باب التيمم، كتاب المسائل: ١/١٩١)

(۲) فلو كان القطع فوق المرفقين لا يجب إتفاقا. (رد المحتار: ٤٠٢/١، باب التيمم) =



### طريقة الإنطباق

دونوں ہاتھ کی کہنیاں وضو و تیمم میں غسل و مسح میں داخل ہیں (۱)، یعنی اگر کہنیاں موجود ہیں تو وضو میں ان کو دھونا اور تیمم میں ان پر مسح کرنا ضروری ہوگا، اور اگر کہنیاں موجود نہیں ہیں تو ان کو دھونا اور ان پر مسح کرنا ضروری نہیں ہے؛ پس معلوم ہو گیا کہ اگر کہنیاں درمیان سے کٹی ہوئی ہیں تو چوں کہ محل غسل و مسح موجود ہے اس لیے وضو میں موجود کہنی کے حصہ کو دھونا اور تیمم میں اس پر مسح کرنا ضروری ہوگا (۲)، اور اگر کہنی جڑ سے ہی کٹی ہوئی ہے تو چوں کہ محل غسل و مسح ہی موجود نہیں ہے، اس لیے بچے ہوئے ہاتھ پر نہ تو غسل واجب ہوگا اور نہ ہی مسح واجب ہوگا (۳)۔

= مقطوع اليدين من الرسغ يمسح ذراعيه، ومقطوع الذراعين يمسح موضع القطع، وإن كان القطع فوق المرفق لا يجب المسح كذا في محيط السرخسي.

(الفتاوى الهندية: ۱/۲۶، كتاب المسائل: ۱/۱۹۱)

(۱) والمرفقان والكعبان يدخلان في فرض الغسل. (حلی کبیر: ۱۷)

أما ركنه فضربتان ضربة للوجه وضربة للذراعين، ولما احتمل لفظ الذراعين عدم تناول الكفين قال يعني اليدين إلى المرفقين لقوله عليه السلام: التيمم ضربة للوجه، وضربة للذراعين رواه الحاكم. (حلی کبیر: ۲۶)

(۲) ومن هو مقطوع اليدين من المرفقين إذا تيمم يمسح موضع القطع، وهو طرف عظم العضد، لأنه

من المرفقين إذ المرفق نهاية كل من عظمي الساعد والعضد، وفي الوضوء يجب غسله. (حلی کبیر: ۴۶)

(۳) فلو كان القطع فوق المرفقين لا يجب إتفاقا. (رد المحتار: ۱/۴۰۲)

## ﴿ان اشیاء کا بیان جن پر تیمم جائز ہے﴾

### رقم المتن - ۲۶

وَيَحْجُزُ التَّيْمُمُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ بِكُلِّ مَا كَانَ مِنْ جِنْسِ الْأَرْضِ  
كَالتُّرَابِ وَالرَّمْلِ وَالْحَجَرِ وَالْحَصَى وَالنُّورَةِ وَالْكُحْلِ وَالزَّرْنِیْخِ، وَقَالَ  
أَبُو يُوسُفَ لَا يَحْجُزُ إِلَّا بِالتُّرَابِ وَالرَّمْلِ خَاصَّةً.

ترجمہ: اور جائز ہے تیمم امام ابو حنیفہ اور امام محمد کے نزدیک ہر اس چیز سے جو زمین کی جنس سے ہو، جیسے مٹی، ریت، پتھر، گچ، چونہ، سرمہ اور ہڑتال سے۔ اور امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ نہیں جائز ہے مگر مٹی اور ریت سے خاص طور پر۔

### توضیح المسئلة

مذکورہ عبارت میں ”ما یحوز بہ التیمم“ کا بیان ہے یعنی ہر وہ چیز جو زمین کی جنس سے ہو اس کے ساتھ تیمم کرنا جائز ہے، اور زمین کی جنس سے ہونے کی شناخت یہ ہے کہ جو چیز جل کر راکھ ہو جائے جیسے درخت، اور جو چیز پگھل کر نرم ہو جائے جیسے لوہا، تانبا وغیرہ تو یہ زمین کی جنس سے نہیں ہے، اور اس کے علاوہ چیزیں زمین کی جنس سے ہیں (۱)،

(۱) قوله قال ابن نجيم (من جنس الأرض) يعني تيمم بما كان من جنس الأرض، قال المصنف في المستنصر كل ما يحترق بالنار فيصير رمادا كالشجر أو ينطبع وينين كالحديد فليس من جنس الأرض وما عدا ذلك فهو من جنس الأرض.

(البحر الرائق: ۱/ ۲۵۷)

مثلاً مٹی ریت پتھر وغیرہ یہ مذہب طرفین کا ہے اور یہی مفتی بہ قول ہے (۱)، حضرت امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ صرف مٹی اور ریت پر تیمم کرنا درست ہے اور امام شافعیؒ نے فرمایا کہ فقط اُگانے والی مٹی سے جائز ہے اور یہی امام ابو یوسف کا قول مرجوع الیہ ہے۔

## تفریع من المسائل العصرية

رقم المسئلة ( ٤٨ )

سیمنٹ کی دیوار (Cemented Wall) اور ٹائلز (Tiles)

وغیرہ پر تیمم کا حکم

سیمنٹ کی دیوار اور ماربل وغیرہ کی ٹائلز پر تیمم کرنا جائز ہے، بشرطیکہ وہ پاک ہوں اگرچہ ان پر بالکل بھی گرد و غبار نہ ہو (۲)۔

## طريقة الإنطباق

یہاں ایک ضابطہ ذہن نشین کر لینا چاہیے تاکہ انطباق واضح ہو جائے کہ تیمم ہر اس چیز پر جائز ہے جو زمین کی جنس سے ہو، اور غیر جنس پر تیمم جائز نہیں ہے۔ اور جنس و

(۱) إختلف العلماء فيه قال علاء الدين السمرقندي قال أبو حنيفة ومحمد رحمهما الله تعالى: بجوز بكل ما هو من جنس الأرض وقال أبو يوسف لا يجوز إلا بالتراب والرمل خاصة، وروى المعلى عن أبي يوسف أنه لا يجوز إلا بالتراب وهو قوله الأخير وبه أخذ الشافعي، والصحيح قول أبي حنيفة ومحمد رحمهما الله تعالى. (تحفة الفقهاء: ۱/ ۴۱)

(۲) فيجوز كحجر مدقوق أو مغسول وحائط مطين أو محصص. (الدر المختار: ۱/ ۴۰۶، باب التيمم) وبالحجر عليه غبار أولم يكن بأن كان مغسولاً أو أملس مدقوقاً أو غير مدقوق.

(الفتاوى الهندية: ۱/ ۲۷، الباب الرابع في التيمم كتاب المسائل: ۱/ ۱۹۳)

غیر جنس کے پہچاننے کا ضابطہ یہ ہے کہ ہر وہ چیز جو جلانے سے جل کر راکھ ہو جائے یا آگ میں پگھل کر نرم ہو جائے تو وہ جنس زمین سے نہیں ہے؛ لہذا اس پر تیمم بھی جائز نہیں ہے، اور جو چیز جلانے سے نہ جلے اور پگھلانے سے نہ پگھلے وہ جنس زمین سے ہے، اس پر تیمم جائز ہے، اور سیمنٹ کی دیوار، ٹائلز وغیرہ بھی جلانے سے نہ جلتی ہے اور نہ ہی پگھل کر نرم ہوتی ہے، اس لیے اس پر تیمم کرنا جائز ہوگا (۱)۔

## ﴿نواقض تیمم کا بیان﴾

### رقم المتن - ۲۷

وَيَنْقُضُهُ أَيضًا رُؤْيَةُ الْمَاءِ إِذَا قَدَّرَ عَلَى اسْتِعْمَالِهِ.

ترجمہ: نیز تیمم کو توڑ دے گا پانی کو دیکھنا جب کہ پانی کے استعمال پر قدرت ہو۔

### توضیح المسئلة

تیمم پانی پر قدرت نہ ہونے کی حالت میں جائز ہے، اس لیے جوں ہی پانی پر قدرت ہوگی تیمم ٹوٹ جائے گا، البتہ وضو کے تیمم کے ٹوٹنے کے لیے وضو کی مقدار پانی اور غسل کے تیمم کے ٹوٹنے کے لیے غسل کی مقدار پانی پر قدرت ہونا ضروری ہے (۲)۔

(۱) كل ما يحترق فيصير رمادا كالخشب والحشيش ونحوهما، أو ما ينطبع ويلين كالحديد والنصر والسنحاس والزجاج وعين الذهب والفضة ونحوها فليس من جنس الأرض، وما كان بخلاف ذلك فهو من جنسها كذا في البدائع. (الفتاوى الهندية: ۱/ ۲۶، الباب الرابع في التيمم)

إذ لا يخفى أن الحجر الأملس جزء من الأرض. (رد المحتار: ۱/ ۳۹۱، باب التيمم)

(۲) قُلْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا صَبِيًا. (النساء: ۴۳) =

## تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (٤٩)

قدرت علی الماء کے فوراً بعد دوسرے عذر پیش آنے کی صورت میں  
تیمم کا حکم

اگر کسی شخص نے پانی دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے تیمم کیا، پھر پانی تو مل گیا مگر ٹھنڈک اتنی شدید ہوگئی کہ پانی کا استعمال خطرناک ہے، یا اس کے برعکس صورت پیش آئی کہ پہلے ٹھنڈک کی وجہ سے تیمم کیا تھا، پھر ٹھنڈک تو زائل ہوگئی؛ مگر پانی ناپید ہو گیا، تو ان دونوں صورتوں میں پہلا تیمم ٹوٹ جائے گا، اور نئے عذر کی وجہ سے از سر نو تیمم کرنا ہوگا (۱)۔

## طريقة الإنطباق

نقض تیمم میں اصول و ضابطہ یہ ہے کہ تیمم جس عذر کی وجہ سے جائز ہوا تھا، اس عذر کے ختم ہو جانے سے تیمم ٹوٹ جاتا ہے، خواہ اس عذر کے بعد کوئی دوسرا میج تیمم عذر

= وينقضه أيضا رؤية الماء إذا قدر على استعماله، لأن القدرة هي المراد بالوجود الذي هو غاية لظهورية التراب ..... والمراد ما يكفي للوضوء، لأنه لا معتبر بما دونه ابتداء فكذا إنتهاء.

(الهداية: ۱/۵۲، باب التيمم)

وينقضه ناقض الوضوء وقدرته على ماء كاف لظهره. (شرح الوقاية: ۱/۵۲، نواقض التيمم)

(۱) فإذا تيمم لفقد الماء ثم مرض، ثم وجد الماء بعده، لا يصلى بالتيمم السابق، لأنه كان لفقد الماء، و الآن هو واجد له فبطل تيممه لزوال ما أباحه، وإن كان له مبيح آخر في الحال.

(رد المحتار: ۱/۴۰۱، كتاب المسائل: ۱/۱۹۴)

پیش آجائے، لہذا پانی کے نہ ہونے کی صورت میں عدم قدرت علی الماء عذر کی وجہ سے تیمم کرنا جائز ہوا، لیکن جب پانی ملا تو اسی وقت دوسرا میخ تیمم سخت سردی پائی گئی، تو اس صورت میں چوں کہ پہلا عذر عدم قدرت علی الماء پانی کے ملنے پر ختم ہو گیا، اس لیے تیمم ٹوٹ گیا، اب اس دوسرے عذر (سخت سردی) کی وجہ سے دوسرا تیمم کرنا ہوگا (۱)۔

## ﴿آلہ تیمم کا بیان﴾

### رقم المتن - ۲۸

وَلَا يَجُوزُ التَّيْمُّ إِلَّا بِصَعِيدٍ طَاهِرٍ.

ترجمہ: تیمم جائز نہیں ہے مگر پاک مٹی سے۔

### توضیح المسئلة

تیمم صرف پاک مٹی سے جائز ہے، کیوں کہ مٹی پاک کرنے کا ذریعہ اور آلہ ہے، اس لیے اس کا خود بھی پاک ہونا ضروری ہے جیسے وضو کے لیے پانی کا پاک ہونا ضروری ہے (۲)۔

(۱) وكذا ينقضه كل ما يمنع وجوده التيمم إذا وجد بعدده، لأن ما جاز بعذر بطل بزواله، فلو تيمم

لمرض بطل برئته أو لبرد بطل بزواله، والحاصل أن كل ما يمنع وجوده التيمم نقض وجوده التيمم.

(رد المحتار: ۱/ ۴۲۸، باب التيمم)

(۲) ولأنه آلة التطهير فلا بد من طهارته في نفسه كالماء.

(الهداية: ۱/ ۵۳، باب التيمم)

## تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (٥٠)

ایک ہی مٹی (Soil) پر کئی مرتبہ تیمم کرنے کا حکم  
اگر کوئی شخص ایک زمین کے مٹی پر مسح کرے، پھر کوئی دوسرا شخص اسی زمین کے  
مٹی پر مسح کرے تو دوسرے شخص کا تیمم درست ہو جائے گا (۱)۔

## طريقة الإنطباق

مٹی ایک ایسا آلہ تطہیر ہے جو مستعمل نہیں ہوتا ہے، یعنی اس سے بار بار طہارت  
حاصل کرنے سے وہ مستعمل نہیں ہوتا، اسی لیے اگر کوئی شخص ایک مٹی پر ایک مرتبہ تیمم  
کرنے کے بعد دوبارہ تیمم کرے تو اس کا تیمم درست ہو جائے گا (۲)۔

(۱) وفي الواجبة إذا تیمم مرارا من موضع واحد جاز، لأن التراب لا يصير مستعملا، لأن المستعمل ما الترق من يده وهو كفضل ماء في الإناء.

(الفناوی الشارحانية: ۳۷۸/۱، فصل في تیمم الفتاوی الهندية: ۳۱/۱، كتاب المسائل: ۱۹۳/۱)

(۲) ولا يستعمل التراب بالاستعمال، فلو تیمم واحد من موضع و تیمم آخر بعده منه جاز.

(الذباب في شرح الكتاب: ۵۲/۱، باب تیمم)

## ﴿باب المسح على الخفين﴾

### ﴿محل مسح وكيفية مسح كإعلان﴾

#### رقم المتن - ٢٩

وَالْمَسْحُ عَلَى الْخُفَّيْنِ عَلَى ظَاهِرِهِمَا خُطُوطًا بِالأَصَابِعِ يَبْتَدَأُ مِنَ الأَصَابِعِ إِلَى السَّاقِ وَفَرْضُ ذَلِكَ مِقْدَارُ ثَلَاثِ أَصَابِعٍ مِنْ أَصَابِعِ اليَدِ.

ترجمہ: اور مسح دونوں موزوں کے ظاہری حصہ پر ہے، اس حال میں کہ انگلیوں سے خط کھینچتے ہوئے اس طرح شروع کریں کہ پاؤں کی انگلیوں سے پنڈلیوں کی جانب کھینچ لے جائے۔ اور مسح کا فرض ہاتھ کی انگلیوں سے تین انگلیوں کی مقدار ہے۔

#### توضیح المسئلة

مذکورہ بالا عبارت میں مصنفؒ نے مسح کی کیفیت اور مقدار فرضیت کا بیان کیا ہے، موزوں کے ظاہری حصہ پر مسح کرنا ضروری ہے، اور موزوں پر مسح کرنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کی انگلیاں دائیں موزے کے اگلے حصہ پر رکھے، اور بائیں ہاتھ کی انگلیاں بائیں موزے کے اگلے حصہ پر رکھے، پھر ان دونوں کو پنڈلیوں کی جانب ٹخنوں کے اوپر کھینچ کر لے جائے، اور انگلیوں کو کشادہ رکھے (۱)، اور مسح کی مقدار مفروض تین انگلیوں



کے بقدر ہے، یعنی پیر کے اگلے حصہ پر تین انگلیوں کی مقدار مسح کرنا ضروری ہے (۱)۔

## تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (۵۱)

خفین کے اوپر مروجہ سوتی کے پتلے موزے (Thin cotton socks)

پہنے ہوئے ہونے کی صورت میں مسح کا حکم

اگر کسی شخص نے خفین کے اوپر سوتی اوئی موزے پہن رکھے ہیں، تو یہ دیکھا جائے گا کہ وہ باریک ہیں یا موٹے، یعنی اگر اتنے باریک اور ہلکے ہیں کہ ان پر مسح کرنے سے ہاتھوں کی تراوٹ چمڑے کے موزوں تک پہنچ جائے تو ان کے اوپر مسح کرنا کافی ہے، اور اگر اس قدر موٹے ہیں کہ اوپر کے مسح کا اثر نیچے خفین تک نہ پہنچے جیسا کہ عام موزوں میں ہوتا ہے، تو ان موزوں کے ہوتے ہوئے خفین پر مسح درست نہیں ہوگا (۲)۔

## طريقة الإنطباق

موزوں پر مسح کا محل وہ حصہ ہے جو پاؤں کے اوپر ہے، جیسا کہ قدوری کی

عبارت ”علی ظاہرهما“ سے مفہوم ہو رہا ہے، یعنی ہاتھوں کی تری کا موزے کے اس

(۱) وفرض المسح قدر ثلاث أصابع من أصغر أصابع اليد علی ظاہر مقدم کل رجل.

(نور الإيضاح: ص ۴۸)

(۲) وإن لبسهما فوق الخفین فإن كانا من کرباس أو ما يشبه الکرباس لا يجوز المسح علیهما، كما لو

لبسهما علی الإنفراد إلا أن یكونا رقیقین یصل البلل إلی ماتحتیہما. (المحیط البرہانی: ۱/ ۱۹۰)

فلو من کرباس لا يجوز ولو فوق الخف إلا أن یصل بلل المسح إلی الخف.

(ردالمحتار: ۱/ ۴۵۰، باب المسح علی الخفین کتاب المسائل: ۱/ ۲۰۱)

حصہ پرتین انگلیوں کے بقدر لگنا ضروری ہے جو پاؤں کے اوپر ہے (۱)۔ پھر یہ بھی شرط ہے کہ جس موزے پر مسح کیا جا رہا ہے، وہ ایسا ہو کہ اگر اسے انفرادی طور پر پہنا جائے تو اس پر مسح جائز ہو (۲)؛ لہذا سوتی یا اون کا وہ موزہ جسے خفین پر پہنا گیا ہے، اگر وہ اتنا پتلا اور باریک ہو کہ مسح کی تری کو خفین تک پہنچنے میں مانع نہ ہو، تو ایسی صورت میں اس پر مسح کرنا جائز ہوگا کیوں کہ ہاتھوں کی تری خفین تک پہنچ گئی جو فرض ہے، لیکن اگر وہ اون یا سوت کا موزہ اتنا موٹا ہے جو تری کے خفین تک پہنچنے میں مانع ہو، تو اس پر مسح جائز نہیں ہوگا، کیوں کہ یہ اون یا سوت کا موزہ نہ تو ایسا ہے کہ اس پر انفراداً مسح جائز ہے اور نہ ہی وہ مسح کی فرضیت (خفین تک تری کا پہنچنا) کو ادا ہونے دے رہا ہے، اس لیے خفین پر ایسے سوتی موزے کے ہوتے ہوئے مسح جائز نہیں ہوگا۔

## ﴿ پھٹے ہوئے موزے پر مسح کا حکم ﴾

### رقم المتن - ۳۰

وَلَا يَجُوزُ الْمَسْحُ عَلَى خُفٍّ فِيهِ خَرَقٌ كَثِيرٌ يَتَبَيَّنُ مِنْهُ قَدْرُ ثَلَاثِ أَصَابِعِ الرَّجُلِ وَإِنْ كَانَ أَقَلَّ مِنْ ذَلِكَ جَازَ.

ترجمہ: اور مسح جائز نہیں ہے ایسے موزے پر جس میں بہت زیادہ پھٹن ہو، اس سے پاؤں کی تین انگلیوں کی مقدار ظاہر ہوتی ہو، اور اگر اس سے کم ظاہر ہوتی ہو تو مسح جائز ہے۔

(۱) ومحلہ علی ظاہری خفیہ من رروس أصابعہ.

(۲) ثم الشرط بأن يكونا بحيث لو انفردا يصح مسحهما.

(ردالمحتار: ۱/ ۴۵۰)

## توضیح المسئلة

موزہ اگر پاؤں سے کھل جائے تو پورہ موزہ کھول کر پاؤں دھونا لازم ہوتا ہے (۱)، اب تین انگلی پھٹنا بھی موزہ کا کھلنا ہے، کیوں کہ قدم میں اصل انگلیاں ہیں اور تین انگلیاں اکثر قدم ہیں، اس لیے ایسے موزے کے تین انگلیوں کی مقدار پھٹنے یا اتنی مقدار ظاہر ہونے سے یوں سمجھا جاتا ہے کہ قدم کھل گیا، اس لیے اب موزہ کھول کر پاؤں دھونا ہوگا (۲)۔

## تفریع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (۵۲)

موزے کی چین (Sock's chain) ٹخنوں سے نیچے

تلوے تک کھلنے کا حکم

آج کل ٹھنڈیوں کے موسم میں چمڑے کے جو موزے پہنے جاتے ہیں، اس میں ایک طرف سے چین ہوتی ہے، جو اوپر سے موزے کے اس حصے تک ہوتی ہے جو حصہ تلوے سے متصل ہوتا ہے، اگر کوئی شخص مسح کے بعد اس چین کو پیر کے تلوے تک کھول دے تو اس کا مسح ٹوٹ جائے گا (۳)، اگر حالت وضو میں ہے تو پیروں کو دھو کر موزہ پہننے کا

(۱) وینقضه أيضا نزع الخف. (المختصر القدوري: ص ۱۳)

(۲) ولنا أن الخفاف لا تخلوا عن قليل يحرق عادة فيلحقهم الحرج في الترع، و تخلوا عن الكثير فلا حرج، والكثير أن ينكشف قدر ثلاث أصابع الرجل أصغرها هو الصحيح، لأن الأصل في القدم هو الأصابع و الثلاث أكثرها فتقام مقام الكمال و إعتبار الأصغر للإحتياط. (الهداية: ۱/ ۵۸)

(۳) من النواقض الحرق الكبير و خروج الوقت للمعذور قاله السيد و الحرق الكبير الحادث بعد =

حکم ہے، اور اگر حالت وضو میں نہیں ہے تو موزہ نکال کر مکمل وضو کرنا لازم ہوگا (۱)۔

### طريقة الإنطباق

موزہ کی چین تلوے تک کھل جانے کا مطلب یہ ہے کہ یہ خرق کثیر کے حکم میں ہے، کیوں کہ تلوے تک موزہ کے کھل جانے کی صورت میں تین انگلیوں سے زائد پیر کا حصہ ظاہر ہو جاتا ہے، اور خرق کثیر کی صورت میں موزوں پر مسح جائز نہیں ہے (۲)۔

## ﴿جرموق کا بیان﴾

### رقم المتن - ۳۱

وَمَنْ لَبَسَ الْجُرْمُوقَ فَوْقَ الْخُفِّ مَسَحَ عَلَيْهِ.

ترجمہ: اور جس نے موزے پر جرموق پہن لی تو وہ اسی پر مسح کرے۔

### توضیح المسئلة

”جرموق“ یا ”موق“ اس موزہ کو کہتے ہیں جو اچھے موزے کی حفاظت کے لیے اس کے اوپر پہنتے ہیں، تو گویا کہ دونوں موزے ہی ہیں، اس لیے جرموق پر مسح کر سکتا ہے،

= المسح داخل في حكم النزع، وخروج الوقت للمعذور داخل في انقضاء المدة.

(حاشية الطحطاوي على المراقي: ص ۱۳۴، كتاب الطهارة)

(۱) إذا مضت المدة أو نزع أحد خفيه أو كليهما، ولم يوجد شيء من نواقض الوضوء ماذا يفعل في هاتين الصورتين يغسل رجله فقط، و يصلي و ليس عليه إعادة بقية الوضوء.

(التسهيل الضروري: ص ۲۷، فتاوى قاسميه: ۱۸۲/۵)

(۲) والرابع خلو كل منهما خرق قدر ثلاث أصابع من أصغر أصابع القدم. (نور الإيضاح: ص ۴۷)

اور جرموق پر مسح کرنے کے لیے وہی شرائط ہیں جو موزے پر مسح کرنے کے لیے ہیں (۱)۔

## تفریع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (۵۳)

سوتی جراب پر پہنے ہوئے بوٹ (Boot) پر مسح کا حکم

بعض دفعہ سردی کی وجہ سے سوتی موزے کے اوپر ایسے بوٹ پہن لیے جاتے ہیں جو ٹخنوں کو ڈھانپ لیتے ہیں، ایسے بوٹ پر مسح کرنا جائز ہے بشرطیکہ اس کے نیچے کا حصہ پاک ہو (۲)۔

## طريقة الإنطباق

شریعتِ مطہرہ میں جن موزوں پر مسح کی اجازت دی گئی ہے، اس کے لیے تین شرطیں ہیں:

(الف) ٹخنوں سمیت پاؤں کے جتنے حصہ کا دھونا فرض ہے، اس کو چھپائے اور

(۱) عن أنس بن مالك أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يمسح على الموقين والخمار.

(السنن الكبرى للبيهقي: ۱/ ۴۳۲، رقم الحديث: ۱۳۶۸)

الجرموق يقال له موق أيضا، وهو فارسي معرب خف كبير واسع يلبس فوق الخف، وقيد لبس الجرموق بقيد فوق الخف، لأنه لو لبس الجرموق وحده جاز المسح إتفاقا، وإن لبسه فوق الخف يجوز المسح عليه عندنا. (المعتصر الضروري: ص ۶۴)

(۲) قال العلامة حسن بن عمار الشرنبلالي، والخف الساتر لكعبين مأخوذ من الخفة، لأن الحكم به خف من الغسل إلى المسح، ... صح أي جاز المسح على الخفين في الطهارة من الحدث الأصغر.

(مراقي الفلاح: ص ۵۳، فتاوى حقانيه: ۲/ ۶۱۷)

تین انگلیوں کی مقدار پھٹن نہ ہو (۱)۔

(ب) پاؤں سے لپٹا ہوا ہو (۲)۔

(ج) اس کو پہن کر معمول کی رفتار کے لحاظ سے ایک فرسخ (دو میل) یا اس سے

زیادہ چلنا ممکن ہو (۳)۔

اور بوٹ میں یہ تینوں شرطیں پائی جاتی ہیں، اس لیے اس پر مسح کرنا جائز ہوگا، البتہ بوٹ چوں کہ جوتے کی جگہ مستعمل ہوتا ہے، اس لیے اس پر جواز مسح کے لیے اس کے نیچے کے حصہ کا پاک ہونا ضروری ہے؛ نیز مسح میں اعتبار اوپر کے موزوں کا ہے؛ پس اگر کسی نے خفین کے نیچے عام کپڑے کے موزے پہن رکھے ہوں تو کوئی حرج نہیں، مسح درست ہے (۴)، اور بوٹ میں جب خفین کے شرائط موجود ہیں تو اس کے نیچے سوتی موزے کے موجود ہوتے ہوئے اس پر مسح جائز ہوگا۔

(۱) سترهما للکعبین والرابع خلو کل منهما عن خرق قدر ثلاث أصابع من أصغر أصابع القدم.

(نور الإيضاح: ص ۴۷)

(نور الإيضاح: ص ۴۷)

(۲) إستمساكهما علی الرجلین من غیر شد.

(نور الإيضاح: ص ۴۷)

(۳) إمكن متابعة المشي فيهما.

(۴) والمسح علی الخفین علی ظاهرهما خطوطاً بالأصابع يبدأ من الأصابع إلی الساق، وفرض ذلك

(المختصر القدوري: ص ۱۲)

مقدار ثلث أصابع من أصابع اليد.

## ﴿جورین کا حکم﴾

### رقم المتن - ۳۲

وَلَا يَجُوزُ الْمَسْحُ عَلَى الْجَوْرَيْنِ إِلَّا أَنْ يَكُونَا مُجْلَدَيْنِ أَوْ مُنْعَلَيْنِ وَ  
قَالَ يَجُوزُ إِذَا كَانَا ثَخِينَيْنِ لَا يَشْفَانِ.

ترجمہ: اور جورین پر مسح کرنا جائز نہیں ہے، مگر یہ کہ وہ مجلد ہوں یا منعل ہوں، اور صاحبین فرماتے ہیں کہ جائز ہے بشرطیکہ موٹے کپڑے کے ہوں چھنتے نہ ہوں۔

### توضیح المسئلة

مذکورہ بالا عبارت میں یہ بات بیان کی گئی ہے کہ جورین پر مسح جائز ہے یا نہیں، تو یاد رکھنا چاہیے کہ خفین کے علاوہ جورین (موزوں) کی چار قسمیں ہیں جو مع احکام و تعریفات مندرجہ ذیل ہیں:

۱- خفین: وہ موزہ جو پورے کا پورا چمڑے کا بنا ہوا ہو اس کو ”خف“ کہا جاتا ہے، اس پر مسح کرنا بالاتفاق جائز ہے۔

۲- جورین مجلدین: وہ موزہ جو سوت اور اون کا بنا ہوا ہو اور اس کے اوپر نیچے چمڑا لگا ہوا ہو، اس کو ”جورب مجلد“ کہا جاتا ہے، اس پر بھی مسح کرنا بالاتفاق جائز ہے۔

۳- جورین متعلین: وہ موزہ جو سوت اور اون کا بنا ہوا ہو، اور صرف نیچے کی جانب چمڑا لگا ہوا ہو، اس کو ”جورب منعل“ کہا جاتا ہے، اس پر بھی مسح کرنا بالاتفاق جائز ہے۔

- ۴- جورب ٹخن: وہ موزہ جو سوت اور اون کا بنا ہوا ہو اور دبیز (موٹا) ہو، اس کو ”جورب ٹخن“ کہا جاتا ہے (۱)، اور اس پر مسح کے جائز ہونے کے لیے چار شرطیں ہیں:
- (الف) وہ ایسے موٹے اور دبیز ہوں کہ ان کے نیچے کی کھال نظر نہ آئے۔
- (ب) ان کو پہن کر تین میل یا اس سے زیادہ چلنا ممکن ہو۔
- (ج) وہ بغیر باندھے پنڈلی پر قائم رہ سکیں۔
- (د) ان میں پانی جذب ہو کر پاؤں تک نہ پہنچے (۲)۔
- ۵- سوت یا اون کا بنا ہوا ہو اور موٹا نہ ہو، ان پر بالاتفاق مسح جائز نہیں ہے، اسی کو کتاب میں ”و لا یجوز المسح علی الجوربین“ کہہ کر بیان کیا ہے (۳)۔

(۱) صحیح المسح علی الخفین فی الحدیث الأصغر للرجال والنساء ولو کانا من شیء تخین غیر المجلد سواء کان لهما نعل من جلد أو لا۔ (نور الإيضاح: ص ۴۶)

(۲) والشخینین أن يقوم علی الساق من غیر شد، ولا یسقط ولا ینشف معنی قوله لا ینشفان أي لا یجاوز الماء إلی القدم۔ (فتاویٰ قاضی خان: ۱/۲۵، کتاب الطہارة)

واجمعوا علی أنه لو کان منعلاً أو مبطناً یجوز المسح علیہ ولو کان من الکرباس لا یجوز المسح علیہ، وإن کان من الشعر فالصحیح إن کان صلباً مستمسکاً بمشی معہ فرسخاً أو فراسخ یجوز۔ (شرح النقاۃ: ۱/۲۹، فصل فی المسح علی الخفین)

(۳) وإن کانا رقیقین غیر متعلین لا یجوز المسح علیہما۔ (فتاویٰ قاضی خان: ۱/۲۵)



## تفريع عن المسائل العصرية

رقم المسئلة (٥٤)

ناکلون کے موزے (Naylon's Socks) پر مسح کا حکم  
 آج کل جو ناکلون کے موزے استعمال ہوتے ہیں وہ بالکل ریتق اور پتلے  
 ہوتے ہیں، اس لیے ان پر مسح کرنا جائز نہیں ہے (۱)۔

## طريقة الإنطباق

جورین (موزوں) پر جواز مسح کے لیے ضروری ہے کہ یا تو وہ مجلد ہوں، یا منعل  
 ہوں، یا پھر وہ موٹے اور دبیز ہوں جس میں چاروں شرطیں پائی جاتی ہوں:  
 (الف) پیروں کی کھال نظر نہ آئے۔  
 (ب) ان کو پہن کر تین میل یا اس سے زیادہ چلنا ممکن ہو۔  
 (ج) بغیر باندھے پنڈلی پر قائم رہے۔  
 (د) ان میں پانی جذب ہو کر پاؤں تک نہ پہنچے، ظاہری بات ہے کہ ناکلون کے  
 موزے نہ مجلد ہوتے ہیں، اور نہ ہی منعل، اور نہ ان میں مذکورہ بالا شرائط اربعہ پائے  
 جاتے ہیں، اس لیے ان پر مسح جائز نہیں ہوگا (۲)۔

(۱) وإن كانا رقيقين غير منعلين لا يجوز المسح عليهما. (فتاویٰ قاضی خانہ: ۱/۲۵)

لو مسح علی الجورین فإن كانا ثخينين منعلين جاز بالاتفاق وإن لم يكونا ثخينين منعلين لا يجوز بالاتفاق. (المباب فی شرح الكتاب: ۱/۵۹، المسح علی الجورین المسائل المهمة: ۴/۳۷)

(۲) ولا يجوز المسح علی الجورین إلا أن يكونا مجلدين أو منعلين وقالوا يجوز إذا كانا ثخينين =

رقم المسئلة (٥٥)

## ڈائیونگ سوکس (Diving Socks) پر مسح کرنے کا حکم

ڈائیونگ سوکس اس کو سیل سکین سوکس (Seal Skin Socks) بھی کہتے ہیں، یہ خفین کی طرح خوب مضبوط ہوتے ہیں، اس لیے شرعاً اس پر مسح کرنا جائز ہے (۱)۔

## طريقة الإنطباق

موزوں پر جواز مسح کے جو شرائط ہیں وہ ساری کی ساری ڈائیونگ سوکس میں علی وجہ الکمال پائی جاتی ہے، مثلاً یہ سوکس سائر للکعبین یعنی دونوں ٹخنوں کو چھپائے ہوئے ہوتے ہیں، مستمسک بغیر استمساک ہوتے ہیں اور جو دھاکے ربڑ وغیرہ ان میں باندھنے کے لیے ہوتے ہیں وہ موزے کا جزء ہوتے ہیں خارجی نہیں ہوتے، اور ایک فرسخ (تین

= لا یشفان۔ (المختصر القدوري: ص ۱۲)

وقال أبو يوسف ومحمد رحمهما الله يجوز المسح على الجورين سواء كانا محلدين أو منعلين أو لا، إذا كانا ثخينين بحيث يستمسكان على الرجل من غير شد، ولا يشقان الماء إذا مسح عليهما أي لا يجذبانہ وينفذانه إلى القدمين، وهو تأكيد للثخانة، قال في الصحيح وعنه أنه رجع إلى قولهما وعليه الفتوى.

(اللباب في شرح الكتاب: ۵۹/۱)

إذا فات الشرط فات المشروط.

(۱) عن المغيرة بن شعبة قال رأيت النبي صلى الله عليه وسلم بمسح على الخفين على ظاهرهما.

(السنن للترمذي: ۲۹/۱، باب في المسح على الخفين)

المسح على الخفين جائز بالسنة من كل حدث موجب للوضوء.

(المختصر القدوري: ص ۱۲، فتاوى دارالعلوم زكريا: ۷۲۱/۱)

میل) بغیر جوتے پہنے ہوئے چلنا ممکن ہے؛ نیز وہ اتنے صلابت والے ہوتے ہیں کہ ان میں پانی سرایت بھی نہیں ہوتا ہے۔ بنا بریں ان موزوں (دائیونگ سوکس) پر مسح کرنا شرعاً جائز و درست ہوگا، کیوں کہ جب کسی شے میں کسی دوسری شے کی شرائط پائی جاتی ہیں تو وجود شرائط کی وجہ سے اس کا حکم اس شے کا ہی ہوتا ہے جس کی وہ شرائط ہیں (۱)۔

## ﴿جبیرہ پر مسح کا حکم﴾

### رقم المتن - ۳۳

وَيَجُوزُ عَلَى الْجَبَائِرِ وَإِنْ شَدَّهَا عَلَى غَيْرِ وَضُوءٍ.

ترجمہ: اور جبیرہ پر مسح جائز ہے اگرچہ بغیر وضو کے باندھی گئی ہو۔

### توضیح المسئلة

جبائر، جبیرہ کی جمع ہے، ٹوٹی ہوئی ہڈی کے باندھنے کی لکڑی یا پیٹی یا زخم کی پٹی کو جبیرہ کہتے ہیں۔ جبیرہ پر مسح کرنا محدث کے لیے جائز ہے، خواہ وہ پٹی طہارت کی حالت

(۱) أو جوريه و لو من غزل أو شعر النخينين بحيث يمشي فرسخا و ثبت على الساق بنفسه، و لا يرى ما تحته و لا يشف.

شرط الشيء يتبعه فيثبت بثبوته، معنى هذه القاعدة و مدلولها هذه القاعدة تتعلق ببيان رتبة الشرط من المشروط، فمقادها أن شرط الشيء يسبقه في وجوده، و لكن يتبعه في أحكامه، فيثبت الشرط بثبوت المشروط، و ينعدم بإعدامه، لأن التابع يتبع متبوعه في ثبوته و إنتفائه.

(موسوعة القواعد الفقهية: ۷۶/۶)

میں باندھی گئی ہو یا حدث کی حالت میں (۱)۔

## تفریع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (۵۶)

اعضاء پر لگے ہوئے پلاسٹر (Plaster) پر مسح کرنے کا حکم

ہاتھ پاؤں یا دوسرے اعضاء کے ٹوٹ جانے کی صورت میں ڈاکٹر حضرات اس ٹوٹے ہوئے عضو کو جوڑنے کے لیے پلاسٹر لگاتے ہیں، اور ڈاکٹر کی اجازت کے بغیر اس کا کھولنا عموماً مضر ثابت ہوتا ہے، اور اگر مضر ثابت نہ بھی ہو لیکن بار بار اس کو کھول کر باندھنا مالی اعتبار سے بھی نقصان کا باعث ہوتا ہے، اس لیے جبیرہ کی طرح پلاسٹر کے اندر ملفوف اعضاء کا دھونا ضروری نہیں بل کہ مسح کافی ہے (۲)۔

(۱) قوله ويجوز المسح على الجبائر، الجبائر عيدان يجبر بها الكسر، وأجرى الحكم فيما إذا شدها بخرقه أو انكسر ظفره فجعل عليه العلك أو الدواء محرى ذلك، والحدث والجنب في مسح الجبيرة سواء، اعلم أنها تخالف المسح على الخفين بأربعة أشياء ..... الرابع إذا شدها على طهارة أو على غير طهارة يجوز المسح عليها بخلاف الخفين. (الجوهرية النيرة: ۸۲/۱، باب المسح على الخفين)

(۲) ويمسح نحو مفتصد وجريح على كل عصابة مع فرجتها في الأصح، قال الشامي تحت قوله (على كل عصابة) أي على كل فرد من أفرادها سواء كانت عصابة تحتها جراحة، وهي بقدرها أو زائدة عليها، كعصابة المفتصد أو لم يكن تحتها جراحة أصلاً، بل كسر أو كى، وهذا معنى قول الكثر كان تحتها جراحة أو لا لكن إذا كانت زائدة على قدر الجراحة، فإن ضره الحل والغسل مسح الكل تبعاً وإلا فلا.

(رد المحتار مع الدر المختار: ۴۷۱/۱، باب المسح على الخفين، فتاوى حقاہ: ۶۱۹/۲)

## طريقة الإنطباق

پلاسٹر پر جبیرہ کی تعریف و مقصود دونوں باتیں صادق آتی ہیں:

تعریف کا صادق آنا:

جبیرہ ان لکڑی کے ٹکڑوں کو کہتے ہیں جس کے ذریعہ ٹوٹی ہوئی ہڈی کو جوڑا جاتا ہے (۱)، اور جبیرہ زخم کی جگہ کو پوری طرح سے چھپا لیتا ہے؛ اسی طرح پلاسٹر بھی ٹوٹے ہوئے اعضاء پر باندھا جاتا ہے، اور وہ بھی زخم کی جگہ کو پوری طرح سے چھپا لیتا ہے۔

مقصود کا صادق آنا:

جبیرہ کا مقصد حرج کو دور کرنا ہے کیوں کہ جبیرہ کا کھول کر زخم کی جگہ کا دھونا یا مسح کرنا باعث حرج ہے (۲)؛ اسی طرح پلاسٹر پر بھی مسح کا مقصد رفع حرج ہے کیوں کہ پلاسٹر کو ڈاکٹر حضرات ایک متعین وقت کے لیے باندھتے ہیں، اس وقت سے پہلے اس کا کھولنا باعث ضرر ہوتا ہے۔ پس جب معلوم ہو گیا کہ پلاسٹر پر جبیرہ کی تعریف اور اس کا مقصود دونوں صادق آتے ہیں تو پلاسٹر پر بھی مسح جائز ہوگا (۳)۔

(۱) الجبائر جمع جبيرة، و هو الألواح التي يجبر بها العظام المكسورة. (المعتصر الضروري: ص ۶۵)

(۲) ويجوز المسح على الجبائر وإن شدها على غير وضوء لأنه عليه السلام فعل ذلك وأمر علياً به، لأن الحرج فيه فوق الحرج في نزع الخف فكان أولى بشرع المسح.

(هداية: ۶۱/۱، باب المسح على الخفين)

(۳) الحكم يبنى على المقصود ولا ينظر إلى اختلاف العبارة بعد اتحاد المقصود.

(موسوعة القواعد الفقهية: ۲۳۱/۵)

رقم المسئلة (٥٧)

## زخم پر لگی ہوئی ڈریسنگ پٹی (Dressing Bandage) پر مسح کرنے کا حکم

بسا اوقات اعضاءِ انسانی پر کسی زخم کی وجہ سے بطور علاج ڈاکٹر (Doctor) حضرات اس پر ڈریسنگ پٹی لگاتے ہیں، اگر پٹی نکال کر زخم پر مسح کرنے سے تکلیف ہو تو پٹی کے اکثر حصہ پر مسح کرنا ضروری ہوگا (۱)، اور اگر صورتِ حال ایسی ہو کہ پٹی پر مسح کرنا بھی ضررِ رساں ہو تو پھر بوجہِ مجبوری اس کا ترک کرنا جائز ہوگا (۲)۔

(۱) إذا اقتصد أو جرح أو كسر عضو فشد به خيرة أو كان لا يستطيع غسل العضو ولا يستطيع مسحه وجب المسح على أكثر ما شد به العضو. (نور الإيضاح: ص ۴۹)

ویمسح نحو مفتصد وجرح علی کل عصابة مع فرجتها فی الأصح، قال الشامي یحتمل أن یكون مراد المصنف أن المسح یجب علی کل العصابة ولا یكفی علی أكثرها، لكن ینافیہ أنه سیصرح بأنه لا یشرط الاستیعاب فی الأصح فیتناقض کلامه، وأنه كان الأولى حینئذ تعریف العصابة لأن الغالب فی کل عند عدم القرینة أنها إذا دخلت علی منکر أفادت استغراق الأفراد، وإذا دخلت علی معرف أفادت استغراق الأجزاء، ولذا یقال کل رمان مأكول، ولا یقال کل الرمان مأكول، لأن قشره لا یؤکل، ومن غیر الغالب مع القرینة كذلك یضع الله علی کل قلب متکبر، کل الطعام كان حلا وحديث کل الطلاق واقع الإطلاق المعنوه والمغلوب علی عقله فافهم.

(الدر المختار مع رد المحتار: ۱/ ۴۷۱، باب المسح علی الخفین)

(۲) وإذا رمد أو أمر أن لا یغسل عینه أو انکسر ظفره، وجعل علیه دواء وعلکا أو جلدة مرارة وضرّ نزعہ جاز له المسح وإن ضرّہ المسح ترکہ. (نور الإيضاح: ص ۴۹)

قال الشيخ وهبه الزهيلي: وإذا رمد وأمره طبيب مسلم حاذق ألا يغسل عينه، أو انكسر ظفره، أو =

## طريقة الإنطباق

ڈرینگ پٹی پر مسح کی اجازت بغرض رفع حرج ضرورتاً دی گئی ہے (۱)، اور ضرورت محل زخم کے دھونے یا مسح کرنے پر قادر نہ ہونا ہے، لیکن قاعدہ فقہیہ ہے کہ جو چیز ضرورتاً مشروع ہوتی ہے وہ بقدر ضرورت ہی مشروع ہوگی، یعنی اگر پٹی کھول کر محل زخم پر مسح کرنے سے کوئی تکلیف نہ ہوتی ہو تو محل زخم کا مسح کرنا لازم ہوگا، ورنہ پٹی کے اکثر حصہ پر مسح کرنا ہی کافی ہوگا، خواہ پٹی محض زخم پر لگی ہو یا زخم سے متجاوز کر گئی ہو، اور اگر پٹی پر مسح کرنا بھی تکلیف دہ ہو تو اب مسح کو بھی ترک کرنا جائز ہوگا (۲)۔

= حصل به داء، وجعل عليه دواء جاز له المسح للضرورة، وإن ضره المسح تركه، لأن الضرورة تقتدر بقدرها.

(الفقه الإسلامي وأدلته: ۱/ ۵۰۹، نواقض المسح على الجبيرة فتاوى حقانيه: ۲/ ۶۱۸)

(۱) الحرج مدفوع. (جمهرة القواعد الفقهية: ۲/ ۶۲۳)

(۲) قال الشامي تحت قوله على كل عصابة أي على كل فرد من أفرادها سواء كانت عصابة تحتها جراحة وهي بقدرها أو زائدة عليها كعصابة المفتصد، أو لم يكن تحتها جراحة أصلاً بل كسر أو كس، وهذا معنى قول الكثر كان تحتها جراحة، أو لا، لكن إذا كانت زائدة على قدر الجراحة، فإن ضره الحل والغسل مسح الكل تبعاً، وإلا فلا، بل يغسل ما حول الجراحة ومسح عليها لا على الخرقه ما لم يضره مسحها فيمسح على الخرقه التي عليها، و يغسل حوليها وما تحت الخرقه الزائدة لأن الثابت بالضرورة يتقدر بقدرها. (رد المحتار: ۱/ ۴۷۱، باب المسح على الخفين)

## باب الحيض

### حیض کی مدت کا بیان

#### رقم المتن - ۳۴

أَقَلُّ الْحَيْضِ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ وَلَيَالِيهَا وَمَا نَقَصَ مِنْ ذَلِكَ فَلَيْسَ بِحَيْضٍ وَهُوَ اسْتِحَاضَةٌ وَأَكْثَرُهُ عَشْرَةُ أَيَّامٍ وَمَا زَادَ عَلَى ذَلِكَ فَهُوَ اسْتِحَاضَةٌ.

ترجمہ: حیض کی اقل مدت تین شبانہ روز ہے، اور جو خون اس سے کم آئے وہ حیض نہیں ہے، وہ استحاضہ ہے، اور اکثر مدت دس دن ہے، اور جو خون اس سے زائد آئے وہ استحاضہ ہے۔

#### توضیح المسئلة

حیض کی لغوی تعریف بہنا (۱)، اور اصطلاح میں حیض اس خون کو کہتے ہیں، جو بالغہ عورت کی بچہ دانی سے نکلے جس کو بیماری اور حمل نہ ہو، اور نہ ہی وہ سن ایاس کی عمر کو پہنچی ہو (۲)، حیض کی اقل مدت تین دن ہے، اور اکثر مدت دس دن ہے، اگر خون تین دن سے کم پر بند ہو جائے تو وہ بیماری کا خون ہوگا، ایسے ہی اگر خون دس دن سے زائد آیا تو یہ زائد آنے والا خون بھی بیماری کا ہوگا۔

(۱) فالحيض لغة السيلان. (اللباب في شرح الكتاب: ۶۰/۱، باب الحيض)

(۲) فالحيض دم ينفذه رحم بالغة لا داء بها ولا حمل ولم تبلغ سن الأياس. (نور الإيضاح: ص ۵۰)



## تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (٥٨)

بچہ دانی (Womb) نکالنے کے بعد آنے والے خون کا حکم  
 اگر کسی عورت کی بچہ دانی خراب ہونے کی وجہ سے نکال دی جائے، تو طبی تحقیق  
 کے مطابق حیض جاری نہیں رہ سکتا، اسی لیے اگر بچہ دانی نکالنے کے بعد بھی خون آتا ہے تو،  
 یا تو وہ خون اس وجہ سے آئے گا کہ بچہ دانی کا کوئی جزء اندر باقی ہے، اگر میڈیکل ٹیسٹ  
 سے یہ پتہ چل جائے کہ بچہ دانی کا کوئی جزء باقی ہے تو اس صورت میں آنے والے خون کو  
 حیض قرار دیا جائے گا؛ بشرطیکہ وہ کم سے کم تین دن آئے (۱)، اور اگر میڈیکل ٹیسٹ  
 (Medical test) سے یہ معلوم ہو جائے کہ مکمل بچہ دانی نکالی جا چکی ہے، تو اس صورت  
 میں آنے والے خون کو استحاضہ کا قرار دیا جائے گا (۲)۔

## طريقة الإنطباق

شرع شریف میں حیض اس خون کو کہتے ہیں جو بالغ عورت کی بچہ دانی کی گہرائی  
 سے بحالتِ صحت وقتِ مقررہ کے مطابق جاری ہوتا ہے (۳)، یعنی حیض کا مخرج جہاں سے

(۱) فالحيض دم ينفضه رحم بالغة لا داء بها ولا حبل ولم تبلغ سن الأياس، وأقل الحيض ثلاثة أيام.

(نور الإيضاح: ص ۵۰)

(۲) الحيض اسم لدم خارج من رحم المرأة، فأما الخارج من فرج المرأة دون الرحم فهو إستحاضة، وليس بحيض شرعاً.

(المحيط البرهاني: ۱/ ۳۹۲، الفتاوى التاتارخانية: ۱/ ۴۶۸، كتاب النوازل: ۳/ ۲۰۰)

(۳) فالحيض شرعاً دم من رحم امرأة سليمة عن داء. (اللباب في شرح الكتاب: ۱/ ۶۰، باب الحيض)

حیض کا خون آتا ہے وہ بچہ دانی ہے، اگر کسی وجہ سے عورت کی بچہ دانی کو نکال دیا جائے اس کے بعد بھی فرج سے خون آتا ہو، تو دوبارہ ہو سکتی ہے، یا تو بچہ دانی کا کوئی جزء رہ گیا ہوگا، یا مکمل بچہ دانی نکال لی گئی ہوگی، اور اس کا علم میڈیکل ٹیسٹ، ایکسرے (X-RAY) یا سونوگرافی (Sonography) وغیرہ کے ذریعہ سے ہوگا، کیوں کہ شریعت نے ظن غالب کے مطابق عمل کی اجازت دی ہے، اور میڈیکل ٹیسٹ کے ذریعہ ظن غالب حاصل ہو جاتا ہے (۱)، اگر ٹیسٹ کے ذریعہ یہ معلوم ہو جائے کہ بچہ دانی کا کوئی جزء اندر موجود ہے تو اب اس آنے والے خون کو حیض قرار دیا جائے گا، بشرطیکہ یہ آنے والا خون حیض کے نصاب کے مطابق آئے؛ کیوں کہ خون نصاب حیض کے موافق آیا اور ٹیسٹ کے ذریعہ بچہ دانی کا موجود ہونا بھی معلوم ہو گیا، اور اگر ٹیسٹ کے ذریعہ یہ معلوم ہو جائے کہ اندر بچہ دانی کا کوئی جزء موجود نہیں ہے تو چوں کہ بچہ دانی ہی نہیں ہے، اور حیض کا مخرج بچہ دانی ہی ہے، اس لیے اب آنے والے خون کو شرعاً استحاضہ کا قرار دیا جائے گا۔

(۱) ذهب الحنفية والمالكية والشافعية والحنابلة إلى جواز العمل بالقرائن في الحمل، استدلال القائلون بالقضاء بالقرائن بأدلة من الكتاب والسنة، أولاً، الكتاب قوله تعالى: وجاؤا على قميصه بدم كذب، وجه الاستدلال من الآية هو ما قاله الإمام القرطبي في تفسيره حيث قال علمائنا لما أرادوا أن يجعلوا الدم علامة صدقهم قرن الله بهذه العلامة علامة تعارضها وهي سلامة القميص من التمزيق، إذ لا يمكن افتراس الذئب ليوسف، ويسلم القميص، وأجمعوا على أن يعقوب استدلال على كذبهم بصحة القميص، فاستدل بهذه الآية في أعمال الإمارات في مسائل كثير من الفقه، وقال الشيخ عند قوله تعالى: وشهد شاهد من أهلها يفهم من هذه الآية لزوم الحكم بالقرينة الواضحة.

(طرائق الحكم المتفق عليها والمختلف فيها في الشريعة الإسلامية: ص ۲۸۳)

## رقم المسئلة (٥٩)

بچہ دانی (Womb) نکالنے کے بعد عورت نفاس والی شمار ہوگی یا نہیں؟

بسا اوقات بچہ دانی کے خراب ہو جانے کے سبب آپریشن کر کے بچہ دانی کو نکال دیا جاتا ہے، اگر کسی عورت کو بچہ آپریشن سے پیدا ہو، اور اسی وقت بچہ دانی کے خراب ہونے کا علم ہو، اور دوسرا آپریشن کر کے بچہ دانی نکال دیا گیا ہو، تو اس صورت میں نفاس بھی یقیناً رک جائے گا؛ لہذا اس عورت پر غسل کر کے فوراً نماز شروع کرنا لازم ہوگا (۱)۔

## طريقة الإنطباق

نفاس اس خون کو کہتے ہیں جو بچے کی پیدائش کے بعد بچہ دانی سے نکلے (۲)، یعنی نفاس کا خون بچہ دانی سے نکلتا ہے، اور جب آپریشن کے ذریعہ بچہ دانی کو نکال دیا گیا تو نفاس کے خون کے آنے کے لیے بچہ دانی ہے ہی نہیں، کہ عورت کو نفاس والی قرار دیا جائے، اسی لیے اس آپریشن سے بچہ کی ولادت کی صورت میں جس میں بچہ دانی نکال لی گئی ہو، آنے والے خون کو دم نفاس نہیں کہا جائے گا، اور عورت نفاس والی بھی نہیں ہوگی، بل کہ اس پر غسل کر کے فوراً نماز کو شروع کرنا لازم ہوگا۔

(۱) والنفاس دم يخرج من رحم فلو ولدته من سرتها إن سال الدم من الرحم فنفساء، قال الشامي تحت قوله (فنفساء) لأنه وجد خروج الدم من الرحم عقب الولادة.

(الدر المختار مع رد المحتار: ۱/ ۴۹۶، باب الحيض، كتاب النوازل: ۳/ ۲۰۱)

(۲) وأما النفاس فهو في عرف الشارع اسم للدم الخارج من الرحم عقب الولادة.

(بدائع الصنائع: ۱/ ۲۹۲، فصل في أحكام الحيض والنفاس)

## ﴿ حیض کے احکام ﴾

### رقم المتن - ۳۵

وَالْحَيْضُ يُسْقِطُ عَنِ الْحَائِضِ الصَّلَاةَ وَيَحْرُمُ عَلَيْهَا الصَّوْمُ وَتَقْضِي الصَّوْمَ وَلَا تَقْضِي الصَّلَاةَ وَلَا تَدْخُلُ الْمَسْجِدَ وَلَا تَطُوفُ بِالْبَيْتِ وَلَا يَأْتِيهَا زَوْجُهَا.

ترجمہ: اور حیض ساقط کر دیتا ہے حائضہ سے نماز کو اور حرام کر دیتا ہے اس پر روزہ رکھنا اور حائضہ عورت روزہ قضا کرے گی اور نماز کی قضا نہیں کرے گی اور نہ داخل ہو مسجد میں اور نہ خانہ کعبہ کا طواف کرے اور اس کے پاس اس کا شوہر نہ آئے یعنی وطی نہ کرے۔

### توضیح المسئلہ

مذکورہ بالا عبارت میں امام قدوریؒ حیض کے احکام بیان کر رہے ہیں، حیض کے زمانے میں نماز پڑھنا اور روزہ رکھنا درست نہیں، اتنا فرق ہے کہ نماز تو بالکل معاف ہو جاتی ہے، پاک ہونے کے بعد بھی اس کی قضا واجب نہیں ہوتی، لیکن روزہ معاف نہیں ہوتا، پاک ہونے کے بعد قضا کرنا پڑتا ہے، اور حائضہ، نفاس والی عورت کا مسجد میں جانا درست نہیں ہے اور نہ ہی وہ خانہ کعبہ کا طواف کر سکتی ہے، کیوں کہ بیت اللہ کا طواف نماز کے مانند ہے (۱)، اور حائضہ کے لیے نماز پڑھنا ممنوع ہے؛ لہذا طواف کرنا بھی ممنوع ہوگا

(۱) وبحرم بهما الطواف بالكعبة..... لأن الطواف به مثل الصلاة كما وردت به السنة. (مراقي الفلاح: ص ۱۴۵)

اسی طرح حیض کے زمانہ میں صحبت کرنا بھی جائز نہیں ہے، صحبت کے علاوہ تمام باتیں درست ہیں، یعنی ساتھ کھانا، پینا، لیٹنا وغیرہ۔

## تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (٦٠)

انجکشن (Injection) یا دوا (Medicine) کے ذریعہ حیض کو روکنے کی

صورت میں نماز روزہ اور جماع کا حکم

آج کل ایسے انجکشن اور دوائیں ملتی ہیں جن کے لگانے یا کھانے سے عورتوں کو حیض آنا بند ہو جاتا ہے یا آنے والا حیض نہیں آتا ہے، تو اس کی تفصیل یہ ہے کہ دوا یا انجکشن کے ذریعہ اگر خون پر بندش حیض کے آنے سے پہلے کی گئی ہے تو جب تک خون جاری نہ ہو عورت پاک ہی شمار ہوگی (۱)، اور اس کو نماز، روزہ، طواف وغیرہ سب کچھ جائز اور لازم ہوگا، اور اگر کسی عورت کو عادت کے موافق حیض آنا شروع ہوا، پھر اس نے انجکشن یا دوا کے ذریعہ خون کو بند کر لیا، تو محض خون بند ہونے سے وہ پاک نہیں ہوگی، بل کہ ایام عادت تک وہ ناپاک ہی شمار ہوگی (۲)، اور اس کے لیے نماز پڑھنا، روزہ رکھنا درست نہیں ہوگا اور نہ ہی اس سے جماع درست ہوگا۔

(۱) قال العلامة عالم بن العلاء الأنصاري يجب أن يعلم بأن حكم الحيض النفاس والاستحاضة لا يثبت إلا بخروج الدم وظهوره هذا هو ظاهر مذهب أصحابنا وعليه عامة المشايخ.

(الفتاوى التاتارخانية: ١/٤٧٦، كتاب الحيض، نوع في بيان أنه متى ثبت حكم الحيض)

(۲) وإن منع بعد الظهور أولاً، والحيض والنفاس باقياں أي لا يزول بهذا المنع حكمها، الثالث بالظهور أولاً كما لو خرج المني ومنع باقية عن الخروج فإنه لا تزول الجنابة. (منهال الواردين: ص ۸۱، كتاب المسائل: ۱/۲۲۸)

## طريقة الإنطباق

حیض کا تعلق اس خون کے دیکھنے سے ہے جو بلا کسی سبب کے رحم سے آئے، گویا کہ حیض نام ہے خون کے آنے کا (۱)؛ اسی وجہ سے اگر حیض کے آنے سے پہلے ہی انجکشن یا دوا کے ذریعہ خون کو بند کر دیا گیا تو خون آیا ہی نہیں ہے، اس لیے حیض کا تحقق نہیں ہوا، اسی وجہ سے اس سے جماع کرنا جائز ہے، اور اس پر نماز روزہ بھی لازم ہے، لیکن اگر حیض آنے کے بعد انجکشن یا دوا کے ذریعہ سے خون کو بند کیا گیا تو وہ عورت احتیاطاً اپنی عادت تک حائضہ سمجھی جائے گی، کیوں کہ عادت کے ایام میں خون کے آنے کا امکان ہے اور یہاں حیض کے آنے کے بعد خون کو دوا وغیرہ کے ذریعہ بند کیا گیا ہے (۲)۔

## ﴿ حائضہ اور جنبی کے لیے قرأتِ قرآن کا حکم ﴾

## رقم المتن - ۳۶

وَلَا يَجُوزُ لِحَائِضٍ وَلَا لِحَنْبٍ قِرَاءَةُ الْقُرْآنِ.

ترجمہ: حائضہ اور جنبی کے لیے قرآن کا پڑھنا جائز نہیں ہے۔

(۱) ورکنہ بروز الدم من الرحم أي ظهور منه إلى خارج الفرج الداخل فلو نزل إلى الفرج الداخل فليس بحيض في ظاهري الرواية وبه يفتي. (الدر المختار مع رد المحتار: ۴۷۵/۱، باب الحيض)

(۲) ولو كان إنقطع الدم دون عاداتها فوق الثلث لم يقربها حتى تمضي عاتها وإن اغتسلت، لأن العود في العادة غالب الإحتياط في الإجتنب. (الهداية: ۶۵/۱، باب الحيض والاستحاضة)

الاحتياط في حقوق الله تعالى جائز وفي حقوق العباد لا يجوز. (فوائد الفقه: ص ۱۵)

## توضیح المسئلة

جو عورت حیض سے ہو یا نفاس سے ہو اور جس شخص پر غسل کرنا واجب ہو، ان کو قرآن کریم پڑھنا اور چھونا جائز نہیں ہے، لیکن اگر قرآن کریم جزدان میں لپٹا ہو، تو اس وقت قرآن مجید کا چھونا اور اٹھانا درست ہے (۱)۔

## تفریع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (٦١)

حالت حیض و جنابت میں قرآنی آیات والے طغرے اور

لاکٹ (Locket) کو چھونے کا حکم

لاکٹ، فریم وغیرہ جس میں قرآن کریم کی آیت لکھی ہو، ان اشیاء کو حائضہ عورت اور جنبی شخص کنارے سے چھو سکتے ہیں، البتہ لکھی ہوئی جگہ کو ہاتھ لگانا جائز نہیں ہے، لیکن بہتر یہی ہے کہ کنارے سے پکڑے وغیرہ سے پکڑے (۲)۔

(۱) عن ابن عمر عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: لا تقرأ الحائض ولا الحنب شيئا من القرآن.

(السنن للترمذي: ۳۴/۱، أبواب الطهارة ما جاء في الحنب والحیض)

ويحرم بالحیض والنفاس ثمانية أشياء ..... قراءة آية من القرآن ومسها بالإغلاف ..... يحرم بالجنب

خمسة أشياء ..... قراءة آية من القرآن ومسها بالإغلاف. (نور الإيضاح: ص ۵۰، ۵۲)

(۲) ومسها أي القرآن ولو في لوح أو درهم أو حائط، لكن لا يمنع إلا من مس المكتوب.

(رد المحتار: ۴۸۸/۱، باب الحیض، البحر الرائق: ۳۴۸/۱، کتاب المسائل: ۲۲۴/۱)

### طريقة الانطباق

لاکٹ اور فریم وغیرہ میں جو آیت قرآنیہ لکھی جاتی ہیں وہ اندر ہوتی ہیں، اور باہر کے اجزاء ایسے متصل ہوتے ہیں جنہیں بغیر جز کے علاحدہ کیا جاسکتا ہے، اور ایسے اجزاء جو اس سے بآسانی جدا ہو سکتے ہوں تو وہ غلاف منفصل کے درجہ میں ہیں، جن کے ساتھ فقہانے چھونے کی اجازت دی ہے (۱)، اسی لیے اگر کوئی جنبی یا حائضہ لاکٹ یا فریم کے باہری اجزاء کو چھوتے ہیں تو جائز تو ہے؛ البتہ ادب و احترام کا تقاضا یہی ہے کہ ایسی حالت میں بھی نہ چھوئے (۲)، اور اگر قرآن کریم کی لکھی ہوئی تحریر کو چھوتے ہیں تو یہ جائز نہیں ہے (۳)، کیوں کہ یہ عین قرآن کو چھونا ہے۔

(۱) ویمنع حل دخول المسجد، وقراءة قرآن بقصدہ ومسہ ولو مکتوبا بالفارسیة فی الأصح إلا بغلافه المنفصل، قال الشامي أي كالجراب والخريطة دون المتصل كالمجلد المشرز هو الصحيح وعليه الفتوى. (الدر المختار مع رد المحتار: ۱/۴۸۸)

(۲) حرمة مس المصحف لا يجوز لهما ولجنب والمحدث مس المصحف إلا بغلاف متجاف عنه كالخريطة والمجلد الغير المشرز لا بما هو متصل به هو الصحيح، هكذا في الهداية وعليه الفتوى.

(الفتاوى الهندية: ۱/۳۸، الفصل الرابع في أحكام الحيض)

وقال بعض مشايخنا المعتبر حقيقة المکتوب حتی إن مس الجند ومس مواضع البياض لا يكره لأنه لم يمس القرآن وهذا أقرب إلى القياس والمنع أقرب إلى التعظيم. (البحر الرائق: ۱/۳۴۹)

(۳) لا يمسه إلا المطهرون. (الواقعة: ۷۹)



## رقم المسئلة (٦٢)

## حالت حیض میں قرآنی ادعیہ کے پڑھنے کا حکم

حالتِ حیض میں ہر طرح کی دعائیں پڑھنا جائز ہے، حتیٰ کہ وہ دعائیں بھی پڑھی جاسکتی ہیں جن کے الفاظ قرآن کریم اور احادیث طیبہ میں وارد ہوئے ہیں (۱)۔

## طريقة الإنطباق

ناپاکی کی حالت میں قرآن کریم کی تلاوت مطلقاً منع نہیں ہے، بل کہ اس کی ممانعت قصد تلاوت کے ساتھ مشروط ہے، یعنی تلاوت کے ارادہ سے ناپاکی کی حالت میں قرآن کریم کی تلاوت منع ہے، اور قرآنی ادعیہ کے پڑھنے میں تلاوت کا ارادہ نہیں ہوتا ہے، اس لیے حالتِ حیض میں قرآنی ادعیہ کا پڑھنا جائز ہے (۲)۔

(۱) ولا بأس لحائض وجنب بقراءة أدعية ومسها وحملها وذكر الله تعالى.

(رد المحتار: ۱/ ۴۸۸، باب الحيض)

أما إذا قرأه على قصد الشاء أو افتتاح أمر لا يمنع في أصح الروايات، وفي التسمية إتفاق أنه لا يمنع إذا كان على قصد الشاء أو افتتاح أمر كذا في الخلاصة، وفي العمود لأبي الليث ولو أنه قرأ الفاتحة على سبيل الدعاء أو شيئاً من الآيات التي فيها معنى الدعاء ولم يرد به القراءة فلا بأس به.

(البحر الرائق: ۱/ ۳۴۶، باب الحيض، فتاوى دارالعلوم زكريا: ۱/ ۷۴۵، كتاب المسائل: ۱/ ۲۲۳)

(۲) ويمنع قراءة قرآن بقصده، قال الشامي تحت قوله بقصده فلو قرأت الفاتحة على وجه الدعاء أو شيئاً من الآيات التي فيها معنى الدعاء ولم ترد القراءة لا بأس به.

(الدر المختار مع رد المحتار: ۱/ ۴۸۷، باب الحيض)

وأما قراءة القرآن قالوا إن القرآن يخرج عن كونه قرآناً بالقصد فجوزوا الجنب والحائض قراءة ما فيه من الأذكار بقصد الذكر والأدعية بقصد الدعاء. (الأشباه والنظائر: ص ۱۰۸، الفتاوى الهندية: ۱/ ۳۸) الأمور بمقاصدها. (قواعد الفقه: ص ۶۲)

رقم المسئلة (٦٣)

## مدرسة البنات میں قرآن کی معلمہ، حالت حیض میں کس طرح سبق دے؟

اگر قرآن کریم پڑھانے والی معلمہ کے لیے حالت حیض میں بچیوں کو پڑھانا ناگزیر ہو، تو وہ پوری آیت ایک ساتھ نہ کہلوائے؛ بل کہ ایک ایک کلمہ الگ الگ کر کے پڑھائے، مثلاً: قل، هو، اللہ، أحد یعنی ہر کلمہ کے درمیان فصل کرے، رواں نہ پڑھائے (۱)، اور اگر ضرورت ہو تو نصف آیت بھی پڑھنے کی گنجائش ہے (۲)۔

(۱) ویمنع قراءة قرآن، قال الشامي أي ولو دون آية من المركبات لا المفردات، لأنه جواز للحائض المعلمة تعليمه كلمة كما قدمناه. (الدر المختار مع رد المحتار: ۱/ ۴۸۷، باب الحيض)

”واختلف المتأخرين في تعليم الحائض والجنب والأصح أنه لا بأس به، إن كان يلقن كلمة كلمة ولم يكن من قصده أن يقرأ آية تامة.“ (البحر الرائق: ۱/ ۳۴۸، باب الحيض)

(۲) وإذا حاضت المعلمة فينبغي لها أن تعلم الصبيان كلمة كلمة وتقطع بين الكلمتين على قول الكرخي وعلى قول الطحاوي تعلم نصف آية. (البحر الرائق: ۱/ ۳۴۸، باب الحيض)

ولا تقرأ كجنب ونفساء سواء كان آية أو ما دونها عند الكرخي، وهو المختار، وعند الطحاوي تحل ما دون الآية، هذا إذا قصدت القراءة فإن لم تقصدها نحو أن تقول شكر للنعمة الحمد لله رب العالمين، فلا بأس به، ويجوز لها التهجي بالقرآن، والمعلمة إذا حاضت فعند الكرخي تعلم كلمة كلمة وتقطع بين الكلمتين، وعند الطحاوي نصف آية وتقطع ثم تعلم النصف الآخر.

(شرح الوقاية: ۱/ ۱۱۶، باب الحيض، كتاب الفتاوى: ۲/ ۹۵، فتاوى دارالعلوم زكريا: ۱/ ۷۴۶)

## طريقة الإنطباق

حالت حیض میں تلاوت قرآن کی ممانعت ہے (۱)، اور عرف میں قاری (قرأت کرنے والا) اسی وقت کہتے ہیں جب کہ وہ کم از کم ایک لمبی آیت کی تلاوت کرے (۲)، کیوں کہ اصطلاح میں تلاوت، قرآن کے رواں پڑھنے کو کہتے ہیں (۳)، اور معلم اگر ایک ایک کلمہ کو توڑ کر پڑھائے تو اس پر نہ ہی معنی قراءت صادق آتا ہے، اور نہ ہی معنی تلاوت، اور اگر معلم مادون الآیۃ (نصف آیت) پڑھاتی ہے، تو تعلیم قرآن کے ضرورت کے پیش نظر اس کی بھی اجازت ہوگی؛ کیوں کہ بسا اوقات حیض کا خون دراز ہو جاتا ہے؛ البتہ ایسی صورت میں معلم قراءت قرآن کے ارادہ کے بغیر پڑھائے (۴)۔

(۱) عن أبي عمر رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: لا تقرأ الحائض ولا الحنب شيئا من القرآن. (السنن للترمذي: ۳۴/۱، باب ماجاء في الحنب والحائض)

(۲) وقالوا ثلث آيات قصار أو آية طويلة لأنه لا يسمي قارئاً بدونه.

(الهداية: ۱/۱۱۸، كتاب الصلاة فصل في القراءة)

(۳) والتلاوة اصطلاحاً هي قراءة القرآن متتابعة ..... وذلك أن أصل التلاوة إتباع الشيء الشيء يقال تلاه إذا تبعه، فتكون التلاوة في الكلمات يتبع بعضها بعضاً، ولا تكون في الكلمة الواحدة إذ لا يصلح فيها التلو، وقال صاحب الكليات القراءة أعم من التلاوة. (الموسوعة الفقهية: ۴۷/۳۳)

(۴) وأما قراءة القرآن قالوا إن القرآن يخرج عن كونه قرآناً بالقصد فجوزوا للحنب والحائض قراءة ما فيه من الأذكار بقصد الذكر والأدعية بقصد الدعاء. (الأشباه والنظائر: ص ۱۰۸)

ومنها حرمة قراءة القرآن لا تقرأ الحائض والنفساء والحنب شيئا من القرآن والآية وما دونها سواء في التحريم على الأصح إلا أن لا يقصد بما دون الآية القراءة مثل أن لا يقول الحمد لله يريد الشكر.

(الفتاوى الهندية: ۳۸/۱، الفصل الرابع في أحكام الحيض والنفاس والإستحاضة)

و إذا حاضت المعلمة فينبغي لها أن تعلم الصبيان كلمة كلمة وتقطع بين الكلمتين على قول الكرخي =

رقم المسئلة (٦٤)

## حالت حیض میں دینی کتابوں (Religious Books) کا

## مطالعہ اور درس کا حکم

ناپاکی کی حالت میں قرآن کریم یا ایسی تفسیر کو چھونا جائز نہیں، جس میں قرآن کے کلمات غالب ہوں اور تفسیر کے کلمات کم ہوں۔ اس کے علاوہ دیگر دینی کتابوں کا پڑھنا، مطالعہ کرنا اور درس دینا جائز ہے؛ البتہ دو باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے، اول یہ کہ دورانِ درس قرآن کریم کی رواں تلاوت نہ کریں، دوسرے یہ کہ کتبِ دیدیہ کے اس حصے کو ہاتھ نہ لگائیں، جہاں کوئی قرآنی آیت لکھی ہو (۱)۔

= وعلی قول الطحاوي تعلم نصف آية، و في التفریع نظر علی قول الکرخي فإنه قائل بإستواء الآية وما دونها في المنع إذا كان ذلك بقصد قراءة القرآن وما دون الآية صادق علی الكلمة، وإن حمل علی التعلیم دون قصد القرآن فلا يتقيد بالكلمة ثم في كثير من الكتب التقييد بالحائض المعلمة معللاً بالضرورة مع إمتداد الحيض. (البحر الرائق: ۱/ ۳۴۸، باب الحيض)

(۱) والتفسير كمصحف لا الكتب الشرعية فإنه رخص مسها باليد لا التفسير كما في الدرر عن مجمع الفتاوى ..... وقد جوز أصحابنا من كتب التفسير للمحدث ولم يفصلوا بين كون الأكثر تفسيراً أو قرآناً ولو قيل به إعتباراً للغالب لكان حسناً، قال الشامي: إستدراك علی قوله والتفسير كمصحف، فإن ما في الأشباه صريح في جوار من التفسير فهو كسائر الكتب الشرعية، وفي المراجع عن الإيضاح إن كتب التفسير لا يجوز مس موضع القرآن منها، وله أن يمس غيره وكذا كتب الفقه إذا كان فيها شيء من القرآن ..... أقول الأظهر والأجود، القول الثالث أي كراهته في التفسير دون غيره لظهور الفرق، فإن القرآن في التفسير أكثر منه في غيره وذكره فيه مقصود إستغلالاً، لا تبعاً فشبهه بالمصحف أقرب من شبهه ببقية الكتب.

(ردالمحتار: ۱/ ۳۲۰، كتاب الطهارة، فتاوى دارالعلوم زكريا: ۱/ ۷۳۷، كتاب الفتاوى: ۲/ ۱۰۲)

### طريقة الإنطباق

حالت حیض میں قرآن کریم کا چھونا منع ہے اور دینی کتابیں مصحف نہیں ہیں، البتہ وہ کتابیں مثلاً تفسیر جس میں عامتاً کلمات قرآنیہ زیادہ ہوتے ہیں، ان کو چھونا جائز نہیں ہوگا؛ کیوں کہ اعتبار غالب و اکثر کا ہوتا ہے، اور اسی غلبہ کی وجہ سے یہ تفسیر کی کتابیں مصحف کے حکم میں ہوں گی (۱)۔

رقم المسئلة (٦٥)

حالت حیض میں قرآن کریم کی کمپوزنگ (Composing) کا حکم  
حالت حیض میں قرآن کریم کو ٹائپ مشین (Type writer) پر ٹائپ کرنا، یا کمپیوٹر (Computer) میں کمپوز (Compose) کرنا مکروہ ہے، لیکن بہتر یہی ہے کہ قرآن کریم کے عظمت کے پیش نظر کامل پاکی کی حالت میں ہی کمپوزنگ کی جائے (۲)۔

### طريقة الإنطباق

حالت حیض میں قرآن کریم کا پڑھنا اور چھونا منع ہے، اور قرآن کریم کی کمپوزنگ میں نہ تو قراءۃ قرآن کا معنی پایا جاتا ہے، اور نہ ہی مس قرآن کا، کیوں کہ کمپوز کرنے والے کی انگلی کی پیڈ (Keypad) پر ہوتی ہے، اور قرآن کریم کی کتابت کمپیوٹر کی اسکرین پر

(۱) الحکم علی الغالب دون النادر.

(۲) (درر الحکام: ۵۰/۱)

(۲) ویکرہ للجنب والحائض أن یکتبا الكتاب الذی فی بعض سطورہ آیۃ من القرآن، وإن کان لا یقرآن القرآن، وقال محمد أحب إلی أن لا یکتب وبہ أخذ مشایخ بخاری هکذا فی الذخیرۃ.

(الفناوی الہندیۃ: ۳۹/۱، الفصل الرابع فی أحكام الحيض، کتاب المسائل: ۲۲۴/۱)

ہوتی ہے، اسی وجہ سے حالت حیض میں قرآن کی کمپوزنگ جائز تو ہے لیکن عظمت قرآن کے تقاضا کے پیش نظر مکروہ ہے (۱)۔

## ﴿محدث کا حکم﴾

### رقم المتن - ۳۷

وَلَا يَحُوزُ لِلْمُحَدِّثِ مَسُّ الْمُصْحَفِ إِلَّا أَنْ يَأْخُذَهُ بِغُلَافِهِ.

ترجمہ: بے وضو شخص کے لیے قرآن کریم کو چھونا جائز نہیں ہے مگر غلاف کے ساتھ پکڑنا جائز ہے۔

### توضیح المسئلة

بے وضو شخص کے لیے قرآن کریم کو چھونا جائز نہیں ہے کیوں کہ ارشادِ ربانی ہے:

”لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ“ البتہ غلاف کے ساتھ بے وضو چھوئے تو درست ہے۔

علامہ قدوریؒ نے صرف ”للمحدث“ کہا، جنبی اور حائضہ و نفساء کو بیان نہیں

کیا، کیوں کہ ان کے لیے بغیر چھوئے بھی زبانی تلاوت قرآن جائز نہیں، اور بے وضو شخص بغیر چھوئے زبانی تلاوت کر سکتا ہے۔ ان کے اور بے وضو شخص کے درمیان فرق کرنے کا

سبب یہ ہے کہ حدث کا اثر محض ہاتھ میں ہوتا ہے، اور جنابت وغیرہ کا اثر ہاتھ میں بھی ہوتا اور منہ میں بھی، اسی وجہ سے جنبی کے لیے غسل میں بدن دھونے کے ساتھ منہ کا دھونا بھی

(۱) ولا بأس لها بكتابة القرآن عند أبي يوسف إذا كانت الصحيفة على الأرض، لأنها لا تحمل المصحف والكتابة تقع حرفاً حرفاً، وليس الحرف الواحد بالقرآن، وقال محمد أحب إلي أن لا تكتب.

(الفتاوى الشارعية ج ۱/ ۴۸۰، نوع آخر في الأحكام التي تتعلق بالحیض)

واجب ہے (۱)۔

## تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (۶۶)

بے وضو شخص کا موبائل (Mobile) یا ٹیبلیٹ (Tablet)

کی اسکرین پر قرآن کریم کی تلاوت کا حکم

اگر ٹیبلیٹ یا موبائل کی اسکرین (Screen) پر قرآن کریم کھلا ہوا ہو، تو بلا وضو اسکرین پر ہاتھ لگانا یا موبائل اور ٹیبلیٹ کو چھونا جائز نہیں ہوگا (۲)، اور اگر موبائل یا ٹیبلیٹ پر ان کی حفاظت کی غرض سے بیک کور (Back Cover) یا فلیپ کور (Flip Cover) لگائے گئے ہوں جو ان کی بوڑی کو چھپا لیتے ہیں، تو اس صورت میں بے وضو شخص کا موبائل یا ٹیبلیٹ کو ہاتھ میں لے کر ان کی اسکرین پر کھلے ہوئے قرآن کو چھوئے بغیر قرآن کریم کی تلاوت کرنا جائز ہوگا (۳)۔

(۱) والفرق في المحدث بين المس والقراءة أن الحدث حل اليد دون القدم، والجنابة حلت اليد والقدم، ألا ترى أن غسل اليد والقدم في الجنابة فرضان، وفي الحدث إنما يفرض غسل اليد دون القدم.

(الجوهرة النيرة: ۸۹/۱، باب الحبض)

(۲) لا يمسه إلا المطهرون.

(الوافعة: ۷۹)

لا يجوز مس شيء مكتوب فيه شيء من القرآن من لوح أو دراهم أو غير ذلك إذا كان آية تامة هكذا في الجوهرة النيرة، والصحيح منع مس حواشي المصحف والبياض الذي لا كتابة عليه.

(الفناوى الهندية: ۳۹/۱)

وإن كان الغلاف مشرزا لا يجوز الأخذ به ولا مسه قال في الهداية هو الصحيح. (حلی کبیر: ص ۵۸)

(۳) ویمنع حل دخول مسجد..... وقراءة قرآن بقصده ومسه ولو مكتوبا بالفارسية في الأصح إلا =

### طريقة الانطباق

یہاں ایک ضابطہ سمجھ لینا چاہیے کہ کسی بھی شے کے وہ اجزاء جو اس شے کے ساتھ ایسے متصل ہو جائیں کہ انہیں بغیر ضرر کے آسانی سے علاحدہ کرنا ممکن نہ ہو، تو ان کا حکم غلاف متصل کا ہوگا، جیسے غلاف متصل کو بغیر وضو کے ہاتھ لگانا جائز نہیں ہے، ایسے ہی اس شے کو بھی ہاتھ لگانا جائز نہیں ہوگا جو اس شے کے ساتھ متصل باتصال قرار کا درجہ اختیار کر چکی ہے کیوں کہ اتصال کی وجہ سے وہ تابع بن گیا اس لیے جو حکم متبوع کا ہوگا وہی حکم تابع کا ہوگا (۱)، اور اگر وہ اجزاء ایسے ہوں جو بغیر کسی ضرر کے آسانی جدا ہو جاتے ہوں تو وہ غلاف منفصل کے درجہ میں ہیں جن کے ساتھ فقہانے قرآن کریم کو چھونے کی اجازت دی ہے (۲)۔

= بغلافه المنفصل، قال الشامي أي كالجراب والخريطة دون المتصل كالجلد المشرز هو الصحيح وعليه الفتوى لأن الجلد تبع له. (الدر المختار مع رد المحتار: ۱/ ۴۸۸، باب الحيض،

الفتاوى الهندية: ۱/ ۳۸، الفصل الرابع في أحكام الحيض)

(۱) لا يجوز مس شيء مكتوب فيه شيء من القرآن من لوح أو دراهم أو غير ذلك، إذا كان آية نامة هكذا في الجوهرة النيرة، والصحيح منع مس حواشي المصحف واليباض الذي لا كتابة عليه.

(الفتاوى الهندية: ۱/ ۳۹)

قال الحنفية يحرم مس المصحف كله أو بعضه أي مس المكتوب منه ولو آية على نقود درهم أو جدار أو غيره الآن حرمة المصحف كحرمة ما كتب منه فيستوي فيه الكتابة في المصحف وعلى الدراهم، كما يحرم مس غلاف المتصل به، لأنه تبع له فكان مسه مسا للقرآن. (الموسوعة الفقهية: ۳۷/ ۲۷۶) التابع تابع لا يفرد بالحكم. (فوائد الفقه: ص ۶۷)

(۲) ويجوز للمحدث أن يمس غلاف المصحف إذا كان متحافيا عنه بأن يكون شيء ثالث بين الماس والممسوس كمنديل ونحوه. (الفقه الإسلامي وأدلته: ۱/ ۹۸)

حرمة مس المصحف لا يجوز لهما وللحنب والمحدث مس المصحف إلا بغلاف متحاف عنه =



مذکورہ ضابطہ کی روشنی میں یہ بات کھل کر سامنے آگئی کہ اگر موبائل یا ٹیبلیٹ پر کوئی خارجی کور نہیں لگا ہوا ہے، اور ان کے اسکرین پر قرآن کھلا ہوا ہو، تو نہ تو اس کی اسکرین کو چھونا جائز ہوگا، اور نہ ہی موبائل یا ٹیبلیٹ کو؛ کیوں کہ موبائل یا ٹیبلیٹ کی بوڈی اسکرین کے لیے غلاف متصل کے حکم میں ہے، اس لیے کہ بوڈی بغیر ضرر کے باسانی اسکرین سے جدا نہیں ہوتی، یہی وجہ ہے کہ بوڈی کے بغیر موبائل یا ٹیبلیٹ کا فائدہ متاثر ہو جاتا ہے، اور اگر موبائل یا ٹیبلیٹ کی بوڈی پر بیک کور (Back cover) یا فیلپ کور لگا ہوا ہے تو اس حالت میں موبائل یا ٹیبلیٹ کو تو چھو سکتے ہیں؛ کیوں کہ یہ خارجی کور غلاف منفصل کے حکم میں ہیں، اس لیے کہ یہ کور بغیر کسی ضرر کے موبائل یا ٹیبلیٹ سے باسانی علاحدہ ہو جاتے ہیں اور نہ ہی ان کے علاحدہ ہونے سے ان کا فائدہ متاثر ہوتا ہے، اور فقہانے غلاف منفصل کے ساتھ چھونے کی اجازت دی ہے، البتہ موبائل یا ٹیبلیٹ کی اسکرین (جس پر قرآن کریم کھلا ہوا ہے) کو اس صورت میں بھی نہیں چھو سکتے ہیں کیوں کہ وہ مصحف کے حکم میں ہے (۱)۔

= كالخريطة والجلد الغير المشرز لا بما هو متصل به هو الصحيح هكذا في الهداية وعليه الفتوى.

(الفتاوى الهندية: ۱/۳۸، الفصل الرابع في أحكام الحيض، الدر المختار مع رد المحتار: ۱/۴۸۸)

(۱) لا بمسه إلا مطهرون. (الواقعة: ۷۹)

وجه الاستدلال بالآية أن المراد بالمطهرين هم المطهرون من الأحداث، ويؤيد هذا أن الكلام مسوق لتعظيم القرآن والمعنى لا ينبغي ولا يليق مسه لمن لم يكن على طهارة..... وهذا شرط لمس معانيه والأول شرط لمس نقوشه وأوراقه. (أحكام القرآن للتهانوي: ۱۰/۵)

رقم المسئلة (٦٧)

## محدث کا اسکرین ٹچ موبائل (Screen touch mobile) پر

## قرآن کریم ٹائپ کرنے کا حکم

آج کل مارکیٹ میں اسکرین ٹچ موبائل دستیاب ہیں؛ جن کی اسکرین پر ہی کئی پیڈ (Keypad) ہوتا ہے، فون لگانے یا میسج بھیجنے کے لیے اسی اسکرین پر کھلے ہوئے کئی پیڈ کا استعمال ہوتا ہے، ایسے اسکرین ٹچ موبائل کے ذریعہ جس کا کئی پیڈ اسکرین پر کھلتا ہو، محدث (بے وضو) شخص کے لیے اس کی اسکرین پر آیات قرآنیہ کا ٹائپ کر کے کسی دوسرے کو میسج یا واٹس شاپ (Whatsapp) کرنا جائز نہیں ہے (۱)۔

(۱) لا یمسہ إلا المطہرون۔ (الوقعة: ۷۹)

وجہ الاستدلال بالآیة أن المراد بالمطہرین هم المطہرون من الأحداث، ویؤید هذا ان الکلام مسبوق لتعظیم القرآن والمعنی لا ینبغی ولا یلیق مسہ لمن لم یکن علی طہارة.... و هذا شرط لمس معانیہ والأول شرط لمس نقوشہ و أوراقہ۔ (أحكام القرآن للتهانوی: ۱۰/۵)

لا یحوز مس شیء مکتوب فیہ شیء من القرآن من لوح أو دراهم أو غیر ذلك إذا کان آیة تامة هکذا فی الجوهرة النيرة، والصحيح منع مس حواشي المصحف والبیاض الذي لا كتابة علیه۔

(الفتاویٰ الہندیہ: ۱/۳۹)

## طريقة الانطباق

قرآن کریم کا بغیر وضو کے چھونا عظمتِ قرآن کے پیشِ نظر ممنوع ہے (۱)، اور جیسے قرآن کا بلا وضو چھونا ممنوع ہے ایسے ہی اس شے کا بھی بلا وضو چھونا ممنوع ہے جس پر قرآن لکھا ہوا ہو؛ کیوں کہ جس پر قرآن لکھا جائے وہ اس لکھی ہوئی تحریر کے تابع ہو جاتا ہے، اسی لیے عرف میں اس کا غز کو بھی قرآن کہتے ہیں جس پر آیاتِ قرآنیہ لکھی گئی ہوں (۲)۔

مذکورہ تفصیل کی روشنی میں یہ بات معلوم ہوگئی کہ اگر کوئی شخص بلا وضو ایسے اسکرین ٹچ موبائل کے ذریعہ جس کا کئی پیڈ اسکرین پر ہی کھلتا ہو، کے ذریعہ آیاتِ قرآنیہ ٹائپ کر کے میسج یا واٹس شاپ کرے تو جائز نہیں ہے، کیوں کہ آیاتِ قرآنیہ کی کتابت اسی اسکرین پر ہو رہی ہے، اور کی پیڈ بھی اسی اسکرین پر ہونے کی وجہ سے کئی پیڈ کو بھی حکمِ قرآن حاصل ہو گیا، یعنی جیسے مکتوب حصے کا چھونا جائز نہیں ہے، ایسے ہی کئی پیڈ کا بھی اس کے لیے چھونا جائز نہیں ہوگا (۳)۔

(۱) قدم تقدم تخريجه الآن . (حاشیہ: ۱)

(۲) قال الحنفية يحرم مس المصحف كله أو بعضه أي مس المكتوب منه ولو آيةً على نفود درهم أو غيره أو حذار، لأن حرمة المصحف كحرمة ما كتب منه فيستوي فيه الكتابة في المصحف وعلى الدرهم كما يحرم مس غلاف المصحف المتصل، لأنه تبع له فكان مسه مسا للقرآن.

(الموسوعة الفقهية: ۲۷/۲۷۶)

(۳) لا يجوز مس شيء مكتوب فيه شيء من القرآن من لوح أو درهم أو غير ذلك إذا كان آية تامة هكذا في الجوهرة النيرة والصحيح منع مس حواشي المصحف والبياض الذي لا كتابة عليه.

(الفتاوى الهندية: ۱/۳۹)

رقم المسئلة (٦٨)

قرآن کی کیسٹ (Cassette) یا سی ڈی (CD) کو بلا وضو چھونے کا حکم جس کیسٹ یا سی ڈی میں کلام پاک ٹیپ کیا گیا ہو اس کو بلا وضو چھونا جائز ہے کیوں کہ بلا وضو مصحف کو چھونا منع ہے اور کیسٹ یا سی ڈی مصحف نہیں ہیں (۱)۔

### طريقة الإنطباع

قرآن نام ہے مصحف میں لکھی ہوئی تحریر کا (۲)، اور کیسٹ یا سی ڈی ظاہر ہے کہ تحریر نہیں ہیں؛ کیوں کہ کیسٹ یا سی ڈی میں ایسے نقوش مکتوب نہیں ہوتے جنہیں پڑھا جاسکے بل کہ کیسٹ یا سی ڈی میں محض آواز محبوس (روکی ہوئی) ہوتی ہے، اس لیے کہ کیسٹ یا سی ڈی کا (جس میں قرآن کریم ٹیپ کیا گیا ہو) بلا وضو چھونا جائز ہوگا، کیوں کہ بلا وضو مصحف کو چھونے کے لیے عدم جواز کی جو علت تھی وہ یہاں مفقود ہے (۳)۔

(۱) أما الكتاب فالقرآن المنزل على رسول الله صلى الله عليه وسلم، المکتوب في المصاحف، المنقول عن النبي صلى الله عليه وسلم نقلاً متواتراً بلا شبهة، وهو النظم والمعنى جميعاً في قول عامة العلماء.

(كشف الأسرار لفخر الإسلام للبزدوي: ۱/۶۷،

جدید فقہی مسائل: ۱/۱۰۱، محقق ومدلل جدید مسائل: ۱/۱۲۲)

(۲) أما الكتاب فالقرآن المنزل على رسول الله صلى الله عليه وسلم، المکتوب في المصاحف المنقول عن النبي صلى الله عليه وسلم نقلاً متواتراً بلا شبهة وهو النظم والمعنى جميعاً في قول عامة العلماء.

(كشف الأسرار لفخر الإسلام للبزدوي: ۱/۶۷)

(۳) زوال الحکم بزوال علتہ، ومفاد القاعدة ..... إن الحکم بدور مع علتہ يوجد بوجودها وينتفي

(موسوعة الفوائد الفقهية: ۶/۴۴۲)

بانتفائها.

## ﴿ استحاضہ اور عذر شرعی کا بیان ﴾

### رقم المتن - ۳۸

وَالْمُسْتَحَاضَةُ وَمَنْ بِهِ سَلْسَلُ الْبَوْلِ وَالرَّعَافُ الدَّائِمُ وَالْجُرْحُ الَّذِي لَا يَرْقَأُ يَتَوَضَّعُونَ لَوَقْتِ كُلِّ صَلَاةٍ وَيُصَلُّونَ بِذَلِكَ الْوُضُوءِ فِي الْوَقْتِ مَا شَاءُوا مِنَ الْفَرَائِضِ وَالنَّوَافِلِ فَإِذَا خَرَجَ الْوَقْتُ بَطَلَ وُضُوءُهُمْ وَكَانَ عَلَيْهِمْ اسْتِيفَانُ الْوُضُوءِ لَصَلَاةٍ أُخْرَى.

ترجمہ: مستحاضہ اور جس کو ہر وقت پیشاب ٹپکتا ہو، اور جس کو دائمی نکسیر ہو، اور جس کو ایسا زخم ہو کہ نہیں بھرتا، تو یہ لوگ وضو کریں گے ہر نماز کے وقت کے لیے اور پڑھیں اس وضو سے وقت کے اندر جو چاہیں فرائض و نوافل میں سے، اور جب وقت نکل جائے تو ان کا وضو باطل ہو جائے گا، اور ان پر لازم ہے از سر نو وضو کرنا دوسری نماز کے لیے۔

### توضیح المسئلة

مذکورہ بالا عبارت میں دو مسئلے بیان کئے گئے ہیں:

(الف) مستحاضہ عورت اور جس کو پیشاب آنا نہ تھمتا ہو، اور جس کی نکسیر پھوٹے

اور بند نہ ہو، اور جس کو ایسا زخم ہو کہ اس سے خون نہیں رکتا، ان معذورین کے بارے میں حکم یہ ہے کہ ہر نماز کے وقت تازہ وضو کریں، پھر اس وضو سے وقت کے اندر جتنی چاہیں نمازیں پڑھیں، خواہ فرض ہوں یا نوافل، واجب ہوں یا قضا۔

(ب) جب فرض نماز کا وقت نکل جائے تو ان معذورین کا وضو باطل ہو جائے گا، اب اگر کوئی معذور دوسری فرض نماز پڑھنا چاہے تو اس کے لیے نیا وضو کرنا ضروری ہوگا۔

### تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (۶۹)

#### لیکوری یا کی مریضہ (Patient of leukorrhea) کا حکم

بسا اوقات مرض یا کمزوری کی وجہ سے عورتوں کو سفید پانی آتا ہے، لیکوری یا اگر کبھی کبھار آجائے تو اس کے نکلنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے (۱)، اور جس جگہ کپڑے پر وہ لگ جائے اسے ناپاک قرار دیا جائے گا (۲)، لیکن اگر عورت کو یہ مرض اس شدت کے ساتھ ہو کہ کسی نماز کا پورا وقت اس پر ایسے گزر جائے کہ وہ پاکی کے ساتھ فرض نماز بھی ادا نہ کر سکے تو اس عورت کو معذور قرار دیا جائے گا، اور لیکوری یا نکلنے سے اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا، وہ اسی حالت میں وضو کر کے نماز پڑھ سکتی ہے، اور اس کے لیے ایک نماز کے پورے وقت میں ایک مرتبہ وضو کافی ہوگا، سفیدی نکلنے سے بار بار اسے وضو نہیں کرنا پڑے گا (۳)، بشرطیکہ آئندہ ہر نماز

(۱) والمعاني الناقضة للوضوء كل ما خرج من السيلين. (المختصر القدوري: ص ۴، كتاب الطهارة)  
(۲) قال الشامي: قال ابن حجر في شرحه وهي ماء أبيض متردد بين المذي والعرق يخرج من باطن الفرج الذي لا يجب غسله، بخلاف ما يخرج مما يجب غسله فإنه طاهر قطعاً، ومن وراء باطن الفرج فإنه نجس قطعاً ككل خارج من الباطن كالماء الخارج مع الولد أو قبيله.

(رد المحتار: ۱/ ۵۱۵، باب الأنحاس)

(۳) والمستحاضة ومن به سلسل البول والرعاف الدائم والجرح الذي لا يرقأ يتوضؤون لوقت كل صلاة، ويصلون بذلك الوضوء في الوقت ماشاءوا من الفرائض والنوافل.

(المختصر القدوري: ۱/ ۱۷، باب الحيض، تنوير الأبصار مع الدر المختار: ۱/ ۵۰۴، باب الحيض)

کے وقت میں کم از کم ایک مرتبہ لیکور یا کاسلسلہ جاری رہے (۱)؛ البتہ وقتِ فرض کے خروج سے وضو باطل ہو جائے گا، اور دوسرے وقتِ فرض کے لیے دوسرا وضو کرنا لازم ہوگا (۲)۔

### طريقة الانطباق

شریعتِ مطہرہ میں معذور شرعی اس شخص کو کہا جاتا ہے جس کو عذر (نواقض وضو) نے پورے نماز کے وقت میں اس طرح گھیر لیا ہو کہ اس کو وضو کر کے نماز پڑھنے کا بھی موقع نہ ملے۔ یہ معذور بننے کی شرط ہے (۳)، اور معذور باقی رہنے کے لیے اگلی نمازوں میں سے ہر نماز کے وقت میں اس عذر کا کم از کم ایک مرتبہ پیش آنا ضروری ہے (۴)، اور اگر اگلی نمازوں میں سے کسی نماز کا مکمل وقت عذر سے خالی ہو جائے تو وہ شخص اب معذور باقی نہیں رہے گا (۵)۔

مذکورہ تفصیل کی روشنی میں یہ بات واضح ہوگئی کہ اگر عورت کو سفید پانی اس قدر شدت سے آتا ہو کہ وہ مکمل نماز کے وقت کو اس طرح گھیر لے کہ اس کو وضو کر کے نماز پڑھنے کا بھی موقع نہ ملے تو وہ بھی معذور شرعی کے حکم میں ہوگی، اور اس کے لیے وضو کر کے اسی

(۱) بشرط الإنقطاع تمام الوقت حقيقة لأنه الإنقطاع الكامل. (الدر المختار: ۱/۵۰۵)

(۲) فإذا خرج الوقت بطل وضوءهم وكان عليهم استئناف الوضوء، لصلاة أخرى.

(المختصر القدوري: ص ۱۷، کتاب النوازل: ۲۰۶/۳)

(۳) ولا يصير معذورا حتى يستوعبه العذر وقتا كاملا ليس فيه انقطاع بقدر الوضوء، والصلاة وهذا شرط

ثبوته. (نور الإيضاح: ص ۵۳)

(۴) و شرط دوامه وجوده في كل وقت بعد ذلك ولو مرة. (نور الإيضاح: ص ۵۳)

(۵) و شرط انقطاعه وخروج صاحبه عن كونه معذورا خلو وقت كامل عنه. (نور الإيضاح: ص ۵۳)

عذر کے ساتھ نماز پڑھنا جائز ہوگا، اور وہ اگلی نمازوں میں بھی معذور باقی رہے گی، بشرطیکہ وہ عذر پھر نماز کے وقت میں پایا جائے اگرچہ وہ عذر ایک ہی مرتبہ پیش آئے، لیکن اگر کوئی نماز کا پورا وقت عذر سے خالی ہو جائے تو وہ عورت اب معذور شرعی باقی نہیں رہے گی۔ اور اس کو خالی عذر میں وضو کر کے نماز پڑھنا ضروری ہوگا۔

رقم المسئلة (۷۰)

ایسے معذور شخص کا حکم جس کا روئی (Cotton)

رکھنے سے پیشاب رُک جائے

بسا اوقات ضعفِ مثانہ کی وجہ سے انسان کو قطرے آتے ہیں، اس کے روک تھام کے لیے اگر ذکر کے سوراخ میں روئی رکھی جائے، جس کی وجہ سے پیشاب تھم جائے تو اس صورت میں وضو نہیں ٹوٹے گا (۱)، اور اگر روئی میں تری آگئی تو اس میں تفصیل ہے، کہ اگر روئی کا اندرونی حصہ تر ہو گیا جو جسم کے اندر رہے، تو وضو نہیں ٹوٹے گا، البتہ جب روئی نکالی جائے اور روئی گیلی ہو، تو اسی وقت وضو ٹوٹ جائے گا، اور اگر روئی کا بیرونی حصہ جو جسم کے اوپری طرف ہے، تر ہو جائے تو وضو ٹوٹ جائے گا (۲)۔

(۱) وفي المصنوعات عن النصاب به سلسل بول فجعل القطنة في ذكره، ومنعه من الخروج وهو يعلم أنه لو لم يحش ظهر البول فخرج القطنة وعليها بلة فهو محدث ساعة إخراج القطنة فقط، وعليه الفتوى.

(حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح: ص ۱۴۹، باب الحيض، السعاية: ۲۰۱/۱، باب الحيض)

(۲) رجل حشا إحليله كيلا يخرج منه شيء ..... عن أبي يوسف لا وضوء عليه حتى يظهر إذا ابتل ما

ظهر هو حدث. (خلاصة الفتاوى: ۱۷/۱، كتاب الفتاوى: ۹۱/۲، فتاوى حقايق: ۵۶۸/۲)



### طريقة الإنطباق

وضو کے ٹوٹنے کا دار و مدار پیشاب کے اِحلیل (ذکر کے سوراخ کا سرا) تک نکلنے پر ہے، لہذا اگر کسی وجہ سے پیشاب کے قطرات کو روکا جائے تو جب تک قطرات ذکر کے سوراخ کے سرے تک نہ پہنچیں، تو وضو برقرار رہے گا؛ کیوں کہ خروج نجاست کا تحقق نہیں ہوا، البتہ جب روئی نکالی جائے اور وہ گیلی ہو، یا روئی کا وہ حصہ تر ہو جائے جو ذکر کے سوراخ سے باہر ہے، تو اس صورت میں وضو ٹوٹ جائے گا، کیوں کہ پیشاب کے خروج کا تحقق ہو گیا (۱)۔

(۱) اعلم! ان مبدأ الحيض من وقت خروج الدم إلى الفرج الخارج، ولا وصول الدم إلى الفرج الداخل فإذا لم يصل إلى الفرج الخارج بحيلولة الكرسف لا تقطع الصلاة فعند وضع الكرسف، إنما يتحقق الخروج إذا وصل الدم إلى ما يحاذي الفرج الخارج من الكرسف، فإذا احمر من الكرسف ما يحاذي الفرج الداخل لا يتحقق الخروج إلا إذا رفعت الكرسف فيتحقق الخروج من وقت الرفع وكذا في الإستحاضة والنفاس والبول ووضع الرجل القطن في الإحليل والقلفة كالخارج.

(شرح الوقاية: ۱/ ۱۰۹، باب الحيض)

## ﴿ دم نفاس کا بیان ﴾

### رقم المتن - ۳۹

وَالنَّفَاسُ هُوَ الدَّمُ الْخَارِجُ عَقِيبَ الْوِلَادَةِ، وَالدَّمُ الَّذِي تَرَاهُ الْحَامِلُ وَمَا تَرَاهُ الْمَرْأَةُ فِي حَالِ وَلَادَتِهَا قَبْلَ خُرُوجِ الْوَلَدِ اسْتِحَاضَةً.

ترجمہ: اور نفاس وہ خون ہے جو پیدائش کے بعد نکلے، اور وہ خون جس کو حاملہ دیکھے، یا عورت دورانِ ولادت دیکھے تو بچہ نکلنے سے پہلے وہ استحاضہ ہے۔

### توضیح المسئلة

مذکورہ عبارت میں مصنفؒ دمِ نفاس کی تعریف بیان کر رہے ہیں، کہ نفاس کا خون وہ ہے جو بچہ کے ولادت کے بعد بچہ دانی سے نکلے، یہی وجہ ہے کہ اگر عورت حالتِ حمل یا دورانِ ولادت خون دیکھے تو وہ نفاس کا نہیں ہے بل کہ استحاضہ کا ہے؛ کیوں کہ حمل کی وجہ سے رحم کا منہ بند ہو جاتا ہے تو حالتِ حمل میں جو خون نکلے گا وہ رحم کے علاوہ سے ہوگا، اور رحم کے علاوہ سے جو خون آتا ہے وہ استحاضہ کا ہوتا ہے (۱)۔

(۱) النفاس هو الدم الخارج عقب الولادة، واشتقاقه من تنفس الرحم بالدم أو خروج النفس وهو الولد، يقال فيه نفست نفست بضم النون وفتحها إذا ولدت لأن الحامل لاتحيض، لأن فم الرحم ينسد بالولد، والحيض والنفاس إنما يخرجان من الرحم بخلاف دم الاستحاضه، فإنه يخرج من الفرج لا من الرحم.

(الجوهر النيرة: ۱/ ۹۵)

## تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (٧١)

آپریشن (Operation) سے ولادت کے بعد

نکلنے والے خون کا حکم

آج کل بسا اوقات بچے کی ولادت آپریشن کے ذریعہ سے ہوتی ہے، جس میں عورت کا پیٹ چیر کر بچہ نکالا جاتا ہے، اس صورت میں اگر خون بچہ دانی سے بہا ہے تو وہ عورت نفاس والی کہلائے گی، اور یہ نکلنے والا خون دم نفاس کہلائے گا، اور اگر آنے والا خون رحم سے نہ ہو بل کہ آپریشن کی جگہ سے ہے تو اس کو نفاس کا خون نہیں کہا جائے گا؛ بل کہ ظاہری زخم پر محمول کیا جائے گا (۱)۔

## طريقة الإنطباق

دم نفاس کے تحقق کے لیے دو شرطوں کا پایا جانا ضروری ہے:

پہلی شرط - خون بچہ کی ولادت کے بعد آئے (۲)۔

(۱) و النفاس لغة ولادة المرأة، و شرعاً دم يخرج من رحم فلو ولدته من سرتها إن سال الدم من الرحم فنفساء، قال الشامي لأنه وجد خروج الدم من الرحم عقب الولادة و إلا فذات جرح أي إن سال الدم من السرة، و إن ثبت له أحكام الولد عقب ولد أو أكثره و لو متقطعاً عضواً عضواً لا أقله.

(الدر المختار مع رد المحتار: ۱/ ۴۹۶، باب الحيض، مطلب في حكم وطئ المستحاضة،

البحر الرائق: ۱/ ۳۷۸، باب الحيض، الفتاوى الهندية: ۱/ ۳۰، فتاوى حقانيه: ۲/ ۵۶۳، كتاب المسائل: ۱/ ۲۳۰)

(۲) و النفاس هو الدم الخارج عقب الولادة. (المختصر القدوري: ص ۱۷، باب الحيض)

دوسری شرط- عورت کے بچہ دانی سے آئے (۱)۔

اگر ان دو شرطوں میں سے کوئی ایک بھی شرط مفقود ہوگی تو وہ دم نفاس نہیں ہوگا، پس آپریشن کے ذریعہ ولادت کی صورت میں بھی دم نفاس کے تحقق کے لیے ان دو شرطوں کا پایا جانا ضروری ہے، یعنی اگر بچہ کے ولادت کے بعد خون عورت کی بچہ دانی سے آئے تو وہ نفاس ہوگا، اور اگر خون بچہ دانی سے نہ آئے تو وہ استحاضہ کا خون ہوگا، کیوں کہ ایک شرط (خون کا بچہ دانی سے آنا) مفقود ہے (۲)۔

رقم المسئلة (۷۲)

صفائی رحم (Womb purity) کے بعد آنے والے خون کا حکم

بسا اوقات حمل کے خراب ہونے کی وجہ سے بچہ دانی کو صفائی کرنے کی ضرورت پڑتی ہے، اس سلسلے میں تفصیل یہ ہے کہ جس حمل کی صفائی کی جارہی ہے اگر وہ چار ماہ یا اس سے زیادہ کا ہے تو اس کے بعد آنے والا خون نفاس کا ہوگا (۳)، اور اگر حمل چار ماہ سے کم ہو تو یہ خون مسلسل تین روز یا اس سے زیادہ دس دن کے اندر اندر آنے کی صورت میں حیض شمار ہوگا، بشرطیکہ اس سے پہلے کم از کم پندرہ دن پاکی کی حالت رہی ہو، ورنہ

(۱) و الحيض والنفاس إنما يخرجان من الرحم بخلاف دم الإستحاضة. (المعاصر الضروري: ص ۷۴)

(۲) إذا فات الشرط فات المشروط. (جمهرة القواعد الفقهية: ۶۲۳/۲)

(۳) وسقط أي مسقوط ظهر بعض خلقه كيد أو رجل أو إصبع أو ظفر أو شعر، ولا يستبين خلقه إلا

بعد مائة وعشرين يوماً ولد حكماً، فتصير المرأة به نفساء. (الدر المختار: ۵۰۰/۱، باب الحيض)

والسقط الذي استبان بعض خلقه ولد حتى تصير المرأة به نفساء. (الهداية: ۷۰/۱، باب الحيض)

استحاضه ہوگا (۱)۔

### طريقة الإنطباق

شریعتِ مطہرہ میں نفاس اس خون کو کہا جاتا ہے جو بچہ دانی سے ولادت کے بعد نکلے (۲)، اب یہ ولادت خواہ تمام الخلقیت بچے کی ہو، یا ناقص الخلقیت کی؛ کیوں کہ احکام ولادت میں (یعنی عدت کا پورا ہونا، عورت کا نفاس والی ہونا) ناقص الخلقیت بچہ کی ولادت، تمام الخلقیت بچہ کے ولادت کی طرح ہے، اور دم نفاس کے تحقق کے لیے خلقت کا وجود خواہ وہ تام ہو یا ناقص، اس لیے ضروری ہے تا کہ معلوم ہو جائے کہ کسی ولدِ مخلوق کی ولادت ہوئی ہے (۳)؛ تا کہ اس کے بعد آنے والے خون کو نفاس کہا جاسکے، اور وہ اسی صورت میں ممکن ہے جب کہ بچہ یا تو تمام الخلقیت کی صورت میں پیدا ہوا ہو، یا ناقص الخلقیت میں (یعنی اس کا کوئی عضو بن چکا ہو) اور تخلیقِ ولد (بچے کے بننے) کے لیے علما نے ایک سو بیس دن (چار ماہ) مقرر کیا ہے، کیوں کہ اس مدت میں بچہ کے سارے اعضاء تقریباً بن جاتے ہیں، اور

(۱) والمرئي حيض إن دام ثلاثاً و تقدمه طهر تام وإلا إستحاضة، قال الشامي تحت قوله (و المرئي) أي الدم المرئي مع السقط الذي لم يظهر من خلقه شيء، و تحت قوله (و تقدمه) أي وجد قبله بعد حيضها السابق ليصير فاصلاً بين الحيضتين. (الدر المختار مع رد المحتار ۵۰۱/۱، باب الحيض،

فتاوی دارالعلوم زکریا: ۷۳۹/۱، کتاب المسائل: ۲۲۹/۱)

(۲) و النفاس هو الدم الخارج عقيب الولادة. (المختصر القدوري: ص ۱۷، باب الحيض)

(۳) والسقط إذا استبان بعض خلقه فهو مثل الولد التام يتعلق به أحكام الولادة من انقضاء العدة وصيرورة المرأة لنفساء لحصول العلم بكونه ولداً مخلوقاً عن الذكر والأنثى.

(بدائع الصنائع: ۳۰۰/۱، کتاب الطهارة، فصل في أحكام الحيض)

اس کے بعد ہی روح پھونگی جاتی ہے (۱)، اسی لیے چار ماہ کے بچہ کی صفائی کے بعد آنے والے خون کو نفاس کا حکم حاصل ہوگا خواہ بچہ کامل پیدا ہوا ہو یا ناقص، اور اگر چار ماہ سے کم کا حمل ہوگا تو اس کی صفائی کی صورت میں آنے والے خون کو نفاس کا حکم حاصل نہیں ہوگا کیوں کہ ولادت کا تحقق نہیں ہوا (۲)، بل کہ وہ رحم میں محض جما ہوا خون تھا جس کی صفائی کی گئی ہے، البتہ اگر اس صفائی کے بعد خون مسلسل تین دن یا اس سے زائد دس دن آتا رہا، اور اس سے پہلے طہر تام (پندرہ دن کی پاکی) ہو تو اس پر حیض کے احکام جاری ہوں گے۔

(۱) ولا یستبین خلقه إلا بعد مائة وعشرين يوما، قال الشامي: المراد نفخ الروح وإلا فالمشاهد ظهور خلقه قبلها، وكون المراد به ما ذكر ممنوع وقد وجهه في البدائع وغيرها بأنه يكون أربعين يوما نطفة، وأربعين علقة، وأربعين مضغة..... وقدروا تلك المدة بمائة وعشرين يوما.

(الدرالمختار مع ردالمحتار: ۱/ ۵۰۰، کتاب الطہارۃ، باب الحيض، الجامع لأحكام القرآن: ۶/ ۱۲)

(۲) قال الشامي: وعبارته في عقد الفرائد قالوا يباح لها أن تعالج في استئزال الدم مادام الحمل مضغة أو علقة ولم يخلق له عضو وقدروا تلك المدة بمائة وعشرين يوما، وإنما أباحوا ذلك لأنه ليس بآدمي كذا في النهر.

(ردالمحتار: ۱/ ۵۰۰)

## باب الأنجاس

### نجاستِ حقیقہ کا بیان

#### رقم المتن - ۴۰

تَطْهِيرُ النَّجَاسَةِ وَاجِبٌ مِنْ بَدَنِ الْمُصَلِّي وَثَوْبِهِ وَالْمَكَانِ الَّذِي يُصَلِّي عَلَيْهِ.

ترجمہ: نجاست کا پاک کرنا واجب (فرض) ہے نمازی کے بدن سے اس کے کپڑے سے اور اس جگہ سے جہاں وہ نماز پڑھتا ہے۔

#### توضیح المسئلة

نجاست کو پاک کرنا واجب ہے نماز پڑھنے والے کے بدن سے اس کے کپڑے سے اور اس مکان سے جس پر نماز پڑھتے ہیں۔ یہاں نجاست کو پاک کرنے سے مراد عین ناپاکی نہیں ہے بلکہ محل ناپاکی ہے (۱)۔

(۱) اعلم أن عين النجاسة لا تطهر لكن معناه تطهير محل النجاسة.

## تفریع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (٧٣)

(من بدن المصلي)

آنکھ میں ناپاک سرمہ (Dirty kohl) لگے ہوئے

ہونے کی صورت میں نماز کا حکم

اگر کسی شخص نے ناپاک سرمہ یا ناپاک کاجل آنکھ میں لگا لیا اور وہ آنکھ کے اندر ہی رہے تو طہارت کے لیے اس کا پونچھنا یا دھونا ضروری نہیں ہے، ہاں اگر آنکھ سے باہر آ کر پھیل جائے تو اسے دھونا لازم ہوگا (۱)۔

## طريقة الانطباق

طہارتِ بدن میں بدن کا ہر وہ حصہ داخل ہے جہاں پانی کا پہنچنا ممکن ہو، خواہ وہ بدن کا ظاہر ہو یا باطن، آنکھ کا اندرونی حصہ بدن کے ان حصوں سے متعلق ہے جہاں پانی کا پہنچنا ممکن نہیں ہے، کیوں کہ آنکھ چربی ہے جو پانی کو قبول نہیں کرتی ہے، نیز وہاں پانی کا پہنچنا باعثِ ضرر ہے، اس سے بسا اوقات بینائی ختم ہو جاتی ہے، جیسے صحابہ میں سے ابن عمر اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اسی عمل کی وجہ سے بینائی چلی گئی تھی، اس لیے اگر کوئی شخص ناپاک سرمہ یا کاجل آنکھ کے اندر لگالے تو وہ جب تک آنکھ کے اندر رہے، ان کا دھونا

(۱) ولا يجب غسل ما فيه حرج كعين وإن اكتحل بكحل نجس لأن في غسلها من الحرج ما لا يخفى.

(الدر المختار مع رد المحتار: ۱/۲۸۶، مطلب في أبحاث الفسل، كتاب المسائل: ۱/۱۲۲)



واجب نہیں ہے، کیوں کہ وہ داخلِ بدن کے حکم میں ہے، اور اگر وہ سرمہ یا کا جل آنکھ سے بہہ کر باہر آجائے تو اب اس کا دھونا واجب ہوگا، کیوں کہ وہ بدن کے ظاہری حصہ پر آگیا ہے جس کا دھونا ممکن ہے (۱)۔

رقم المسئلة (٧٤)

## غسل واجب میں نجس شے سے بنے ہوئے صابن (Soap) کے استعمال کا حکم

جس صابون میں نجاست ملی ہو، احناف کے نزدیک اس کا استعمال جائز ہے، اس لیے غسل واجب میں شے نجس سے بنی ہوئی صابون سے غسل کرنا جائز و درست ہوگا (۲)۔

(۱) وإن كنتم جنباً فاطهروا... وهو تطهير جميع البدن، واسم البدن يقع على الظاهر والباطن إلا أن ما يتعذر إيصال الماء إليه، خارج عن قصة النص، وكذا ما يتعسر لأن المتعسر منقذ كالمتعذر كداخل العينين فإن في غسلهما من الحرج ما لا يخفى، فإن العين شحم لا يقبل الماء، وقد كف بصر من تكلف له من الصحابة كابن عمر وابن عباس ولهذا لا تغسل العين إذا اكتحل بكحل نجس۔

(البحر الرائق: ۸۷/۱، كتاب الطهارة، ردالمحتار: ۲۸۶/۱، مطلب في أبحاث الغسل)

الحرج مدفوع۔ (موسوعة القواعد الفقهية: ۱۰۷/۵)

(۲) ويطهر زيت تنجس بجعله صابوناً به يفتى للبلوى، قال الشامي ثم هذه المسئلة قد فرعها على قول محمد بالطهارة بانقلاب العين الذي عليه الفتوى، واختاره أكثر المشايخ خلافاً لأبي يوسف كما في شرح المنية والفتح وغيرهما، وعبارة المحتبى جعل الدهن النجس في صابون يفتى بطهارته لأنه تغير، والتغير يظهر عند محمد ويفتى به للبلوى۔ (الدر المختار مع ردالمحتار: ۵۱۹/۱)

كتاب الطهارة، باب الأنجاس، فتاوى حقانيہ: ۵۷۹/۲، محقق و مدلل جدید مسائل: ۱۲۰/۱)

## طريقة الإنطباع

شریعتِ مطہرہ میں حقیقتِ شیء کی تبدیلی سے اس کا سابقہ حکم باقی نہیں رہتا (۱)، اس کی نظیر شرع شریف میں نطفہ ہے کہ وہ ناپاک ہے، لیکن جب وہ علقہ سے گوشت بن جائے تو اب وہ ناپاک شیء (منی، علقہ) اسی انقلابِ ماہیت کے رو سے گوشت بن کر پاک ہو جاتا ہے (۲)؛ اسی لیے شیءِ نجس سے بنے ہوئے صابن سے غسل کرنا جائز ہوگا (۳)؛ کیوں کہ صابن بنانے سے بھی نجس چیز کی حقیقت بدل جاتی ہے اور انقلابِ حقیقت کی صورت میں سابقہ حکم بحال نہیں رہتا ہے؛ لہذا یہ چیز نجاست سے بدل کر طہارت کے حکم میں داخل ہو جائے گی۔

(۱) ولا ملح كان حماراً أو خنزيراً ولا قدر وقع في بئر فصار حمأة لانقلاب العين به يفتى، قال الشامي تحت قوله (لانقلاب العين) علة للكل وهذا قول محمد وذكر معه في الذخيرة والمحيط أبا حنيفة وكثير من المشايخ اختاروه وهو المختار، لأن الشرع رتب وصف النجاسة على تلك الحقيقة، وتنفي الحقيقة بإنتفاء بعض أجزاء مفهومها، فكيف بالكل فإن الملح غير العظم واللحم فإذا صار ملحاً ترتب حكم الملح. (الدر المختار مع رد المحتار: ۱/ ۵۳۴، كتاب الطهارة، باب الأنجاس)

(۲) قال الشامي ونظيره في الشرع النطفة نجسة وتصير علقة وهي نجسة، وتصير مضغة فتطهر، والعصير طاهر فيصير خمراً فينجس ويصير خللاً فيطهر، فعرفنا أن استحالة العين تستتبع زوال الوصف المرتب عليها. (رد المحتار: ۱/ ۵۳۴، كتاب الطهارة، باب الأنجاس)

(۳) قال إبراهيم الحلبي وأكثر المشايخ اختاروا قول محمد وعليه الفتوى، لأن الشرع رتب وصف النجاسة على تلك الحقيقة وقد زالت بالكلية، فإن الملح غير العظم واللحم، فإذا صارت الحقيقة ملحاً ترتب عليه حكم الملح..... و على قول محمد فرعوا طهارة صابون صنع من دهن نجس وعليه يتفرع ما لو وقع إنسان أو كلب في قدر الصابون فصار صابوناً يكون طاهراً لتبدل الحقيقة.

## رقم المسئلة (٧٥)

(و ثوبہ)

نا پاک رنگ (Dirty colour) میں رنگے ہوئے کپڑے کا حکم  
اگر کپڑے کو نا پاک رنگ میں رنگا گیا ہو، تو اس کی پاکی کی شکل یہ ہے کہ اسے اس  
قدر دھویا جائے کہ اس سے گرنے والے پانی میں رنگ کا اثر ظاہر نہ ہو، اس کے بعد اسے  
تین مرتبہ پاک پانی میں بھگو کر نچوڑ دیا جائے (۱)۔

## طريقة الإنطباق

”تطهير النجاسة واجب من بدن المصلي وثوبه“ عبارت میں تطہیر  
نجاست سے مراد ازالہ نجاست ہے (۲)، اب ازالہ نجاست کے سلسلہ میں ضابطہ یہ ہے کہ  
اگر وہ نجاست دکھائی دے تو محض عین نجاست کا زوال ضروری ہوتا ہے، گرچہ نجاست کا اثر  
مثلاً رنگ باقی ہو، اور اگر وہ نجاست دکھائی نہ دے تو اس کی پاکی کے لیے اس چیز کو تین  
مرتبہ دھو کر ہر مرتبہ نچوڑنا ضروری ہے، اگر نچوڑنا ممکن ہو (۳)۔

(۱) إن المرأة إذا خضبت يدها بحناء نجسة، أو الثوب إذا صبغ بصيغ نجس، غسلت يدها وغسل الثوب إلى أن يصفو ويسيل منه ماء أبيض ثم يغسل بعد ذلك ثلاثاً، ويحكم بطهارة يدها وبطهارة الثوب بالإجماع.

(المحيط البرهاني: ۳۷۶/۱، كتاب الطهارة، كتاب المسائل: ۱۲۱/۱)

(۲) تطهير النجاسة ويجوز أن يكون معنى تطهيرها إزالتها. (المعاصر الضروري: ۷۵، باب الأنجاس)

(۳) وتطهير النجاسة التي يجب غسلها على وجهين، فما كان له عين مرئية فطهارتها زوال عينها إلا أن يبقى من أثرها ما يشق إزالتها، وما ليس له عين مرئية فطهارتها أن يغسل حتى يغلب على ض الغاسل أنه قد طهر.

(المختصر القدوري: ۱/۱۸، كتاب الطهارة، باب الأنجاس، الهداية: ۷۷/۱، نور الإيضاح: ص ۵۵)

مذکورہ بالا تفصیل کی روشنی میں یہ بات واضح ہوگئی کہ ناپاک رنگ میں رنگے ہوئے کپڑے میں رنگ ہی شئی نجس ہے جو دکھائی دینے والی ہے، اسی لیے یہاں تطہیر کے لیے عین ناپاکی کا زوال ضروری ہے جو اس طرح حاصل ہوگا کہ کپڑے کو اس قدر دھویا جائے کہ گرنے والے پانی میں رنگ کا اثر باقی نہ رہے، یہ اس بات کی علامت ہوگی کہ اب نجاست کا جسم ختم ہو کر محض اثر باقی رہ گیا ہے جو مضر نہیں ہے، البتہ یہاں اس بات کا احتمال باقی ہے کہ دکھنے والی نجاست (ناپاک رنگ) دھونے کے بعد نہ دکھنے والی ناپاکی سے بدل گئی ہے، اسی لیے اخیر میں تین مرتبہ دھو کر نچوڑ لیا جائے تاکہ مکمل طہارت حاصل ہو جائے۔

رقم المسئلة (٧٦)

(والمكان الذي يصلي عليه)

## مسجد کے ناپاک سیمنٹ (Cement) والے فرش کا حکم

اگر مسجد کا فرش سمینٹ یا ماربل کا ہو، اور اس پر پیشاب یا اور کوئی تر نجاست لگ جائے تو سوکھنے اور نجاست کا اثر زائل ہونے سے وہ زمین نماز کے حق میں تو پاک ہوگی تیمم کے حق میں نہیں، یعنی اس زمین پر نماز پڑھنا جائز ہوگا، لیکن تیمم کرنا جائز نہیں ہوگا (۱)۔ اور فوری طور پر پاکی کا طریقہ یہ ہے کہ اس پر پانی بہا کر واپر (Wiper) یا پونچھے سے خشک کر دیا جائے یا پائپ وغیرہ سے اتنا پانی بہایا جائے کہ نجاست کے اثرات زائل ہونے کا

(۱) والأرض بالييس وذهب الأثر للصلاة لا للتيمم، ويشاك الأرض في حكمها كل ما كان ثابتاً فيها كالحيطان والأشجار والكلا والقصب وغيره ما دام قائماً عليها فيطهر بالجفاف، وهو المختار كذا في (البحر الرائق: ۱/ ۳۹۱، الفتاوى الهندية: ۱/ ۴۴، الباب السابع في النجاسة) الخلاصة.

یقین ہو جائے، اس طرح وہ فرش پاک ہو جائے گا (۱)۔

### طريقة الإنطباق

سمینٹڈ یا ماربل والا فرش بھی زمین کے حکم میں ہے، یعنی جیسے زمین پر کوئی تر نجاست لگ کر سوکھ جائے اور نجاست کے اثرات ختم ہو جائیں تو زمین پاک ہو جاتی ہے، ایسے ہی یہ پتھر والا فرش بھی نجاست کے سوکھنے سے پاک ہو جائے گا؛ کیوں کہ یہ سمینٹڈ یا ماربل والا فرش زمین کے جنس سے ہونے کی وجہ سے زمین کے حکم میں ہوگا، نیز یہ ماربل وغیرہ زمین کے ساتھ متصل باتصال قرار کا درجہ رکھے ہوئے ہیں، اور قاعدہ ہے کہ تابع کا بھی وہی حکم ہوتا ہے جو متبوع کا ہے (۲)۔

(۱) والبول إذا أصاب الأرض واحتيج إلى الغسل يصيب الماء عليه ثم يذلك وينشف ذلك بصوف أو خرقة، فإذا فعل ذلك ثلاثاً طهر، وإن لم يفعل ذلك ولكن صب عليه ماء كثير حتى عرف أنه زالت النجاسة ولا يوجد في ذلك لون ولا ريح ثم ترك حتى نشفته الأرض كان طاهراً.

(المحيط البرهاني: ۱/۲۲۶، فتاوى دار العلوم زكريا: ۱/۷۶۶)

(۲) وإذا أذهب أثر النجاسة عن الأرض وقد جفت ولو بغير الشمس على الصحيح طهرت وجازت الصلاة عليها لقوله عليه السلام أيما أرض جفت فقد زكت دون التيمم منها، المراد بالأرض ما يشمله اسم الأرض كالبحر والحصي والاجر واللبن ونحوها إذا كانت متداخلة في الأرض غير منفصلة عنها تبعاً للأرض يلحق بما ذكر في هذا الحكم كل ما كان ثابت فيها كالحيطان والخص بالحاء المعجمة وهو حبيزة السطح وغير ذلك مادام قائماً عليها فيطهر بالحفاف وذهاب الأثر هو المختار.

(حاشية الطحاوي على مراقبي الفلاح: ص ۱۶۴، باب الأنجاس)

(ترتيب الآلي: ۱/۴۵۹)

التابع تابع لا يفرد بالحكم.

## ﴿آلة تطهير كالبان﴾

### رقم المتن - ٤١

وَيَجُوزُ تَطْهِيرُ النَّجَاسَةِ بِالْمَاءِ وَبِكُلِّ مَائٍ طَاهِرٍ يُمَكِّنُ إِزَالَتَهَا بِهِ  
كَالْخَلِّ وَمَاءِ الْوَرْدِ.

ترجمہ: اور نجاست کو پاک کرنا جائز ہے پانی سے اور ہر ایسی چیز سے جو بہتی ہو پاک ہو، اس کے ذریعہ سے نجاست کا ازالہ ممکن (بھی) ہو، جیسے سرکہ اور گلاب کا پانی۔

### توضیح المسئلة

ازالہ نجاست یعنی کسی شے کو نجاست سے پاک کرنے کے لیے پانی کے استعمال کے ساتھ ہر ایسی چیز کے ذریعہ بھی پاکی حاصل کی جاسکتی ہے جو پانی کی طرح پاک کرنے والی پتلی اور باریک ہو، مثلاً سرکہ یا گلاب کا پانی، کہ یہ پاک ہونے کے ساتھ اپنے اندر پتلا پن اور بہاؤ بھی رکھتے ہیں، اور ان کے ذریعہ ازالہ بھی ممکن ہے۔

### تفریع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (٧٧)

پیٹرول (Petrol) کے ذریعہ نجاست کے ازالہ کا حکم

پیٹرول کے ذریعہ کپڑے وغیرہ اشیاء سے نجاست کو دور کیا جاسکتا ہے، اور اس

کے ذریعہ ازالہ نجاست سے کپڑے وغیرہ پاک ہو جائے گے (۱)۔

### طريقة الإنطباق

طہارت کے سلسلے میں اصول یہ ہے کہ نجاست دو طرح کی ہوتی ہے، ایک تو غیر محسوس ناپاکی ہے جو دکھائی نہ دے، جسے نجاست حکمیہ کہا جاتا ہے، ایسی ناپاکی کو دور کرنے کے لیے پانی کا استعمال یا عدم قدرت علی الماء کی صورت میں تیمم ضروری ہے، پانی کے بجائے اگر کوئی دوسری سیال چیز مثلاً پھلوں کے رس وغیرہ کا استعمال کیا جائے تو کافی نہیں ہوگا (۲)۔

دوسری قسم کی نجاست وہ ہیں جو محسوس کی جاسکتی ہیں جسے نجاست حقیقیہ کہا جاتا ہے، مثلاً پیشاب پاخانہ وغیرہ ان کے ازالہ اور طہارت کے لیے پانی ہی ضروری نہیں ہے بل کہ پانی کے علاوہ ہر وہ پاک سیال چیز جس میں نجاست کو دور کرنے کی صلاحیت بھی ہو نجاست حقیقیہ سے طہارت حاصل کیا جاسکتا ہے، اور پیٹرول پاک ہونے کے ساتھ سیال اور پتلا ہے نیز اس میں ازالہ نجاست کا معنی بدرجہ اتم موجود ہے اس لیے اس کے ذریعہ نجاست حقیقیہ سے طہارت جائز و درست ہے (۳)۔

(۱) ويجوز تطهيرها بالماء وبكل مائع ظاهر يمكن إزالتها به كالخل وماء الورد.

(الهداية: ۱/۷۱، باب الأنجاس و تطهيرها، جديد فقهي مسائل: ۱/۲۲)

(۲) المياہ النبی یجوز التطہیر بہا سبعۃ میاہ ..... ولا یجوز بماء شجر و ثمر ولو خرج بنفسہ من غیر عصر فی الأظہر.

ومن لم يجد الماء ..... فانه يتيمم بالصعيد. (المختصر القدوري: ص ۱۰، باب التيمم)

(۳) وتطهر النجاسة عن الثوب والبدن بالماء وبكل مائع مزيل كالخل وماء الورد.

(نور الإيضاح: ص ۵۶، باب الأنجاس و الطهارة عنها)

رقم المسئلة (٧٨)

کھائے جانے والے تیل (Edible oil) کے ذریعہ

نجاست کے ازالہ کا حکم

کھانے کے لیے مشینوں کے ذریعہ مثلاً سینگ، سرسوں، کپاس، سویا بین وغیرہ کا تیل نکالا جاتا ہے، اگر کوئی شخص ان تیلوں کے ذریعہ کپڑے وغیرہ پر لگی ہوئی نجاست کو پاک کرے تو طہارت حاصل نہیں ہوگی (۱)۔

### طريقة الإنطباق

پانی کے علاوہ سیال چیز سے طہارت کے جواز کی ایک شرط ہے کہ اس میں ازالہ نجاست کی صلاحیت ہو، جس کو امام قدوریؒ نے ”يمكن إزالتها به“ عبارت میں بیان کیا ہے اور ازالہ نجاست کی صلاحیت کی علامت یہ ہے کہ جب اسے نچوڑا جائے تو وہ نچڑ جائے، کیوں کہ بغیر نچوڑے اجزائے نجاست نہیں نکلے گے، اور کھائے جانے والے تیل میں نچڑنے کی صلاحیت نہیں ہے بل کہ وہ تو اجزائے نجاست کو اور زیادہ اپنے محل میں جمادیتے ہیں، اس لیے کھائے جانے والے تیل سے نجاست حقیقیہ کی طہارت حاصل نہیں ہوتی؛ کیوں کہ اس میں ازالہ نجاست والی صلاحیت کی شرط مفقود ہے (۲)۔

(۱) وما لا ينصّر كالدهن لم يحز إزالتها به كذا في الكافي.

(الفتاوى الهندية: ٤١/١، الباب السابع في النجاسة)

لا الدهن أي لا يجوز التطهير بالدهن لأنه ليس بمزيل. (البحر الرائق: ٣٨٧/١، باب الأنجاس)

(۲) ويجوز تطهيرها بالماء وبكل مائع طاهر يمكن إزالتها به كالخل وماء الورد ونحو ذلك مما إذا =



## رقم المتن - ٤٢

وَالنَّجَاسَةُ إِذَا أَصَابَتْ الْمِرْأَةَ أَوْ السَّيْفَ اكْتَفَى بِمَسْحِهِمَا.

ترجمہ: نجاست جب آئینہ یا تلوار کو لگ جائے تو ان کا پونچھنا ہی کافی ہوگا۔

## توضیح المسئلة

آئینہ اور تلوار اگر چکنے ہوں کہ پونچھنے سے تمام نجاست صاف ہو جائے تو پونچھ دینے سے پاک ہو جائیں گے، کیوں کہ نجاست مکمل صاف ہونے کے بعد نجاست کے ذرات باقی نہیں رہے، لیکن اگر تلوار یا آئینہ پر نقشہ بنا ہو، جس میں کھر دراپن ہو تو اب وہ پونچھنے سے پاک نہیں ہوں گے، ان کو دھونا ضروری ہوگا۔

## تفریع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (٧٩)

موبائل کے اسکرین (Screen) پر لگی ہوئی

نجاست کو پاک کرنے کا طریقہ

اگر موبائل کی اسکرین پر نجاست لگ جائے، تو اس کو پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کو کسی پاک کپڑے سے اچھی طرح پونچھ دے، کہ نجاست کے ذرات اور اس کا

= عصر انعصر، وهذا عند أبي حنيفة وأبي يوسف ..... ولهما أن المانع قالع والطهورية بعله القلع والإزالة والنجاسة للمجاورة، فإذا انتهت أجزاء النجس بقي طاهرا. (الهداية: ٧١/١، باب الأنجاس) فإذا فات الشرط فات المشروط. (جمهرة: ٦٢٣/٢)

اثر بدبو وغیرہ ختم ہو جائے تو موبائل پاک ہو جائے گا (۱)۔

### طريقة الإنطباق

مذکورہ قدوری کی عبارت سے یہ بات مفہوم ہوئی کہ ہر ایسی چیز جس میں مسامات نہ ہوں اس کو کپڑے وغیرہ سے پوچھنے سے پاک ہو جاتی ہے، دھونا ضروری نہیں ہوتا، جیسے آئینہ تلوار وغیرہ کہ وہ اپنے چکنے ہونے کی وجہ سے اپنے اندر نجاست کو سرایت نہیں ہونے دیتے ہیں (۲)؛ پس معلوم ہوا کہ اگر موبائل کے اسکرین پر نجاست لگ جائے تو چونکہ وہ بھی شیشہ ہے جو اپنے اندر نجاست کو سرایت ہونے سے مانع ہے اور اس کو پانی سے دھونا باعث ضرر ہے کہ موبائل کی افادیت دھونے کی وجہ سے ختم ہو جائے گی، اس لیے اس کی تطہیر کا طریقہ یہی ہے کہ اس کو کسی پاک کپڑے سے اس طرح پونچھ دیا جائے کہ نجاست کے اثرات باقی نہ رہے جو غسل کا مقصد ہے، تو موبائل پاک ہو جائے گا (۳)۔

- (۱) والنجاسة إذا أصابت المرأة أو السيف اكتفي بمسحها. (المختصر القدوري: ص ۱۸، باب الأنجاس) ويطهر صيفيل لامسام له كمرآة ظفر، وعظم، وزجاج، وآنية مدهونة أو خراطي وصفائح فضة غير منقوشة بمسح يزول به أثرها مطلقاً به يفتى. (الدر المختار: ۵۱۱/۱، كتاب الطهارة، باب الأنجاس)
- (۲) والنجاسة إذا أصابت المرأة أو السيف إكتفي بمسحهما، لأنه لا تدخلهما النجاسة وما على ظاهرهما يزول بالمسح. (الهداية: ۷۳/۱، باب الأنجاس)
- (۳) والنجاسة إذا أصابت المرأة أو السيف إكتفي بمسحهما بما يزول به أثرها ومثلهما كل صقيل لامسام له كزجاج وعظم وآنية مدهونة ظفر لأنه لا يدخله النجاسة وما على ظاهر يزول بالمسح.

(اللباب في شرح الكتاب: ۶۷/۱)

(موسوعة القواعد الفقهية: ۱۰۷/۵)

الخرج مدفوع.

## ﴿نجاست غليظة کی معفو عنہ مقدار﴾

### رقم المتن - ٤٣

وَمَنْ أَصَابَتْهُ مِنَ النَّجَاسَةِ الْمُغَلَّظَةِ كَالْدَّمِ وَالْبَوْلِ وَالْعَائِطِ وَالْخَمْرِ  
مِقْدَارُ الدَّرْهِمِ وَمَا دُونَهُ جَازَتْ الصَّلَاةُ مَعَهُ وَإِنْ زَادَ لَمْ يَجُزْ.

ترجمہ: کسی کو نجاست غليظہ لگ جائے جیسے خون، پیشاب، پاخانہ اور شراب ایک درہم کی مقدار یا اس سے کم تو نماز اس کے ساتھ جائز ہوگی، اور اگر زیادہ ہو جائے تو جائز نہیں ہوگی۔

### توضیح المسئلة

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک نجاست غليظہ اس ناپاکی کو کہتے ہیں جس کا نجس ہونا نص سے ثابت ہو اور معارض میں کوئی دوسری نص بھی موجود نہ ہو، جیسے خون، پیشاب، شراب وغیرہ (۱)، اگر ایسی نجاست کپڑے وغیرہ پر لگ جائے تو اس کی معفو عنہ مقدار ایک درہم یا اس سے کم ہے، اور ایک درہم کا وزن ۲۰ قیراط کا ہوتا ہے، اور اگر اس سے زائد لگے تو وہ معاف نہیں ہے بل کہ اس کو دھونا ضروری ہوگا۔

اگر نجاست غليظہ سیال ہے تو اس میں معفو عنہ مقدار ہتھیلی کی گھرائی ہے، یعنی اگر اتنی مقدار میں لگ جائے تو بغیر دھوئے نماز ہو جائے گی، اور اگر زائد ہو تو اس کا دھونا

(۱) المغلظة ماورد بنجاستها نص ولم يرد بطهارتها نص عند أبي حنيفة سواء اختلف الفقهاء أم لا.

(الجوهرۃ النيرة: ۱/۱۰۵، باب الأنجاس)

ضروري هوگا، اور جامد نجاست غليظه ميں وزن كا اعتبار هوگا (۱)۔

## تفريع من المسائل العمريه

رقم المسئلة (۸۰)

درهم واحد كا موجوده وزن كيا هـ

ابتداءً اسلام ميں تين قسم كے درهم مروج تھے:

(الف) وزن عشره (ب) وزن سته (ج) وزن خمسـ

(الف) وزن عشره: دس درهم دس مثقال كے برابر هوتا هـ، يعنى ان ميں سے

اىك درهم كا وزن اىك مثقال يا ۲۰ رقيقا ط هوتا هـ، جس كا موجوده وزن ۴ رگرام ۳۷۵ رملـ

گرام هـ، اس اعتبار سے دس درهم كا وزن ۴۳ رگرام ۷۵ رملـ گرام هوتا هـ، اور ۲۰۰ درهم

(جوز كاة كا نصاب هـ) كا وزن ۸۷۵ رگرام هوتا هـ، اور شرعى تولـ ۱۱ رگرام ۶۶ رملـ گرام

كا هوتا هـ اس اعتبار سے ۸۷۵ رگرام كو شرعى تولـ ۱۱ رگرام ۶۶ رملـ گرام ميں تقسيم كرنے پر

تقريباً ۷۵ رتولـ هوتا هـ۔

(ب) وزن سته: دس درهم ۶ مثقال كے وزن كے برابر هوتا هـ، يعنى ان ميں

سے اىك درهم كا وزن ۶ مثقال يا ۱۲ رقيقا ط هوتا هـ، جس كا موجوده وزن ۲ رگرام ۶۲۵ ر

(۱) إن القليل لا يمكن التحرز عنه فيجعل عقوا، وقد رناه الدرهم أخذاً عن موضع الإستحزاء، ثم يروي

اعتبار الدرهم من حيث المساحة وهو قدر عرض الكف في الصحيح، ويرى من حيث الوزن وهو الدرهم

الكبير المثقال، وهو ما يبلغ وزنه مثقالاً، وقيل التوفيق بينهما أن الأولى في الرقيق والثانية في الكثيف

وإنما كانت نجاسة هذا الأشياء مغلفة لأنها ثبت بدليل مقطوع به.

ملی گرام ہوتا ہے، اس اعتبار سے دس درہم کا وزن ۲۶/۲۵ ملی گرام ہوتا ہے، اور ۲۰۰ درہم کا وزن ۵۲۵/۵ گرام ہوتا ہے، اور اگر اسے شرعی تولہ ۱۱/۶۶ ملی گرام میں تقسیم کر دیا جائے تو تقریباً ۲۵/۲ تولہ ہوتا ہے۔

(ج) وزن خمسہ: دس درہم ۵/۵ مثقال کے برابر ہوتا ہے، یعنی ان میں سے ہر درہم کا وزن ۵/۵ مثقال یا ۱۰/۱۰ قیراط ہوگا، جس کا موجودہ وزن ۲/۱۸ ملی گرام ہوتا ہے، اس اعتبار سے ۱۰ درہم کا وزن ۲۱/۸ ملی گرام ہوتا ہے، اور ۲۰۰ درہم کا وزن ۴۳۷/۴ ملی گرام ہوتا ہے، اور اگر اسے شرعی تولہ ۱۱/۶۶ ملی گرام میں تقسیم کر دیا جائے تو تقریباً ۳۷.۵۱ تولہ ہوتا ہے۔

ان تینوں اوزان کا رواج عہد نبوت میں تھا، لوگ ان تینوں اوزان کے ساتھ معاملہ کرتے تھے، جب حضرت عمرؓ کا زمانہ آیا تو آپؐ نے چاہا کہ زکوٰۃ وغیرہ عمدہ وزن یعنی وزن عشرہ کے ساتھ وصول کریں، اور لوگوں نے اس میں تخفیف چاہی تو خلیفۃ المسلمین سیدنا عمر فاروقؓ نے اپنے زمانہ کے حساب داں ماہرین کو جمع فرمایا کہ وہ ان اوزان ثلاثہ کو سامنے رکھ کر درمیانی وزن متعین کریں، جس میں دونوں (مُزَکَّی، مُزَکَّی لَہُم) کی رعایت ملحوظ ہو، چنانچہ انہوں نے تینوں اوزان کے مثقال کو اکٹھا کیا، یعنی وزن عشرہ کے دس مثقال، اور وزن ستہ کے ۶/۶ مثقال، اور وزن خمسہ کے ۵/۵ مثقال جن کا مجموعہ ۲۱/۲۱ مثقال ہوئے، اور اوزان چوں کہ تین ہیں، اس لیے ۲۱/۲۱ مثقال کو ۳ پر تقسیم کیا گیا تو ایک کے حصہ میں سات مثقال آئے یعنی درمیانی وزن یہ نکلا کہ دس درہم سات مثقال کے برابر ہوں، اسی کو وزن سبعمہ کہا جاتا ہے، اسی پر صحابہ کا اجماع ہے اور اسی پر حضرت عمرؓ کے دفتر میں عمل ہوتا رہا اور اسی وزن پر یہ امر مستقر ہو گیا۔

وزن سبعة كے دس درہموں میں سے ہر درہم کا وزن ۷/۱۲ مثقال یا ۱۲/۱۲ قیراط ہوتا ہے، جس کا موجودہ وزن ۳/۱۲ گرام ۶۱/۱۲ ملی گرام ہوتا ہے، اس اعتبار سے ۱۰ درہم کا وزن ۳۰/۱۲ گرام ۶۱/۱۲ ملی گرام ہوتا ہے، اور ۲۰۰ درہم کا وزن ۶۱۲/۱۲ گرام ۲/۱۲ ملی گرام ہوتا ہے، اور اگر اسے شرعی تولہ ۱۱/۱۲ گرام ۶۱/۱۲ ملی گرام پر تقسیم کر دیا جائے تو ساڑھے باون (52.50) تولہ ہوتا ہے (۱)۔

**ملاحظہ:** یاد رکھنا چاہیے ”باب الانجاس“ میں درہم واحد سے مراد درہم کبیر ہے جو ایک مثقال یا ۲۰ قیراط کا ہوتا ہے، جس کا موجودہ وزن ۳/۱۲ گرام ۵۷/۱۲ ملی گرام ہے (۲)، اور زکوٰۃ، مہر وغیرہ جگہوں میں درہم سے مراد درہم مروّج وزن سبعة والا درہم مراد ہے، جس

(۱) الدرہم الاسلامی و کیفیتہ تحدیدہ و تقدیرہ: كانت الدراهم المضروبة قبل الإسلام متعددة مختلفة الأوزان، وكانت ترد إلى العرب من الأمم المجاورة فكانوا يتعاملون بها، لا باعتبار العدد بل بأوزان اصطلاحاً عليها، وجاء الإسلام وأقرهم على هذه الأوزان كما جاء في قول النبي صلى الله عليه وسلم الوزن وزن أهل مكة، والمكيال مكيال أهل مدينة، ولما احتاج المسلمون إلى تقدير الدرهم في الزكاة كان لابد من وزن محدود للدرهم يقدر النصاب على أساسه، فجمعت الدراهم المختلفة الوزن وأخذ الوسط منها، واعتبر هو الدرهم الشرعي وهو الذي تزن العشرة منه سبعة مثاقيل من الذهب فضربت الدراهم الإسلامية على هذا الأساس وهذا أمر متفق عليه بين علماء المسلمين، فقهاء ومؤرخين لكنهم اختلفوا في العهد الذي تم فيه هذا التحديد فقليل إن ذلك تم في عهد عمر بن الخطاب رضي الله عنه.

(الموسوعة الفقهية: ۲۰/۲۴۸، أوزان شرعية: ص ۵/۶)

(۲) (وقدر الدرهم ومادونه من النجس المغلظ) الأصل الدرهم الكبير المنقال ومعناه ما يكون يبلغ وزنه مثقالاً.

وعفی قدر الدرهم قال ابن نجيم المصري: وأراد بالدرهم المنقال الذي وزنه عشرون قيراطاً.

(البحر الرائق: ۱/۳۹۶ باب الأنجاس)

کا موجودہ وزن ۳ گرام ۶۱ ربلی گرام ہے (۱)۔

**اہم نوٹ:** جاننا چاہیے کہ آج کل مارکیٹ میں جو تولہ رائج ہے وہ ۱۰ گرام کا ہے، اور شرعی تولہ ۱۱ گرام ۶۶ ربلی گرام کا ہے، باب زکاة اور دیگر مسائل میں شرعی تولہ ہی معتبر ہے، اسی لیے ہم نے ہر جگہ چاروں اوزان کو اسی شرعی تولہ ۱۱ گرام ۶۶ ربلی گرام میں تقسیم کیا ہے (۲)۔

مذکورہ بالا تفصیل کے مطابق دراہم کے اوزان اربعہ کا نقشہ

اوزان	فی درہم کا قدیم وزن	جدید وزن	دس درہم کا قدیم وزن	جدید وزن	۲۰۰ درہم کا موجودہ وزن	درہم کا شرعی تولہ کے اعتبار سے
وزن عشرہ	ایک مثقال یا ۲۰ قیراط	۴.۳۷۵ گرام	۱۰ مثقال یا ۲۰۰ قیراط	۴۳.۷۵ گرام	۸۷۵ گرام	۷۵ تولہ
وزن ستہ	۶ مثقال یا ۱۲ قیراط	۲.۶۲۵ گرام	۶ مثقال یا ۱۲۰ قیراط	۲۶.۲۵ گرام	۵۲۵ گرام	۴۵ تولہ
وزن خمسہ	۰.۵ مثقال یا ۱۰ قیراط	۲.۱۸۷ گرام	۵ مثقال یا ۱۰۰ قیراط	۲۱.۸۷ گرام	۴۳۷.۴ گرام	۳۷.۵۱ تولہ
وزن سبعہ	۰.۷ مثقال یا ۱۴ قیراط	۳.۰۶۱ گرام	۷ مثقال یا ۱۴۰ قیراط	۳۰.۶۱ گرام	۶۱۲.۲ گرام	۵۲.۵۰ تولہ

(۱) ولا شيء في الزيادة حتى تبلغ أربعين درهما ..... المعبر في الدراهم وزن سبعة وهو أن تكون العشرة منها وزن سبعة مثاقيل بذلك جرى التقدير في ديوان عمر واستقر الأمر عليه .

(الهداية: ۱/ ۱۹۴ کتاب الزکاة، باب زکاة المال)

(۲) تحفة الألمعي: ۲/ ۵۳۲ تا ۵۳۷

## ﴿نجاست مرئیہ وغیر مرئیہ کا بیان﴾

### رقم المتن - ۴۴

وَتَطْهِيرُ النَّجَاسَةَ الَّتِي يَجِبُ غَسْلُهَا عَلَى وَجْهَيْنِ فَمَا كَانَ لَهُ عَيْنٌ مَرِيَّةٌ  
فَطَهَّرْتُهَا زَوَالَ عَيْنِهَا إِلَّا أَنْ يَبْقَى مِنْ أَثَرِهَا مَا يَشُقُّ إِزَالَتَهَا وَمَا لَيْسَ لَهُ  
عَيْنٌ مَرِيَّةٌ فَطَهَّرْتُهَا أَنْ يَغْسَلَ حَتَّى يَغْلِبَ عَلَى ظَنِّ الْغَاسِلِ أَنَّهُ قَدْ طَهَّرَ.

ترجمہ: اور وہ نجاست جس کا دھونا واجب ہے اس سے پاکی حاصل کرنا دو طریقے پر ہے، پس وہ نجاست جو دکھائی دے اس کی پاکی اس کے عین کے زائل ہونے سے ہے، مگر یہ کہ نجاست کا اثر باقی رہ جائے جس کا زائل کرنا مشکل ہو، اور جو نجاست نظر نہیں آتی اس کی طہارت کا طریقہ یہ ہے کہ دھوتے رہے یہاں تک کہ دھونے والے کو غالب گمان ہو جائے کہ وہ پاک ہو گیا ہوگا۔

### توضیح المسئلة

نجاست کی دو قسمیں ہیں:

(الف) نجاست مرئیہ: وہ ناپاکی جو سوکھنے کے بعد نظر آئے، جیسے خون۔

(ب) نجاست غیر مرئیہ: وہ ناپاکی جو سوکھنے کے بعد نظر نہ آئے، جیسے ناپاک پانی۔

اگر نجاست ایسی جسم والی ہے جو دکھائی دیتی ہے، تو اس کی تطہیر کا طریقہ یہ ہے کہ

اس کو اتنا دھویا جائے کہ عین نجاست دور ہو جائے تو وہ شئی جس پر وہ نجاست لگی ہے پاک ہو جائے گی۔ اور اگر نجاست کا اثر مثلاً رنگ وغیرہ باقی ہو تو صابن وغیرہ سے دور کرنا پاکی



کے لیے ضروری نہیں ہے۔ اور اگر نجاست ایسی ہو جو دکھائی نہ دے تو اس کی تطہیر کا طریقہ یہ ہے کہ اس کو اتنی مرتبہ دھوئے کہ پاکی کا گمان غالب ہو جائے، فقہانے اس کی مقدار تین مرتبہ دھونے کو قرار دیا ہے اور ہر مرتبہ نچوڑنا بھی ضروری ہے (۱)؛ کیوں کہ تین مرتبہ سے غلبہ ظن حاصل ہو جاتا ہے اس لیے سبب ظاہر تین مرتبہ دھونے کو تیسیراً اس کے قائم مقام کر دیا گیا ہے (۲)۔

### تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (۸۱)

بدن پر ناپاک مہندی لگے ہوئے ہونے کی صورت میں طریقہ تطہیر  
اگر ناپاک مہندی ہاتھ پیر میں لگائی گئی ہو تو اس ناپاک مہندی کو اس طرح خوب  
مل مل کر دھوئے کہ صاف پانی گرنے لگے اور مہندی کے اجزا دور ہو جائیں تو ہاتھ پیر پاک  
ہو جائیں گے، مہندی کے رنگ کا چھڑانا پاکی کے لیے ضروری نہیں ہے (۳)۔

(۱) ويطهر متنجس بنجاسة مرئية بزوال عينها ولو بمرّة على الصحيح ولا يضر بقاء أثر شق زواله وغير المرئية بغسلها ثلاثاً والعصر كل مرة. (نور الإيضاح: ص ۵۵، باب الأنجاس)

(۲) وانما قدروا بالثلاث لأن غالب الظن يحصل عنده فاقيم السبب الظاهر مقامه تيسيراً.

(البحر الرائق: ۱/ ۴۱۱، باب الأنجاس)

(۳) ولا يضر بقاء أثر كل لون وريح لازم فلا يكلف في إزالته إلى ماء حار أو صابون ونحوه، بل يطهر ماصبغ أو خضب بنجس بغسله ثلاثاً، والأولى غسله إلى أن يصفو الماء قال الشامي: أعلم أنه ذكر في المنية أنه لو أدخل يده في الدهن النجس أو اختضبت المرأة بالحناء النجس أو صبغ بالصبغ النجس، ثم غسل كل ثلاثاً طهر، ثم ذكر عن المحيط أنه يطهر إن غسل الثوب حتى يصفو الماء ويسيل أبيض.

(الدر المختار مع رد المحتار: ۱/ ۵۳۷، كتاب الطهارة، باب الأنجاس)

## طريقة الانطباق

ناپاک مہندی نجاست مرئیہ کے قبیل سے ہے، جس کی تطہیر کا طریقہ یہ ہے کہ محض عین ناپاکی کو دور کر دیا جائے، اور اثر نجاست کا باقی رہنا پاکی کے لیے مضر نہیں ہے، اس لیے اگر ناپاک مہندی کو خوب اچھی طرح مل مل کر دھولیا جائے کہ اجزاء مہندی بدن پر باقی نہ ہوں تو طہارت حاصل ہو جائے گی، اگرچہ مہندی کا رنگ بدن پر باقی رہے۔ اس کو صابن وغیرہ کے ذریعہ دور کرنا ضروری نہیں ہوگا (۱)۔

رقم المسئلة (۸۲)

## ٹرلیین (Trillion clothes) کپڑوں کو پاک کرنے کا طریقہ

آج کل مارکیٹ میں ٹرلیین اور ٹری کوٹن کپڑے دستیاب ہیں، ان کپڑوں کو نچوڑنے سے ان کی باہری سطح خراب ہو جاتی ہے، اب اگر ان پر نجاست غیر مرئیہ لگ جائے تو کیا انہیں بھی دھو کر نچوڑنا ضروری ہوگا، تو جواباً عرض ہے کہ ان کپڑوں کو اس طرح دھویا جائے کہ ان پر لگی ہوئی نجاست دھل کر دور ہو جائے، یعنی اس کی بدبو اور نجاست کے ذرات کپڑوں پر لگے ہوئے نہ رہیں تو کپڑے پاک ہو جائیں گے، ان کو نچوڑنے کی ضرورت نہیں ہے (۲)۔

(۱) فما كان له عين مرئية فطهارتها زوال عينها إلا أن يبقى من أثرها ما يشق إزالتها.

(المختصر القدوري: ص ۱۸، باب الأنجاس)

(۲) أما لو غسل في غدیر أو صب عليه ماء كثير أو جرى عليه الماء طهر مطلقاً بلا شرط عصر وتحفيف

وتكرار غمس هو المختار. (الدر المختار مع رد المختار: ۱/ ۵۴۲، باب الأنجاس، فتاویٰ دینیہ: ۱/ ۳۲۳)

## طريقة الإنطباق

باب نجاست میں شریعتِ مطہرہ کا ضابطہ حصولِ طہارت ہے خواہ وہ کسی بھی طریقے سے حاصل ہو، اسی لیے مصنفِ قدوری نے نجاستِ مرئیہ کے سلسلے میں حصولِ طہارت کو عینِ ناپاکی کے زوال پر اور غیر مرئیہ کے سلسلے میں غاسل کے ظنِ غالب پر موقوف کیا، اس لیے اگر ٹیری کوٹن کپڑے کو بغیر نچوڑے اس طرح دھولیا جائے جس سے نجاست کے ذرات کے ازالہ کے ساتھ اس کی بدبو بھی ختم ہو جائے تو مقصود (ازالہِ نجاست) کے حاصل ہونے کی وجہ سے ٹیری کوٹن کپڑا پاک ہو جائے گا (۱)۔

رقم المسئلة (۸۳)

کارپیٹ (Carpet) یا قالین (Qaleen) سے

نجاستِ غیر مرئیہ کو پاک کرنے کا طریقہ

کارپیٹ، قالین یا بڑا فرش جسے نچوڑا نہ جاسکے، اگر ان پر نجاستِ غیر مرئیہ لگ جائے، تو اس کی پاکی کا طریقہ یہ ہے کہ اسے تین مرتبہ دھویا جائے، اور ہر مرتبہ دھو کر اتنی دیر چھوڑ دیا جائے کہ اس سے پانی ٹپکنا بند ہو جائے، تین مرتبہ ایسا کرنے سے وہ فرش وغیرہ

(۱) ثم إن اشتراط الغسل والعصر ثلاثاً إنما هو إذا غمسه في إحانة، أما إذا غمسه في ماء جار حتى جرى عليه الماء، أو صب عليه ماء كثير بحيث يخرج ما أصابه من الماء ويخلف غيره ثلاثاً فقد طهر مطلقاً بلا اشتراط عصر وتكرار غمس.

(الموسوعة الفقهية: ۹۹/۲۹، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح: ص ۱۵۹)

الحكم يني على المقصود ولا ينظر إلى اختلاف العبارة بعد اتحاد المقصود.

(موسوعة الفوائد الفقهية، ۵/۲۳۱)

کو پاک قرار دیا جائے گا (۱)۔

### طريقة الإنطباق

نجاست غیر مرئیہ سے پاکی کے لیے یہ جو تین مرتبہ دھونے اور ہر مرتبہ نچوڑنے کی قید ہے یہ پاکی کے سلسلہ میں حصول ظن کے لیے ہے، جو تین مرتبہ دھونے اور ہر مرتبہ نچوڑنے سے حاصل ہو جاتی ہے، پاکی کا یہ غلبہ ظن کا حصول ان اشیاء میں جنہیں نچوڑا نہیں جاسکتا ہے، بھی موجود ہے، وہ اس طرح کہ ان پر تین مرتبہ پانی ڈال کر اس وقت تک چھوڑ دیا جائے جب تک قطرہ ٹپکنا نہ بند ہو جائیں، اس عمل تحفیف سے بھی طہارت کا حصول ہو جاتا ہے کیوں کہ عمل تحفیف کو نجاست کے نکالنے میں اثر حاصل ہے (۲)۔

رقم المسئلة (۸۴)

ڈرائی کلیننگ (Dry cleaning) سے کپڑے کی پاکی کا حکم

آج کل کوٹ پتلون یا شیروانی وغیرہ ڈرائی کلیئر (Dry Cleaner) کے ذریعہ پٹرول سے دھوئے جاتے ہیں اس کی تین صورتیں ہو سکتی ہیں۔

(۱) وما لا ينعصر يطهر بالغسل ثلاث مرّات، والتحفيف في كل مرة لأن التحفيف أثر في استخراج

النجاسة، وحد التحفيف أن يخليه حتى ينقطع التقاطر ولا يشترط فيه اليبس هكذا في محيط السرخسي.

(الفتاوى الهندية: ۱/ ۴۲، الباب السابع في النجاسة،

البحر الرائق: ۱/ ۴۱۳، باب الأنجاس، كتاب المسائل: ۱/ ۱۱۸)

(۲) وبثليث الحفاف فيما لا ينعصر أي ما لا ينعصر فطهارته غسله ثلاثا وتحفيفه في كل مرة، لأن

للتحفيف أثر في استخراج النجاسة، وهو أن يتركه حتى ينقطع التقاطر ولا يشترط فيه اليبس.

(البحر الرائق: ۱/ ۴۱۳، كتاب الطهارة، باب الأنجاس)

## صورتِ اولیٰ:

اگر یہ کپڑے پہلے سے پاک تھے اور ڈرائی کلیننگ (Dry cleaning) کے وقت ان کے ساتھ ناپاک کپڑے نہ ملائے گئے ہوں تو ان کپڑوں کی پاکی متاثر نہ ہوگی اور وہ پاک ہی رہیں گے۔

## صورتِ ثانیہ:

اگر ان پر ایسی ناپاکی لگی تھی جو خشک ہونے کے بعد دکھائی دیتی ہے، اور ڈرائی کلیننگ کے بعد وہ دور ہوگئی تو یہ کپڑے پاک ہوں گے؛ کیوں کہ ڈرائی کلیننگ میں یہ صورت پائی جاتی ہے (۱)۔

## صورتِ ثالثہ:

اگر کپڑوں میں ایسی نجاست لگی تھی جو خشک ہونے کے بعد دکھائی نہ دیتی ہو تو اس کی پاکی کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ اس کو تین مرتبہ دھویا جائے، اور ہر بار نچوڑا جائے اور ڈرائی کلیننگ میں یہ صورت نہیں پائی جاتی، اس لیے وہ ناپاک ہی رہیں گے اور دھل کر آنے کے بعد بھی ان کو پاک کرنے کے لیے شرعی ضابطہ کے مطابق دھونا ضروری ہوگا (۲)۔

(۱) فما كان له عين مرئية فطهارتها زوال عينها. (المختصر القدوري: ص ۱۸، باب الأنجاس)

قال الشامي: أقول لكن قد علمت أن المعتبر في تطهير النجاسة المرئية زوال عينها ولو بغسله واحدة ولو في اجانة كما مر فلا يشترط فيها تثليث غسل ولا عصر. (رد المحتار: ۱/ ۵۴۳، باب الأنجاس)

(۲) وما ليس له عين مرئية فطهارتها أن يغسل حتى يغلب على ظن الغاسل أنه قد طهر.

(المختصر القدوري ص ۱۸، باب الأنجاس)

ويطهر محل النجاسة غير المرئية بغسلها ثلاثاً وجوباً، والعصر كل مرة يبالغ في المرة الثالثة حتى =

### طريقة الإنطباق

فقہائے کرام نے نجس کپڑے کو پاک کرنے کا طریقہ یوں بیان فرمایا ہے کہ اگر کپڑے پر نجاست مریہ (ایسی نجاست جو خشک ہونے کے بعد نظر آئے) لگی ہو تو عین نجاست کا دھونا ضروری ہے، خواہ اس کا اثر باقی رہے۔ اور ڈرائی کلیٹنگ (Dry Cleaning) کے ذریعہ دھلائی میں عین ناپاکی کا ازالہ ہو جاتا ہے جو مقصود ہے، اس لیے اس نجاست مریہ کی صورت میں کپڑے ڈرائی کلیٹنگ کے ذریعہ پاک ہو جائیں گے (۱)، اور اگر کپڑے پر نجاست غیر مریہ (ایسی نجاست جو خشک ہونے کے بعد نظر نہ آئے) لگی ہو تو اس کی پاکی کے حصول میں مفتی بہ قول کے مطابق بلا تعین عدد غسل غلبہ ظن کا اعتبار کیا گیا ہے، اور تین مرتبہ دھونے اور ہر مرتبہ نچوڑنے کا حکم اس لیے دیا گیا کہ اس سے پاکی کا غلبہ ظن حاصل ہو جاتا ہے، اگر اس طریقہ سے نجاست غیر مریہ سے ناپاک ہونے والے کپڑے کو دھویا گیا تو وہ کپڑا پاک ہوگا ورنہ نہیں، اور ڈرائی کلیٹنگ میں یہ صورت (ہر مرتبہ نچوڑنا) مفقود ہے، اس لیے اس صورت میں کپڑا ڈرائی کلیٹنگ میں پاک نہیں ہوگا (۲)۔

= ينقطع التقاطر. (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح ص/ ١٦١، المسائل المهمة ٥٢/٢)

(١) ثم المريئة لا بد من إزالة العين بالغسل وبقاء الأثر بعد زوال العين لا يضر.

(المبسوط للسرخسي: ٢٢٢/١، باب البش)

(٢) مالم يس بمرئي فطهارته أن يغسل حتى يغلب على ظن الغاسل أنه قد طهر، لأن التكرار لا بد فيه

الإستخراج، ولا يقطع بزوله فاعتبر غالب الظن كما في أمر القبلة، وإنما قدروا بالثلث لأن غالب الظن

يحصل عنده، فأقيم السبب الظاهر مقامه تيسيراً، ويتأيد ذلك بحديث المستيقظ من منامه ثم لا بد من

العصر في كل مرة في ظاهر الرواية لأنه هو المستخرج. (الهداية: ٧٨/١، كتاب الطهارة، باب الأنحاس)

## رقم المسئلة (٨٥)

واشنگ مشین (Washing Machine) میں کپڑا نچوڑنے کا حکم  
 ناپاک کپڑوں کو اچھی طرح واشنگ مشین میں دھولیا جائے، پھر اسپینر مشین  
 (Spinner Machine) یعنی (مشین کا وہ حصہ جس میں کپڑا ڈال کر گھمانے سے  
 کپڑے اچھی طرح نچوڑے جاتے ہیں، اور کچھ حد تک خشک بھی ہو جاتے ہیں، ان کپڑوں  
 کو ڈال دیا جائے اور اسپینر کے اوپر صاف پانی کا پائپ لگا کر اتنی دیر تک چلا جائے کہ  
 گندے پانی کی جگہ صاف پانی نیچے سے آنا شروع ہو جائے تو یہ کپڑے پاک ہو  
 جائیں گے، ہاتھ سے نچوڑنا ضروری نہیں ہے (۱)۔

## طريقة الإنطباق

نجاست غیر مرئیہ سے پاکی کے لیے یہ جو تین مرتبہ دھونے اور ہر مرتبہ نچوڑنے  
 کی قید ہے، یہ پاکی کے سلسلہ میں غلبہ ظن کے حصول کے لیے ہے، اور یہ معنی واشنگ  
 مشین میں موجود ہے کہ اس میں کپڑے کو ڈال کر مراراً کراراً دھونا اور نچوڑنا پایا جاتا ہے  
 جس سے طہارت کا ظن غالب حاصل ہو جاتا ہے جو طہارت کے لیے اصل ہے (۲)۔

(۱) أما لو غسل في غدیر أو صب عليه ماء كثير أو جرى عليه الماء طهر مطلقاً بلا شرط عصر وتحفیف  
 وتكرار غمس هو المختار. (الدر المختار مع رد المحتار: ۱/ ۵۴۲، مطلب في حکم الوشم،

المسائل المهمة: ۳۱/۷، فتاویٰ دارالعلوم دیوبند رقم الفتویٰ: ۴۷۸۸۶)

(۲) وما لبس له عين مرئية فطهارتها أن يغسل حتى يغلب على ظن الغاسل أنه قد طهر.

(المختصر القدوري: ص ۱۸، باب الأنجاس، الموسوعة الفقهية: ۹۹/۲۹)

الحکم بینی علی المقصود ولا ينظر إلى اختلاف العبارة بعد اتحاد المقصود.

(موسوعة القواعد الفقهية: ۲۳۱/۵)

## ﴿ استنجا کا بیان ﴾

### رقم المتن - ٤٥

وَإِلسْتِنَجَاءُ سُنَّةٌ يُجْزِئُ فِيهِ الْحَجَرُ وَالْمُدْرُ وَمَا قَامَ مَقَامَهُمَا يَمْسَحُهُ حَتَّى يُنْقِئَهُ وَلَيْسَ فِيهِ عَدَدُ مَسْنُونٍ وَغَسْلُهُ بِالْمَاءِ أَفْضَلُ.

ترجمہ: استنجا سنت ہے، اس میں پتھر اور ڈھیلا کافی ہے، اور جو اس کے قائم مقام ہو، اس سے محل نجاست کو پونچھے، یہاں تک کہ اس کو صاف کرے اور پتھروں میں تعداد مسنون نہیں ہے اور پانی سے دھونا بہتر ہے۔

### توضیح المسئلة

جونجاست آگے یا پیچھے کی راہ سے نکلے، اس سے استنجا کرنا سنت ہے، اور استنجنے میں ڈھیلا یا ایسی چیز جو ان کے قائم مقام ہو یعنی خود پاک ہو اور نجاست کو ختم کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو اس کا استعمال جائز ہے (۱)، اور ڈھیلے سے استنجا کرنے میں کوئی تعداد مسنون نہیں ہے بل کہ سنت محل ناپاکی کا صاف کرنا ہے، خواہ وہ ایک ہی پتھر سے حاصل ہو جائے، البتہ تین پتھروں کا استعمال مستحب ہے، اور پانی سے استنجا کرنا بہتر ہے، اور پانی اور پتھر دونوں کو جمع کرنا افضل ہے (۲)۔

(۱) وأن يستنجي بحجر منق ونحوه.

(۲) والغسل بالماء أحب والأفضل الجمع بين الماء والحجر فيمسح ثم يغسل، ويجوز أن يقتصر على =



## تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (٨٦)

## ٹشو پیپر (Tissue paper) سے استنجا

استنجا میں ڈھیلوں کے ساتھ پانی کا استعمال افضل ہے لیکن دور حاضر میں ڈھیلوں کا استعمال بہت کم ہو گیا ہے اس کی جگہ ٹشو پیپر نے لے لی ہے اس لیے شرعاً اس سے استنجا کرنا جائز و درست ہے (۱)۔

## طريقة الإنطباق

استنجا میں مقصود محل ناپاکی کی صفائی ہے (۲)، اسی لیے استنجا میں ایسے ڈھیلوں کے استعمال کا حکم ہے جو جاذب نجاست ہوں (۳)، اور ٹشو پیپر کے استعمال سے وہ مقصد حاصل ہو جاتا ہے جو ڈھیلوں کے استعمال میں ہے، یعنی جیسے ڈھیلے نجاست کو جذب کر کے نجاست کی ذات کو ختم کر دیتے ہیں ایسے ٹشو پیپر بھی جاذب ہوتا ہے، جو عین ناپاکی کو ختم

= الماء أو الحجر، والسنة إنقاء المحل والعدد في الأحجار مندوب لاسنة مؤكدة.

(نور الإيضاح: ص ۳۰، فصل في الاستنجا)

(۱) والاستنجا سنة يحزي فيه الحجر والمدرو ما قام مقامهما يمسه حتى ينقيه.

(المختصر القدوري: ص ۱۹، باب الأنجاس، مراقي الفلاح: ص ۴۵، فصل في الاستنجا، فتاوى

بنوريه: رقم الفتوى: ۱۱۴۳۲، المسائل المهمة: ۵/۵۹)

(۲) والسنة إنقاء المحل. (نور الإيضاح: ص ۳۰، فصل في الاستنجا)

(۳) ويسن أن يستنجي بحجر متق ونحوه من كل طاهر مزيل بلا ضرر كالمدر وهو الطين اليابس

والتراب والخلفة البالية والجلد الممتلئ. (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح: ص ۴۵)

کر دیتا ہے؛ نیز ٹشو پیپر کو اسی مقصد سے بنایا بھی جاتا ہے، اس لیے ٹشو پیپر سے استنجا کرنا جائز و درست ہے (۱)۔

### رقم المسئلة (۸۷)

ٹشو پیپر (Tissue Paper) سے استنجا کے بعد پسینہ آ جائے  
اگر کوئی شخص پیشاب کے بعد استنجا صرف ٹشو پیپر سے صاف کرے، اور بعد میں  
اسے پسینہ آ جائے اور یہ پسینہ بہہ کر کپڑے یا بدن پر لگ جائے تو کپڑا یا بدن ناپاک  
نہیں ہوگا، متاخرین فقہاء کا اس پر اتفاق ہے (۲)۔

### طريقة الإنطباق

ٹشو پیپر سے استنجا کرنے کے بعد اگر پسینہ آ کر بہہ جائے، اور وہ پسینہ کپڑے یا  
بدن پر لگ جائے تو کپڑا یا بدن دو وجہ سے ناپاک نہیں ہوگا:  
وجہ اول: ٹشو پیپر سے استنجا کرنے سے طہارت حاصل ہو جاتی ہے، کیوں کہ ٹشو  
پیپر میں استنجا جذب کرنے کی صلاحیت موجود ہے جو عین ناپاکی کو ختم کر دیتا ہے، اسی وجہ  
سے ٹشو پیپر ڈھیلوں کے قائم مقام ٹھہرا (۳)۔

(۱) الحکم یبني علی المقصود و لا ينظر إلى اختلاف العبارة بعد اتحاد المقصود.

(موسوعة الفوائد الفقهية: ۲۳۱/۵)

(۲) واجمع المتأخرون على أنه لا ينحس بالعرق، حتى لو سال منه وأصاب الثوب أو البدن أكثر من قدر الدرهم لا يمنع. (رد المحتار: ۵۴۸/۱، باب الأنحاس، مطلب إذا دخل المستنجي في ماء قليل،

فتاوى دار العلوم دیوبند رقم الفتوى: ۴۴۸۶۶، المسائل المهمة: ۸۲/۸)

(۳) والإستنجاء سنة يجزئ فيه الحجر والمدر وما قام مقامهما يمسحه حتى ينقيه.

(المختصر القدوري: ص ۹۱، باب الأنحاس)

وجہ ثانی: ٹشو پیپر سے استنجا کرنے کی وجہ سے عین ناپاکی ختم ہو جاتی ہے، صرف اثر ناپاکی ہوتی ہے جو کسی شے کو ناپاک کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتی ہے، بل کہ وہ قدر درہم سے کم ہونے کی وجہ سے معفو عنہ ہے (۱)؛ اسی وجہ سے ٹشو پیپر سے استنجا کرنے کے بعد آنے والا پسینہ بدن یا کپڑے کو ناپاک نہیں کرے گا (۲)۔

### رقم المتن - ۴۶

وَلَا يُسْتَنْجَى بِعَظْمٍ وَلَا بِطَعَامٍ وَلَا بِيَمِينِهِ.

ترجمہ: اور استنجانہ کرے ہڈی سے، نہ لید سے، نہ کھانے سے، اور نہ اپنے دائیں ہاتھ سے۔

### توضیح المسئلة

استنجا ہر ایسی چیز سے درست ہے جو نجاست کو دور کرنے یا جذب کرنے کی صلاحیت رکھتی ہو، بہتر یہ ہے کہ پتھر مٹی کے ڈھیلے سے استنجا کیا جائے، ہڈی کھانے کی چیز لید اور ہر شے محترم سے استنجا کرنا مکروہ ہے۔ ہڈی سے اس لیے کہ یا تو وہ جناحوں کی غذا ہے، یا پھر اس میں نجاست کو جذب کرنے کی صلاحیت نہیں ہے، اور لید سے اس لیے کہ وہ شے نجس ہے، اور کھانے سے اس لیے کہ یہ اسراف اور کھانے کی اہانت ہے، اور داہنے ہاتھ سے اس لیے کہ وہ محترم ہے، اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے داہنے ہاتھ سے استنجا

(۱) وبطهر متنجس بنحاسة مرئية بزوال عينها ولو بمرّة على الصحيح، ولا يضر بقاء أثر شق زواله.

(نور الإيضاح: ص ۵۵، باب الأنجاس)

(۲) اتفق الفقهاء على سقوط اعتبار ما بقي من النجاسة بعد الاستنجاء بالحجر في حق العرق حتى إذا

أصابه العرق من المقعدة لا ينجس. (الفتاوى الهندية: ۱/ ۴۸، الفصل الثالث في الاستنجاء)

کرنے سے منع فرمایا ہے (۱)۔

## تفریع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (۸۸)

### کاغذ (Paper) سے استنجا کرنے کا حکم

اگر کوئی شخص عام کاغذ سے استنجا کرے اور کاغذ کے ذریعہ استنجا کرنے کی صورت میں عین نجاست ختم ہو جائے تو طہارت تو حاصل ہو جائے گی (۲)، البتہ اس کا یہ فعل مکروہ ہوگا (۳)۔

(۱) ولا يستنجي بعظم ولا بروت لأن النبي نهى عن ذلك ..... ومعنى النهي في الروث النجاسة، وفي العظم كونه زاد الجن، ولا بطعام لأنه إضاعة وإسراف، ولا بيمينه لأن النبي صلى الله عليه وسلم نهى عن الاستنجاء باليمين. (الهداية: ۱/۷۹، كتاب الطهارة، باب الأنجاس)

فوله ولا يستنجي بعظم وروت ويمين لأن النبي صلى الله عليه وسلم نهى عن الاستنجاء باليد اليمنى، والفقه فيه أن اليمين أشرف فلا ينبغي أن يدنس بمكروه.

(عمدة الرعاية على شرح الوفاية: ۱/۱۲۷، رقم الحاشية: ۹، باب الأنجاس)

(۲) ولا يستنجي بعظم ولا بروت لأن النبي نهى عن ذلك ولو فعل يحزیه لحصول المقصود. (الهداية: ۱/۷۹، باب الأنجاس)

(۳) يكون الاستنجاء بالماء أو بالحجر ونحوه من كل جامد طاهر قالع غير محترم.

(الفقه الإسلامي وأدلته: ۱/۳۴۷، وسائل الاستنجاء، كتاب الفتاوى: ۲/۶۹)

ولا يستنجي بكاغذ وإن كانت بيضا كذا في المضمرات.

(الفتاوى الهندية: ۱/۵۰، الفصل الثالث في الاستنجاء)

## طريقة الإنطباع

ہر ایسی چیز سے استنجا کیا جاسکتا ہے جو پاک ہو اور نجاست کو دور کرنے کی صلاحیت رکھتی ہو، نیز شرعاً اس کا احترام واجب نہ ہو، اور کاغذ آلات علم میں سے ہونے کی وجہ سے قابل احترام ہے، اس لیے اس سے استنجا کرنا مکروہ ہے (۱)؛ لیکن اگر کوئی شخص کاغذ سے استنجا کر ہی لے اور عین نجاست کا ازالہ ہو جائے تو چوں کہ مقصود (ازالہ نجاست) حاصل ہو گیا، اس لیے طہارت حاصل ہو جائے گی؛ لیکن ایک قابل احترام شے کو امر مکروہ میں استعمال کرنے کی وجہ سے یہ فعل مکروہ ہوگا (۲)۔

رقم المسئلة (۸۹)

## چاک پیس (Chalk piece) سے استنجا کا حکم

اگر کوئی شخص چاک پیس سے استنجا کرے تو پاکی حاصل ہو جائے گی کیوں کہ اس میں نجاست کو جذب کرنے کی صلاحیت موجود ہے (۳)، البتہ چاک پیس کے قابل احترام

(۱) وكره تحريمًا بعظم وضعام و روث ..... وأجر وخرق وزجاج وشيء محترم. - قال الشامي: ويدخل أيضا الورق قال في السراج قيل أنه ورق الكتابة ..... وله احترام أيضا لكونه آلة لكتابة العلم، ولذا عدله في التنازل خاتمة بأن تعظيمه من أدب الدين.

(الدر المختار مع رد المحتار: ۱/ ۵۱-۵۵۲، باب الأنجاس، مطلب إذا دخل المستنحي)

(۲) ولو فعل بجزء له أي ولو فعل الإستنجاء بالعظم أو بالروث بجزءه ولكنه يكره لحصول المقصود و هو إنقاء الموضع. (البنية في شرح الهداية: ۱/ ۷۷۵، باب الأنجاس)

(۳) ويجوز فيه الحجر و ما فام مقامه بمسحه حتى ينقيه، لأن المقصود هو الإنقاء فيعتبر ما هو المقصود. (الهداية: ۱/ ۷۸، كتاب الطهارة، باب الأنجاس)

ہونے کی وجہ سے اس کا یہ فعل مکروہ ہوگا (۱)۔

### طريقة الإنطباق

استنجا میں جو چیز استعمال کی جاتی ہے، وہ نجاست میں آلودہ ہوتی ہے، اور ظاہر ہے کہ وہ اس شے کی بے احترامی ہے، اور جوشی شریعت کی نگاہ میں قابل احترام ہو، اس کی بے احترامی روا نہیں ہو سکتی۔

شریعت میں کسی شے کے قابل احترام ہونے کا معیار یہ ہے کہ وہ قابل قیمت ہو، یعنی وہ چیز جس کی قیمت لی جاسکتی ہو وہ محترم ہے اور اس سے استنجا کرنا مکروہ ہے، اس سے صرف پانی مستثنیٰ ہے، کیوں کہ پانی کو اللہ تعالیٰ نے جن مقاصد کے لیے پیدا فرمایا ہے، ان میں سے ایک ناپاک چیز کو پاک کرنا بھی ہے (۲)۔ اور فقہاء کے نزدیک چاک پیس کی نظیر وہ کاغذ ہے جو کتابت کیے جانے کے لائق ہو، اس لیے چاک پیس سے استنجا کرنا مکروہ ہے، کیوں کہ چاک پیس بھی تعلیم و تعلم کا ذریعہ ہونے کی وجہ سے قابل احترام ہے (۳)۔

(۱) ولا يجوز بما كتب عليه شيء من العلم المحترم كالحدیث والفقه وما كان آلة كذا ذلك.

(رد المحتار: ۵۵۲/۱، باب الأنجاس، کتاب الفتاوی: ۷۳/۲)

(۲) قال الشامي تحت قوله (وشيء محترم) أي ما له احترام واعتبار شرعاً فيدخل فيه كل متقوم إلا الماء.

(رد المحتار: ۵۵۲/۱، باب الأنجاس، الفتاوی الهندیة: ۵۰/۱، الفصل الثالث في الإستنجاء)

(۳) ولا يجوز بما كتب عليه شيء من العلم المحترم كالحدیث والفقه وما كان آلة لذلك.

(رد المحتار: ۵۵۲/۱، باب الأنجاس)



# كتاب الصلاة



## ﴿نماز کے اوقات کا بیان﴾

### رقم المتن - ٤٧

أَوَّلُ وَقْتِ الْفَجْرِ إِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ الثَّانِي وَهُوَ الْبَيَاضُ الْمُعْتَرِضُ فِي الْأُفُقِ وَانْحَرُ وَقْتُهَا مَا لَمْ تَطْلُعِ الشَّمْسُ.

ترجمہ: فجر کی نماز کا اول وقت وہ ہے جب کہ فجر ثانی طلوع ہو، اور وہ ایک سفیدی ہے جو پھیلتی ہے آسمان کے کناروں میں، اور فجر کا آخری وقت وہ ہے جب تک کہ سورج نہ نکلے۔

### توضیح المسئلہ

صلاۃ کے لغوی معنی دعا کے ہیں (۱)، اور اصطلاح شرع میں نماز افعال مخصوصہ مشہورہ (قیام، قرأت، رکوع، سجود) کا نام ہے (۲)۔ صلوٰتِ خمسہ کی فرضیت نصوص سے ثابت ہے (۳)۔ اور صلوٰتِ خمسہ کے واجب ہونے کا سبب نماز کے اوقات ہیں (۴)، یعنی

(۱) الصلاۃ لغة الدعاء. (اللباب في شرح الكتاب: ۷۰/۱)

(۲) فنقلت شرعا إلى الأفعال المعلومة وهو الظاهر. (الدر المختار: ۴/۲، كتاب الصلاة)

(۳) وسبح بحمد ربك قبل طلوع الشمس وقبل غروبها، ومن أنائي الليل فسبح وأطراف النهار، وسبح صل بحمد ربك حال أي متلبسا به قبل طلوع الشمس صلاة الصبح، وقبل غروبها صلاة العصر، ومن أنائي الليل ساعاته، فسبح صل المغرب والعشاء وأطراف النهار عطف على محل من أناء المنصوب أي صل الظهر، لأن وقتها يدخل بزوال الشمس فهو طرف النصف الأول وطرف النصف الثاني.

(جلالین: ص ۲۶۹)

(۴) إن الصلاة كانت على المؤمنين كتابا موقوتا. (النساء: ۱۰۳)=

جب نماز کا وقت داخل ہوگا تب نماز فرض ہوگی اور اس کی ادائیگی صحیح ہوگی، اور اگر نماز کا وقت نہیں ہے تو نہ تو نماز فرض ہوگی اور نہ ہی اس کی ادائیگی صحیح ہوگی۔

مذکورہ بالا عبارت میں فجر کی نماز کے وقت کا بیان ہے، اور وہ یہ ہے کہ رات کے آخری حصے میں صبح ہوتے وقت مشرق کی جانب آسمان کی لمبائی پر کچھ سفیدی ظاہر ہوتی ہے، اور کچھ دیر کے بعد وہ سفیدی چوڑائی میں بڑھتی جاتی ہے، یہاں تک کہ اُجالا ہو جاتا ہے تو جس وقت سے یہ چوڑی سفیدی نظر آئے اسی وقت سے فجر کی نماز کا وقت شروع ہو جاتا ہے اور طلوع شمس تک باقی رہتا ہے، اس سفیدی کو ”صبح صادق“ کہتے ہیں۔

### تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (۹۰)

کسی ملک (Country) میں نمازوں کے

اوقات نہ آنے کی صورت میں حکم

اسلام میں اکثر عبادات اوقات سے متعلق ہیں، ان میں نماز تو ایسی عبادت ہے جو دن اور رات میں پانچ بار پڑھی جاتی ہیں، جن میں دو نمازیں (ظہر، عصر) سورج کے روشن ہوتے ہوئے ادا ہوتی ہیں، دو (مغرب، عشاء) رات میں، ایک (فجر) رات ختم ہونے اور سورج طلوع ہونے کے درمیان، صورت حال یہ ہے کہ سورج کے طلوع و غروب

= اعلم أن الوقت سبب لها والأسباب مقدمة على المسببات طبعاً فتقدمت وضعا فلذا قدم بيان الوقت.

کے اعتبار سے بعض علاقے غیر معتدل واقع ہوئے ہیں، یہ تین طرح کے ہیں:

(الف) ایک وہ ہیں جہاں سورج غروب ہونے کے بعد تھوڑے وقفہ کے بعد بھی شفق پر صبح طلوع ہو جاتی ہے؛ گویا یہاں فجر کا وقت ملتا ہے، ظہر و عصر کے اوقات بھی ملتے ہیں، البتہ مغرب اور عشاء کے لیے بہت معمولی وقت مل پاتا ہے، اس صورت کا حکم واضح ہے کہ غروب آفتاب اور طلوع آفتاب کے درمیان جتنا وقت ملتا ہے، اسی میں مغرب اور عشاء ادا کر لی جائے (۱)۔

(ب) دوسری صورت یہ ہے کہ سورج غروب ہونے کے ساتھ ہی شفق پر صبح کی سفیدی پھیل جائے یا غروب ہونے کے ساتھ ہی سورج نکل آئے، ان صورتوں میں مغرب و عشاء یا عشاء اور فجر کا وقت ہی نہیں مل پاتا ہے۔

(ج) تیسری صورت ان مقامات کی ہے جہاں کئی کئی ماہ سورج غروب نہیں ہوتا، یا غروب ہونے کے بعد طلوع نہیں ہوتا جیسا کہ فقہانے مقام بلغارو وغیرہ کا ذکر کیا ہے۔

ان دونوں (ب، ج) صورتوں میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے جن نمازوں کے اوقات ہی نہ آئیں وہ نمازیں فرض ہوگی یا نہیں، کیوں کہ نماز کی فرضیت کے اسباب اوقات ہی ہیں، اور اگر فرض ہیں تو ان کی ادائیگی کی کیا صورت ہوگی۔

ان نمازوں کی فرضیت، عدم فرضیت کے بارے میں دو نقاط نظر پائے جاتے ہیں: نقطہ اولیٰ: ایک یہ کہ جن نمازوں کے اوقات نہ آئیں، ان کی فرضیت ساقط ہو جائے گی، یہ رائے شریعتی، طحاوی، صاحب کنز، صاحب درر، بقالی، حلوانی، مرغینانی اور

حلی کی ہے (۱)۔

**نقطہ ثانیہ:** دوسرا نقطہ نظر یہ ہے کہ اس صورت میں بھی نماز پنج گانہ کی فرضیت باقی رہے گی، مشائخ حنفیہ میں برہان کبیر، علامہ ابن ہمام، ابن شحنہ، ہسکفی اور شامی کا رجحان اسی طرف ہے (۲)۔

**پہلے نقطہ نظر کی دلیل:**

یہ ہے کہ شریعت میں اوقات کی حیثیت محل اور ظرف کی ہے، جب کسی چیز کا محل ہی باقی نہ رہے تو اس کو واجب قرار دینے کا کوئی معنی نہیں، جیسے اگر کسی شخص کے ہاتھ پاؤں کٹے ہوئے ہوں تو ظاہر ہے وضو میں ہاتھ پاؤں دھونے کا حکم ساقط ہو جائے گا، اسی طرح جن نمازوں کے اوقات نہ آتے ہوں ان نمازوں کا وجوب بھی ساقط ہو جائے گا۔

(۱) وقیل لایکلف بہما لعدم سببھا و بہ حزم فی الكنز و الدرر والملتی، وبہ أفتی البقالي و وافقه الحلواني والمرغینانی و رجحه الشرنبلالی الحلبي. قال الشامي: ومن لا يوجد عندهم وقت العشاء أفتی البقالي بعدم الوجوب علیہم لعدم السبب كما یسقط غسل الیدین من الوضوء عن مقطوعہما من المرفقین.

(الدرر المختار مع ردالمحتار: ۲/۲۰)

ومن لا يوجد عندهم وقت العشاء كما فیل یطلع الفجر قبل غیوبة الشفق عندهم، أفتی البقالي بعدم الوجوب علیہم لعدم السبب وهو مختار صاحب الكنز كما یسقط غسل الیدین من الوضوء عن مقطوعہما من المرفقین، وأنكره الحلواني ثم وافقه.

(فتح القدیر: ۱/۲۲۵، کتاب الصلاة)

(۲) وفاقد وقتہما کبلغار فإن فیہا یطلع الفجر قبل غروب الشفق فی أربعینۃ الشتاء مکلف بہما فیقدر لہما، ولا ینوی القضاء لفقد وقت الأداء بہ أفتی البرہان الکبیر واختارہ الکمال، وتبعہ ابن الشحنة فی أغازہ فصححہ فرعم المصنف أنه المذهب.

(الدر المختار: ۲/۱۸، کتاب الصلاة)

وأفتی الإمام البرہانی الکبیر بوجوبہا.

(فتح القدیر: ۱/۲۲۶، کتاب الصلاة)

## دوسرے نقطہ نظر کی دلیل:

جو حضرات وقت کے نہ پائے جانے کے باوجود نماز کے وجوب کے قائل ہیں ان کا خیال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے علاقہ و مقام کی تفریق کے بغیر تمام کرۂ ارض میں رہنے والے مسلمانوں پر پانچوں نمازیں فرض قرار دی ہے، اس لیے کسی خاص علاقہ میں رہنے والے مسلمانوں سے ان میں سے کوئی نماز کیسے ساقط ہو سکتی ہے۔

ان حضرات کی ایک اہم دلیل حضرت نو اس بن سمعانؓ کی روایت ہے جس میں مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دجال کے ظہور کے وقت ایک دن ایک سال کے برابر ہوگا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پیشین گوئی پر ایک صحابی نے سوال کیا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت دن سال کے مساوی ہوگا تو کیا اس روز ہمارے لیے ایک دن کی نماز ادا کر لینا کفایت کر جائے گا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں، وقت کا حساب لگا لو (۱)۔

### طريقة الإنطباق

واقعہ یہ ہے کہ کتاب و سنت اور دین کے مجموعی مزاج سے زیادہ قریب دوسری رائے ہے کہ اوقات نہ ملنے کے باوجود بھی ہر مسلمان پر نماز پہنچانا نہ فرض ہو جائے۔ اسی لیے

(۱) عن النواس بن سمعان قال ذكر رسول الله الدجال ذات غداة..... قلنا يا رسول الله وما لبثه في الأرض قال أربعون يوماً، يوم كسنة، و يوم كشهر، و يوم كجمعة، و سائر أيامه كأيامكم قلنا يا رسول الله فذلك اليوم الذي كسنة أتكفينا فيه صلاة يوم؟ قال لا أقدر والله قدره.

(الصحيح لمسلم: ۲/ ۴۰۰، كتاب الفتن، باب ذكر الدجال وصفته)

علامہ ابن ہمامؒ نے نماز کی عدم فرضیت کے قائلین پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ کسی صاحب نظر کو اس بات میں شبہ نہیں ہو سکتا کہ محل فرض کے نہ پائے جانے اور اس کے جعلی سبب (جس کو کسی مخفی لیکن نفس الامر میں ثابت شئی کی علامت قرار دیا گیا ہو) کے نہ پائے جانے کے درمیان فرق ہے، کیوں کہ ایک شئی کی متعدد پہچان ہو سکتی ہے؛ لہذا وقت کا نہ پایا جانا ایک پہچان کا مفقود ہونا ہے اور کسی چیز پر ایک دلیل کا مفقود ہونا اس چیز کے جائز نہ ہونے کی دلیل نہیں، کیوں کہ ممکن ہے کہ اس کے جواز کی اور دلیل موجود ہو (۱)۔

اب سوال یہ ہے کہ ایسے مقامات پر کس طرح نماز ادا کی جائے؟  
اس سلسلہ میں علامہ شامیؒ نے دو طریقے نقل کئے ہیں:

ایک یہ کہ اس سے قریب تر (جگہ جہاں حسبِ عادت شب و روز کا ظہور ہوتا ہو) کے اوقات کی رعایت کی جائے۔

(۱) وأفتى الإمام البرهاني الكبير بوجوبها، ولا يرتاب متأمل في ثبوت الفرق بين عدم محل الفرض و بين سببه الجعلي الذي جعل علامة على الوجوب الخفي الثابت في نفس الأمر، ووجواز تعدد المعرفات للشيء فانتفاء الوقت انتفاء المعرف، وانتفاء الدليل على شيء لا يستلزم انتفاء لجواز دليل آخر وقد وجد وهو ما تواطأت أخبار الإسراء من فرض الله تعالى صلاة خمسا بعد ما أمروا أولا بخمسين ثم استقر الأمر على الخمسين شرعا عاما لأهل الآفاق لانفصيل فيه بين أهل قطر وقطر وما روى ذكر الدجال رسول الله صلى الله عليه وسلم قلنا ما لبثه في الأرض، قال أربعون يوما يوم كسنة و يوم كشهرا ويوم كجمعة، وسائر أيامه كأيامكم، فقل يا رسول الله صلى الله عليه وسلم فذلك اليوم الذي كسنة أيكفينا صلاة يوم، قال لا اقدروا له.

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اسی مقام کے لحاظ سے وقت کا اندازہ کر کے نمازیں ادا کی جائیں (۱)۔

رقم المسئلة (۹۱)

## اوقاتِ نماز میں تقویم (Calender) کی رعایت

ہمارے زمانے میں عموماً اوقاتِ نماز کا تعین تقویم سے ہوتا ہے، اور تقویم کی بنیاد جدید فلکیاتی علم (Astronomy) پر ہوتی ہے، اس تقویم کے ذریعہ اوقاتِ صلاۃ کی تعیین کرنا شرعاً جائز و درست ہے؛ کیوں کہ اس تقویم کے ذریعہ اوقاتِ صلاۃ کے وجود کا ظن غالب حاصل ہو جاتا ہے جو کافی ہے (۲)۔

## طريقة الإنطباق

اسلام نے اوقاتِ صلاۃ کی بنیاد آفتابی سایوں، طلوع و غروب شفق اور ظاہری آثار پر رکھی ہے، اس لیے کہ یہ ایسے معیار ہیں جن کو سمجھنا ہر عام و خاص کو آسان ہے، اور یہ

(۱) قال الرملي في شرح المنهاج، ويحري ذلك فيما لو مكثت الشمس عند قوم مدة، قال في إمداد الفتاح قلت وكذلك يقدر لجميع الأجال كالصوم والزكاة والحج والعدة وأجال البيع والسلم والإجارة، وينظر ابتداء اليوم فيقدر كل فصل من الفصول الأربعة بحسب ما يكون كل يوم من الزيادة والنقص كذا كتب الأئمة الشافعية، ونحن نقول بمثل ذلك أصل التقدير مقول به إجماعاً في الصلوات.

(رد المحتار: ۲/۲۳)

(۲) فينبغي الإعتماد في أوقات الصلاة وفي القبلة على ما ذكره العلماء الثقات في كتب المواقيت، وعلى ما وضعوه لها من الآلات كالربيع والاصطراب، فإنها وإن لم تفد اليقين تفد غلبة الظن للعالم بها وغلبة الظن كافية في ذلك. (رد المحتار: ۲/۱۱۲، كتاب الصلاة باب الشروط للصلاة،

فتاوى محمودية: ۵/۳۵۹، جديد فقهي مسائل: ۱/۱۲۵)

ہر کسی کو دستیاب ہے؛ مگر ان کی حیثیت فقط علامت کی ہے (۱)؛ اگر ان شرعی علامات سے واقفیت نہ ہو، ابر و بارش وغیرہ کی وجہ سے علامات کا ظہور نہ ہو تو واقفین فن کی بنائی ہوئی تقویم کے ذریعہ اگر وقت نماز کے موجود ہونے کا ظن غالب ہو تو اس پر عمل کرنا جائز ہوگا (۲)؛ کیوں کہ وسائل و ذرائع مقصود نہیں ہوتے بل کہ مطلوب، مقاصد ہوتے ہیں، اور وہ (نماز کے وقت کا معلوم ہونا) تقویم کے ذریعہ سے حاصل ہے؛ کیوں کہ تقویم اور جدید ترقی یافتہ فلکیات سے ظن غالب حاصل ہو جاتا ہے، اور ظن غالب کا شریعت میں اعتبار ہے (۳)۔

(۱) إن الصلاة كانت على المؤمنين كتابا موقوتا. (النساء: ۱۰۳)

معناه أنه مفروض في أوقات معلومة معينة، فأجمل ذكر الأوقات في هذه الآية، وبينها في مواضع أخرى من الكتاب من غير ذكر تحديد أوائلها وأواخرها، وبين على لسان الرسول صلى الله عليه وسلم تحديدها ومقاديرها. (أحكام القرآن للحصاص: ۳۷۴/۲)

(۲) فإن لم يكن لو جود غيم أو لعدم معرفته بها فبالسؤال من العالم بها.

(ردالمحتار: ۱۱۴/۲، باب شروط الصلاة، مبحث في استقبال القبلة)

قال الشامي أقول وينبغي طبل المسحر في رمضان لإيقاظ النائمين للسجود كبقية الحمام تأمل.

(ردالمحتار: ۵۰۵/۹، كتاب الحظر والإباحة، قبيل فصل في اللبس)

(۳) ذهب الحنفية والمالكية والشافعية والحنابلة وابن القيم وابن فرحون إلى جواز العمل بالقرائن في الجملة استدلال القائلون بالقضاء بالقرآن بأدلة من الكتاب والسنة. أولا الكتاب: قوله تعالى ”وجاؤا على قميصه بدم كذب“ وجه الاستدلال من الآية هو ما قاله الإمام القرطبي في تفسيره حيث قال: ”قال علمائنا لما أرادوا أن يجعلوا الدم علامة صدقهم، قرن الله بهذه العلامة تعارضها، وهي سلامة القميص من التمزيق إذ لا يمكن إفتراس الذئب ليوسف ويسلم القميص، وأجمعوا على أن يعقوب استدلال على كذبهم كصحة القميص فاستدل بهذه الآية في أعمال الأمارات في مسائل كثيرة من الفقه“.

وقال الشيخ الشنقيطي عند قوله تعالى: وشهد شاهد من أهلها الخ - يفهم من هذه الآية لزوم الحكم بالقرينة الواضحة. (طرائق الحكم المتفق عليها والمختلف فيها في الشريعة الإسلامية: ۲۸۲، ۲۸۳)



## ﴿عصر کے وقت کا بیان﴾

### رقم المتن - ۴۸

وَأَوَّلُ وَقْتِ الْعَصْرِ إِذَا خَرَجَ وَقْتُ الظُّهْرِ عَلَى الْقَوْلَيْنِ وَ آخِرُ وَقْتِهَا مَا لَمْ تَغْرُبِ الشَّمْسُ.

ترجمہ: عصر کا اول وقت جب کہ ظہر کا وقت نکل جائے دونوں قول پر، اور اس کا آخری وقت جب تک سورج غروب نہ ہو جائے۔

### توضیح المسئلة

مذکورہ عبارت میں مصنفؒ نے عصر کی نماز کا وقت بیان کیا ہے، عصر کی نماز کی ابتدا کے سلسلے میں دو قول ہیں۔ قول اول امام ابوحنیفہؒ کا ہے، کہ دو مثل پر عصر کا وقت شروع ہوتا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ قول ثانی صاحبینؒ کا ہے کہ ایک مثل پر عصر کا وقت شروع ہو جاتا ہے اور عصر کا آخری وقت غروب شمس ہے (۱)۔

(۱) قال الشامي تحت قوله (إلى بلوغ الظل مثليه) هذا ظاهر الرواية عن الإمام وهو الصحيح وهو المختار، واختاره الإمام المحبوبي وعول عليه النسفي وصدر الشريعة واختاره أصحاب المتون وارتضاه الشارحون فقول الطحاوي وبقولها نأخذ لا يدل على أنه المذهب.

## تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (٩٢)

حجاز مقدس میں عصر کی نماز مثل اول پر پڑھیں یا مثلین پر پوری دنیا سے ہر سال لاکھوں حنفی افراد حج کرنے کے لیے جاتے ہیں، اور احناف کے یہاں عصر کا وقت مثلین پر شروع ہوتا ہے، جب کہ حجاز مقدس میں خصوصاً مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں تقریباً ہر مسجد میں عصر کی نماز مثل اول پر ہی ہوتی ہے، تو ایسی صورت میں حنفی مسلک لوگوں کے لیے حرمین شریفین کے ائمہ اور دیگر مساجد کے اماموں کے پیچھے عصر کی نماز بلا کراہت ادا کرنا جائز اور درست ہے؛ کیوں کہ حضرت امام ابو یوسف، امام محمد، امام زفر اور امام طحاوی وغیرہ مسلک حنفی کے اہم ترین ستون ہیں، ان کے نزدیک ائمہ ثلاثہ کی طرح ایک مثل پر عصر کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ اور علامہ شامی نے تو غرر الاذکار اور برہان اور فیض کے حوالہ سے اسی کو مفتی بہ قرار دیا ہے۔ اسی لیے حجاز مقدس میں نماز عصر کا مسئلہ زیادہ اہم اور شک میں مبتلا کرنے والا نہیں ہے (۱)۔

## طريقة الإنطباق

عصر کے ابتدائی وقت سے متعلق حضرت امام ابو حنیفہؒ کے دو قول ہیں:

قول اول: یہ ہے کہ دو مثل کے بعد عصر کا وقت شروع ہو جاتا ہے، اس قول میں

(۱) ووقت الظهر من زواله أي ميل ذكاء عن كبد السماء إلى بلوغ الظل مثليه، و عنه مثله و هو قولهما و زفر و الأئمة الثلاثة قال الإمام الطحاوي و به نأخذ و في غرر الأذكار و هو المأخوذ به، و في البرهان و هو الأظهر، و في الفيض و عليه عمل الناس اليوم و به يفتي.

(رد المحتار: ۱۵/۲، كتاب الصلاة، مطلب في تعبد عليه الصلاة و السلام، فتاوى قاسميه: ۳۱۲/۵)

احتیاط کا پہلو غالب ہے، اور یہی حنفیہ کے یہاں ظاہر الروایہ ہے، اور اس قول کو صحیح بھی قرار دیا گیا ہے، اس لیے کہ اکثر متاخرین احناف نے اسی قول کو اختیار کیا ہے، اور ہمارے ہندوستان میں بھی اسی قول پر عمل جاری ہے، لہذا حنفی مقتدیوں کو اپنی مسجدوں میں اسی کو ترجیح دینی چاہیے، اور انہیں کے ساتھ نماز پڑھنے کی کوشش کرنی چاہیے (۱)، البتہ اگر آس پاس میں حنفی مسجد نہ ہو تو ایسی صورت میں دوسرے مسلک والی مسجدوں میں بھی نماز پڑھ سکتے ہیں۔

**قول ثانی:** یہ ہے کہ ایک مثل کے بعد عصر کا وقت شروع ہو جاتا ہے، یہی حنفیہ میں سے امام ابو یوسفؒ، امام محمدؒ، امام زفرؒ اور امام طحاویؒ کا قول ہے، اور حضرات ائمہ ثلاثہؒ کا بھی یہی قول ہے، اور بہت سے متاخرین احناف نے اسی قول کو رائج اور مفتی بہ قرار دیا ہے، اور حضرت گنگوہیؒ نے فتاویٰ رشیدیہ میں اسی قول کو زیادہ رائج اور قوی قرار دیا ہے (۲)۔

البتہ قول اول میں احتیاط کا پہلو غالب ہے، لہذا اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ ایک مثل کے بعد عصر کا وقت شروع ہونے کا جو قول ہے وہ صرف ائمہ ثلاثہؒ کا نہیں ہے،

(۱) ووقت الظهر من زواله أي ميل ذكاء عن كبد السماء إلى بلوغ الظل مثليه، قال الشامي هذا ظاهر الرواية عن الإمام وهو الصحيح وهو المختار، واختاره الإمام المحبوبي وعول عليه النسفي وصدر الشريعة واختاره أصحاب المتون، وارتضاه الشارحون ..... والأحسن ما في السراجي عن شيخ الإسلام أن الاحتياط أن لا يؤخر الظهر إلى المثل، وأن لا يصلي العصر حتى يبلغ المثلين ليكون مؤدياً للصلايتين في وقتها بالإجماع.

(الدر المختار مع رد المختار: ۱۴/۲، كتاب الصلاة، مطلب في تعبد عليه الصلاة والسلام قبل البعثة)

(۲) وعنه مثله وهو قولهما زفر والأئمة الثلاثة قال الإمام الطحاوي وبه نأخذ.

(الدر المختار: ۱۴/۲، فتاویٰ رشیدیہ: ص ۲۹۶)

بل کہ یہ حنفیہ کا بھی ایک مضبوط ترین اور مدلل قول ہے، اس لیے اگر حنفی شخص مجبوری میں مثل اول پر عصر کی نماز پڑھتا ہے تو اس کی گنجائش ہوگی، البتہ دو مثل کے بعد عصر کی نماز پڑھنے میں زیادہ احتیاط ہے، لہذا یہ اختلاف صرف احتیاط کا ہے، جائز و ناجائز کا نہیں ہے، کہ حنفی شخص کا حجاز مقدس میں امام کے ساتھ عصر کی نماز کو مثل اول پر پڑھنا جائز ہی نہ ہو۔

رقم المسئلة (۹۳)

## دوبارہ وقت داخل ہونے کی صورت میں نماز کا حکم

بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص مغرب کی نماز پڑھ کر ہندوستان سے روانہ ہوا اور جب وہ کچھ گھنٹوں کے بعد سعودیہ یا کسی اور ملک میں پہنچا تو وہاں سورج غروب نہیں ہوا تھا، تو اب اس شخص پر غروب شمس کے بعد پھر سے مغرب کی نماز پڑھنا لازم نہیں ہے، فریضہ ادا ہو چکا، البتہ احتراماً للوقت اور موافقۃً للمسلمین (مسلمانوں کی موافقت میں) پڑھ لینا چاہیے (۱)۔

(۱) قال المحصن في شرح التنوير فلو غربت ثم عادت هل يعود الوقت الظاهر نعم. قال الشامي تحت قوله (الظاهر نعم) قلت على أن الشيخ إسماعيل رد ما بحثه في النهر تبعاً للشافعية، بأن صلاة العصر بغيبوبة الشفق تصير قضاء ورجوعها لا يعيدها أداء، وما في الحديث خصوصية لعلی كما يعطيه قوله عليه الصلاة والسلام أنه كان في طاعتك وطاعة رسولك، قلت ويلزم على الأول بطلان صوم من أفطر قبل ردها، وبطلان صلاته المغرب لو سلمنا عود الوقت يعودها للكل.

(الدر المختار مع رد المحتار: ۱۷/۲، کتاب الصلاة مطلب لوردت الشمس بعد غروبها،

فتاوی دارالعلوم زکریا: ۵۴/۲)

### طريقة الانطباق

ایک مرتبہ فرض کی ادائیگی ہو جانے کے بعد وہی فرض پھر دوبارہ فرض نہیں ہوتا ہے؛ کیوں کہ امر بالفعل تکرار کا تقاضا نہیں کرتا، اور نہ ہی تکرار کا احتمال رکھتا ہے، مثلاً اگر کسی شخص سے کہا جائے صَلَّ (نماز پڑھ) اور اس نے نماز پڑھ لی، تو اب اس پر دوبارہ نماز پڑھنا واجب نہیں ہے (۱)؛ ایسے ہی جب ایک شخص ہندوستان میں مغرب کی نماز پڑھ لے، اور وہ کسی دوسرے ملک میں جائے جہاں ابھی سورج غروب نہیں ہوا تھا، تو چوں کہ ”أقيموا الصلوة“ والے امر کی وجہ سے اس نے ایک مرتبہ مغرب کی نماز کو ادا کر لیا ہے اس لیے اب اس پر دوبارہ مغرب کی نماز پڑھنا لازم تو نہیں ہے؛ البتہ وقت کا احترام اور مسلمانوں کی موافقت کرتے ہوئے پڑھ لینا بہتر ہے۔ اس کی نظیر میں فقہانے ادراک فریضہ کی بحث میں ایک جزئیہ پیش کیا ہے کہ اگر کوئی شخص فریضہ ادا کر لے اور اس کے بعد اسی فریضہ کی ادائیگی کے لیے جماعت تیار ہو تو یہ شخص بحیثیت نفل جماعت میں شریک ہو جائے تاکہ جماعت کی موافقت ہو جائے نہ کہ بحیثیت فرض، کیوں کہ وقت واحد میں فرض مکرر نہیں ہوتا ہے (۲)۔

(۱) لما فرغ المصنف عن بيان الموجب وحكمه أراد أن يبين أنه هل يحتمل التكرار أولاً، فقال ولا يفرض التكرار ولا يحتمله أي لا يقتضي الأمر باعتبار الوجوب التكرار كما ذهب إليه قوم، ولا يحتمله كما ذهب إليه الشافعي، يعني إذا قيل مثلاً صلوا كان معناه إفعلوا الصلاة مرة، ولا يدل على التكرار عندنا أصلاً. (نور الأنوار: ۳۳۳)

(۲) و إذا أتمها بدخل مع القوم والذي صلى معهم نافلة، لأن الفرض لا يتكرر في وقت واحد.

(الهداية: ۱/ ۱۵۲، باب إدراك الفريضة)

## ﴿فجر کا مستحب وقت﴾

## رقم المتن - ۴۹

وَيُسْتَحَبُّ الْإِسْفَارُ بِالْفَجْرِ.

ترجمہ: فجر میں اسفار کرنا مستحب ہے۔

## توضیح المسئلہ

فجر کا اصل وقت تو طلوع صبح صادق سے شروع ہو جاتا ہے لیکن مستحب یہ ہے کہ اسفار یعنی تاخیر کر کے روشنی میں پڑھے کیوں کہ اسفار میں نماز پڑھنا تکثیر جماعت کا سبب ہوگا (۱)۔

## تفریع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (۹۴)

رمضان المبارک میں نماز فجر اول وقت میں پڑھنا

رمضان المبارک میں نماز فجر کا تجیلاً غلس (تاریکی) میں پڑھنا افضل اور بہتر ہے، کیوں کہ اگر سحری کھا کر آرام کیا جائے تو عام لوگوں کی جماعت ترک ہو جاتی ہے، اسی لیے ترک

(۱) عن رافع ابن خدیج قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول أسفروا بالفجر فإنه أعظم للأجر.

(السنن الترمذي: ۱/ ۴۰، باب الإسفار)

قولہ (ويستحب الإسفار بالفجر) لأن في الإسفار تكثير الجماعة، وتوسيع الحال على النائم والضعيف

(المعتصر الضروري: ص ۸۵)

في إدراك فضل الجماعة .

جماعت سے بچنے کے لیے عند الاحناف بھی اول وقت میں فجر کی نماز پڑھنا بہتر ہے (۱)۔

### طريقة الإنطباق

حدیث شریف میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کو تاریکی میں پڑھنے کے بجائے روشنی پھیلنے پر پڑھنے کی فضیلت بیان فرمائی ہے، اور ارشاد فرمایا ”وأسفروا بالفجر فإنه أعظم للأجر“ اس لیے احناف کے نزدیک فجر کو اسفار کے وقت پڑھنا ہی افضل ہے، لیکن رمضان میں فجر کی نماز صبح صادق کے بعد فوراً ادا کر لینا بہتر ہے؛ تاکہ اکثر لوگ باجماعت نماز پڑھ سکیں، کیوں کہ شریعت میں کثرت جماعت بھی مقصود ہے، اس کے برخلاف اسفار میں پڑھنے کی صورت میں اکثر حضرات کی جماعت کافوت ہو جانا یا قضا ہو جانا عموماً دیکھا جاتا ہے، اس لیے اگر رمضان المبارک میں فجر کو اول وقت میں پڑھتے ہیں تو یہ حنفیہ کے مسلک کے خلاف بھی نہیں ہے، اور جہاں حنفیہ کے نزدیک اسفار میں پڑھنے کا حکم ہے وہ عام حالات میں ہے، اس میں بھی کثرت جماعت مقصود ہے، کیوں کہ عام حالات میں دیر سے نماز پڑھنے کی صورت میں کثرت جماعت حاصل ہو جاتی ہے، اور رمضان المبارک میں اول وقت میں پڑھنے میں کثرت جماعت ہوتی ہے اور یہی اکابر

(۱) عن أنس بن مالك رضي الله تعالى عنه أن نبي الله وزيد بن ثابت تسحروا فلما فرغا من سحورهما، قام نبي الله صلى الله عليه وسلم إلى الصلاة فصلّى قلنا لأنس كم كان بين فراغهما من سحورهما و دخولهما في الصلاة، قال قدر ما يقرأ الرجل خمسين آية.

(الصحيح للبخاري: ۱/ ۸۱، كتاب موافيت الصلاة، باب وقت الفجر)

و دل علی تغلیسہ صلی اللہ علیہ وسلم بالفجر فی شهر رمضان و علیہ تعامل أهل العلم من مشايخنا بديوبند.

(معارف السنن: ۵/ ۳۶۲، أبواب الصوم، باب ما جاء في تأخير السحور، فتاوی قاسمیہ: ۵/ ۲۷۴)

دیوبند کا مسلک بھی ہے (۱)۔

رقم المسئلة (۹۵)

صبح صادق اور طلوع شمس، غروب و ابتدائے عشاء کے مابین فاصلہ کی

مقدار موجودہ گھڑی (Clock) کے اعتبار سے

صبح صادق و طلوع شمس، اور غروب شمس و ابتدائے عشاء کے مابین اوقات کی مقدار موجودہ گھڑی کے اعتبار سے اکثر حضرات نے ایک گھنٹہ بیس منٹ سے، اڑتیس منٹ کے درمیان تک بتلائی ہے؛ البتہ حضرت مفتی رشید صاحب احسن الفتاویٰ نے ۵۷/منٹ بتلائی ہے (۲)، لیکن یہ ان کا تفرد ہے، اکثر حضرات کی رائے اس کے خلاف ہے اور ۱۸ درجے والے قول کو اکثر حضرات نے اختیار کیا ہے۔ مثلاً کفایت المفتی میں ہے کہ یہ وقفہ ہمیشہ یکساں نہیں رہتا ماہ ب ماہ یعنی تھوڑے تھوڑے دن میں اس میں کمی بیشی

(۱) عن زید بن ثابت تسحرنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم قمنا إلى الصلاة قال قلت کم کان قدر ذلك قال قدر خمسين آية. (السنن للترمذي: ۱/۱۵۰، أبواب الصوم، باب ما جاء في تأخير السحور) قال العلامة أنور شاه کشمیری فی العرف الشذی دل المحدث علی تغلیسه علیہ السلام فی رمضان و هو عمل قطان دیوبند. (العرف الشذی علی الترمذي: ۱/۱۵۱، أبواب الصوم، ما جاء في تأخير السحور) نعم ذکر شراح الهدایة و غیرہم فی باب التیمم أن أداء الصلاة فی أول الوقت أفضل إلا إذا تضمن التأخير فضیلة لا تحصل بدونه کتکثیر الجماعة، ولهذا کان أولى للنساء أن یصلین فی أول الوقت، لأنهن لا یخرجن إلى الجماعة کذا فی مبسوط السرخسی و فخر الإسلام.

(رد المحتار: ۲/۲۵۰، کتاب الصلاة، مطلب فی طلوع الشمس من مغربها)

(۲) أحسن الفتاوی: ۲/۱۴۶



ہوتی رہتی ہے، مگر یہ وقفہ ایک گھنٹہ اکیس منٹ سے کبھی کم نہیں ہوتا۔ جون کے مہینے میں وہ سب سے زائد یعنی ایک گھنٹہ اڑتیس منٹ کا ہوتا ہے، اور ستمبر میں وہ سب سے کم یعنی ایک گھنٹہ اکیس منٹ کا ہوتا ہے، اسی طرح فتاویٰ دارالعلوم دیوبند میں ہے (۱)۔

غروب کے بعد عشاء کا وقت عند ابی حنیفہ اُس وقت ہوتا ہے کہ جب شفق ابیض غائب ہو جاوے، اور صاحبین کے نزدیک شفق احمر کے غائب ہونے کے بعد ہوتا ہے، صاحبین کا قول مفتی بہ ہے اور امام کا قول احتیاط پر مبنی ہے۔ اس کی مقدار بعض موسموں میں ایک گھنٹہ چوبیس پچیس منٹ اور بعض موسموں میں ایک گھنٹہ ۲۷ منٹ اور بعض موسموں میں اس سے بھی زیادہ ہوتی ہے، بس مغرب و عشاء میں ڈیڑھ گھنٹہ سے کم فاصلہ نہ کرنا چاہیے بل کہ احتیاطاً پونے دو گھنٹہ کا فاصلہ کرنا چاہیے (۲)۔

(۱) أول وقت الفجر إذا طلع الفجر الثاني وهو البياض المعترض في الأفق، وأخروفتها ما لم تطلع الشمس.

(المختصر القدوري: ص ۱۹)

(۲) وأول وقت المغرب إذا غربت الشمس، وآخر وقتها ما لم تغب الشفق، وهو البياض الذي يري في الأفق بعد الحمرة عند أبي حنيفة، وقال أبو يوسف ومحمد هو الحمرة. (المختصر القدوري: ص ۲۰)

ووقت المغرب منه إلى غيوبة الشفق وهو الحمرة عندهما وبه يفتي، وعند أبي حنيفة الشفق هو البياض الذي يلي الحمرة، وقول أبي حنيفة أحوط، لأن الأصل في باب الصلاة أن لا يثبت فيها ركن ولا شرط إلا بما فيه يقين كذا في النهاية.

(الفتاوى الهندية: ۵۱/۱، الفصل الأول في أوقات الصلاة،

فتاوى دارالعلوم زكريا: ۵۵/۲، فتاوى دارالعلوم دیوبند: ۴۲/۲، كفاية المفتي: ۷۲/۳)

## طريقة الانطباق

نماز فجر کے ابتدا و انتہا کے سلسلے میں ماہ الامتیاز صبح صادق اور سورج کا طلوع ہے یعنی صبح صادق پر فجر کی نماز کا وقت شروع ہو کر طلوع شمس پر ختم ہو جاتا ہے (۱)؛ اسی طرح نماز مغرب کے ابتدا و انتہا اور نماز عشاء کے ابتدا کے سلسلے میں ماہ الامتیاز غروب شمس اور شفق ابیض کا غائب ہونا ہے یعنی غروب شمس پر مغرب کی نماز کا وقت شروع ہوتا ہے اور شفق ابیض کے غائب ہونے پر ختم ہو کر وہی سے عشاء کی نماز کا وقت شروع ہو جاتا ہے (۲)۔

یہی صبح صادق و طلوع شمس اور غروب شمس و ابتدائے عشاء کے مابین علامت شرعی ہے، لیکن چوں کہ ہمارے اس دور میں گھڑی کا رواج بہت عام ہو چکا ہے، اور لوگوں کو علامت شرعی میں واقفیت بھی کم ہے، اسی لیے ہمارے فقہائے کرام نے مختلف موسموں کا لحاظ کرتے ہوئے قرینہ ظاہریہ کے ذریعہ موجودہ گھڑی کے اعتبار سے صبح صادق و طلوع شمس اور غروب شمس و ابتدائے عشاء کے درمیانی وقت کو لوگوں کی سہولت کے پیش نظر بیان کیا ہے، اور وہ یہ ہے کہ صبح صادق اور طلوع شمس کے درمیان کا وقت کم از کم ایک گھنٹہ ۲۱ منٹ کا ہوتا ہے اور زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹہ ۳۸ منٹ کا ہوتا ہے، اور غروب شمس و ابتدائے عشاء کا درمیانی وقت مختلف موسموں کے اعتبار سے تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ کا ہوتا ہے۔

(۱) أول وقت الفجر إذا طلع الفجر الثاني وهو البياض المعترض في الأفق وآخر وقتها ما لم تطلع الشمس.

(المختصر القدوري: ص ۱۹)

(۲) وأول وقت المغرب إذا غربت الشمس وآخر وقتها ما لم تغب الشفق وهو البياض الذي يرى في

(المختصر القدوري: ص ۲۰)

الأفق بعد الحمرة عند أي حنيقة.

اور شریعتِ مطہرہ میں ایسا قرینہ معتبر ہے جس سے ظن غالب کا علم حاصل ہو جائے، اور موجودہ گھڑی سے بیان کردہ اوقات ظن غالب سے ہی نکالے گئے ہیں (۱)۔

(۱) ذهب الحنيفة والمالكية والشافعية والحنابلة وابن القيم وابن فرحون إلى جواز العمل بالقرائن في الجملة استدلال القائلون بالقضاء بالقرائن بأدلة من الكتاب والسنة.

أولاً: الكتاب قوله تعالى ”وجاؤا على قميصه بدم كذب“ وجه الاستدلال من الآية هو ما قاله الإمام القرطبي في تفسيره حيث قال علماءنا رحمة الله عليه لما أرادوا أن يجعلوا الدم علامة صدقهم، قرن الله بهذه العلامة علامة تعارضها وهي سلامة القميص من التمزيق، إذ لا يمكن اغتراس الذئب ليوسف ويسلم القميص، وأجمعوا على أن يعقوب استدلال على كذبهم بصحة القميص، فاستدل بهذه الآية في أعمال الأمارات في مسائل كثيرة من الفقه.

ثانياً: وأما ما ورد في السنة النبوية عن عبد الرحمن بن عوف أن ابني عفراء تداعيا قتل أبي جهل يوم بدر عند رسول الله فقال لهما رسول هل مسحتما سيفيكما؟ قالوا لا، فقال أرياني سيفيكما فلما نظر فيهما لأحدهما هذا قتله وقضى له بسلبه وجه الاستدلال من الحديث حكم رسول الله بالسلب لأحدهما اعتماداً على العلامة والقرينة.

(طرائق الحكم المتفق عليها والمختلف فيها في الشريعة الإسلامية: ص: ۲۸۳)

## باب الأذان

### رقم المتن - ۵۰

الْأَذَانُ سُنَّةٌ لِلصَّلَاةِ الْخَمْسِ وَالْجُمُعَةِ دُونَ مَا سِوَاهَا.

ترجمہ: اذان سنت ہے، پانچوں نمازوں اور جمعہ کے لیے نہ کہ ان کے علاوہ کے لیے۔

### توضیح المسئلہ

اذان کے لغوی معنی اعلام (اعلان) کے آتے ہیں، اور شرعاً اوقات مخصوصہ (صلواتِ خمسہ کے اوقات) میں مخصوص الفاظ سے اعلان کرنے کو کہتے ہیں، اور یہ اذان صلواتِ خمسہ اور جمعہ کے لیے سنتِ مؤکدہ ہے، تاکہ نمازیوں کو اوقاتِ نماز کی اطلاع ہو جائے اور مسجد میں حاضر ہو کر باجماعت نماز ادا کر سکیں (۱)۔

(۱) الأذان هو في اللغة: الإعلام قال تعالى: وأذان من الله ورسوله، وفي الشرع عبارة من إعلام مخصوص في أوقات مخصوصة بالفاظ مخصوصة جعلت علماً للصلاة.

(المعتصر الضروري: ص ۸۶، باب الأذان)

## تفریع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (٩٦)

مساجد میں سیٹلائٹ (Satellite) کے ذریعہ ٹیلی کاسٹ  
(Telecast) کرنے کا حکم

آج کل بعض ممالک میں صرف ایک ہی مسجد میں آذان دی جاتی ہے، اور بقیہ مساجد میں اسی آذان کو سیٹلائٹ (Setellite) کے ذریعہ ٹیلی کاسٹ (Telecast) کیا جاتا ہے، ان کا یہ عمل خلاف سنت ہے جو لوگ ایسا کریں گے وہ تارک سنت ہوں گے، کیوں کہ ہر مسجد میں علیحدہ علیحدہ آذان مسنون ہے اگرچہ مساجد اتنی قریب ہوں کہ ایک مسجد کی آذان کی آواز دوسری مسجد تک پہنچ جاتی ہو (۱)۔

## طريقة الإنطباق

اذان صرف اعلان کا نام نہیں بل کہ اذان کے لیے شرائط و آداب ہیں، مثلاً

(۱) الأذان سنة للصلوات الخمس والجمعة. (المختصر القدوري: ص ۲۲)

بكره أداء المكتوبة بالجماعة في المسجد بغير أذان وإقامة كذا في فتاوى قاضي خان.

(الفتاوى الهندية: ۱/ ۵۴)

روى ابن أبي مالك عن أبي يوسف عن أبي حنيفة في قوم صلوا في المصر في منزل أو في مسجد منزل فأخبروا بأذان الناس وإقامتهم أجزاءهم وقد أساءوا بتركهما، فقد فرق بين الجماعة والواحد لأن أذان الحي يكون أذاناً للأفراد ولا يكون أذاناً للجماعة.

(بدائع الصنائع: ۱/ ۶۵۳، بيان محل وجوب الأذان،

فتاوى دارالعلوم زكريا: ۲/ ۹۳، فتاوى محمودية: ۵/ ۳۹۹)

استقبالِ قبلہ (۱)، کانوں میں انگلیاں ڈالنا (۲)، جیعلتین میں دائیں بائیں مڑنا وغیرہ (۳)؛ یہ چیزیں سیٹلائٹ والی اذان میں نہیں پائی جاتیں، اگر اذان کا مقصد صرف اعلان و اطلاع ہوتا تو پھر منفرد اور سفر میں سارے ساتھیوں کے موجود ہونے کی صورت میں اذان نہیں کہنی چاہیے تھی، لیکن اذان تو مخصوص کلمات کے کہنے اور کسی مسلمان مؤذن کی زبان سے ادا ہونے کا نام ہے، اور یہ باتیں سیٹلائٹ والی اذان میں نہیں پائی جاتیں، اس لیے سیٹلائٹ والی اذان درست نہیں ہوگی (۴)، اسی لیے ہر مسجد میں علیحدہ علیحدہ اذان دینا ضروری ہوگا (۵)۔

### رقم المتن - ۵۱

وَيَنْبَغِي أَنْ يُؤْذَنَ وَيُقِيمَ عَلَى طَهْرٍ فَإِنْ أُذِّنَ عَلَى غَيْرِ ضَوْءٍ جَازٍ.

ترجمہ: اور مناسب ہے کہ اذان و اقامت طہارت کے ساتھ کہے اور اگر بے وضو اذان کہہ دیا تب بھی جائز ہے۔

### توضیح المسئلة

اذان کہتے وقت مؤذن کا حدثِ اکبر سے پاک ہونا سنت ہے، اور حدثِ اصغر سے پاک ہونا مستحب ہے، پس اگر حدثِ اکبر کی حالت میں کوئی شخص اذان کہے تو مکروہ

(۱) ويستقبل بهما القبلة. (المختصر القدوري: ص ۲۲)

(۲) وأن يجعل إصبعيه في أذنيه. (نور الإيضاح: ص ۶۱، باب الأذان)

(۳) فإذا بلغ إلى الصلاة والفلاح حوّل وجهه يميناً وشمالاً. (المختصر القدوري: ص ۲۲)

(۴) إذا فات الشرط فات المشروط. (جمهرة: ۲/۶۲۳)

(۵) الأذان والإقامة عند الجمهور غير الحنابلة ومنهم الحنفی الحنبلي سنة مؤكدة للرجال جماعة في

كل مسجد للصلوات الخمس والجمعة دون غيرها. (الفقه الإسلامي وأدلته: ۱/۶۹۳، حكم الأذان)

تحریمی ہے، اور اس اذان کا لوٹنا مستحب ہے؛ کیوں کہ اذان کا تکرار مشروع ہے، اس لیے کہ اذان کا مقصود اعلام الغائبین ہے، ہو سکتا ہے بعض نے نہ سنا ہو، اور دوسری مرتبہ اذان دینے کی صورت میں سن لیں (۱)، لہذا تکرار اذان فائدے سے خالی نہیں ہے اور اگر حدث اصغر کی حالت میں کوئی شخص اذان کہہ دے تو جائز ہے؛ کیوں کہ اذان ذکر ہے نماز نہیں کہ اس کے لیے وضو ضروری ہو (۲)۔

### تفریع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (۹۷)

#### ٹیپ ریکارڈ (Tape record) سے اذان

ٹیپ ریکارڈ (Tape record) سے اذان درست نہیں ہے، اس لیے کہ مؤذن وہی ہو سکتا جو ناطق و عاقل ہو، اور قوتِ گویائی رکھتا ہو، اور ٹیپ ریکارڈ میں یہ چیز

(۱) ویکره أن يؤذن وهو جنب. (المختصر القدوري: ص ۲۲)

ویکره أن يؤذن وهو جنب رواية واحدة ووجه الفرق على إحدى الروايتين هو أن للأذان شبهة بالصلاة فيشترط الطهارة عن أغلظ الحدثين دون أخفهما عمدا بالشبهين، وفي الجامع الصغير إذا أذن على غير وضوء وأقام لا يعيدو الجنب أحب إلي أن يعيد..... لأن تكرار الأذان مشروع دون الإقامة.

(الهداية: ۱/۹۱، باب الأذان)

وكره أذان الجنب وإقامته ولا تعاد هي بل هو، لأنه لم يشرع تكرار الإقامة، لأنها لإعلام الحاضرين فيكفي الواحد، والأذان لإعلام الغائبين فيحتمل سماع البعض دون البعض فتكراره مفيد.

(شرح الوقاية: ۱/۱۳۶، باب الأذان)

(۲) وينبغي أن يؤذن ويقام على طهر، فإن أذن على غير وضوء جاز، لأنه ذكر وليس بصلاة فكان

الوضوء فيه استحبابا كما في القراءة. (الهداية: ۱/۹۰، باب الأذان)

مفقود ہیں (۱)۔

### طريقة الإنطباق

اذان کا مسئلہ بڑا اہم اور عظیم الشان ہے، اسی لیے فقہانے مؤذن کے اوصاف بیان کئے ہیں کہ مؤذن نیک ہو، سنت اور اوقات صلوٰۃ کا جاننے والا ہو، عاقل بالغ ہو یہی وجہ ہے کہ نابالغ اور مجنون کی اذان مکروہ ہے (۲)؛ نیز مؤذن ناطق اور گویا ہو، اور ٹیپ ریکارڈ میں یہ ساری صفات مفقود ہیں (۳)، بل کہ ٹیپ ریکارڈ ایک بے ارادہ غیر مختار ناقل ہے، جو کسی آواز کی نقل کرتا ہے، جب کہ اذان ایک عبادت ہے جو قلب کی کیفیت کے ساتھ انجام دی جاتی ہے، اور ٹیپ ریکارڈ ایک جامد اور غیر حساس شے ہے، جس کی آواز کو عبادت نہیں کہا جاسکتا، اس کی آواز کی حیثیت مستقل بول کی نہیں ہے بل کہ وہ تابع محض ہے، لہذا اس طرح دی گئی اذان درست نہیں ہوگی، بل کہ محض اس کا صوتی اور لفظی تکرار ہوگا، اس کی نظیر یہ ہے کہ فقہانے سکھائے ہوئے پرندوں کی آواز اور تلاوت کو اصل تلاوت کا درجہ نہیں دیا ہے، اسی لیے اس کی وجہ سے سجدہ تلاوت واجب نہیں ہوتا ہے (۴)۔

(۱) وما أذان الصبي الذي لا يعقل فلا يجزي ويعد، ولأن ما يصدر لا عن عقل لا يعتد به كصوت الطيور ومنها أن يكون عاقلاً. (بدائع الصنائع: ۱/۶۴۶، فصل فيما يرجع إلى صفات المؤذن،

فتاویٰ حقانیہ: ۳/۸۳، محقق ومذلل جدید مسائل: ۱/۱۳۱)

(۲) ويستحب أن يكون المؤذن صالحاً عالماً بالسنة وأوقات الصلاة ويكره أذان صبي لا يعقل و مجنون. (نور الابصار: ۶۱، باب الأذان)

(۳) إذا فات الشرط فات المشروط. (جمہرۃ: ۲/۶۲۳)

(۴) ولا تجب إذا سمعها من طهر هو المختار وإن سمعها من الصدى لا تجب عليه كذا في الخلاصة.

(الفتاویٰ الہندیہ: ۱/۶۸، جدید فقہی مسائل: ۱/۵۴)



رقم المسئلة (٩٨)

## اذان میں لاؤڈ سپیکر (Loud speaker) کے استعمال کا حکم

مسجد میں لاؤڈ سپیکر (Loud speaker) پر اذان دینا درست ہے، اس میں کوئی کراہت نہیں ہے کیوں کہ اذان میں اعلان مقصود ہے اور اعلان کے لیے رفع صوت مفید ہے (۱)، اور جن فقہانے مسجد میں اذان دینے کو مکروہ لکھا ہے اس کی علت فقط باہر آواز کا نہ پہنچنا ہے (۲)، اور جب لاؤڈ سپیکر سے آواز ہر جگہ پہنچ جاتی ہے تو علت منع نہیں پائی گئی (۳)، اس لیے مسجد میں لاؤڈ سپیکر پر اذان دینا بلا کسی کراہت کے جائز ہوگا؛ کیوں کہ فی نفسہ اذان کوئی ایسی چیز نہیں جو کہ احترام مسجد کے خلاف ہو (۴)۔

### طريقة الإنطباع

اذان کا مقصد اپنے کاموں میں مشغول رہنے والے غائبین کو نماز کی اطلاع دینا

(۱) منها أن يحجر بالأذان فيرفع به صوته، لأن المقصود وهو الإعلام يحصل به، ألا ترى أن النبي صلى الله عليه وسلم قال كعبد الله بن زيد رضي الله عنه علمه بلالا، فإنه اندى وأمد صوتا منك، ولهذا كان الأفضل أن يؤذن في موضع يكون أسمع للجيران كالمثدنة ونحوها.

(بدائع الصنائع: ۱/ ۶۴۲، فصل في بيان سنن الأذان)

(۲) وينبغي أن يؤذن على المثدنة أو خارج المسجد ولا يؤذن في المسجد.

(الفتاوى الهندية: ۱/ ۵۵، الباب الثاني في الأذان)

(۳) إذا ارتفعت العلة ارتفع معلولها.

(۴) ويؤذن المؤذن حيث يكون أسمع للجيران، لأن المقصود إعلامهم ويرفع صوته لأن الإعلام لا يحصل إلا به.

فتاوى دارالعلوم زكريا: ۲/ ۹۵، فتاوى محمودية: ۵/ ۳۸۵

ہے، اور بغیر لاؤڈ سپیکر کے اذان دینے کی صورت میں چوں کہ یہ مقصد کامل طور پر حاصل نہیں ہوتا ہے، اس لیے آواز بڑھانے کے لیے لاؤڈ سپیکر میں اذان دینا تاکہ مقصد (اطلاع) کامل طور پر حاصل ہو جائے، جائز و درست ہے (۱)۔

رقم المسئلة (۹۹)

لاؤڈ سپیکر (Loud speaker) پر اذان کے دوران

بجلی چلی جانے کی صورت میں حکم

بسا اوقات موزن لاؤڈ سپیکر پر اذان دیتا ہے، اور دوران اذان ہی بجلی چلی جاتی ہے، ایسی صورت میں اذان خانہ سے باہر آ کر پوری اذان مستقل کہی جائے تاکہ سب لوگ اس کو پورے طور پر سن لیں اور کوئی اشتباہ نہ رہے (۲)۔

(۱) منها أن يجهر بالاذان فيرفع به صوته، لأن المقصود وهو الإعلام يحصل به.

(بدائع الصنائع: ۱/۶۴۲، فصل في بيان الأذان)

ويؤذن المؤذن حيث يكون أسمع للخير، لأن المقصود إعلامهم ويرفع صوته لأن الإعلام لا يحصل إلا به. (المبسوط للشيخ: ۱/۱۳۸، باب الأذان، فتاوى قاسميه: ۵/۳۷۵)

الحكم يبنى على المقصود ولا ينظر إلى اختلاف العبارة بعد اتحاد المقصود.

(موسوعة القواعد الفقهية: ۵/۲۳۱)

(۲) والأذان لإعلام الغائبين فيحتمل سماع البعض دون البعض، فتكراره مفيد.

(شرح الوقاية: ۱/۱۳۶، باب الأذان)

لأن تكراره مشروع كما في أذان الجمعة، لأنه إعلام الغائبين فتكريره مفيد لاحتمال عدم سماع البعض.

(البحر الرائق: ۱/۴۵۸، باب الأذان، فتاوى محموديه: ۵/۴۴۸)

### طريقة الإنطباق

اذان کا مقصد اپنے کاموں میں مشغول رہنے والے غائبین حضرات کو نماز کی اطلاع کرنا ہے، اس لیے اگر لاؤڈ اسپیکر پر دوران اذان لائٹ چلی گئی، تو اذان کو دوبارہ مستقلاً لوٹایا جائے گا، کیوں کہ ہو سکتا ہے کہ پہلی مرتبہ کچھ لوگوں نے نہ سنا ہو، اور دوسری مرتبہ سن لیں، اسی وجہ سے فقہانے تکرار اذان کو مشروع قرار دیا ہے کیوں کہ اس کا مقصد اعلام الغائبین ہے، اسی لیے تکرار اذان مفید ہے برخلاف اقامت کہ اس کا تکرار مشروع نہیں ہے، کیوں کہ اس کا مقصد اعلام الحاضرين ہے، اور وہ ایک مرتبہ کہنے سے حاصل ہو چکا ہے (۱)۔

رقم المسئلة ( ۱۰۰ )

### اِگو (Echo) والے مائک میں اذان

آج کل مساجد میں اذان کے لیے لاؤڈ اسپیکر میں ایک آلہ (جس کو اِگو "Echo" کہا جاتا ہے) لگایا جاتا ہے، اس کے استعمال سے الفاظ میں کچھ ایسی ندرت پیدا ہوتی ہے جو بہت اچھی لگتی ہے، ساتھ ساتھ پُرکشش بھی ہو جاتی ہے، شرعاً ایسے اِگو والے مائک میں اذان دینا جائز و درست ہے، کیوں کہ اس میں اذان دینے سے اذان کا مقصود (اطلاع) بدرجہ اتم حاصل ہو جاتا ہے (۲)۔

(۱) ولا تعداد هي بل هو لأنه لم يشرع تكرار الإقامة لأنها لإعلام الحاضرين فيكفي الوحدة، والأذان

لإعلام الغائبين فيحتمل سماع البعض دون البعض فتكراره مفيد. (شرح وقايه: ۱/۱۳۶، باب الأذان)

(۲) وفي حديث عبد الله بن زيد عن عبد ربه، فإنه أئدى صوتاً منك، وقال النووي من هذا الحديث

يؤخذ استحباب كون المؤذن رفيع الصوت.

(مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح: ۲/۳۲۱، باب الأذان، كتاب النوازل: ۳/۱۳۵)

## طريقة الإنطباع

اذان میں آواز کی بلندی اور حسن صوت مطلوب ہے، تاکہ احسن طریقے سے لوگ کلماتِ اذان کو سن سکیں، اور یہ معنی اِکُو (Ecco) والے مانک میں بدرجہ اتم موجود ہے، کیوں کہ اس میں اذان کی آواز بلند ہونے کے ساتھ پرکشش بھی ہوتی ہے، اور اذان کے کلمات میں کسی طرح کا تغیر بھی نہیں ہوتا ہے، اس لیے مقصود اذان کے پائے جانے کی وجہ سے اِکُو والے لاؤڈ اسپیکر میں اذان دینا جائز و درست ہوگا (۱)۔

## باب شروط الصلاة

## رقم المتن - ۵۴

وَيَجِبُ عَلَى الْمُصَلِّيِّ أَنْ يُقَدِّمَ الطَّهَّارَةَ مِنَ الْأَحْدَاثِ وَالْأَنْجَاسِ عَلَى مَا قَدَّمَ نَاهُ.

ترجمہ: نمازی پر واجب ہے کہ مقدم کرے پاکی کو احداث اور انجاس (نجاست حقیقی و حکمی) سے جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کر دیا۔

(۱) منها أن يجهر بالأذان فيرفع به صوته لأن المقصود وهو الإعلام يحصل به. (بدائع الصنائع: ۱/۳۶۹) وأما مجرد تحسين الصوت بلا تغير لفظه فإنه حسن.

(شرح الوقاية: ۱/۱۲۴، باب الأذان، باب شروط الصلاة)

الحكم يبنى على المقصود ولا ينظر إلى اختلاف العبارة بعد اتحاد المقصود.

(موسوعة القواعد الفقهية: ۵/۲۳۱)

## توضیح المسئلة

نماز کے شروع کرنے سے پہلے مصلیٰ کا احداث سے پاک ہونا ضروری ہے۔  
حدث کی دو قسمیں ہیں:

(الف) حدث اصغر جیسے وضو کرنے کی ضرورت ہو (۱)۔

(ب) حدث اکبر جیسے غسل کرنے کی ضرورت ہو۔ مثلاً جنابت ہو یا حیض و نفاس سے پاک ہوئی ہو، تو مصلیٰ کو ان دونوں حدثوں سے پاک ہونا ضروری ہے (۲)، اسی طرح انجاس سے یعنی نجاست ظاہریہ پیشاب یا پاخانہ، خون، شراب وغیرہ سے بھی مصلیٰ کا پاک ہونا ضروری ہے (۳)۔

## تفریع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (۱۰۱)

پیشاب کی شیشی (Bottle of urine) جیب میں رکھ کر نماز پڑھنا  
بسا اوقات کسی مریض کو ڈاکٹر حضرات پیشاب (Urine) چیک کرنے کے  
لیے شیشی دیتے ہیں، جس میں مریض اپنا پیشاب نکالتا ہے، اگر وہ مریض اس پیشاب کی  
شیشی کو اپنے جیب میں رکھ کر نماز پڑھ لے تو اس کی نماز صحیح نہیں ہوگی (۴)۔

(۱) یا أيہا الذین آمنوا إذا قمتم إلى الصلاة فاغسلوا وجوهکم وأیدیکم إلى المرافق. (المائدة: ۶)

(۲) وإن كنتم جنبا فاطهروا. (المائدة: ۶)

(۳) وثیابک فطهر. (المدثر: ۴)

تطهير النجاسة واجب من بدن المصلی وثوبه والمكان الذي یصلی علیه. (المختصر القدوري: ص ۱۸)

(۴) وفي النصاب رجل صلی وفي کمه قارورة فیها بول، لا یجوز الصلاة سواء كانت ممتلئة أو لم =

## طريقة الانطباق

یہاں ایک ضابطہ سمجھ لینا چاہیے تاکہ انطباق واضح ہو جائے کہ نجاست جب تک اپنے معدن (جگہ) میں ہو اس پر نجاست کا حکم نہیں لگتا ہے، اور اگر وہ اپنے معدن قرار گاہ سے علیحدہ ہو جائے تو اس پر نجاست کا حکم لگ جاتا ہے (۱)، مثلاً اگر نمازی کے جیب میں ایسا انڈا ہے جس کی زردی خون ہو گئی ہے، یا انڈے میں مرا ہوا بچہ ہے تو کوئی حرج نہیں، نماز ہو جائے گی، کیوں کہ یہ نجاست اپنے معدن میں ہے، اور وہ نماز کے لیے مانع نہیں، جیسا کہ خود نمازی کے پیٹ میں نجاست رہتی ہے (۲)، لیکن اگر پیشاب کی شیشی جیب میں رکھ کر نماز پڑھی تو نماز نہیں ہوگی، اگرچہ اس شیشی کو کتنا ہی بند کر لے کیوں کہ یہ نجاست اپنے معدن سے نکلی ہوئی ہے؛ پس اس کو جیب میں رکھنے سے وہ حامل نجاست ٹھہرے گا، اور حمل نجاست کے ساتھ نماز درست نہیں ہوتی ہے (۳)۔

= تکن لأن هذا ليس في مظانه و معدنه. (الفتاوى الهندية: ١/٦٢)

ولو صلى و في كمة قارورة مضمومة فيها بول لم تجز صلاته، لأنه في غير معدنه ومكانه.

(البحر الرائق: ١/٤٦٥، باب شروط الصلاة، كتاب المسائل: ١/٢٦٥)

(١) والشيء مادام في معدنه لا يعطى له حكم النجاسة. (البحر الرائق: ١/٤٦٥، باب شروط الصلاة)

(٢) قال الشامي أقول ونجاسة باطنه في معدنها فلا يظهر حكمها كنجاسة باطن المصلي، كما لو

صلى حاملاً بيضة مذرة صار معها دمًا جاز، لأنه في معدنه، والشيء مادام في معدنه لا يعطى له حكم

النجاسة. (رد المحتار: ٢/٧٤، باب شروط الصلاة)

(٣) بخلاف ما لو حمل قارورة مضمومة فيها بول فلا تجوز صلاته، لأنه في غير معدنه كما في البحر

عن المحيط. (رد المحتار: ١/٧٤، باب شروط الصلاة)

## ﴿ مرد کا ستر ﴾

## رقم المتن - ۵۳

يَجِبُ عَلَى الْمُصَلِّي أَنْ يَسْتُرَ عَوْرَتَهُ وَالْعَوْرَةَ مِنَ الرَّجُلِ مَا تَحْتَ السُّرَّةِ إِلَى الرُّكْبَةِ.

ترجمہ: مصلیٰ پر واجب ہے کہ وہ اپنے ستر کو چھپائے اور آدمی کا ستر ناف کے نیچے سے گھٹنے کے نیچے تک ہے۔

## توضیح المسئلة

آدمی کا ستر ناف سے لے کر گھٹنے کے نیچے تک ہے (۱)، جس کا نماز میں اور نماز کے باہر چھپانا واجب ہے (۲)، آدمی کے ستر کی جو مقدار بیان کی گئی ہے فقہاء کے نزدیک یہ آٹھ اعضاء پر مشتمل ہے، پہلا ذکر اور اس کے ارد گرد کی جگہ، دوسرا دونوں خبیہ اور اس کے ارد گرد کی جگہ، تیسرا دبر اور اس کے آس پاس کی جگہ، چوتھا اور پانچواں دونوں سرین، چھٹا اور ساتواں دونوں رانیں گھٹنوں سمیت، آٹھواں ناف کے نیچے سے لے کر زیر ناف بال اگنے کی درمیانی جگہ (۳)، اگر ان میں سے کسی ایک عضو کا چوتھائی حصہ ایک رکن یعنی تین

(۱) والعورة من الرجل ما تحت السرة إلى الركبة. (المختصر القدوري: ص ۲۳)

(۲) ويجب على المصلي أن يستر عورته.

(المختصر القدوري: ص ۲۳)

(۳) أعضاء عورة الرجل ثمانية، الأول الذكر وما حوله، الثاني الأنثيان وما حوله، الثالث الدبر وما

=

تسبیحات پڑھنے کی بقدر کھلا رہا تو نماز فاسد ہو جائے گی (۱)۔

## تفریع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (۱۰۲)

بیل بوٹم پینٹ اور شارٹ شرٹ (Short Shirt)

پہن کر نماز پڑھنے کا حکم

آج کل بیل بوٹم پینٹ (پتلون) اور شارٹ شرٹ (چھوٹے قمیص) کا رواج عام ہو چکا ہے۔ ایسے تنگ اور چست پتلون اور چھوٹے قمیص کو پہن کر نماز پڑھنا درست نہیں ہے؛ کیوں کہ ان میں واجب ستر کی رعایت نہیں ہوتی ہے (۲)۔

## طريقة الإنطباق

تنگ و چست بیل بوٹم پینٹ اور شارٹ شرٹ کو پہن کر نماز پڑھنا اس وجہ سے درست نہیں ہے کہ جب اس کو پہننے والا سجدہ و رکوع میں جاتا ہے، تو شرٹ اوپر کی طرف اور پینٹ نیچے کی طرف کھسک جاتی ہے، اور ان آٹھ اعضاء ستر میں سے ایک عضو کا اکثر

= حوله، الرابع والخامس الإلثان، السادس والسابع الفخذان مع الر كبتين، الثامن ما بين السرة إلى العانة مع ما يحاذي ذلك من الحنين والظهر والبطن. (رد المحتار: ۸۲/۲، کتاب الصلاة، باب شروط الصلاة) (۱) وإن انكشف عضو فستر من غير لبث لا يضره، وإن أدى معه ركنا يفسد صلاته، وإن لم تودلكن مكث مقدار ما يؤدي فيه ركنه فيه ركنا بسنة فلم يستر فسدت صلاته عند أبي حنيفة و أبي يوسف.

(منية المصلي: ص ۷۵، المسائل المهمة: ۳۸/۱)

(۲) ويجب على المصلي أن يستر عورته.

(منية المصلي: ص ۷۳، المسائل المهمة: ۳۹/۱)

وأما الشرط الثالث فهو ستر العورة.



حصہ کھل جاتا ہے جس کا چھپانا شرعاً واجب ہے جس کی وجہ سے خود تو اس کی نماز فاسد ہوتی ہے اور دوسرے کے نماز میں بھی خلل واقع ہوتا ہے، اس لیے اس طرح کا لباس پہن کر نماز پڑھنا درست نہیں ہے (۱)۔

## ﴿عورت کا ستر﴾

### رقم المتن - ۵۴

وَبَدَنُ الْمَرْأَةِ الْحُرَّةِ كُلُّهُ عَوْرَةٌ إِلَّا وَجْهَهَا وَكَفَّيْهَا.

ترجمہ: اور آزاد عورت کا پورا بدن ستر ہے سوائے اس کے چہرے اور ہتھیلیوں کے۔

### توضیح المسئلة

آزاد عورت کا پورا بدن نماز میں ستر ہے سوائے اس کے چہرے اور اس کی دونوں ہتھیلیاں، یہ دونوں ستر نہیں ہیں، یعنی یہ اگر نماز میں کھل جائے تو نماز فاسد نہیں ہوگی، اور قد میں (دونوں پنچے) ستر ہیں یا نہیں، اس سلسلے میں اختلاف ہے، لیکن قولِ اصح یہی ہے کہ قد میں بھی ستر نہیں ہے؛ پس معلوم ہوا کہ چہرہ ہتھیلیاں دونوں قدم کے علاوہ عورت کا پورا بدن نماز میں ستر ہے جن کا چھپانا واجب ہے (۲)۔

(۱) وإن انكشف عضوه فستر من غير لبث لا يضره، وإن أذى معه ركنا يفسد صلاته، وإن لم يؤد لكن

مكث مقدار ما يؤدى فيه ركنه بسنة فلم يستر فسدت صلاته. (منية المصلي: ص ۷۵)

(۲) وبدن الحرة كلها عورة إلا وجهها وكفها لقوله عليه السلام المرأة عورة مستورة، واستثناء العضوين

للإبتلاء بابتائهما، قال وهذا تنصيص على أن القدم عورة ويروى أنها ليست بعورة وهو الأصح.

(الهداية: ۱/ ۹۳، باب شرط الصلاة)

## تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (١٠٣)

نماز میں باریک دوپٹہ (Shiffon Dupatta) کا استعمال

اگر کوئی عورت نماز میں اپنے سر پر ایسا باریک دوپٹہ رکھ کر نماز پڑھے جس میں سر کے بال نظر آرہے ہوں، تو ایسے باریک دوپٹہ کے ساتھ نماز پڑھنا درست نہیں ہوگا (۱)۔

رقم المسئلة (١٠٤)

عورت کا ویسٹرن ڈریس (Western Dress) پہن کر نماز پڑھنا

آج کل عورتوں کے لیے فینسی ڈریس (Fancy Dress) کا چلن عام ہو چکا ہے، جنہیں ویسٹرن ڈریس (Western Dress) کہا جاتا ہے، انہیں پہننے کے بعد بھی ہاتھ پیر پیٹ اور کندھا وغیرہ کا بعض حصہ کھلا رہتا ہے، عورتوں کا شرعاً ایسے فینسی لباس کو پہن کر نماز پڑھنا درست نہیں ہے (۲)۔

(۱) عن علقمة بن أبي علقمة عن أمه قالت دخلت حفصة بنت عبد الرحمن على عائشة، وعليها خمار رقيق فشقته عائشة وكستها خماراً كثيفاً. (مشكاة المصابيح: ص ۳۷۷، کتاب اللباس، باب الخاتم) والثوب الرقيق الذي يصف ما تحته لا تجوز الصلاة فيه كذا في التبيين. (الفناوی الہمدیة: ۵۸/۱) وحدث السترم أن لایری ما تحته حتی لو سترها بثوب رقيق یصف ما تحته لا یجوز.

(البحر الرائق: ۴۶۷/۱، باب شرط الصلاة، کتاب النوازل: ۴/۱۹۹)

(۲) عن عائشة رضي الله عنها قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تقبل صلاة حائض إلا بخمار.

(السنن الترمذی: ۸۶/۱، رقم الحدیث: ۳۷۷)

یحسب علی المصلی أن یستر عورتہ لقولہ تعالیٰ خذوا زینتکم عند کل مسجد أي ما یواری عورتکم =

## طريقة الانطباق

آزاد عورت کا پورا بدن نماز میں ستر ہے سوائے چہرہ، دونوں ہتھیلیوں اور قد میں کے، یعنی ان تین اعضاء کی علاوہ بقیہ سارا بدن کا حصہ نماز میں چھپانا واجب ہے (۱)، اور باریک دوپٹہ (Shiffon Dupattg) اور ویسٹرن ڈریس (Western Dress) میں اعضاء ستر، مثلاً بال، ہاتھ، پیر، پیٹ، کندھا وغیرہ نظر آتے ہیں جنہیں چھپانا واجب ہے، اس لیے انہیں پہن کر نماز پڑھنا درست نہیں ہے (۲)۔

## ﴿قبلے کا بیان﴾

## رقم المتن - ۵۵

وَيَسْتَقْبِلُ الْقِبْلَةَ إِلَّا أَنْ يَكُونَ خَائِفًا فَيُصَلِّيْ إِلَى أَيِّ جَهَةِ قَدَرَ.

ترجمہ: اور قبلہ رخ ہو کر نماز پڑھے؛ مگر یہ کہ اس کو ڈر ہو تو نماز پڑھ لے جس طرف بھی قادر ہو۔

= عند كل صلاة، وقال عليه السلام لا صلاة لحائض إلا بخمار أي لبالغة ..... و بدن الحرة كلها عورة إلا وجهها وكفيها لقوله عليه السلام المرأة عورة مستورة، واستثناء العضوين للإبتلاء بابدائهما قال وهذا تنصيص على أن القدم عورة، ويروي أنها ليست بعورة وهو الأصح.

(الهداية: ۹۲/۱، باب شروط الصلاة)

(۱) للحررة كل بدنهما إلا الوجه والكف والقدم. (شرح الوقاية: ۱۳۷/۱، باب شروط الصلاة)

(۲) وكشف ربع ساقها وبطنها وفخذها ودبرها وشعر نزل من رأسها يمنع، المحاصل أن كشف ربع العضو الذي هو عورة يمنع جواز الصلاة فالرأس عضو والشعر النازل عضو آخر. (شرح الوقاية: ۱۳۷/۱)

## توضیح المسئلة

نماز کی شرطوں میں سے ایک شرط استقبالِ قبلہ ہے، یعنی فرض نماز ہو یا نفل، سجدہ تلاوت ہو یا نمازِ جنازہ ہو، قبلہ رخ ہونا فرض ہے (۱)، اگر جان بوجھ کر بغیر کسی عذر کے قبلہ کی سمت چھوڑ کر دوسری جانب نماز پڑھی جائے تو نماز صحیح نہیں ہوگی؛ البتہ اگر کسی عذر شرعی کی وجہ سے اگر استقبال پر قادر نہ ہو تو جہتِ قدرت ہی اس کے حق میں قبلہ ہوگا، اور اسی جہتِ قدرت کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنا صحیح ہوگا (۲)۔

پھر استقبالِ قبلہ کی دو صورتیں ہیں:

(الف) عینِ کعبہ کا استقبال، یہ ان لوگوں کے حق میں فرض ہے جنہیں ”کعبۃ اللہ“ نظر آرہا ہے، مثلاً: اہلِ کعبہ۔

(ب) جہتِ کعبہ کا استقبال، یعنی جس کو ”بیت اللہ“ نظر نہ آتا ہو، اس سے دور ہو، اس کے لیے فرض یہ ہے کہ بیت اللہ کی جانب رخ کر لے، چاہے بالکل کعبہ کی طرف رخ ہو جائے تب بھی نماز درست ہے، اور چاہے اس سے تھوڑا دائیں یا بائیں ہو جائے تب بھی نماز ہو جائے گی (۳)، نیز یہ جان لینا چاہیے کہ قبلہ کعبۃ اللہ کی عمارت کا نام نہیں بل

(۱) لا بد لصحة الصلاة استقبال القبلة. (نور الإيضاح: ص ۶۳)

(۲) ومن كان خائفا يصلي إلى أي جهة قدر لتحقيق العذر فأشبهه حالة الإشتباه. (الهداية: ۱/۹۷)

(۳) فللمكي المشاهد فرضه إصابة عينها ولغير المشاهد جهتها ولو بمكة على الصحيح.

(نور الإيضاح: ص ۶۳، باب شروط الصلاة)

ثم من كان بمكة ففرضه إصابة عينها، ومن كان غائبا ففرضه إصابة جهتها هو الصحيح لأن التكليف

بحسب الوسع. (الهداية: ۱/۹۷، باب شروط الصلاة)

کہ ارضِ کعبہ اور فضائے کعبہ کا نام قبلہ ہے، یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی شخص مکہ میں جبلِ ابی قیس پر کھڑا ہو کر کعبہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھے، تو اس کی نماز صحیح ہو جاتی ہے حالانکہ اس کے سامنے کعبہ کی عمارت نہیں ہے (۱)۔

### تفریع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (۱۰۵)

#### ہوائی جہاز (Aeroplane) میں نماز

ہوائی جہاز میں فرض، نفل نماز پڑھنا جائز و درست ہے، بشرطیکہ قبلہ رخ ہو کر نماز پڑھے (۲)، اگر سمت قبلہ کے علاوہ کسی اور سمت میں رخ کر کے نماز پڑھے تو نماز درست نہیں ہوگی (۳)۔

#### طريقة الإنطباق

زمین کی طرح ہوائی جہاز پر بھی نماز ادا کی جاسکتی ہے؛ کیوں کہ شریعت نے نہ صرف خانہ کعبہ بل کہ اس کے مقابل آنے والی آسمان تک کی پوری فضا کو بھی قبلہ قرار دیا

(۱) الکعبة هي العرصة والهواء إلى عنان السماء عندنا دون البناء لأنه ينقل، ألا ترى أنه لو صلى على جبل أبي قيس جاز ولا بناء بين يديه.

(الهداية: ۱/۱۸۵، باب الصلاة في الكعبة، شرح الوقاية: ۱/۲۱۵، باب الصلاة في الكعبة)

(۲) ومثل السفينة القطر البخارية والطائرات الجوية نحوها. (الفقه على مذاهب الأربعة: ۱/۲۰۶)

(۳) ومن أراد أن يصلي في السفينة تطوعاً أو فريضة فعليّه أن يستقبل القبلة ولا يجوز له أن يصلي حيث ما كان وجهه.

(الفتاوى الهندية: ۱/۶۴، جديد فقہی مسائل: ۱/۱۲۹، محقق و مدلل جدید مسائل: ۱/۱۴۵)

ہے، تاکہ اونچی سے اونچی اور بلند سے بلند جگہ سے نماز ادا کی جاسکے (۱)، اور ہوائی جہاز میں اگرچہ عمارت کعبہ کا عین کارخ نہیں ہوتا ہے لیکن ارض کعبہ سے لے کر عنانِ سماء کی درمیانی فضا کا رخ ہو جاتا ہے، اور فضا بھی کعبہ ہے، اسی لیے ہوائی جہاز میں قبلہ رخ ہو کر فرض و نفل نماز پڑھنا جائز و درست ہے۔

رقم المسئلة (۱۰۶)

### ٹرین (Train) میں نماز

ٹرین میں فرض و نفل نماز پڑھنا جائز و درست ہے، بشرطیکہ مکمل نماز میں مصلی کا رخ قبلہ کی طرف ہو (۲)، یعنی اگر دورانِ صلاۃ ٹرین گھوم جائے اور مصلی کا رخ قبلہ سے ہٹ جائے تو مصلی نماز ہی کی حالت میں گھوم کر اپنا رخ قبلہ کی طرف کر لے (۳)۔

(۱) وفي كتبه أيضا إن انهدمت الكعبة والعباد بالله يجوز الصلاة خارجها متوجها إليها ..... لأن جواز الصلاة خارجها على تقدير الإندام يدل على أن القبلة إما أرض الكعبة أو هوائها. (شرح الوقاية: ۱/۲۱۵)  
الكعبة هي العرصة والهواء إلى عنان السماء عندنا دون البناء، لأنه ينقل ألا ترى أنه لو صلى على جبل أبي قبيس جاز ولا بناء بين يديه. (الهداية: ۱/۱۸۵، باب الصلاة في الكعبة)

(۲) ويجب على المصلي ..... أن يستقبل القبلة. (المختصر القدوري: ص ۲۳)  
ومن أراد أن يصلي في سفينة تطوعا أو فريضة فعليه أن يستقبل القبلة، ولا يجوز له أن يصلي حيث ما كان وجهه. (الفتاوى الهندية: ۱/۶۴، فتاوى حقاية: ۳/۷۸، محقق و مدلل جديد مسائل: ۱/۱۴۵)

(۳) وإن علم ذلك في الصلاة إندار إلى القبلة، لأن أهل قباء لما سمعوا بتحول القبلة إنداروا كهياتهم في الصلاة واستحسنها النبي عليه السلام. (الهداية: ۱/۹۷)

## طريقة الإنطباق

استقبال قبلہ (قبلہ کی طرف رخ کرنا) نماز کے شرائط میں سے ایک شرط ہے (۱)، یعنی اگر مصلیٰ کے لیے قبلہ کی طرف رخ کرنا باعث حرج نہ ہو، تو اس کے لیے قبلہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنا واجب ہے، اور ٹرین میں استقبال قبلہ کے ساتھ نماز پڑھنا بغیر کسی حرج کے ممکن ہے؛ کیوں کہ ٹرین میں کشادگی ہوتی ہے، مصلیٰ آرام سے قبلہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھ سکتا ہے، اور اگر نماز کے دوران ٹرین کے گھومنے سے ”انحراف عن القبلة“ ہو جائے تو بھی قبلہ کو درست کرنا ممکن ہے کہ مصلیٰ بھی گھوم کر اپنا رخ قبلہ کی طرف کر لے (۲)۔ اس لیے ٹرین میں قبلہ رخ ہو کر نماز پڑھنا ضروری ہوگا۔

(۱) ويحب على المصلي أن يستقبل القبلة إلا أن يكون خائفاً فيصل إلى أي جهة قدر.

(المختصر القدوري: ص ۲۳)

ويلزم استقبال القبلة عند افتتاح الصلاة وكلما دارت. (الدر المختار: ۵۷۳/۲، باب صلاة المريض)

(۲) إن علم بالخطأ في الصلاة أو تحول غلبة ظنه جهة أخرى و هو في الصلاة إستدار.

(شرح الوقاية: ۱/۱۳۸)

(آل عمران: ۲۸۶)

لا يكلف الله نفساً إلا وسعها.

(موسوعة القواعد الفقهية: ۶/۳۰۱)

الطاعة بحسب الطاقة.

## ﴿قبلہ مشتبہ ہونے کی صورت میں حکم شرعی﴾

### رقم المتن - ۵۶

فَإِنْ اشْتَبَهَتْ عَلَيْهِ الْقِبْلَةُ وَ لَيْسَ بِحَضْرَتِهِ مَنْ يَسْأَلُهُ عَنْهَا اجْتَهَدَ وَصَلَّى.

ترجمہ: اور اگر نماز پڑھنے والوں پر قبلہ مشتبہ ہو جائے اور وہاں کوئی موجود نہیں ہے جس سے اس کے بارے میں پوچھ سکے تو اجتہاد کرے گا اور نماز پڑھے گا۔

### توضیح المسئلة

اگر کسی شخص پر قبلہ مشتبہ ہو جائے اور اس جگہ کوئی ایسا آدمی بھی نہ ہو جس سے قبلہ کی سمت معلوم کر سکے تو اپنے دل میں سوچے جس طرف اس کا دل گواہی دے اسی طرف رخ کر کے نماز پڑھے، اگر بغیر غور و فکر کے نماز پڑھ لی تو نماز نہیں ہوگی؛ کیوں کہ قبلہ کے مشتبہ ہونے کی صورت میں جب کہ کوئی سمت قبلہ بتانے والا بھی نہ ہو تو اس کا قبلہ اس کی جہت تخری ہے جو بغیر تخری کے پائی نہیں جائے گی (۱)، نیز دلیل ظاہر پر عمل کرنا اس وقت واجب ہوتا ہے جب کہ اس کے اوپر کی دلیل موجود نہ ہو، اور تخری کر کے نماز پڑھنا یہ دلیل ظاہر ہے جو استخبار (کسی سے سمت قبلہ کے بارے میں پوچھنا) سے کم تر ہے، اور جب

(۱) وإن شرع بلا تحر لم يحز وإن أصاب لأن قبلته جهة تحريمه ولم توجد.



استخبار ممکن نہ ہو جیسے یہاں کوئی ایسا آدمی نہیں ہے جس سے قبلہ کی سمت معلوم ہو سکے تو اس سے کمتر والی دلیل ظاہر (تحری) پر عمل واجب ہو جاتا ہے (۱)۔

## تفریع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (۱۰۷)

### قبلہ نما (Compass) کے استعمال کا حکم

دور حاضر میں بالخصوص سفر کی حالت میں جب قبلہ معلوم نہ ہو تو تعیین قبلہ کے لیے موجودہ دور کا ایک آلہ جسے قبلہ نما (Compass) کہا جاتا ہے، استعمال کیا جاتا ہے، شرعاً سمت قبلہ کی تعیین میں اس کا استعمال صحیح ہے اور اس کے متعین کردہ سمت قبلہ میں رخ کر کے نماز پڑھنا بھی جائز اور صحیح ہے (۲)۔

### طريقة الإنطباق

قبلہ کے مشتبہ ہونے کی صورت میں جیسے تحری کے ذریعہ سمت قبلہ کا ظن غالب

(۱) فإن اشبهت عليه القبلة و ليس بحضرته من يسألها عنها اجتهد، لأن العمل بالدليل الظاهر واجب عند انعدام دليل فوقه و الإستخبار فوق التحري. (الهداية: ۹۷/۱، باب شروط الصلاة)

(۲) فينبغي الإعتماد في أوقات الصلاة و في قبلة على ما ذكره العلماء الثقات في كتب المواقيت و على ما وضعوا لها من الآلات كالربع والإصطرلاب، فإنها إن لم تفد اليقين تفد غلبة الظن كافية في ذلك.

(الدر المختار مع الشامية: ۱۱۲/۲، كتاب الصلاة، مبحث في استقبال القبلة)

وجهة القبلة تعرف بالدليل، والدليل في الأمصار والقرى المحارِب التي نصبها الصحابة والتابعون فعلى اتباعهم، فإن لم تكن فالسؤال من أهل ذلك الموضع، وأما البحار والمقارز فدليل القبلة النجوم.

(الفتاوى الهندية: ۶۳/۱، الفصل الثالث في استقبال القبلة، المسائل المهمة: ۶۵/۲)

حاصل ہو جاتا ہے، اور جہت تحری کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنا جائز ہو جاتا ہے، ایسے ہی قبلہ نما (Compass) کے ذریعہ بھی سمت قبلہ کا ظن غالب حاصل ہو جاتا ہے، اس لیے مقصود (ظن غالب) کے حاصل ہونے کی وجہ سے قبلہ نما کے متعین کردہ سمت قبلہ میں بھی رخ کر کے نماز پڑھنا جائز و درست ہوگا (۱)۔

## باب صفة الصلاة

### رقم المتن - ۵۷

فَرَائِضُ الصَّلَاةِ سِتَّةٌ: التَّحْرِيمَةُ، وَالْقِيَامُ، وَالْقِرَاءَةُ، وَالرُّكُوعُ، وَالسُّجُودُ، وَالْقَعْدَةُ الْآخِرَةُ مِقْدَارَ الشَّهَدِ.

ترجمہ: نماز کے فرائض چھ ہیں: تکبیر تحریمہ، قیام، قرآن، رکوع، سجدہ اور قعدہ اخیرہ شہد کے بقدر۔

### توضیح المسئلة

مذکورہ بالا عبارت میں نماز کے فرائض ستہ کا بیان ہے، یعنی جو شخص ان چھ چیزوں پر قادر ہو، اور ان کو بغیر کسی حرج کے بجالانا ممکن ہو، تو ایسے شخص پر صحت صلاۃ کے لیے

(۱) فینبغی الإعتقاد فی أوقات الصلاة وفي قبلة على ما ذكره العلماء الثقات في كتب الموافيت وعلى ما وضعوا لها من الآلات كالربع والإصطرب، فإنها إن لم تعد البقین تفيد غلبة الظن للعالم بها وغلبة الظن كافية في ذلك. (الدر المختار مع الشامية: ۱۱۲/۲)

العمل بغالب الرأي وأكبر الظن في الأحكام واجب. (جمهرة القواعد الفقهية: ۷۹۱/۲)

الحكم يبنى على المقصود. (موسوعة القواعد الفقهية: ۲۳۱/۵)

ضروری ہے کہ وہ ان چھ اشیاء کا مکمل لحاظ رکھے۔ وہ چھ فرائض یہ ہیں: نیت باندھتے وقت اللہ اکبر کہنا (۱)، کھڑا ہونا (۲)، قرآن کریم میں سے کوئی سورت یا کوئی آیت پڑھنا (۳)، رکوع کرنا، دونوں سجدے کرنا (۴)، نماز کے اخیر میں جتنی دیر التحیات پڑھنے میں لگتی ہے اتنی دیر بیٹھنا (۵)۔

### تفریع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (۱۰۸)

اُن پڑھ (Uneducated) اور گونگے (Dumb) کا

نماز شروع کرنے اور قرأت کرنے کا حکم

اگر کوئی شخص بالکل اُن پڑھ اور جاہل ہو کہ الفاظ تحریمہ اور قرأت قرآن جانتا ہی نہ ہو، یا گونگا ہو کہ حروف اس کی زبان سے نکل ہی نہ سکیں، تو ایسے معذور افراد کے لیے زبان سے تکبیر تحریمہ اور قرآن کے الفاظ کا ادا کرنا لازم نہیں، بل کہ صرف تحریمہ کی نیت ہی سے ان کی نماز شروع ہو جائے گی (۶)۔

(۱) فرائض الصلاة ستة، التحريم لقوله تعالى "وربك فكبر" والمراد به تكبيرة الافتتاح. (الهداية: ۱/۹۸)

(۲) والقيام لقوله تعالى "وقوموا لله قانتين". (الهداية: ۱/۹۸)

(۳) والقراءة لقوله تعالى "فاقرأوا ما تيسر من القرآن". (الهداية: ۱/۹۸)

(۴) والركوع والسجود لقوله تعالى "واركعوا واسجدوا". (الهداية: ۱/۹۸)

(۵) والقعسلة في آخر الصلاة مقدار التشهد لقوله عليه السلام لابن مسعود حين علمه التشهد إذا قلت

هذا فقد تمت صلاتك علق التمام بالفعل قرأ أو لم يقرأ. (الهداية: ۱/۹۸)

(۶) أما الأمي والأخرس لو افتتحا بالنية جاز، لأنهما أتيا بأقصى ما في وسعهما. (رد المحتار: ۲/۱۱۳) =

رقم المسئلة (١٠٩)

## ہوائی جہاز (Aeroplane) اور ٹرین (Train) میں

## بیٹھ کر نماز پڑھنا

ہوائی جہاز اور ٹرین میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کی صورت میں اگر دورانِ راس (سر کے چکرانے) کا خطرہ ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھنے کی گنجائش ہے (۱)، اور اگر قیام کے ساتھ نماز پڑھنے پر بغیر کسی حرج کے قادر ہو تو کھڑے ہو کر نماز پڑھنا لازم ہوگا، کیوں کہ قیام نماز میں فرض ہے، جس کی ادائیگی مصلیٰ پر قادر ہونے کی صورت میں لازم ہے (۲)۔

=وفي المحيط: الأخرس والامي لو افتتحا بالنية أجزأهما لأنهما أتيا بأقصى ما في وسعهما، وفي شرح منية المصلي ولا يجب عليهما تحريك اللسان عندنا وهو الصحيح.

(البحر الرائق: ۱/ ۵۰۸، باب صفة الصلاة)

ولا يلزم العاجز عن النطق كأخرس وامي تحريك لسانه وكذا في القراءة وهو الصحيح.

(الدر المختار مع رد المحتار: ۱۸۱/۲، كتاب النوازل: ۴۷۹/۳)

(۱) صلاة الفرض فيها وهي جارية قاعداً بلا عذر صحيحة عند أبي حنيفة بالكسوف والسجود وقال لا

تصح إلا من عذر وهو الأظهر والعذر كدوران الرأس. (نور الإيضاح: ص ۹۹، فصل في السفينة)

(۲) عن عمران بن حصين رضي الله عنه قال قال كان بي الناصور فسألت النبي صلى الله عليه وسلم عن

الصلاة فقال صل قائماً فإن لم تستطع فقاعداً فإن لم تستطع فعلى جنب.

(مسند أحمد: ۴/ ۴۲۶، رقم الحديث: ۲۰۰۵۷)

ولو صلى الفريضة قاعداً مع القدرة على القيام لا تجوز صلاته.

(حلي كبير: ص ۲۶۱، فتاوى قاسميه: ۵/ ۷۶۴)

## رقم المسئلة (١١٠)

## کبرے (Hunchback) کا قیام

اگر کسی شخص کی کمر بڑھا پے یا مرض کی وجہ سے رکوع تک جھک گئی ہو، اس کے لیے اپنی حالت پر قائم رہنا ہی قیام کے حکم میں ہے، ایسا شخص جب رکوع کا ارادہ کرے تو اپنے سر کو تھوڑا سا نیچے جھکا لے تو اس کا رکوع صحیح ہو جائے گا (۱)۔

## طريقة الانطباق

یہاں ایک قاعدہ جان لینا چاہیے تاکہ انطباق کا مفہوم واضح ہو جائے ”الطاعة بحسب الطاقة“ شریعت میں بندے کی طاقت و قدرت کے مطابق ہی اس کو مکلف کیا جاتا ہے، یعنی بندے کے بس میں جتنا ہے اسی قدرت کے بقدر ہی شریعت اس کو مکلف بناتی ہے اس سے زائد کا مکلف نہیں بناتی (۲)، اب اس قاعدے کی روشنی میں مذکورہ بالا مسائل ثلاثہ کا انطباق قدوری کی عبارت سے واضح ہو گیا، یعنی تحریمہ قیام قرأت رکوع سجدہ تعدہ اخیرہ اس شخص کے حق میں فرض ہے جو ان کی ادائیگی پر قادر ہو (۳)، اور ان پڑھ،

(۱) والأحدب إذا بلغت حدوبته إلى الركوع يشير برأسه للركوع لأنه عاجز عما هو أعلى ولا تجزیه حدوبته عن الركوع لأنه كالقائم.

(حاشیہ الطحطاوی علی مراقی الفلاح: ص ۱۲۵، الفتاویٰ الہندیہ: ۷۰/۱، کتاب النوازل: ۴۸۶/۳)

(۲) لا یكلف الله نفسا إلا وسعها. (آل عمران: ۲۸۶)

الطاعة بحسب الطاقة. (موسوعة القواعد الفقهية: ۳۰۱/۶)

(۳) وإذا أراد الشرع في الصلاة كبر لو قادرا. (الدر المختار: ۱۷۸/۲، باب صفة الصلاة)

والقيام وهو فرض في الصلاة للقادر عليه في الفرض وما هو ملحق به. (البحر الرائق: ۵۰۹/۱)

جاہل اور گونگا شخص تحریمہ و قرأت کی ادائیگی پر قادر نہیں ہیں، اور ہوائی جہاز اور ٹرین میں نماز پڑھنے والا مصلی کھڑے ہونے پر قادر نہیں؛ اسی طرح کبڑا شخص قیام پر قادر نہیں ہے، اسی وجہ سے ان پڑھ جاہل اور گونگے شخص پر تحریمہ و قرأت کے الفاظ کی ادائیگی واجب نہیں ہے (۱)، اور ہوائی جہاز اور ٹرین میں سر کے چکرانے کی وجہ سے مصلی قیام پر قادر نہیں ہے؛ اسی وجہ سے اس پر بھی قیام فرض نہیں ہے (۲)، اسی طرح کبڑے شخص سے بھی اس کی عدم قدرت کی وجہ سے قیام کو ساقط کر دیا گیا (۳)، البتہ اپنے سر کو تھوڑا سا نیچے کی طرف جھکالے تاکہ رکوع کی فرضیت ادا ہو جائے، کیوں کہ فرضیت رکوع میں دو چیزیں ہیں، ایک پیٹھ کو جھکانا دوسرا سر کو جھکانا، اور کبڑے شخص کی پیٹھ قیام کے حکم میں ہے، اس لیے سر کا جھکانا واجب ہو کر باقی رہا اور وہ سر کے جھکانے پر قادر بھی ہے (۴)۔

(۱) وفي المحيط الأمي والأخرس لو افتتحا بالنية جاز، لأنهما أتيا بأقصى ما في وسعهما، ولا يجب عليه تحريك لسانه عندنا، لأن الواجب حركة بلفظ مخصوص. (فتح القدیر: ۱/ ۲۸۴، کتاب الصلاة)  
(۲) صلاة الفرض فيها وهي جارية قاعدا بلا عذر صحيحة عند أبي حنيفة بالركوع والسجود، وقال لا تصح إلا من عذر وهو الأظهر والعذر كدوران الرأس. (نور الأيضاح: ص ۹۹)

(۳) والأحدب إذا بلغت حدوبته إلى الركوع يخفض رأسه في الركوع، فإنه القدر الممكن في حقه.  
(البحر الرائق: ۱/ ۵۱۱)

(۴) واختلفوا في حد الركوع ففي البدائع وأكثر الكتب القدر المفروض من الركوع أصل الإنحناء والميل، وفي الحاوي فرض الركوع إنحناء الظهر، وفي منية المصلي الركوع طأطأة الرأس، ومقتضى الأول أنه لو طأطأ رأسه ولم يحن ظهره أصلاً مع قدرته عليه لا يخرج عن عهدة فرض الركوع وهو حسن.  
(البحر الرائق: ۱/ ۵۱۰)

## رقم المتن - ۵۸

فَإِنْ سَجَدَ عَلَى كُورٍ عَمَامَتِهِ أَوْ عَلَى فَاضِلٍ ثَوْبِهِ جَازَ.

ترجمہ: اگر سجدہ کیا پگڑی کے پیچ پر یا زائد کپڑے پر تو جائز ہے۔

## توضیح المسئلة

پگڑی کے پیچ اور زائد کپڑے پر سجدہ کرنا جائز و درست ہے، کیوں کہ ان پر سجدہ کرنے کی صورت میں پیشانی اور ناک زمین پر ٹک جاتی ہیں، اور ہر ایسی چیز پر سجدہ کرنا جائز ہے جس پر پیشانی اور ناک ٹک جائیں، اگر ایسی چیز پر سجدہ کیا جس پر پیشانی اور ناک نہ ٹکی ہوں تو سجدہ ادا نہیں ہوگا (۱)۔

## تفریع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (۱۱۱)

## قالین (Carpet) پر سجدہ کا حکم

آج کل قالین، کارپٹ اور دری وغیرہ مسجدوں میں بچھائی جاتی ہیں، شرعاً ان پر نماز پڑھنا جائز ہے کیوں کہ ان پر سجدہ ادا ہو جاتا ہے (۲)۔

(۱) فَإِنْ سَجَدَ عَلَى كُورٍ عَمَامَتِهِ أَوْ فَاضِلٍ ثَوْبِهِ أَجْزَاهُ، وَكُورُهَا دُورُهَا يُقَالُ كُورٌ عَمَامَتُهُ إِذَا أَدَارَهَا عَلَى رَأْسِهِ، وَإِنَّمَا يَحُوزُ إِذَا وَجَدَ صَلَاةَ الْأَرْضِ، وَلَوْ صَلَّى عَلَى الْقُطْنِ الْمَحْلُوجِ إِنْ وَجَدَ صَلَاةَ الْأَرْضِ أَجْزَاهُ وَإِلَّا فَلَا. (الجمهرة النيرة: ۱/ ۱۴۴، باب صفة الصلاة)

(۲) لا يَأْسُ بِالصَّلَاةِ عَلَى الْفُرَشِ وَالْبُسْطِ وَالْبُيُودِ. (نور الإيضاح: ص ۹۲)

يحوز السجود على الحشيش والتبن والقطن والطنفسة إن وجد حجم الأرض. (تبيين الحقائق: ۱/ ۳۰۵)  
ولو سجد على الحشيش أو التبن أو على القطن أو الطنفسة أو الثلج إن استقرت جبهته وأنفه ويجد =

رقم المسئلة (١١٢)

## فوم (Cushion) کی صف پر سجدہ کا حکم

آج کل بعض مساجد میں فوم کی صفیں بچھائی جاتی ہیں، اگر ان پر سجدہ کرنے کی صورت میں پیشانی زمین پر ٹک رہی ہو تو سجدہ ادا ہو جائے گا (۱)، اور اگر فوم اتنا دبیز اور موٹا ہو کہ دبنا چلا جاتا ہو اور اس پر پیشانی ٹک نہ رہی ہو، تو اس پر سجدہ ادا نہیں ہوگا (۲)۔

### طريقة الانطباق

نماز میں زمین پر سجدہ کرنا ضروری ہے، یعنی زمین کی صلابت اور سختی کا ادراک ضروری ہے، تو ہی سجدہ ادا ہوگا ورنہ نہیں (۳)، اور قالین پر سجدہ کرنے کی صورت میں پیشانی

= حجمه يجوز. (الفتاوى الهندية: ۷۰/۱)

إذا صلى على الثلج إن لبده جاز لأنه بمنزلة الأرض. (الفتاوى الولوالجية: ۷۸/۱، المسائل المهمة: ۷۵/۲)

(۱) لو سجد على الحشيش أو التبن أو القطن أو الطنفسة أو الثلج إن استقرت جبهته وأنفه ويحد

حجمه يجوز. (الفتاوى الهندية: ۷۰/۱)

فإن سجد على كور عمامة أو فاضل ثوبه أو شيء يحد حجمه ولتستقر جبهته جاز.

(شرح الوقاية: ۱۴۷/۱، باب صفة الصلاة)

(۲) وإذا صلى على التبن أو القطن المحلوج فسجد عليه إن استقرت جبهته وأنفه على ذلك، ووجد

الحجم يجوز، وإن لم يستقر جبهته لا يجوز.

(المحيط البرهاني: ۱۲۳/۲، كتاب الصلاة، الفصل الثالث، كتاب المسائل: ۳۰۸/۱)

(۳) السجود هو لغة الخضوع، وفسره في المغرب بوضع الجبهة في الأرض، وفي البحر حقيقة

السجود وضع بعض الوجه على الأرض مما لا سخرية فيه فدخل الأنف وخرج الحد والذفر.

(الدر المختار مع رد المختار: ۱۳۴/۲)

ويفترض السجود على ما يحد الساجد على حجمه، بحيث لو بالغ لا تتسفل رأسه أبلغ مما كان حال =



زمین کی صلابت کو محسوس کر لیتی ہے، یعنی پیشانی زمین پر ٹک جاتی ہے، اس لیے قالین پر سجدہ کرنا درست ہوگا۔ اور فوم پر سجدہ کے صحیح ہونے کے لیے ضروری ہے کہ وہ اتنا پتلا ہو کہ پیشانی زمین سے ٹک جائے، اور اگر فوم اتنا موٹا ہے کہ پیشانی زمین پر کوشش کے باوجود بھی نہ ٹکے تو اس پر سجدہ ادا نہ ہوگا (۱)۔

## ﴿جماعت کا حکم شرعی﴾

### رقم المتن - ۵۹

الْجَمَاعَةُ سُنَّةٌ مُؤَكَّدَةٌ.

ترجمہ: باجماعت نماز پڑھنا سنت مؤکدہ ہے۔

### توضیح المسئلة

آزاد مردوں کے لیے باجماعت نماز سنت مؤکدہ قریب بواجب ہے، بشرطیکہ کوئی عذر شرعی نہ ہو (۲)، کیوں کہ عذر شرعی کی وجہ سے جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا ساقط

= الوضوع فلا يصح السجود على القطن والتلج والتبن والأرز والذرة.

(حاشية الطحاوي على مراقي الفلاح: ص ۲۳۱)

(۱) ولو سجد على الحشيش أو التبن أو على القطن أو الطنفسة أو التلج إن استقرت جبهته وأنفه ويجد

حجمه يجوز وإن لم تستقر لا. (الفتاوى الهندية: ۱/ ۷۰)

(۲) الجماعة سنة مؤكدة وهو قریب من الواجب. (شرح الوقایہ: ۱/ ۱۵۲، فصل في الجماعة)

الصلاة بالجماعة سنة للرجال الأحرار بلا عذر. (نور الإيضاح: ص ۷۷، باب الإمامة)

ہو جاتا ہے (۱)۔

## تفریع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (۱۱۳)

### کرفیو (Curfew) میں ترک جماعت

اگر کسی وجہ سے شہر میں کرفیو نافذ ہو اور باہر نکلنے کی قانونی ممانعت ہو، تو ایسی صورت میں اپنی جان و عزت اور آبرو کی حفاظت ضروری ہے اور جماعت چھوڑنے کی اجازت ہے (۲)۔

### طريقة الإنطباق

جماعت میں حاضر ہو کر نماز پڑھنے کی سنت اس وقت ہے جب کہ کوئی عذر نہ ہو (۳)، اور اگر اعذار شرعی میں سے کوئی عذر ہو تو جماعت کی حاضری ساقط ہو جاتی ہے (۴)، اور کرفیو بھی ایک عذر ہے کیوں کہ اس میں قانونی اعتبار سے کسی کو باہر نکلنے کی اجازت نہیں ہوتی ہے؛ اگر کوئی نکلے تو اس کے جان مال کا اندیشہ ہوتا ہے، اس لیے کرفیو کی

(۱) يسقط حضور الجماعة بواحد من ثمانية عشر شيئاً مطر و برد. (نور الإيضاح: ص ۷۹)

(۲) يسقط حضور الجماعة بواحد من ثمانية عشر شيئاً مطر و برد و خوف و ظلمة و حبس.

(نور الإيضاح: ص ۷۹)

و تسقط بعدل البرد الشديد ..... أو كان إذا خرج يخاف أن يحبس غريمه في الدين.

(البحر الرائق: ۶۰۶/۱، باب الإمامة، كتاب المسائل: ۱/۴۱)

(۳) الصلاة بالجماعة سنة للرجال الأحرار بلا عذر. (نور الإيضاح: ص ۷۹)

(۴) و يسقط حضور الجماعة بواحد من ثمانية عشر شيئاً مطر و برد و خوف. (نور الإيضاح: ص ۷۹)

وجہ سے جماعت کے بغیر گھر میں ہی نماز پڑھنے کی اجازت ہوگی (۱)۔

## ﴿مکروہاتِ صلاۃ کا بیان﴾

### رقم المتن - ۶۰

وَيُكْرَهُ لِلْمُصَلِّي أَنْ يَعْثَرَ بِثَوْبِهِ أَوْ بِجَسَدِهِ.

ترجمہ: مصلی کے لیے اپنے کپڑے یا جسم سے کھیلنا مکروہ ہے۔

### توضیح المسئلة

دورانِ صلاۃ نمازی کا اپنے کپڑے یا جسم سے کھیلنا مکروہ ہے کیوں کہ کھیلنا یہ افعالِ صلاۃ میں سے نہیں ہے جو دل کو مشغول کر کے خشوع میں خلل پیدا کر دیتا ہے، اور ہر وہ چیز جو نماز میں خلل ڈالے اور دل کو نماز سے کسی دوسرے طرف مشغول کر دے مکروہ ہے (۲)۔

### تفريع من المسائل العصرية

#### رقم المسئلة (۱۱۴)

نماز میں موبائل پر مس کال (Miscall) دیکھنا

بسا اوقات مصلی نماز سے پہلے موبائل بند کرنا بھول جاتا ہے، اور نماز کے دوران کسی کی کال آ جاتی ہے اور موبائل بجنا یا واٹس ایپٹ ہونا شروع ہو جاتا ہے، تو نمازی نماز ہی

(۱) الحرج مدفوع. (موسوعة القواعد الفقهية: ۵/۱۰۷)

(۲) ويكره ..... وما يشغل البال ويخل بالخشوع.

(نور الإيضاح: ص ۶۰)

(۲) ويكره ..... وما يشغل البال ويخل بالخشوع.

کے دورانِ موبائل پر آنے والی کال کو دیکھتا ہے کہ کال کس کا ہے، اور پھر موبائل بند کر کے رکھ دیتا ہے، دورانِ صلاۃ موبائل پر آنے والی کال کا یہ دیکھنا اگر عملِ قلیل کے ذریعہ ہے، مثلاً اس نے ایک ہاتھ کا استعمال کیا ہے تو عملِ صلاۃ کے قبیل سے نہ ہونے کی وجہ سے یہ فعل مکروہ ہوگا (۱)، اور اگر یہ دیکھنا عملِ کثیر، یعنی دونوں ہاتھوں کے ذریعہ ہے تو نماز ہی فاسد ہو جائے گی (۲)۔

### طريقة الإنطباق

نماز میں مصلیٰ کے لیے ہر فعل عبث مکروہ ہے، عبث ہر اس عمل کو کہتے ہیں جس میں کوئی غرض شرعی نہ ہو، یعنی ہر ایسا فعل جو افعالِ صلاۃ کے قبیل سے نہ ہو (۳)، اور موبائل پر دورانِ صلاۃ آنے والے کال کو بھی دیکھنا ایک ایسا فعل ہے جو افعالِ صلاۃ سے نہیں ہے، اس لیے یہ عمل بھی مکروہ ہوگا؛ بشرطیکہ یہ عمل ایک ہاتھ سے کیا گیا ہو (۴)، اور اگر مس کال کو

(۱) يكره للمصلي سبعة وسبعون ..... والعمل القليل وأخذ قملة وقتلها. (نور الإيضاح: ص ۹۰)

وإن فعله بيد واحدة كالتميم وليس القميص وشذ السر اويل والرمي عن القوس ما يقام بيد واحدة قليل.

(الفتاوى الهندية ۱/ ۱۰۱، كتاب الصلاة الباب السابع)

(۲) ما يفسد الصلاة وهو ثمانية وستون شيئاً ..... والعمل الكثير. (نور الإيضاح: ص ۸۲)

يفسدها ..... كل عمل كثير اختلف منشاينها في تفسير العمل الكثير فقليل هو ما يحتاج فيه إلى اليدين.

(شرح الوقاية: ۱/ ۱۶۴، المسائل المهمة: ۱۰/ ۸۶)

(۳) والعبث عمل ما لا فائدة فيه، والمراد هنا فعل ما ليس من أفعال الصلاة لأنه ينافي الصلاة.

(اللباب في شرح الكتاب: ۱/ ۹۳)

(۴) و يكره للمصلي أن يعثر لثوبه أو بجسده.

و يكره للمصلي ..... العمل القليل وأخذ قملة وقتلها. (نور الإيضاح: ص ۹۰) =

دیکھنے کے لیے دونوں ہاتھ کو استعمال کیا گیا ہوگا تو عمل کثیر کے ہونے کی وجہ سے نماز ہی فاسد ہو جائے گی (۱)۔

### رقم المتن - ۶۱

وَلَا يُقَلِّبُ الْحَصَى إِلَّا أَنْ لَا يُمْكِنَهُ السُّجُودُ عَلَيْهِ فَيَسُوِيهِ مَرَّةً وَاحِدَةً.

ترجمہ: اور کنکریوں کو الٹ پلٹ نہ کرے؛ مگر یہ کہ اس کو سجدہ کرنا ممکن نہ ہو، تو ایک مرتبہ اس کو برابر کر لے۔

### توضیح المسئلة

دورانِ صلاۃ کنکریوں کو ادھر ادھر کرنا یہ بھی ایک قسم کا فعل عبث ہے، اس لیے مکروہ ہے؛ البتہ اگر سجدہ کی جگہ پر کنکری کی وجہ سے سجدہ کرنا دشوار ہو، تو ایسی صورت میں ضرورتاً ایک مرتبہ کنکری کو ہٹانے کی اجازت ہوگی، تاکہ نماز پورے خشوع و خضوع کے ساتھ ادا کی جاسکے (۲)۔

= وإن فعله بيد واحدة كالنعمم ولبس القميص وشد السراويل، ولبس الفلنسة، ونزعها بيد واحدة قليل.

(البحر الرائق: ۲/۲۰، ما يفسد الصلاة ما يكره فيها)

(۱) يفسدها ..... كل عمل كثير اختلف مشائخنا في تفسير العمل الكثير فقليل هو ما يحتاج إلى اليدين.

(شرح الوقاية: ۱/۱۶۴)

(۲) ولا يقلب الحصى إلا أن لا يمكنه السجود عليه فيسويهِ مرة واحدة وتركه أفضل وأقرب إلى

الخشوع لأن ذلك نوع عبث.

عن معيقب قال سألت رسول الله صلى الله عليه وسلم عن مسح الحصى في الصلاة فقال إن كنت

لا بد فاعلا فمرة واحدة.

(السنن للترمذي: ۸۷/۱، ما جاء في كراهية مسح الحصى)

الضرورة تنقدر بقدر الضرورة.

(قواعد الفقه: ص ۷۴)

## تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (۱۱۵)

دورانِ صلاۃ موبائل فون کی رینگ ٹون (Ringtone) بجنے پر

بند کرنے کا حکم

بسا اوقات آدمی نماز سے پہلے موبائل بند کرنا بھول جاتا ہے، اور نماز کے دوران کسی کی کال آ جاتی ہے، اور موبائل کی رینگ ٹون بجنا شروع ہو جاتی ہے، جس کی وجہ سے خود کی نماز کے ساتھ دیگر مصلیوں کی نماز میں خلل پیدا ہو جاتا ہے، اس لیے ایسا شخص دوران نماز ہی ایک ہاتھ کی مدد سے موبائل کو بند کر دے، تاکہ نماز کا خشوع و خضوع باقی رہے (۱)، دونوں ہاتھ ایک ساتھ استعمال نہ کریں، ورنہ عمل کثیر کی وجہ سے نماز ہی فاسد ہو جائے گی (۲)۔

## طريقة الإنطباق

یہاں ایک ضابطہ جان لینا چاہیے تاکہ انطباق بے غبار ہو جائے، ہر وہ کام جو نمازی کے لیے مفید و ضروری ہو بغیر عمل کثیر کے اس کے کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، اور ہر وہ کام جو نمازی کے لیے مفید و ضروری نہ ہو، مکروہ ہے، جیسے فقہائے کرام نے مفید و

(۱) ولا بأس بنفض ثوبه كيلا يلتصق بجسده في الركوع، ولا بمسح جبهته من التراب أو الحشيش بعد الفراغ من الصلاة ولا قبل الفراغ إذا ضرّه أو شغله عن الصلاة.

(نور الايضاح: ص ۹۲، فصل فيما لا يكره)

(۲) يفسدها..... كل عمل كثير اختلف مشائخنا في تفسير العمل الكثير فقليل هو ما يحتاج فيه إلى اليدين. (شرح الوقاية: ۱/ ۱۶۴، باب ما يفسد الصلاة، فتاوى دار العلوم زكريا: ۲/ ۶۰۴)

ضروری کام کی مثال میں یہ جزئیہ ذکر کیا ہے کہ اگر سجدے سے اٹھتے وقت کپڑا جھاڑنا (تاکہ لپٹ نہ جائے) یا پیشانی سے مٹی وغیرہ کو پوچھنا جو سجدے میں تکلیف دہ ہوں درست ہے، اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے (۱)، اسی طرح دورانِ صلاۃ موبائل فون کی رینگ ٹون کو عملِ قلیل یعنی ایک ہاتھ سے بند کرنے میں بھی نمازی کا فائدہ ہے، اور وہ یہ ہے کہ رینگ ٹون کی آواز سے نماز کا خشوع و خضوع ختم ہو رہا تھا، جو بند کرنے سے دوبارہ حاصل ہو جائے گا، اس لیے دورانِ صلاۃ موبائل کی رینگ ٹون کو بند کرنا عملِ قلیل کے ساتھ جائز و درست ہوگا۔

### رقم المتن - ۶۲

وَلَا يَسْدُلُ ثَوْبُهُ.

ترجمہ: اور مصلی اپنے کپڑے کو نہ لٹکائے۔

### توضیح المسئلة

مصلی کے لیے سدلِ ثوب مکروہ ہے، سدل سے مراد یہ ہے کہ اپنا کپڑا اپنے سر یا

(۱) قال الشامي: إن كل عمل هو مفيد للمصلي فلا بأس به، أصله ما روى أن النبي صلى الله عليه وسلم عرق في صلاته فسلت العرق عن جبينه أي مسحه لأنه كان يؤذيه فكان مفيداً، وفي زمن الصيف كان إذا قام من السجود نفخ ثوبه يمناً أو يسرة، لأنه كان مفيداً كي لا تبقي صورة، فأما ما ليس بمفيد فهو العبث. (ردالمحتار: ۲/ ۴۰۶، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة ما يكره فيها)

ولا يقلب الحصى إلا أن لا يمكنه السجود عليه فيسويه مرة واحدة. (المختصر القدوري: ص ۲۹)

لا يكره له قتل حية وعقرب خاف أذاهما ولو بضربات وانحراف عن القبلة في الأظهر، ولا بأس بنفض ثوبه كيلا يلتصق بجسده في الركوع ولا بمسح جبهته من التراب أو الحشيش بعد الفراغ من الصلاة ولا قبل الفراغ إذا ضره أو شغله عن الصلاة. (نور الإيضاح: ص ۹۲، فقهی ضوابط: ۸۱/۱)

کندھوں پر ڈال کر اس کے کنارے اپنے چاروں طرف لٹکے چھوڑ دے (۱)۔

### تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (۱۱۶)

#### نماز کی حالت میں مفلر (Muffler) کا استعمال

بعض حضرات نماز کی حالت میں مفلر (Muffler) وغیرہ اس طرح استعمال کرتے ہیں کہ ان کے دونوں سرے لٹکے رہتے ہیں، شرعاً ان کا یہ فعل مکروہ ہے، کیوں کہ یہ سدل یعنی کپڑا لٹکانے کے حکم میں ہے (۲)۔

رقم المسئلة (۱۱۷)

#### کوٹ (Jacket) کندھے پر ڈال کر نماز پڑھنے کا حکم

اگر کوئی شخص نماز میں کوٹ (Jacket) کو محض کندھے پر ڈال لے اور آستینوں میں ہاتھ داخل نہ کرے، بلکہ کوٹ کی دونوں آستینوں کو دونوں طرف لٹکا چھوڑ دے، اس کا یہ فعل سدلِ ثوب کے حکم میں داخل ہو کر مکروہ ہوگا (۳)۔

(۱) ولا یسدل ثوبه لأنه علیه السلام نهی عن السدل. وهو أن يجعل ثوبه على رأسه وكتفيه ثم يرسل أطرافه من جوانبه. (الهداية: ۱/۱۴۱، باب صفة الصلاة)

(۲) عن أبي هريرة نهی رسول الله صلى الله عليه وسلم عن السدل في الصلاة. (السنن للترمذی: ۸۷/۱) ویکرہ سدله وهو أن يجعل الثوب على رأسه وكتفيه فقط ويرسل جوانبه من غير أن يضمها.

(حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح: ص ۳۵۰، فتاوی قاضی خان: ۵۸/۱، المسائل المهمة: ۹۶/۲)

(۳) ولا یسدل ثوبه، قال ابن همام یصدق على أن يكون المنديل مرسلًا من كتفيه كما يعتاده كثير، =



## طريقة الإنطباق

سدلِ ثوبِ مکروہ ہے (۱)، اور اس کے مکروہ ہونے کی دو وجہ یہ ہے:

(الف) سدلِ اہلِ کتاب کا فعل ہے اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا (۲)۔

(ب) سدلِ ثوبِ خلل فی الصلاۃ کا سبب ہے، کیوں کہ سدلِ کپڑے کو سر یا کندھے پر ڈال کر اس کے سرے کو دونوں جانب سے لٹکا ہوا چھوڑ دینے کو کہتے ہیں، یہ سدل کا معنی چادر رومال وغیرہ میں ہوگا، اور قباء وغیرہ میں معنی سدل یہ ہے کہ اس کی آستینوں میں ہاتھ داخل کیے بغیر اس کو اپنے کندھے پر ڈال کر آستینوں کو دونوں طرف سے

—فینبغي لمن على عنقه منديل أن يضعه عند الصلاة، ويصدق أيضا على لبس القباء من غير إدخال اليدين كميته، وقد صرح بالكراهة فيه. (فتح القدیر: ۱/ ۴۲۵، فصل بکرمہ للمصلی)  
ومن السدل أن يجعل القباء على كتفيه و لم يدخل يديه في الكمين، قالوا و من صلى في قباء ينبغي أن يدخل يديه في كميته ويشده بالمنطقة مخافة السدل كذا في فتاوى قاضيخان.

(الفتاوى الهندية: ۱/ ۱۰۶)

والصحيح الذي عليه قاضيخان والجمهور أنه يكره لأنه إذا لم يدخل يديه في كميته صدق عليه اسم السدل لأنه إرخاء للثوب بدون لبس معتاد. (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح: ص ۳۵۰، فصل في المكروهات، فتاوى دارالعلوم زکریا: ۲/ ۴۳۱)

(۱) يكره للمصلي ..... سدله. (نور الإيضاح: ص ۸۹)

(۲) عن أبي هريرة رضي الله عنه نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن السدل في الصلاة.

(السنن الترمذي: ۱/ ۸۷)

أو يسدل ثوبه لنهييه عليه السلام عن السدل لأنه من صنيع أهل الكتاب. (الإختيار لتعليل المختار: ۱/ ۱۲۳)

لٹکا ہوا چھوڑ دینا (۱)، اب ظاہری بات ہے جب رومال یا قباء کا دونوں سرادونوں جانب لٹکے گا، تو وہ نماز میں دھیان بھٹکانے کا سبب ہوگا، اور ہر وہ چیز جو نماز میں خلل انداز ہو مکروہ ہے (۲)، مفلر (Muffler) اور کوٹ (Jacket) کو سدل کی صفت پر پہن کر نماز پڑھنے میں سدل ثوب کا معنی پایا جاتا ہے، اس لیے مفلر اور کوٹ کو سدل کی صفت پر پہن کر نماز پڑھنا بھی مکروہ ہوگا (۳)۔

### رقم المتن - ۶۳

وَلَا يَلْتَفِتُ يَمِينًا وَ شِمَالًا.

ترجمہ: اور دائیں بائیں نہ دیکھے۔

### توضيح المسئلة

مصلی کا دوران صلاۃ دائیں بائیں دیکھنا مکروہ ہے، کیوں کہ دائیں بائیں دیکھنے کی وجہ سے نماز میں دھیان ہٹنے کا خطرہ ہے جو خشوع و خضوع میں خلل انداز ہوگا (۴)۔

(۱) سدل الثوب في المغرب هو أن يرسله من غير أن يضم جانيبه و قيل هو أن يلقيه على رأسه يرخيه على منكبيه، أقول هذا في الطيلسان أما في القباء ونحوه فهو أن يلقيه على كتفيه من غير أن يدخل يديه في كميه و يضم طرفيه. (شرح الوقايه: ۱/ ۱۶۷)

(۲) ويكره التنفل و مدافعة الأخبثين و حضور طعام تنوفاً نفسه و ما يشغل البال و يغفل بالخشوع.

(نور الإيضاح: ص ۶۰)

(۳) الحكم يدور مع علته عدماً و وجوداً. (القواعد الفقهية: ص ۲۷۲)

(۴) ويكره للمصلي الالتفات بعنقه. (نور الإيضاح: ص ۸۹)

## تفریع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (١١٨)

نماز میں موبائل فون وائب ریٹ (Vibrate) پر رکھنا

بعض لوگ نماز سے پہلے موبائل کو سوچ آف نہ کرتے ہوئے صرف موبائل کی گھنٹی بند کر کے وائب ریٹ (Vibrate) پر رکھتے ہیں، ان کا یہ فعل مکروہ ہے، کیوں کہ دورانِ صلاۃ موبائل کا وائب ریٹ کرنا نماز میں خلل پیدا کرتا ہے جو نماز سے دھیان ہٹا دیتا ہے (۱)۔

## طريقة الإنطباق

یہاں ایک ضابطہ جان لینا چاہیے تاکہ انطباق بے غبار ہو جائے کہ ہر اس صفت یا فعل کے ہوتے ہوئے نماز پڑھنا جو نماز کے خشوع و خضوع میں نخل بنے مکروہ ہے، اور جیسے نماز میں دائیں بائیں دیکھنا نماز میں نخل ہے، ایسے ہی دورانِ صلاۃ موبائل کا وائب ریٹ (Vibrate) کرنا بھی خشوع و خضوع میں خلل پیدا کرتا ہے، اور دل کو اس کی

(۱) عن أنس رضي الله عنه يبلغ به عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: إذا حضر العشاء وأقيمت الصلاة فابدهء وبالعشاء قال: أبو عيسى والذي ذهب إليه بعض أهل العلم من أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم وغيرهم أشبه بالإتباع وإنما أرادوا أن لا يقوم الرجل إلى الصلاة وقلبه مشغول بسبب شيء.

(السنن للترمذي: ۲۶۳/۱، أبواب الصلاة، ما جاء إذا حضر العشاء)

ویکرة التنفل كالفرض حال مدافعة أحد الأخبيين البول والغائط وكذا الريح ووقت حضور طعام تنوقه نفسه وعند حضور كل ما يشغل البال عن استحضار عظمة الله تعالى.

(مراقبي الفلاح: ص ۷۵، قبیل باب الأذان، المسائل المهمة: ۴/۶۷)

طرف مشغول کر دینا ہے، اس لیے یہ بھی مکروہ ہوگا (۱)۔

## باب صلاة المريض

### رقم المتن - ۶۴

إِذَا تَعَذَّرَ عَلَى الْمَرِيضِ الْقِيَامُ صَلَّى قَاعِدًا يَرْكُعُ وَيَسْجُدُ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعِ الرُّكُوعَ وَالسُّجُودَ أَوْ مَنَى إِيْمَاءً وَجَعَلَ السُّجُودَ أَخْفَضَ مِنَ الرُّكُوعِ وَلَا يَرْفَعُ إِلَى وَجْهِهِ شَيْئًا يَسْجُدُ عَلَيْهِ.

ترجمہ: جب بیمار پر کھڑا ہونا مشکل ہو جائے تو وہ بیٹھ کر رکوع و سجدہ کرتے ہوئے نماز پڑھے اور اگر رکوع و سجدہ بھی نہ کر سکے تو اشارہ سے نماز پڑھے اور سجدے کا اشارہ: رکوع کے اشارہ سے پست کرے اور چہرے کی طرف کوئی چیز نہ اٹھائے جس پر سجدہ کرے۔

### توضیح المسئلة

فرض نماز بیٹھ کر یا لیٹ کر پڑھنا بالاتفاق جائز نہیں۔ البتہ مریض کو اللہ رب العزت نے گنجائش دی ہے کہ اگر وہ قیام پر قدرت نہ رکھتا ہو تو وہ بیٹھ کر رکوع و سجدہ کو اشارہ سے ادا کر کے نماز پڑھے، اور سجدہ کا اشارہ رکوع کے اشارہ سے پست کرے کیوں کہ اشارہ رکوع و سجدہ کے قائم مقام ہے۔ اس لیے وہ رکوع و سجدہ کا حکم لے لے گا۔ اور سجدہ کرنے کے لیے اپنے چہرہ کی طرف کسی چیز کو اٹھانے کی ضرورت نہیں ہے محض اشارہ ہی کافی ہے۔

(۱) ويكره التنفل ..... مدافعة الأعبثين وحضور طعام تنوفه نفسه وما يشغل اليال ويحل بالحشوع.

## تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (١١٩)

## كرسى (Chair) پر بیٹھ کر نماز پڑھنے کا حکم

اگر مریض قیام پر قادر نہیں لیکن زمین پر بیٹھ کر رکوع وسجدہ پر قادر ہے تو ایسے شخص کے لیے کرسی (Chair) پر بیٹھ کر اشارہ سے نماز پڑھنا شرعاً درست نہیں ہے (۱)۔

## طريقة الإنطباق

شریعت مکلف بندوں کو ان کی طاقت کے مطابق ہی مکلف بناتی ہے؛ لہذا اگر مریض قیام پر قادر نہیں لیکن وہ زمین پر بیٹھ کر رکوع وسجدہ کر سکتا ہے تو قیام پر عدم قدرت کی وجہ سے اس کے حق میں قیام کی فرضیت ختم ہو جائے گی، لیکن چوں کہ وہ رکوع وسجدہ کی ادائیگی پر قادر ہے اس لیے رکوع وسجدہ کی فرضیت باقی رہے گی، اس لیے رکوع وسجدہ کی ادائیگی اشارہ سے جائز نہیں ہوگی۔ اس لیے ایسے مریض کے لیے کرسی پر بیٹھ کر رکوع وسجدہ کا اشارہ کر کے نماز پڑھنا جائز نہیں ہوگا (۲)۔

(۱) إذا تعذر على المريض القيام صلى قاعداً يركع ويسجد فان لم يستطع الركوع والسجود أومى إيماء. (المختصر القدوري: ص ۳۳)

وان كان قادراً على القعود يركع ويسجد فصلی بالإيماء ولا يحزیه بالانفلاق. (بدائع الصنائع: ۵۱۴/۱)  
قال الشامي بل يظهر لي أنه لو كان قادراً على وضع شيء على الأرض مما يصح السجود عليه أنه يلزمه ذلك، لأنه قادراً على الركوع والسجود حقيقة، ولا يصح الإيماء بهما مع القدرة عليهما.

(رد المحتار: ۷۹۴/۲، باب صلاة المريض، المسائل المهمة: ۶۸/۴)

(۲) إذا عجز المريض عن القيام صلى قاعداً يركع ويسجد لقوله عليه السلام لعمران بن حصين =

رقم المسئلة (۱۲۰)

## کرسی (Chair) پر نماز پڑھنے والے کا اپنے سامنے میز (Table) رکھنے کا حکم

اگر کوئی مریض ایسا معذور ہو کہ وہ نہ تو قیام پر قادر ہو، اور نہ ہی زمین پر بیٹھ کر رکوع وسجدہ کر سکتا ہو، تو ایسے مریض کے لیے کرسی پر بیٹھ کر محض سر کے اشارہ سے نماز پڑھنا جائز و درست ہے، البتہ سجدہ کا اشارہ رکوع کے اشارے سے پست کرے۔ اس مریض کو اپنے سامنے سجدہ کرنے کے لیے میز رکھنا ضروری نہیں ہے، اس کا سجدہ سر کے اشارہ سے ہی ادا ہو جائے گا (۱)؛ لیکن اگر سامنے رکھی ہوئی میز پر سجدہ کر لیا اور سجدہ کا اشارہ رکوع کے اشارہ سے پست ہو تو بھی سجدہ ادا ہو جائے گا (۲)۔

= صل قائماً، فإن لم تستطع فقاعداً فإن لم تستطع فعلى جنب تومي إيماءً ولأن الطاعة بحسب الطاقة.

(الهداية: ۱/۱۶۱، باب صلاة المريض)

(۱) إذا تعذر على المريض القيام صلى قاعداً يركع ويسجد فإن لم يستطع الركوع والسجود، أومي إيماءً وجعل السجود أخفض من الركوع ولا يرفع إلى وجهه شيئاً يسجد عليه.

(المختصر القدوري: ص ۳۳، باب صلوة المريض)

إذا عجز المريض عن القيام صلى قاعداً يركع ويسجد لقوله عليه الصلاة والسلام لعمران بن حصين: صل قائماً فإن لم تستطع فقاعداً فإن لم تستطع فعلى جنب تومي إيماءً، ولأن الطاعة بحسب الطاقة، فإن لم تستطع الركوع والسجود أو ما إيماءً يعني قاعداً، لأنه وسع مثله وجعل مسجوده أخفض من ركوعه، لأنه قائم مقامهما فأخذ حكمهما، ولا يرفع إلى وجهه شيئاً يسجد عليه لقوله عليه السلام إن قدرت أن تسجد على الأرض فاسجد وإلا فأوم برأسك.

(الهداية: ۱/۱۶۱، باب صلاة المريض)

(۲) ولا يرفع إلى وجهه شيئاً يسجد عليه فإن فعل وهو يخفض رأسه صح وإلا لا .

(البحر الرائق: ۲/۲۰۰، باب صلوة المريض) =

## طريقة الانطباق

اگر کوئی مریض ایسا ہو جو نہ تو قیام پر قادر ہو اور نہ ہی رکوع و سجود پر تو ایسے مریض کے لیے اشارے سے نماز پڑھنا جائز و درست ہے، کیوں کہ شریعت کسی بھی حکم میں طاقت کے بقدر ہی بندے کو مکلف بناتی ہے (۱)، اور ایسے مریض کے لیے کرسی پر بیٹھ کر بھی نماز پڑھنا جائز ہوگا، کیوں کہ کرسی پر بھی بیٹھ کر اشارے سے نماز پڑھنے کا معنی متحقق ہو جاتا ہے، البتہ اس بات کا خیال رکھے کہ سجدے کا اشارہ رکوع کے اشارے سے پست ہو، کیوں کہ اشارہ رکوع و سجدہ کے قائم مقام ہے، اس لیے وہ رکوع و سجدہ کا حکم لے لے گا (۲)، یعنی جیسے رکوع کی ہیئت بلند ہوتی ہے اور سجدے کی ہیئت پست، ایسے ہی رکوع کا اشارہ بھی بلند اور سجدے کا اشارہ پست ہوگا؛ پس معلوم ہوا کہ سجدہ کرنے کے لیے چہرے کی طرف کسی ایسی چیز کو اٹھانے کی ضرورت نہیں ہے کہ اس پر سجدہ کیا جائے کیوں کہ اشارہ جب سجدے کے قائم مقام ٹھہرا تو اشارے سے ہی سجدہ ادا ہو گیا، لیکن اگر وہ سامنے رکھے ہوئے میز پر سجدہ کرے، اور میز رکوع کے اشارہ کی حد سے پست ہو، تو سجدہ ادا ہو جائے گا، کیوں کہ سجدہ پر عدم قدرت کی صورت میں قائم مقام (رکوع و سجدہ کا اشارہ) اپنی شرط (سجدے

= فإن فعل ذلك وهو بخفض رأسه أجزاء لوجود إيماء.

(الهداية: ۱/ ۱۶۱، باب صلاة المريض، فتاوی دار العلوم زکریا: ۲/ ۶۲۶)

- (۱) إذا عجز المريض عن القيام صلى قاعداً يركع ويسجد لقوله عليه السلام لعمران بن حصين صل قائماً فإن لم يستطع فسجداً، فإن لم يستطع فعلى الجنب تومي إيماء، وإن الطاعة بحسب الطاقة، فإن لم تستطع الركوع والسجود أو ما إيماء يعني قاعداً لأنه وسع مثله. (الهداية: ۱/ ۱۶۱، باب صلاة المريض)
- (۲) وجعل سجوده أخفض من ركوعه لأنه قائم مقامهما فأخذ حكمهما. (الهداية: ۱/ ۱۶۱)

کے اشارہ رکوع کے اشارے سے پست ہو) کے ساتھ پایا گیا (۱)۔

رقم المسئلة (۱۲۱)

## قیام کے سقوط میں ڈاکٹر (Doctor) کے مشورہ کی شرعی حیثیت

بسا اوقات انسان کسی ایسی بیماری میں مبتلا ہو جاتا ہے، جس میں ڈاکٹر کی طرف سے یہ ہدایت ہوتی ہے کہ نماز بیٹھ کر پڑھنا ہے، کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کی صورت میں ضرر کا اندیشہ ہے، اگر یہ بات غلبہ ظن کے درجہ میں حاصل ہو جائے کہ واقعی اس مرض میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنا باعث ضرر ہے، مثلاً خود مریض کو کھڑے ہو کر نماز پڑھنے سے بیماری کے بڑھ جانے کا احساس ہو، یا ڈاکٹر متعلقہ بیماری میں ماہر ہو، اور مسلمان ہونے کے ساتھ ساتھ نماز کی حقیقت کا بھی قائل ہو تو شرعاً ایسے ڈاکٹر کے مشورہ پر مریض عمل کر سکتا ہے اور اس کے لیے ترک قیام جائز ہوگا (۲)۔

(۱) فإن فعل ذلك وهو يخفف رأسه أجزاءه لو جود الإيماء. (الهداية: ۱/۱۶۱)

(۲) (إذا عجز المريض) قال ابن الهمام المراد أعم من العجز الحقيقي حتى لو قدر على القيام، لكن يخاف بسببه إبطاء براء، أو كان يجد المأ شديداً إذا قام جاز له تركه.

(فتح القدير: ۲/۳، باب صلاة المريض)

قال أيضاً ابن الهمام ونحقق الحرج منوط بزيادة المرض أو إبطاء البرء أو فساد عضو، ثم معرفة ذلك بإجتهد المريض، والإجتهد غير مجرد الوهم، بل هو غلبة الظن عن أمانة أو تجربة أو باخبار طبيب مسلم غير ظاهر الفسق.

(فتح القدير: ۲/۳۵۶، فصل في العوارض، كتاب الصوم، فتاوى حقايبه: ۳/۳۲۳)



## طريقة الإنطباق

نماز میں قیام کے لیے عذر کا متحقق ہونا ضروری ہے (۱)، اور عذر کے تحقق کا دارو مدار غلبہ ظن پر ہے۔ اب یہ غلبہ ظن کا معنی کبھی تو خود مریض کے اجتہاد سے حاصل ہوتا ہے، اور کبھی کسی علامت یا تجربہ سے ایسے ہی یہ معنی ماہر ڈاکٹر کے خبر دینے سے بھی حاصل ہو جاتا ہے۔ اس لیے اگر کوئی ماہر ڈاکٹر ترک قیام کی ہدایت کرے تو مریض کے لیے اس کی ہدایت پر عمل کرتے ہوئے قیام کو ترک کر دینا جائز ہوگا (۲)۔

(۱) ان تعذر القيام بمرض حدث قبل الصلاة أو فيها صلى قاعداً ركع وسجد.

(شرح الوقاية: ۱/۱۸۹)

(۲) ثم معرفة ذلك باجتهد المريض، والاجتهاد غير مجرد الوهم بل هو غلبة ظن عن أماره أو تجربة أو بإخبار طبيب مسلم غير ظاهر الفسق كذا في فتح القدير.

(الفناوی الہندیۃ: ۱/۲۷، الباب الخامس فی الأعذار التي تبيح الإفطار)

## باب سجود التلاوة

### رقم المتن - ٦٥

السُّجُودُ وَاجِبٌ فِي هَذِهِ الْمَوَاضِعِ عَلَى التَّالِيِ وَالسَّامِعِ سَوَاءً قَصَدَ  
سَمَاعَ الْقُرْآنِ أَوْ لَمْ يَقْصِدْ.

ترجمہ: سجدة تلاوت ان جگہوں (چودہ جگہ) میں واجب ہے، تلاوت کرنے والے پر بھی اور سننے والے پر بھی خواہ قرآن سننے کا ارادہ کیا ہو یا نہ کیا ہو۔

### توضیح المسئلة

پورے قرآن کریم میں کل چودہ مقامات میں آیاتِ سجده ہیں (۱)، ان آیتوں کے پڑھنے والے پر سجده کرنا واجب ہے، چاہے سننے کا ارادہ کیا ہو یا نہ کیا ہو (۲)؛ کیوں کہ وجوب کا سبب سامع و تالی دونوں کے حق میں تلاوت ہے (۳)۔

(۱) وایاتھا أربع عشرة آية. (نو رالإيضاح/ ۱۱۴ باب سجود التلاوة)

(۲) والسجود واجب في هذه المواضع على التالى والسامع سواء قصد سماع القرآن أو لم يقصد.

(المختصر القدوري: ص ۳۴)

(۳) سببه التلاوة على التالى والسامع فى الصحيح، لأن الأصل فى السببية هو التلاوة، و السماع بناء عليه

لأنه من المتولدات. (نو رالإيضاح مع الحاشية: ص ۱۱۳، باب سجود التلاوة)

## تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (١٢٢)

## ٹی وی (TV) پر آیت سجدہ سننے سے سجدہ تلاوت کا حکم

اگر ٹی وی (TV) پر، پروگرام براہ راست (Telecast) نشر کیا جائے جیسا کہ رمضان المبارک کے مہینے میں حرم شریف کی تراویح ٹی وی (TV) پر براہ راست نشر کی جاتی ہے، یعنی ٹی وی پر سنائی دینے والی آواز بعینہ حرم کے امام کی ہوتی ہے، تو اس کے ذریعے آیت سجدہ سننے پر سجدہ تلاوت واجب ہوگا (۱)۔

اور اگر پہلے ویڈیو ریکارڈ (Video Record) کیا جائے، پھر اس ریکارڈ کی ہوئی آواز کو ٹی وی پر نشر کیا جائے تو سجدہ تلاوت واجب نہیں ہوگا (۲)۔

(۱) و يجب بسبب تلاوة أية أي أكثرها مع حرف السجدة، فالسبب التلاوة وإن لم يوجد السماع كتلاوة الأصم) والسماع شرط في حق غير التالي. قال الشامي تحت قوله فالسبب التلاوة أي التلاوة الصحيحة وهي الصادرة ممن له أهلية التمييز. (الدر المختار مع رد المحتار: ۵۷۵/۲، باب سجود التلاوة) تحجب بأربع عشرة آية ..... على من تلا ولو إماماً، أو سمع ولو غير قاصد، قال العلامة ابن نجيم المصري قال في المحتبى لها أحد ثلاثة التلاوة، والسماع والإتمام.

(البحر الرائق: ۲/۲۱۲، باب سجود التلاوة)

(۲) ولا تحجب بسماعها من الطير والصدى. (نور الإيضاح: ص ۱۱۴، باب سجود التلاوة) ولا تحجب بسماعه من الصدى والطير قال الشامي تحت قوله. (من الصدى) هو ما يحيلك مثل صوتك في الجبال والصحاري ونحوهما كما في الصحاح وتحت قوله (والطير) هو الأصح.

الدر المختار مع رد المحتار: ۵۸۳/۲، الفتاوى الهندية: ۱/۱۳۲، الباب الثالث عشر في سجود التلاوة،

محقق ومدلل جديد مسائل: ۱/۱۳۵)

رقم المسئلة (١٢٣)

ٹیپ ریکارڈ (Tape Record) اور ریڈیو (Radio)

پر آیت سجدہ سننے سے سجدہ تلاوت کا حکم

ٹیپ ریکارڈ اور ریڈیو پر آیت سجدہ سننے سے سجدہ تلاوت واجب نہیں ہوگا (۱)؛  
البتہ اگر قاری براہ راست ریڈیو پر آیت سجدہ کو تلاوت کرے تو سننے والوں پر سجدہ تلاوت  
واجب ہوگا (۲)۔

رقم المسئلة (١٢٤)

گاڑی میں آڈیو (Audio) کے ذریعہ آیت سجدہ کے سننے کا حکم

اگر کوئی شخص گاڑی چلاتے ہوئے قرآن کریم کی تلاوت آڈیو (Audio) سی  
ڈی (CD) یا پین ڈرائیو (Pan drive) وغیرہ کے ذریعہ سن رہا ہو، اور اس میں آیت

(۱) ولا تجب إذا سمعها من طير هو المختار ..... وان سمعها من الصدى لا تجب عليه.

(الفناوی الہندیۃ: ۱/ ۱۳۲)

ولا تجب بسماعها من الطير والصدى.

(نور الإيضاح: ص ۱۱۴، البحر الرائق ۲/ ۲۱۱، باب سجود التلاوة)

(۲) ويحب بسبب تلاوة آية أي أكثرها مع حرف السجدة، فالسبب التلاوة وإن لم يوجد السماع  
كتلاوة الأصم، والسماع شرط في حق غير التالي، قال الشامي تجب قوله (فالسبب التلاوة) أي التلاوة  
الصحيحة وهي الصادرة ممن له أهلية التمييز.

(الدر المختار مع رد المختار: ۲/ ۵۷۵، محقق ومدلل جديد مسائل: ۱/ ۱۳۷)

سجدہ کن لے تو اس پر سجدہ تلاوت واجب نہیں ہوگا (۱)۔

### طريقة الإنطباق

سامع پر سجدہ تلاوت کے وجوب کے لیے اصل تلاوت یعنی تلاوت صحیحہ کا سماع ضروری ہے (۲)، نقل یا عکس سے سجدہ تلاوت واجب نہیں ہوتا (۳)، اور تلاوت صحیحہ عقل و تمیز سے وجود میں آتی ہے (۴)، اس لیے اگر تلاوت کو کسی آلہ مثلاً: کیسٹ (Cassete) سی ڈی (CD) یا ٹیپ ریکارڈ (Tape record) وغیرہ میں محفوظ کر لیا جائے، پھر وہ تلاوت ریڈیو یا ٹی وی پر نشر کی جا رہی ہو تو سامع پر سجدہ واجب نہیں ہوگا؛ کیوں کہ ان آلات سے آنے والی آواز ناقل محض ہے، تلاوت صحیحہ کے حکم میں نہیں ہے، ہاں اگر قاری تلاوت کرے اور اس کی تلاوت ٹی وی یا ریڈیو پر براہ راست نشر (Telecast) کی جا رہی ہو، تو چوں کہ یہ آواز بعینہ قاری کی ہی ہے جس میں عقل و تمیز کا معنی موجود ہے اس لیے یہ آواز تلاوت صحیحہ کے حکم میں ہوگی اور اس کی سننے پر سجدہ تلاوت واجب ہوگا۔

(۱) لا تحب بسماعه من الصدی والطیر. (رد المحتار: ۵۸۳/۲)

ولا تحب إذا سمعها من طیر هو المختار. وإن سمعها من الصدی لا تحب عليه كذا في الخلاصة.

(الفتاویٰ الہندیۃ: ۱۳۲/۱، الباب الثالث فی سجود التلاوة،

البحر الرائق: ۱/۲۱۱، باب سجود التلاوة، المسائل المهمة: ۶۱/۷)

(۲) قال الشامي السبب تلاوة صحيحة. (رد المحتار: ۵۸۱/۲، باب سجود التلاوة)

(۳) لا تحب بسماعها من الطیر والصدی. (نور الإيضاح: ص ۱۱۴)

(۴) قال في الفتح لكن ذكر شيخ الإسلام أنه لا يجب بالسماع من مجنون أو نائم أو طير لأن السبب سماع تلاوة صحيحة وصحتها بالتميز ولم يوجد وهذا التعليق يفيد التفصيل في الصبي فليكن هو المعتبر ان كان مميزا وجب بالسماع منه وإلا فلا. (رد المحتار: ۵۸۱/۲، باب سجود التلاوة)

رقم المسئلة (١٢٥)

## آیت سجدہ ٹائپ (Type) یا کمپوز (Compose) کرنے سے سجدہ تلاوت کا حکم

آیت سجدہ ٹائپ کرنے والے (Type writer) پر اسی طرح کمپوزنگ کرنے والے (Composer) پر سجدہ تلاوت واجب نہیں ہوگا (۱)؛ مگر یہ کہ وہ آیت سجدہ زبان سے پڑھے تو اس صورت میں سجدہ تلاوت لازم ہوگا (۲)۔

### طريقة الإنطباق

یہاں ایک ضابطہ سمجھ لینا چاہیے کہ سجدہ تلاوت کے وجوب کا مدار پڑھنے یا سننے پر ہے جس کا تعلق صوت (آواز) سے ہے (۳)، اور کتابت میں کوئی آواز نہیں ہوتی جسے پڑھا یا سنا جاسکے اسی لیے آیت سجدہ کو ٹائپ کرنے والے اور کمپوز کرنے والے پر سجدہ تلاوت

(۱) ولا تجب السجدة بكتابة القرآن كذا في فتاوى قاضی خان۔ (الفتاوى الهندية: ۱/۱۳۳)

يجب بسبب تلاوة قال الشامي احتراز عما لو كتبها أو تهجها فلا سجود عليه.

(الدر المختار مع رد المحتار: ۲/۵۷۵)

وفي إضافة السجود إلى التلاوة إشارة إلى أنه إذا اكتبها أو تهجها لا يجب عليه سجود.

(البحر الرائق: ۲/۲۰۹)

(۲) يجب بسبب تلاوة ..... بشرط سماعها فالسبب التلاوة والسماع.

(الدر المختار: ۲/۵۷۵، جديد فقهي مسائل: ۱/۱۷۱، محقق و مدلل جديد مسائل: ۱/۱۳۶)

(۳) يجب بسبب تلاوة آية ..... بشرط سماعها فالسبب التلاوة، وإن لم يوجد السماع كتلاوة الاصم

والسماع شرط في حق غير التالي. (الدر المختار: ۲/۵۷۵)

واجب نہیں ہے کیوں کہ ٹائپ کرنا یا کمپوز کرنا فعلِ کتابت ہے، اور کتابت سے مجدہ تلاوت واجب نہیں ہوتا ہے (۱)۔

## باب صلاة المسافر

### سفر شرعی کی مسافت

#### رقم المتن - ۶۶

السَّفَرُ الَّذِي يَتَغَيَّرُ بِهِ الْأَحْكَامُ هُوَ أَنْ يَقْصِدَ الْإِنْسَانُ مَوْضِعًا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْمَقْصِدِ مَسِيرَةً ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ بِسَيْرِ الْإِبِلِ وَ مَشْيِ الْأَقْدَامِ.

ترجمہ: وہ سفر جس سے احکام بدل جاتے ہیں یہ ہے کہ انسان ایسی جگہ کا ارادہ کرے کہ اس کے اور اس جگہ کے درمیان تین دن کی مسافت ہو اونٹ یا پیدل کی رفتار سے۔

#### توضیح المسئلة

صاحبِ قدوری فرماتے ہیں کہ جس سفر سے احکام متغیر ہو جاتے ہیں وہ سفر یہ ہے کہ انسان تین دن تین رات چلنے کا ارادہ کرے، چال کے اندر معتدل رفتار ہو، مثلاً اونٹ کی چال معتبر ہے یا پیدل۔ متن کی عبارت میں ایام (دن) سے مراد سب سے چھوٹا دن ہے (۲)، جیسے ہمارے ملک ہندوستان میں سردی کے دن ہوتے ہیں، اسی طرح چوبیس

(۱) ولا تجب المسجدة بكتابة القرآن كذا في فتاوى قاضی حان. (الفتاوى الهندية: ۱/۱۳۳)

(۲) أقل سفر تغیر به الأحكام مسيرة ثلاثة أيام من أقصر أيام السنة بسير وسط مع الاستراحات.

(نور الإيضاح: ص ۱۰۱، باب صلاة المسافر)

گھنٹے چلتے رہنا مراد نہیں ہے بل کہ ہر دن صبح سے زوال تک ہر منزل پر پہنچ کر آرام کرے، تین دن تین رات میں جو مسافت طے ہو وہ مسافت سفر ہے (۱)۔

### تفریع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (۱۲۶)

کلو میٹر (Kilo metter) کے اعتبار سے مسافت قصر کی مقدار

حنفیہ کا معروف مذہب تو یہی ہے کہ مسافر ہونے کے لیے کوئی مخصوص زمینی مسافت متعین نہیں ہے، بل کہ اوسط رفتار سے تین دن و رات میں جتنی دور کا سفر کیا جاسکے کم سے کم اتنی دور کے سفر سے انسان شرعاً مسافر ہو جاتا ہے (۲)، راستہ کی ہمواری و ناہمواری کے اعتبار سے یہ مسافت مختلف بھی ہو سکتی ہے (۳)، لیکن عوام خود اس مسافت کی مقدار کو متعین نہیں کر سکتی، اسی لیے فقہائے کرام نے عوام کی آسانی کے لیے اس مسافت کی

(۱) قال الشامي تحت قوله (مسيرة ثلاثة أيام و ليليتها) المراد بالأيام النهار لأن الليل للإستراحة فلا يعتبر. (۶۰۱/۲، باب صلاة المسافر)

المراد باليوم النهار دون الليل للإستراحة فلا يعتبر، والمراد ثلاثة أيام من أقصر أيام السنة، و هل يشترط سفر كل يوم إلى الليل اختلفوا فيه والصحيح أنه لا يشترط حتى لو بكر في اليوم الأول، و مشي إلى الزوال ثم في اليوم الثاني كذلك، ثم في اليوم الثالث كذلك. (البحر الرائق: ۲/۲۲۷، باب صلاة المسافر)  
(۲) المسافر الذي يتغير به الأحكام أن يقصد مسيرة ثلاثة أيام و ليليتها بسير الإبل و مشي الأقدام..... السير المذكور هو الوسط و عن أبي حنيفة التقدير بالمراحل وهو قريب من الأول و لا معتبر بالفراسخ هو الصحيح. (الهداية: ۱/۱۶۵، باب صلاة المسافر)

(۳) قال الشامي تحت قوله (ولا إعتبار بالفراسخ على المذهب) إن الفراسخ تختلف باختلاف الطريق في السهل و الجبل و البر و البحر. (رد المحتار: ۲/۶۰۲)



تعیین کی ہے؛ چنانچہ صحابہؓ سے لے کر متاخرین فقہا تک کل چار اقوال ہیں، جن کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

(الف) 21 فرسخ جس میں 63 میل شرعی ہوتے ہیں۔

(ب) 18 فرسخ جس میں 54 میل شرعی ہوتے ہیں۔

(ج) 15 فرسخ جس میں 45 میل شرعی ہوتے ہیں (۱)۔

(د) 16 فرسخ جس میں 48 میل شرعی ہوتے ہیں (۲)۔

یہاں یہ بات ملحوظ رہے کہ ایک فرسخ تین میل کے برابر ہے، اور میل سے میل شرعی مراد ہے جو چار ہزار ہاتھ کے برابر ہے (۳)، میل انگریزی مراد نہیں، اس اعتبار سے

(۱) قال الشامي ثم اختلفوا فقليل أحد وعشرون وقيل ثمانية عشر وقيل خمسة عشر. (ردالمحتار: ۲/۶۰۲) ولم يعتبر بعض مشايخنا الفراسخ وفي السغناقي وهو الصحيح، وعامة مشايخنا قدروها بالفراسخ أيضا واختلفوا فيما بينهم بعضهم قالوا أحد وعشرون فرسخا وبعضهم قالوا ثمانية عشر، وبعضهم قالوا خمسة عشر. (الفتاوى التاتارخانية: ۲/۴۹۰، الفصل الثاني والعشرون في صلاة السفر)

(۲) كان ابن عمرو بن عباس يقصران ويفطران في أربعة برد وهو ستة عشر فرسخا.

(الصحيح للبخاري: ۱/۱۴۷، أبواب تقصير الصلاة)

عن نافع عن سالم أن ابن عمر رضي الله عنه خرج إلى أرض له بذات النصب فقصر وهي ستة عشر فرسخا. (المصنف لابن أبي شيبة: ۵/۳۵۷، الرقم: ۸۲۲۰)

ولكن جمهور الفقهاء قدروها باعتبار المكان بأربعة برد وهو ثمانية وأربعون ميلاً استناداً إلى بعض الآثار.

(الموسوعة الفقهية: ۳۶/۳۴۷)

(۳) قال الشامي تحت قوله (ولا إعتبار بالفراسخ) الفرسخ ثلاثة أميال، والميل أربعة آلاف ذراع.

(ردالمحتار: ۲/۶۰۲)

ایک میل شرعی 2000 گز = 1828 میٹر 80 سینٹی میٹر کا ہوا (۱)۔ اس حساب سے 63 میل شرعی میں 115 کلومیٹر 214 میٹر 40 سینٹی میٹر ہوں گے۔

اور 54 میل شرعی میں 98 کلومیٹر 755 میٹر 20 سینٹی میٹر ہوں گے۔

اور 48 میل شرعی میں 87 کلومیٹر 782 میٹر 40 سینٹی میٹر ہوں گے۔

اور 45 میل شرعی میں 82 کلومیٹر 296 میٹر ہوں گے۔

فقہائے کرام کے ان اقوالِ اربعہ میں سے قولِ ثانی 18 فرسخ والے قول کو بعض فقہا نے مفتی بہ بتلایا ہے (۲)، اور ائمہ خواریزم نے قولِ رابع 15 فرسخ والے قول کو

(۱) إضاح المسائل: ص ۷۰

(۲) قال الشامي ثم اختلفوا فقليل أحد وعشرون وقيل ثمانية عشر وقيل خمسة عشر والفتوى على الثاني لأنه الأوسط. (رد المحتار: ۶۰۲/۲)

قال المرغيناني وعامة المشايخ قدروها بالفراسخ، فقليل أحد وعشرون فرسخا وقيل ثمانية عشر فرسخا، قال المرغيناني وعليه الفتوى و قال العتايي في جوامع الفقه وهو المختار.

(حلبی کبیر: ص ۵۳۵، فصل فی صلاة المسافر)

وعامة مشايخنا قدروها بالفراسخ أيضا، واختلفوا فيما بينهم بعضهم قالوا أحد وعشرون فرسخا، وبعضهم قالوا ثمانية عشر، وبعضهم قالوا خمسة عشر، والفتوى على ثمانية عشر، لأنها أوسط الأعداد.

(الفتاوى التاتارخانية: ۲/ ۴۹۰، الفصل الثاني والعشرون في صلاة السفر)

وعامة مشايخنا قدره بالفراسخ أيضا واختلفوا فيما بينهم بعضهم قالوا أحد وعشرون فرسخا، وبعضهم قالوا ثمانية عشر فرسخا، أدنى مدة السفر ثمانية عشر فرسخا، وبعضهم قالوا خمسة عشر فرسخا، والفتوى على ثمانية عشر لأنها أوسط الأعداد.

(المحيط البرهاني: ۲/ ۳۸۵، الفصل الثاني والعشرون في صلاة السفر)

مفتی بہ اور رائج قرار دیا ہے (۱)، یہی قولِ رابع (۵/۱ فرسخ) اقوالِ اربعہ میں سے سب سے کم مسافت کا ہے، جو کہ کلومیٹر کے اعتبار سے 82 کلومیٹر 296 میٹر کا ہوتا ہے، اس سے کم مسافت پر قصر کے بارے میں متقدمین و متاخرین فقہاء میں سے کسی کا کوئی قول نہیں ملتا ہے، اس سفر شرعی کی مسافت 82 کلومیٹر 296 میٹر ہونی چاہیے؛ البتہ ہمارے بعض بزرگوں نے 48 میل انگریزی کا اعتبار کیا ہے جس میں 77 کلومیٹر 248 میٹر 51 سینٹی 2 ملی میٹر ہوتے ہیں۔

### طريقة الإنطباق

سفر شرعی کے لیے حنفیہ کے یہاں ظاہر مذہب میں مسافت قصر کا مدار فرسخ اور میلوں پر نہیں (۲)، بل کہ تین دن و رات میں متعاد طریقہ پر جتنی مسافت پیدل یا جانور سے قطع کی جاسکے اس پر قصر کا مدار ہے (۳)، اب تین دن متعاد طریقہ سے چلنے سے مسافت کی مقدار کیا ہوگی، اس میں فقہائے متاخرین کے چار اقوال ہیں، جن کی تفصیل مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) قال الشامي: ثم اختلفوا فقليل أحد وعشرون وقليل ثمانية عشر وقليل خمسة عشر، والفتوى على الثاني، لأنه الأوسط، وفي المجتبى فتوى أئمة خوارج على الثالث. (رد المحتار: ۲/۲۰۲)  
وفي النهاية الفتوى على اعتبار ثمانية عشر فرسخا وفي المجتبى فتوى أكثر أئمة خوارج على خمسة عشر فرسخا. (البحر الرائق: ۲/۲۲۸، كتاب الفتاوى: ۲/۴۷۶،

فتاوى قاسمية: ۸/۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، كتاب النوازل: ۵/۳۹۳)

(۲) ولا اعتبار بالفراسخ على المذهب لأن المذكور في ظاهر الرواية اعتبار ثلاثة أيام كما في الحلية و قال في النهداية هو الصحيح احتراز عن قول عامة المشايخ من تقديرها بالفراسخ. (رد المحتار: ۲/۲۰۲)  
(۳) السفر الذي يتغير به الأحكام هو أن يقصد الإنسان موضعا بينه وبين المقصد مسيرة ثلاثة أيام بسير الإبل ومشى الأقدام. (المختصر القدوري: ص ۳۴)

(الف) ۲۱ فرسخ = ۶۳ میل شرعی = ۱۱۵ کلومیٹر ۲۱۴ / میٹر ۴۰ / سینٹی میٹر۔

(ب) ۱۸ فرسخ = ۵۴ میل شرعی = ۹۸ کلومیٹر ۷۵۵ / میٹر ۲۰ / سینٹی میٹر۔

(ج) ۱۵ فرسخ = ۴۵ میل شرعی = ۸۲ کلومیٹر ۲۹۶ / میٹر (۱)۔

(د) ۱۶ فرسخ = ۴۸ میل شرعی = ۸۷ کلومیٹر ۸۲ / میٹر ۴۰ / سینٹی میٹر (۲)۔

اور ہمارے بعض اکابرین دیوبند نے اس مسافت میں ۴۸ میل انگریزی کا اعتبار فرمایا ہے۔ اور ایک انگریزی میل = ۶۰ / ۱۷۰۹ = ۱۷۰۹ / ۶۰ کلومیٹر ۶۰۹ / میٹر ۳۴ / سینٹی میٹر ۴ / ملی میٹر کا ہوتا ہے۔ اس حساب سے ۴۸ میل انگریزی = ۷۷ / ۷۷ کلومیٹر ۲۴۸ / میٹر ۵۱ / سینٹی میٹر ۲ / ملی میٹر کا ہوگا (۳)۔

**سوال :** اوپر ذکر کردہ اقوال اربعہ میں سب سے کم مسافت والا قول ۱۵ فرسخ

والا ہے جو ۴۵ میل شرعی = ۸۲ کلومیٹر ۲۹۶ / میٹر ہے، اور ہمارے اکابرین سے منقول قول ۴۸ میل انگریزی ہے، جو ۷۷ / ۷۷ کلومیٹر ۲۴۸ / میٹر ۵۱ / سینٹی میٹر ۲ / ملی میٹر ہے۔ ان دونوں کے درمیان تقریباً ۵ کلومیٹر کا فرق ہے۔ اب ایک بڑا سوال یہ ہے کہ ان دونوں قولوں میں سے مسافت قصر میں کون سا قول معتبر ہے؟

**جواب :** مسافت قصر کے سلسلے میں میل انگریزی کے بجائے میل شرعی پر عمل

کرنا چکند وجوہ بہتر ہے۔

(۱) رد المحتار: ۶۰۲/۲، کما تقدم تخريجه.

(۲) الصحيح البخاري: ۱/۱۴۷، أبواب تقصير الصلاة، المصنف لابن أبي شيبة: ۵/۳۵۷، الموسوعة

الفقهية: ۳۶/۳۴۷، کما تقدم تخريجه.

(۳) إيضاح المسائل: ص ۷۰

**وجہ اول:** حضرات فقہاء کے استنباط کردہ رائج قول پر عمل کرنا لازم ہے (۱)، اور 82 کلومیٹر 296 میٹر سے کم مسافت پر قصر کے بارے میں متقدمین و متاخرین فقہاء میں سے کسی کا کوئی قول نہیں ملتا، اور اسی پر ائمہ خوارزم نے فتویٰ دیا ہے، جب کہ 48 میل انگریزی 77 کلومیٹر 248 میٹر 51 سینٹی میٹر 2 ملی میٹر کی کوئی اصل کتب فقہ میں نہیں ملتی۔

**وجہ ثانی:** شریعت مطہرہ میں جہاں اوزان وغیرہ کی بات آتی ہے وہاں شرعی اوزان کا اعتبار ہوتا ہے عرفی اوزان کا نہیں۔ اس کی ایک نظیر یہ ہے کہ سونے اور چاندی میں ایک تولہ عرفی ۱۰ گرام کا ہوتا ہے، اور شرعی تولہ ۱۱ گرام ۶۶ ملی گرام کا ہوتا ہے، فقہائے کرام نے باب زکاة وغیرہ میں شرعی تولہ کا ہی اعتبار کیا ہے (۲)، عرفی تولہ کا نہیں، ایسے ہی یہاں بھی شرعی میل کا اعتبار کرنا چاہیے نہ کہ انگریزی میل کا۔

**وجہ ثالث:** احتیاط اسی میں ہے کہ میل انگریزی کے بجائے میل شرعی کے اعتبار سے مسافت سفر کا تعین کیا جائے، اور اس بارے فقہائے کرام کا کم سے کم قول ۱۵ فرسخ = ۴۵ میل شرعی کا ہے، جس کے اعتبار سے ۸۲ کلومیٹر ۲۸۶ میٹر سے کم میں قصر کی اجازت نہیں ہونی چاہیے، کیوں کہ میل انگریزی، میل شرعی سے تقریباً ۵ کلومیٹر کم ہے۔ اور نماز کا تعلق حقوق اللہ سے ہے، اسی لیے احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ قصر کی اجازت کم مسافت

(۱) قال الشامي: اعلم أن الواجب اتباع ما مثلاً ترجيحه عن أهله قد علما

أو كان ظاهر الرواية ولم يترجحوا خلاف ذلك فاعلم

أي أن الواجب على من أراد أن يعمل لنفسه أو يفني غيره أن يتبع القول الذي رجحه علماء مذهبه فلا يجوز له العمل أو الإفتاء بالمرجوح. (عقود رسم المفتي: ص ۴۴، الإفتاء بغير الرجح حرام)

(۲) تحفة الألمعي: ۵۳۷/۲

(میل انگریزی) کے بجائے زیادہ مسافت (میل شرعی) پر ہو، اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب کہ میل انگریزی کو چھوڑ کر شرعی میل پر عمل کیا جائے؛ تاہم یہ مسئلہ مجتہد فیہ ہے، اس لیے اکابر کی رائے کو بالکل غلط بھی نہیں کہا جاسکتا ہے (۱)۔

رقم المسئلة (۱۲۷)

سفر میں منزل مقصود کے دو راستے ہوں ایک سفر شرعی سے کم

اور دوسرا برابر یا زیادہ ہو

اگر کسی مقام کی مسافت ریل (Rail) یا بس (Bus) سے سفر کرنے میں مختلف ہو، یعنی بس کے ذریعہ مسافت شرعی (جس کے متعلق ہمارے علما کا اختلاف ہے کہ بعض نے 48 میل شرعی 87 کلومیٹر 782 میٹر 40 سینٹی میٹر، اور بعض نے 45 میل شرعی 82 کلومیٹر 296 میٹر کہا ہے (۲)، اور بعض نے 48 میل انگریزی 77 کلومیٹر 51 سینٹی میٹر 2 ملی میٹر (یعنی تقریباً سوا ستتر (77.25 km) کلومیٹر کہا ہے) سے کم ہو، اور ریل کے ذریعہ مسافت شرعی کے بقدر یا اس سے زائد ہو، یا اس کے برعکس ہو تو جس راہ سے سفر کیا جائے گا، قصود اتمام میں اسی کا اعتبار ہوگا، یعنی اگر مسافر مسافت شرعی والا راستہ اختیار کرے گا تو مسافر

(۱) الإحتیاط فی حقوق اللہ تعالیٰ جائز و فی حقوق العباد لایجوز.

(۲) قال الشامي: ثم اختلفوا فقليل أحد وعشرون، و قبل ثمانية عشر، و قبل خمسة عشر، و الفتوى على

الثاني، لأنه الأوسط و في المجتبى فتوى أئمة خوارزم على الثالث ..... و الفرسخ ثلاثة أميال.

(رد المحتار: ۲/۶۰۲)

ہوگا، اور مسافت شرعی سے کم مسافت والا راستہ اختیار کرے گا تو مسافر نہیں ہوگا (۱)۔

### طريقة الإنطباق

سفر شرعی کے لیے مسافت شرعی کا قصد ضروری ہے (۲)، اور مسافت سفر میں اس راستہ کا اعتبار ہوتا ہے جس پر مسافر سفر کرتا ہے (۳)، یعنی اگر کسی مقام تک پہنچنے کے لیے دو راستے ہوں، ایک راستے سے مسافر ہوتا ہو، دوسرے سے نہ ہوتا ہو، تو جس راستے سے سفر کرے گا اسی کا اعتبار ہوگا، اگر لمبے راستے سے سفر کرے گا تو مسافت شرعی کے پائے جانے کی وجہ سے مسافر ہوگا، اور اگر لمبے راستے کو چھوڑ کر مسافت شرعی سے کم والے راستے سے سفر کرے گا تو مسافر نہیں ہوگا؛ کیوں کہ مسافت شرعی کا قصد نہیں پایا گیا (۴)۔

(۱) ولو لموضع طريقان: أحدهما مدة السفر وآخر أقل قصر في الأول لا الثاني.

(الدر المختار: ۶۰۳/۲)

فإذا قصد بلدة و إلى مقصده طريقان: أحدهما مسيرة ثلاثة أيام ولياليها، والآخر دونها، فسلك الطريق الأبعد كان مسافراً عندنا فكذا في فتاوى قاضي خان.

(الفتاوى الهندية: ۱۳۸/۱، جديد فقهي مسائل: ۱/۱۴۳،

فتاوى حقانيه: ۳۵۳/۳، محقق و مدلل جديد مسائل: ۱/۱۳۸)

(۲) السفر الذي يتغير به الأحكام هو أن يقصد الإنسان موضعاً بينه و بين المقصد مسيرة ثلاثة أيام يسير الإبل ومشى الأقدام. (المختصر القدوري: ص ۳۵)

(۳) فالحاصل أن تعتبر المدة من أي الطريق أخذ فيه. (البحر الرائق: ۲/۲۲۹)

(۴) الحكم يدور مع علته عدماً و وجوداً. (موسوعة القواعد الفقهية: ۱۹۵/۵)

رقم المسئلة (١٢٨)

## قسطوں میں سفر طے کر کے مسافت شرعیہ کو پورا کرنے والا شخص نماز میں قصر کرے گا یا اتمام؟

بسا اوقات تاجر حضرات مختلف شہروں کا سفر کرتے ہیں جو مجموعی اعتبار سے مسافت شرعیہ یا اس سے زائد ہوتی ہے، ایسی صورت میں قصر و اتمام کا حکم لگانے کے لیے یہ دیکھا جائے گا کہ اگر یہ شخص اپنے وطن اصلی سے ہی مختلف شہروں کے سفر کا ارادہ بنا کر نکلا ہے جس کی مجموعی مقدار مسافت شرعی یا اس سے زائد ہو تو یہ شخص مسافر ہوگا، اور اس پر قصر لازم ہوگا (۱)؛ لیکن اگر وہ اپنے وطن اصلی سے صرف ایک ایسی بستی کے سفر کا ارادہ کرتا ہے جو مسافت شرعی سے کم ہے، پھر وہاں سے دوسری بستی کا ارادہ ہو گیا، اور وہ بھی مسافت شرعی سے کم ہے اور یہ سلسلہ دراز ہو گیا، تو یہ شخص مسافر نہیں ہوگا، اور اس پر اتمام لازم ہوگی (۲)۔

(۱) السفر الذي يتغير به الأحكام هو أن يقصد الإنسان موضعاً بينه وبين المقصد مسيرة ثلاثة أيام بسير الإبل ومشى الأقدام. (المختصر القدوري: ص ۳۹)

قال التمرناشي من خرج من عمارة موضع إقامة قاصداً مسيرة ثلاثة أيام ولياليها باليسر الوسط مع الاستراحات المعتادة صلى الفرض الرباعي ركعتين وجوباً. (ردالمحتار: ۵۹۹/۲، باب صلاة المسافر)  
(۲) وأما الثاني فهو أن يقصد مسيرة ثلاثة أيام فلو طاف الدنيا من غير قصد إلى قطع مسيرة ثلاثة أيام لا يترخص.

ومن طاف الدنيا لا قصد لم يقصر، قال الشامي بأن قصد بلدة بينه وبينها يومان للإقامة بها فلما بلغها بدائه أن يذهب إلى بلدة بينه وبينها يومان وهلم جراً. (الدر المختار مع رد المحتار: ۶۰۱/۲)



### طريقة الانطباق

سفر شرعی کے لیے مسافت سفر کا قصر و ارادہ ضروری ہے (۱)، اس کے بغیر آدمی مسافر نہیں ہوتا ہے؛ لہذا اگر کوئی شخص اپنے وطن سے ہی مختلف شہروں کے سفر کا ارادہ بنا کر نکلتا ہے جس کی مجموعی مقدار مسافت شرعی کی مقدار کے برابر ہو، یا اس سے زائد، تو وہ مسافر ہو جائے گا؛ کیوں کہ مسافت شرعی کا قصد پایا گیا۔

اور اگر وطن سے نکلتے وقت مسافت شرعی سے کم پر کسی بستی کے سفر کا ارادہ کر کے نکلا اور وہاں پہنچنے کے بعد اس نے پھر دوسری ایسی ہی بستی کا قصد کیا جو مسافت شرعی سے کم ہے، اور یہ سلسلہ دراز ہو گیا، تو یہ شخص مسافر نہیں ہوگا؛ کیوں کہ سفر کا قصد تو پایا گیا لیکن مسافت شرعی کا قصد نہیں پایا گیا۔

### ﴿سفر شرعی کے شرائط﴾

#### رقم المتن - ۶۷

وَمَنْ خَرَجَ مُسَافِرًا صَلَّى رَكَعَتَيْنِ إِذَا فَارَقَ بُيُوتَ الْمَصْرِ.

ترجمہ: اور جو مسافر بن کر نکلے تو اس وقت دو رکعت نماز پڑھنا شروع کرے گا جب شہر کے گھروں سے جدا ہو جائے۔

(۱) السفر الذي يتغير به الأحكام هو أن يقصد الإنسان موقعا بينه وبين المقصد مسيرة ثلاثة أيام بسير

(المختصر القدوري: ص ۳۴)

الإبل ومشى الأقدام.

## توضیح المسئلة

مذکورہ بالا عبارت میں مصنف شرعی طور پر مسافر بننے کی شرط ذکر کر رہے ہیں، اور وہ دو ہیں:

(الف) مسافت شرعی کا قصد و ارادہ ہو۔

(ب) مسافت شرعی کے ارادہ کے ساتھ یہ شخص شہر کی آبادی سے یا فنائے شہر سے آگے نکل گیا ہو، جب یہ دونوں شرطیں پائی جائے گی تو یہ شخص مسافر شرعی ہوگا، اور نمازوں میں قصر کرے گا (۱)۔

## تفریع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (۱۲۹)

بڑے شہروں (Big cities) میں مسافت سفر کی ابتدا

سلف صالحین اور ائمہ مجتہدین اور فقہائے متقدمین و متاخرین کے زمانہ میں جو شہر ہوا کرتے تھے وہ بہت بڑے نہیں ہوا کرتے تھے؛ بل کہ بڑے سے بڑا شہر اس طرح ہوتا تھا کہ اس شہر کے تمام باشندے شہر کے ہر حصہ سے مانوس ہوا کرتے تھے، اور بڑے سے

(۱) فيقصر الفرض الرباعي من نوى السفر ولو كان عاصيا بسفره إذا جاوزا بيوت مقامه وجاوز أيضا ما اتصل به فناءه. (نور الإيضاح: ص ۱۰۱)

من خرج من عمارة موضع إقامته مبسرة ثلاثة أيام وليلاتها، صلى الفرض الرباعي ركعتين، قال الشامي أشار إلى أنه يشترط مفارقة ما كان من توابع موضع الإقامة كريض المصر، وهو ما حول المدينة من بيوت ومساكن فإنه في حكم المصر. (الدر المختار مع رد المحتار: ۵۹۹/۲، باب صلاة المسافرين)

بڑا شہر ۲۵/۳۰ کلومیٹر کے طول و عرض سے زیادہ پھیلا ہوا نہیں ہوتا تھا، لیکن آج کے دور میں ایسے شہر بھی وجود میں آگئے ہیں جنہوں نے آزو بازو کے کئی شہر اور کئی ضلعوں کو اتصال آبادی کے ذریعہ سے اپنے اندر داخل کر لیا ہے، اور شریعت میں سفر کی بنیاد پر بعض سہولتیں دی گئی ہیں، ان کا تعلق ایک خاص مسافت کے سفر سے ہے ان ہی سہولتوں میں نماز میں قصر (۱)، اور روزہ نہ رکھنے کا اختیار بھی شامل ہے (۲)، یہ مسافت علمائے ہند کے مشہور نقطہ نظر کے مطابق ۲۸ میل کی ہے، اس بات پر بھی تقریباً اتفاق ہے کہ ان سہولتوں کا فائدہ عملاً شہر کی آبادی اور شہر کے متعلقات سے باہر نکلنے کے بعد ہی اٹھایا جاسکتا ہے (۳)، اس پس منظر میں یہ بات اہمیت اختیار کر گئی ہے کہ:

(الف) اگر ایک شخص اپنے گھر سے ۲۸ میل کا راستہ طے کر لے؛ لیکن ابھی وہ شہر میں ہی ہو، شہر کی حدود سے باہر نکلنے کی نوبت نہیں آئی ہو، تو کیا اس پر مسافر کے احکام

(۱) وإذا ضربتم في الأرض فليس عليكم حناح أن تقصروا من الصلاة. (النساء: ۱۰۱)

(۲) فمن كان منكم مريضاً أو على سفر فعدة من أيام أخر. (البقرة: ۱۸۴)

وله رخص تدوم كالقصر في الصلاة والإفطار في الصوم. (شرح الوقاية: ۱/ ۱۹۴ باب صلاة المسافر)

(۳) ومن خرج مسافراً صلى ركعتين إذا فارق بيوت المصر.

(المختصر القدوري: ص ۳۵ باب صلاة المسافر)

فيقصر الفرض الرباعي من نوى السفر ولو كان عاصياً بسفره إذا جاوز بيوت مقامه، وجاوز أيضاً ما

اتصل به من فئاته. (نور الإيضاح: ص ۱۰۱)

من خرج من عمارة موضع إقامته قاصراً مسيرة ثلاثة أيام ولياليها، قال الشامي وأشار إلى أنه يشترط

مفارقة ما كان من توابع موضع الإقامة كبرض المصر وهو ما حول المدينة من بيوت ومساكن، فإنه في

حكم المصر. (الدر المختار مع رد المحتار: ۲/ ۵۹۶، باب صلاة المسافر)

جاری ہوں گے، اور وہ نماز میں قصر کرے گا۔ یہ سوال اس وجہ سے ہوا کہ ایک طرف تو وہ شخص مسافت شرعی (۴۸ میل) کی مسافت طے کر چکا ہے؛ لیکن مسافر بننے کی دوسری شرط (اپنے شہر کی آبادی سے باہر نکلنا) نہیں پائی گئی۔

(ب) اگر وہ شخص ایسے مقام کا سفر کر رہا ہو جو شہر کی انتہائی حدود سے تو ۴۸ میل کے فاصلہ پر نہ ہو؛ لیکن اس کے گھر کے پاس سے ۴۸ میل یا اس سے زیادہ کا فاصلہ ہو تو وہ قصر کرے گا یا اتمام؟

یہ سوالات اس لیے خاص طور پر اہمیت کے حامل ہیں کہ حنفیہ اور بعض فقہاء کے نزدیک مسافر کے لیے قصر کا حکم بطور عزیمت کے ہے نہ کہ بطور رخصت کے اور قصر واجب ہے نہ کہ محض جائز (۱)۔

مذکورہ بالا سوالات کے سلسلے میں فقہ اکیڈمی انڈیا کا فیصلہ مندرجہ ذیل ہے:

سوال اول کا جواب:

جو آدمی اپنے گھر سے اپنے شہر کے اندر ہی کسی مقام پر جانے کے لیے نکلے تو خواہ وہ کتنی ہی لمبی مسافت طے کرے، اگر اس کا ارادہ شہر کے اندر ہی اندر رہنے کا ہے تو وہ شرعاً مسافر شمار نہیں کیا جائے گا، اور اس کے لیے سفر کی وہ رخصتیں نہیں ہوں گی جو مسافت شرعی کے سفر سے متعلق ہیں (۲)۔

## سوالِ ثانی کا جواب:

جو آدمی آبادی و شہر سے باہر سفر کے ارادہ سے نکلے وہی شرعاً نماز میں قصر اور رمضان المبارک میں روزہ افطار کی اجازت کے مسئلے میں مسافر ہوگا، اب چھوٹے شہروں میں تو مسافت شرعی کا حساب اس جگہ سے ہوگا جہاں شہر ختم ہوا ہے، یعنی شہر ختم ہونے کے بعد ۴۸ میل کا سفر کیا جائے تب بھی وہ مسافر ہوگا (۱)۔

اور بڑے شہروں میں جن کی آبادی مسافت شرعی سے زائد میلوں تک پھیل گئی ہے، مسافت شرعی کا شمار کس مقام سے ہوگا؟ اس میں دو نقاط نظر ہیں، زیادہ حضرات کی رائے ہے کہ جہاں شہر ختم ہوتا ہے، وہیں سے ۴۸ میل کی مسافت شمار کی جائے گی (۲)،

(۱) وإذا فارق المسافر بيوت المصر صلى ركعتين، لأن الإقامة تتعلق بدخولها، فيتعلق السفر بالخروج عنها، وفيه الأثر عن علي لو جاوزنا هذا الخص لقصرنا. (الهداية: ۱/۱۶۶، باب صلوة المسافر)  
(۲) روى أبو يعلى بسنده عن أبي هريرة قال سافرت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم مع أبي بكر و عمر كلهم، صلى حين يخرج من المدينة إلى أن يرجع إليها ركعتين في السير، والمقام بمكة، قال العلامة ظفر العثماني ففيه دلالة ظاهرة على معنى الباب، أن القصر ابتدائه من حين يخرج المسافر من بلده، والخروج من البلد، إنما يتحقق بمفارقة بيوته وعمرانه.

(إعلاء السنن: ۷/۲۹۵، باب القصر إذا فارق البيوت، الرقم: ۱۹۹۴)  
واختلفوا فيما قبل الخروج عن البيوت فذهب الجمهور أنه لا بد من مفارقة جميع البيوت، وذهب بعض الكوفيين إلى أنه إذا أراد السفر يصلي ركعتين، ولو كان في منزله، ومنهم من قال إذا ركب قصر إن شاء ورجع ابن المنذر بأنهم اتفقوا على أنه يقصر إذا فارق البيوت.

(فتح الباري: ۲/۷۳۵، باب يقصر إذا خرج من موضعه)

وإذا فارق المسافر بيوت المصر صلى ركعتين، لأن الإقامة تتعلق بدخولها فيتعلق السفر بالخروج عنها، وفيه الأثر عن علي لو جاوزنا هذا الخص لقصرنا. (الهداية: ۱/۱۶۶)

دوسرا نقطہ نظریہ ہے کہ جس محلہ سے سفر شروع ہوا ہے وہیں سے مسافت کا شمار ہوگا (۱)، البتہ سمجھوں کا اتفاق ہے کہ نماز میں قصر کا حکم شہر سے باہر نکلنے کے بعد ہی شروع ہوگا، اور اسی طرح واپس ہوتے وقت شہر میں داخل ہونے سے پہلے پہلے تک ہی قصر کرنا درست ہوگا۔

### طريقة الانطباق

ماتن قدوری نے مسافر شرعی کے لیے دو شرطوں کا ذکر کیا ہے، ایک مسافت شرعی کا قصد و ارادہ ہو جیسا کہ عبارت ہے ”ومن خرج مسافراً“ دوسری شرط شہر یا شہر کے متعلقات سے باہر نکل جائے جیسا کہ عبارت ہے ”إذا فارق بيوت المصر“ اب ایسے بڑے شہر جو مسافت شرعی یا اس سے بھی زائد مسافت پر پھیلے ہوئے ہوں جیسے ممبئی، دہلی، کلکتہ وغیرہ، ان میں اگر کوئی شخص ایک کنارے سے دوسرے کنارہ کا سفر کرے تو وہ شخص مسافر نہیں ہوگا، کیوں کہ سفر شرعی کے لیے دوسری شرط (شہر کی آبادی سے باہر نکلنا) مفقود ہے، اگر وہ شخص ایسے مقام کا سفر کر رہا ہو جو شہر کی انتہائی حدود سے تو ۴۸ میل کے فاصلہ پر نہ ہو، لیکن اس شخص کے گھر کے پاس سے (جو شہر کے دوسرے کنارے پر واقع ہے) ۴۸ میل یا اس سے زیادہ فاصلہ پر ہو تو ایسے شخص کے لیے مسافت شرعی کا شمار کس مقام سے ہوگا اس سلسلہ میں دو نقاط نظر ہیں:

(۱) الصحيح ما ذكر أنه يعتبر مجاوزة عمران المصر لا غير، إلا إذا كان ثمة قرية أو قري متصلة برض المصر، فحينئذ تعتبر مجاوزة القرى بخلاف القرية التي تكون متصلة بفناء المصر، فإنه يقصر الصلاة وإن لم يجاوز تلك القرية. (الفتاوى الهندية: ۱/۱۳۹، الباب الخامس عشر في صلاة المسافرين،

- (الف) جہاں شہر ختم ہوتا ہے وہیں سے ۴۸ میل مسافت شمار کی جائے گی۔
- (ب) جس محلہ سے سفر شروع ہوا ہے وہی سے مسافت کا شمار ہوگا؛ البتہ ان دونوں نقاط نظر والوں کا اس پر اتفاق ہے کہ نماز میں قصر کا حکم شہر سے باہر نکلنے کے بعد ہی شروع ہوگا، کیوں کہ مسافر بننے کے لیے شرط ثانی (خروج من البلد) کا پایا جانا ضروری ہے (۱)۔

## ﴿اوطانِ تلاش کے احکام﴾

### رقم المتن - ۶۸

وَمَنْ كَانَ لَهُ وَطَنٌ فَانْتَقَلَ عَنْهُ وَاسْتَوَطَنَ غَيْرَهُ ثُمَّ سَافَرَ فَدَخَلَ وَطَنَهُ  
الْأَوَّلَ لَمْ يُتِمَّ الصَّلَاةَ.

ترجمہ: اور ایک شخص کا وطن تھا، پھر اس وطن سے وہ منتقل ہو گیا، اور اس کے علاوہ کو وطن بنا لیا پھر سفر کیا اور اپنے پہلے وطن میں داخل ہو گیا تو یہ پوری نماز نہیں پڑھے گا۔

### توضیح المسئلة

فقہائے کرام نے وطن کی تین قسمیں بیان فرمائی ہیں۔

(الف) وطن اصلی: وہ جگہ ہے جہاں انسان کی پیدائش ہو، یا وہ شہر ہے جس میں اس نے شادی کر لی ہو، اور ہمیشہ وہیں رہنے کا ارادہ ہو۔

(۱) ومن خرج مسافراً صلى ركعتين إذا فارق بيوت المصر. (المختصر القدوري: ص ۳۵)

(ب) وطن اقامت: وہ جگہ ہے جہاں مسافر نے پندرہ دن یا اس سے زائد

ٹھہرنے کی نیت کی ہو

(ج) وطن سکنی: وہ جگہ ہے جہاں مسافر نے پندرہ دن سے کم ٹھہرنے کی نیت کی

ہو (۱)، وطن اصلی و وطن اقامت میں اتمام کا حکم ہے (۲)، اور وطن سکنی کا فقہانے اعتبار نہیں کیا ہے، اس میں مسافر قصر ہی کرے گا (۳)، مذکورہ تفصیل کی روشنی میں قدوری کی عبارت کا مفہوم یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے وطن اصلی کو چھوڑ کر دوسرا وطن اصلی بنالے تو اب اس کا پہلا وطن وطن اصلی باقی نہیں رہا کیوں کہ وطن اصلی، دوسرے وطن اصلی سے باطل ہو جاتا ہے، اسی لیے اگر یہ شخص اپنے دوسرے وطن اصلی سے سفر کر کے اپنے پہلے وطن اصلی میں آجائے تو وہ مسافر ہی شمار ہوگا اور قصر کرے گا۔

(۱) إعلم أن الأوطان ثلاثة، وطن أصلي وهو مولود إنسان، أو البلدة التي تأهل فيها، ووطن الإقامة وهو الموضع الذي ينوي المسافر أن يقيم فيه خمسة عشر يوماً فصاعداً، ووطن السكني وهو المكان الذي ينوي أن يقيم فيه أقل من خمسة عشر يوماً.

(۲) ولا يزال يقصر حتى يدخل مصره أو ينوي إقامته نصف شهر ببلد أو قرية.

(نور الإيضاح: ص ۱۰۳۴)

(۳) ولم يعتبر المحققون وطن السكني وهو ما ينوي الإقامة فيه دون نصف شهر.

(نور الإيضاح: ص ۱۰۳)



## تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (١٣٠)

جائے ملازمت (Place of Service) میں مستقل رہنے کا

عزم کرنے سے کیا وہ جگہ وطن اصلی شمار ہوگی

بعض لوگ ملازمت وغیرہ کے لیے اپنے وطن اصلی سے تعلق رکھتے ہوئے کسی اور جگہ اقامت اختیار کر لیتے ہیں، ان کا سال کا زیادہ تر حصہ اسی جائے قیام پر گزرتا ہے، عید، بقرعید، یا طویل تعطیلات میں ہی وہ اپنے وطن اصلی جاتے ہیں، اگر اس طرح کے لوگ جائے ملازمت میں اپنا ذاتی مکان بنالیں اور اپنے اہل و عیال کے ساتھ وہاں رہائش پذیر ہوں، اس جگہ مستقل رہنے کا عزم مصمم کر لیں تو یہ جگہ ان کے لیے وطن اصلی ہے (۱)۔

رقم المسئلة (١٣١)

جائے ملازمت (Place of service) میں کرایہ

یا ادارہ کے مکان میں رہتا ہو

جن لوگوں نے جائے ملازمت میں ذاتی مکان نہ بنایا ہو، کرایہ کے مکان یا ادارہ و کمپنی کی طرف سے دیئے گئے مکان میں اہل و عیال کے ساتھ رہتے ہوں، اور مستقل رہنے کا

(۱) والوطن الأصلی هو وطن الإنسان في بلدته أو بلدة أخرى اتخذها داراً وتوطن بها مع أهله وولده وليس من قصده الارتحال عنها، بل التعيش بها. (البحر الرائق: ۲/۲۳۹، بدائع الضائع: ۱/۴۹۷،

خير الفتاوى: ۲/۶۸۴، محقق ومدلل جدید مسائل: ۱/۱۴۱)

عزم بھی ہو؛ نیز ان کی حالت و پوزیشن (Position) کچھ ایسی ہو کہ اس عزم و ارادہ کے منافی و مخالف نہ ہو تو یہ جگہ ان کے لیے وطن اصلی ہوگی اور انہیں وہاں نمازیں پوری پڑھنی ہوگی (۱)۔

رقم المسئلة (۱۳۲)

جائے ملازمت (Place of Service) میں تنہا رہتا ہو

تو وطن اصلی شمار ہوگا یا نہیں

اگر کوئی شخص جائے ملازمت میں تنہا رہا ہو، بال بچے ساتھ نہ ہوں، اور مکان بھی ذاتی نہ ہو لیکن اس جگہ مستقل رہنے کا عزم مصمم ہو، اور اس کی حالت اس عزم کے منافی و مخالف نہ ہو تو یہ جگہ اس کے لیے وطن اصلی ہوگی، اور وہ وہاں نمازیں پوری پڑھے گا (۲)، لیکن اگر شخص مذکور اس جگہ مستقل رہنے کا عزم نہ رکھتا ہو، یا رکھتا ہو؛ لیکن اس کی حالت اس عزم کے منافی و مخالف ہو تو اس کے لیے یہ جگہ وطن اقامت ہوگی، اگر پندرہ دن یا اس سے

(۱) الوطن الأصلي هو موطن ولادته أو تأهله أو توطنه، قال الشامي تحت قوله (أو توطنه) أي عزم على القرار فيه، وعدم الإرتحال وإن لم يتأهل. (الدر المختار مع رد المحتار: ۲/۶۱۴، باب صلاة المسافرين والحاصل أن شروط الإتمام ستة، النية، والمدة، وإستقلال الرأي، وترك السير، واتحاد الموضع وصلاحيته قهستاني، قال الشامي زاد في الحلية شرطاً آخر، وهو أن تكون حالته منافية لعزمته قال كما صرحوا به في مسائل أي كمسئلة من دخل بلدة لحاجة، و مسئلة العسكر فافهم.

(الدر المختار مع رد المحتار: ۲/۶۰۹، محقق و مدلل جدید مسائل: ۱/۱۴۲)

(۲) الوطن الأصلي هو موطن ولادته أو تأهله أو توطنه، قال الشامي أي عزم على القرار فيه وعدم الإرتحال وإن لم يتأهل ..... وأيضاً وفي الحلية شرطاً آخر، وهو أن لا تكون حالته منافية لعزمته.

(الدر المختار مع رد المحتار: ۲/۶۰۹، باب صلاة المسافرين)

زائد رہنے کی نیت ہو تو نمازیں پوری پڑھے گا ورنہ قصر کرے گا (۱)۔

### طريقة الإنطباق

وطن اصلی میں اصل چیز یہ ہے کہ انسان ایک ہی جگہ رہنے کا پکا ارادہ کر لے کہ وہاں سے کوچ کا ارادہ نہ ہو (۲)، اسی لیے فقہائے کرام عموماً وطن اصلی کی تعریف میں **وُلِدَ** (جائے ولادت) یا **تَزَوَّجَ** (جائے نکاح) کا لفظ لاتے ہیں کیوں کہ عموماً جہاں انسان کی ولادت ہوئی ہو، یا جہاں اس نے نکاح کیا ہو، اکثر و بیشتر انسان اسی کو وطن اصلی بناتا ہے، اور ان دونوں کے ساتھ فقہاء دائمی قصد اور عدم ارتحال کی قید لگاتے ہیں (۳)۔

پس معلوم ہوا کہ وطن اصلی میں اصل چیز دائمی قصد ہی ہے، اب یہ دائمی قصد و عزم کا معنی خواہ جائے ولادت میں پایا جائے، یا جائے نکاح میں، یا پھر جائے ملازمت میں اور اس کے ساتھ اس کی فیملی رہتی ہو، یا وہ اکیلے ہی رہتا ہو بہر صورت اس معنی عزم کی وجہ سے یہ جگہ اس کے لیے وطن اصلی ہوگی، اور وہ پوری نماز پڑھے گا؛ لیکن اگر یہ عزم کا معنی

(۱) وأما وطن الإقامة فهو الوطن الذي يقصد المسافر الإقامة فيه، وهو صالح لها نصف شهر.

(البحر الرائق: ۲/۲۳۹، تبیین الحقائق: ۱/۵۱۷، خیر الفتاویٰ ۲/۶۷۷، محقق ومدلل جدید مسائل: ۱/۱۴۳)

(۲) الوطن الأصلي هو الذي ولد فيه أو تزوج أو لم يتزوج وقصد النعش لا الإرتحال عنه.

(نور الإيضاح: ص ۱۰۴)

(۳) الوطن الأصلي هو موطن ولادته أو تأهله أو توطنه، قال الشامي تحت قوله (أو توطنه) أي عزم

على القرار فيه وعدم الإرتحال وإن لم يتأهل. (الدر المختار مع رد المحتار: ۲/۶۱۴، باب صلاة المسافر)

والحاصل أن شروط الإتمام سنة، النية، والمدة، واستقلال الرأي، وترك السير، لا تكون حالته منافية

لعزيمته قال كما صرحوا به في مسائل أي كمسئلة من دخل بلدة لحاجة ومسئلة العسكر فافهم.

(الدر المختار مع رد المحتار: ۲/۶۰۹، باب صلاة المسافر)

نہیں پایا گیا یا عزم کا معنی تو پایا گیا لیکن اس کی حالت اس عزم کے منافی و مخالف ہو تو اس کے لیے یہ جگہ وطن اقامت ہوگی، اگر پندرہ دن یا اس سے زائد رہنے کی نیت ہے تو نماز پوری پڑھے گا ورنہ قصر کرے گا (۱)۔

### رقم المتن - ۶۹

وَإِذَا نَوَى الْمُسَافِرُ أَنْ يُقِيمَ بِمَكَّةَ وَمِنَى خَمْسَةَ عَشَرَ يَوْمًا لَمْ يَتِمَّ الصَّلَاةُ.

ترجمہ: اور جب مسافر مکہ و منیٰ میں پندرہ روز ٹھہرنے کی نیت کرے تو وہ نماز پوری نہ پڑھے۔

### توضیح المسئلة

اگر مسافر نے مکہ اور منیٰ میں اقامت کی نیت کی تو مقیم نہیں ہوگا؛ بل کہ مسافر ہی رہے گا اور نماز قصر پڑھے گا کیوں کہ مکہ اور منیٰ دو الگ الگ مقام ہیں، اور دو مقام میں اقامت کی نیت معتبر نہیں ہے۔

### تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (۱۳۳)

موجودہ دور میں قصر و اتمام کے سلسلے میں مکہ و منیٰ کا حکم جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک اور اس کے بعد کے ادوار میں منیٰ کی آبادی مکہ مکرمہ کی آبادی سے بالکل الگ اور خاصے فاصلے پر تھی، مکہ معظمہ اور منیٰ دو الگ الگ آبادیاں شمار کیا جاتا تھا، اس لیے اگر کوئی شخص مکہ اور منیٰ میں ملا کر پندرہ ایام قیام

(۱) ووطن الإقامة وهو الموضع الذي ينوي المسافر أن يقيم فيه خمسة عشر يوماً فصاعداً.

کی نیت کرتا تھا تو بھی اس پر مسافر کے احکام جاری ہوتے تھے، اور مقیم کی امامت میں نماز ادا نہ کرنے کی صورت میں قصر کرتا تھا (۱)؛ مگر اب صورت حال بدل چکی، مکہ مکرمہ کی آبادی بڑھتے بڑھتے منی تک ہی نہیں بل کہ اس سے آگے پہنچ چکی ہے، اور منی سرکاری طور پر بھی بلدیہ مکہ مکرمہ کا حصہ بن چکا ہے، جیسا کہ حضرت مولانا مفتی تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم کے ایک خط کے جواب میں امام و خطیب مسجد حرام الشیخ محمد بن عبد اللہ السبیل فرماتے ہیں:

دور حاضر میں شہر منی مکہ مکرمہ کا ایک حصہ بن چکا ہے، اور مکہ مکرمہ کی آبادی نے نہ صرف اس کا احاطہ کیا بل کہ وہ حد و عرفہ تک بڑھ چکی ہے، اسی بنا پر منی مکہ مکرمہ کے محلوں میں داخل ہو چکا ہے، اور منی جانے والا شخص مسافر شمار نہیں ہوتا، اور نہ حاجی کے لیے قصر جائز ہے، اور نہ منی میں جمع بین الصلاتین جائز ہے، (ان علماء کے قول کے مطابق جو اس کے قائل ہیں) کیوں کہ منی میں قصر کی علت سفر ہے، اور منی میں جانے والا شخص حد و مکہ سے نکلا ہی نہیں، نیز سعودی حکومت منی کو شہر معظم مکہ کا ایک محلہ ہی گردانتی ہے، اور منی میں تعمیرات سے روکنا مصلحت عامہ کی خاطر ہے (۲)۔

(۱) أویسوی إقامة نصف شهر ببلد أو قرية لا بمكة و منی أي لو نوى الإقامة بمكة خمسة عشر يوماً، فإنه لا ينم الصلاة، لأن الإقامة لا تكون في مكانين، قيد بالمصرين و مراده. موضعان صالحان للإقامة لا فرق بين المصرين أو القريتين أو المصر والقرية للاحتراز عن نية الإقامة في موضعين من مصر واحد، أو قرية واحدة فإنها صحيحة لانهما متحدان حكما. (البحر الرائق: ۲ / ۲۳۲، باب المسافر)

(۲) قال الشيخ محمد بن عبد الله السبیل إن منی أصبحت اليوم جزءاً من مدينة مكة بعد أن إكتنفها بنیان مكة، و تجاوز إلى حدود عرفة، وبناء على هذا فإنها قد أصبحت اليوم من أحياء مدينة مكة، فلا يعد الذهاب إليها من مكة مسافراً، وبناء عليه لا يجوز للحاج أن يقصر ولا أن يجمع بها قول من يقول من العلماء إن العلة في القصر بمنی إنما هو من أجل السفر، لأن الذهاب إلى منی لم يخرج عن حدود مكة إن =

شیخ کی اس تحریر سے معلوم ہو رہا ہے کہ مکہ مکرمہ اور منی دونوں بلد واحد (ایک شہر) کے حکم میں ہیں، اس لیے حاجی ان دونوں مقاموں کے قیام میں پندرہ دنوں کی نیت کرے تو قصر نہیں بل کہ اتمام کرے گا، جیسے کوئی شخص کسی بڑے شہر کے دو مقاموں میں پندرہ روز کے قیام کی نیت کرے تو وہ مقیم کہلائے گا اور نمازوں میں اتمام کرے گا (۱)۔

### طريقة الإنطباق

متقدمین فقہائے کرام نے مکہ و منی میں پندرہ دن ٹھہرنے والے شخص کو جو اتمام سے منع فرمایا تھا، اس کی وجہ اور علت ماضی بعید میں مکہ اور منی دونوں کی آبادیوں کا الگ الگ ہونا تھا، جو اب ختم ہو چکی ہے، کیوں کہ دورِ حاضر میں مکہ و منی دونوں ایک ہی شہر کی شکل اختیار کر چکے ہیں، اور جب علت منع ختم ہو چکی تو ممنوع ختم ہوگا، کیوں کہ قاعدہ مسلمہ ہے ”إذا زال المانع عاد الممنوع“ (جب مانع ختم ہو تو اصل حکم لوٹ آئے گا) لہذا اگر کوئی شخص دونوں مقاموں (مکہ و منی) کو ملا کر پندرہ روز ٹھہرنے کی نیت کرتا ہے تو وہ مقیم ہوگا اور اپنی نمازیں پوری پڑھے گا قصر نہیں کرے گا (۲)۔

= حکومت المملكة العربية السعودية تعد منى من مكة على اعتبار أنها من أحياءها إلا أن الحكومة تمنع البناء فيها لمصلحة عامة. (شيخ الإسلام مفتي تقي عثمانی کے ایک خط کے جواب میں شیخ کی تحریر بحوالہ المسائل المهمة: ۱/۸۸)

(۱) قال ابن نجيم تحت قوله (لا بمكة و منى) قيد بالمصريين و مراده موضعان صالحان للإقامة، لا فرق بين المصرين أو القريتين أو المصر و القرية للإحتراز عن نية الإقامة في موضعين من مصر واحد، أو قرية واحدة، فإنها صحيحة، لأنهما متحدان حكما، ألا ترى أنه لو خرج إليه مسافرا لم بقصر.

(البحر الرائق: ۲/۲۳۳ باب المسافرين، المسائل المهمة: ۱/۸۸)

(درر الحکام: ۱/۳۹)

(۲) إذا زال المانع عاد الممنوع.

(موسوعة قواعد الفقهية: ۵/۱۹۵)

الحکم بدور مع علتہ عدما و وجودا.

## باب الجمعة

### صحتِ جمعہ کے شرائط

#### رقم المتن - ۷۰

وَلَا تَصِحُّ الْجُمُعَةُ إِلَّا فِي مِصْرٍ جَامِعٍ أَوْ فِي مُصَلَّى الْمِصْرِ.

ترجمہ: اور جمعہ صحیح نہیں ہوتا ہے؛ مگر شہر جامع میں یا شہر کی فنائیں۔

#### توضیح المسئلة

فقہائے کرامؒ نے صحتِ جمعہ کے لیے چھ چیزوں کو شرط قرار دیا ہے:

(۱) شہر (۲) فنائے شہر (۳) بادشاہ یا اس کا نائب ہو

(۴) ظہر کا وقت (۵) اذنِ عام ہو (۶) جماعت

لہذا جمعہ کے صحیح ہونے کے لیے مذکورہ بالا شرطِ دستہ کا پایا جانا ضروری ہے (۱)۔

(۱) ويشترط لصحتها ستة أشياء: المصير أو فناءه، والسلطان أو نائبه، ووقت الظهر، فلا تصح قبله

و تبطل بخروجه، والخطبة قبلها بقصدھا في وقتھا، والإذن العام والجماعة.

(نورالایضاح: ص ۱۱۷، باب الجمعة)

## تفرع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (١٣٤)

ایئرپورٹ (Airport) قید خانہ (Jail) فیکٹریوں (Factories)

## میں نماز جمعہ کا حکم

اگر کوئی آبادی ایسی ہے جس میں معتد بہ لوگ رہتے ہیں، اور وہ شہر کے اندر بھی ہے، لیکن دفاعی انتظامی یا حفاظتی وجوہ سے اس آبادی میں ہر شخص کو آنے کی اجازت نہیں ہے، بل کہ وہاں کا داخلہ وجوہ مخصوصہ کی بنا پر کچھ خاص قواعد کا پابند ہے، جیسے ایئرپورٹ، قید خانہ، فیکٹریاں وغیرہ تو اس آبادی کے کسی بھی حصہ میں جمعہ پڑھنا جائز ہے (۱)۔

## طريقة الإنطباق

جمعہ کے صحت کے لیے شہر یا فنائے شہر کا ہونا ضروری ہے (۲)، اور ایئرپورٹ، قید خانہ اور فیکٹریاں عموماً شہر یا فنائے شہر میں ہی ہوتے ہیں، اور ان فیکٹریوں، قید خانوں اور ایئرپورٹ میں بیک وقت اتنے افراد ہوتے ہیں جن کے ساتھ جماعت کا انعقاد ہو

(۱) والإذن العام من الإمام ..... فلا يضر غلق باب القلعة لعدو أو لعادة قديمة، لأن الإذن العام مقرر من أهله وغلقه لمنع العدو لا لمصلي. (الدر المختار مع رد المحتار: ۲۵/۳، باب الجمعة)

وما يقع في بعض القلاع من غلق أبوابه خوفاً من الأعداء، أو كانت له عادة قديمة عند حضور الوقت فلا بأس به، لأن الإذن العام مقرر لأهله ولكن لو لم يكن لكان أحسن كما في شرح عيون المذهب.

(مجمع الأنهر: ۶۴۶/۱، فتاوى محمودية: ۱۸۴/۸، فتاوى عثمانى: ۵۳۵/۱، المسائل المهمة: ۱۱۱/۲)

(۲) ولا تصح الجمعة إلا في مصر جامع أو في مصلى المصر. (المختصر الفدوري: ص ۳۶)



سکے (۱)، رہی بات ان میں عام لوگوں کے آنے پر پابندی تو وہ انتظامی امور کے پیش نظر ہے جو اذن عام کی شرطیت کے منافی نہیں ہے (۲)، اذن عام کی شرطیت پر اس وقت اثر ہوگا جب کہ موجود مصلیوں کو روکا جائے، اور یہ معنی یہاں مفقود ہے، اسی لیے ایئر پورٹ قید خانہ اور فیکٹریوں میں نماز جمعہ صحیح ہے (۳)۔

رقم المسئلة (۱۳۵)

ساحل پر لگے ہوئے اسٹیمر (Steamer) یا ایئر پورٹ پر کھڑے ہوئے  
ہوائی جہاز (Aeroplane) میں جمعہ

اگر کسی شہر کے ساحل پر پانی کا جہاز یا ایئر پورٹ پر ہوائی جہاز کھڑا ہو، اگرچہ یہ جہاز شہر یا فائے شہر میں ہے پھر بھی اس کے مسافروں پر جمعہ واجب نہیں ہے، کیوں کہ ان جہازوں میں سفر کرنے والے مسافر ہیں، اور مسافروں پر جمعہ واجب نہیں ہے (۴)، البتہ اگر کوئی مسافر ایسا ہو جس کا سفر اس شہر میں ختم ہو رہا ہو، اور یہ شہر اس کا وطن اصلی یا وطن اقامت

(۱) ويشترط لصحتها ..... والجماعة وهم ثلاثة رجال غير الإمام. (نور الإيضاح: ص ۱۱۸)

(۲) والسابع: الإذن العام من الإمام ..... فلا يضر غلق باب غلق باب القلعة نعدو أو لعادة قديمة، لأن

الإذن العام مقرر لأهله وغلقة لمنع العدو ولا لمصلي. (الدر المختار مع رد المحتار: ۲۵/۳، باب الجمعة)

(۳) والسابع: الإذن العام من الإمام، قال الشامي والذي يضر إنما هو منع المصلين لا منع العدو.

(الدر المختار مع رد المحتار: ۲۵/۳، باب الجمعة)

(۴) ولا تجب الجمعة على مسافر. (المختصر القدوري: ص ۳۶)

كما لا تلزم لو قدم مسافر يومها على عزم أن لا يخرج يومها ولم ينو الإقامة نصف شهر.

(الدر المختار: ۴۰/۳، باب الجمعة)

ہو تو اس پر جمعہ کا پڑھنا واجب ہوگا (۱)۔

### طريقة الإنطباق

صحتِ جمعہ کے لیے صرف شہر یا فنائے شہر کا ہونا کافی نہیں ہے، بل کہ اس کے ساتھ اور بھی شرطیں ہیں، مثلاً آدمی کا مقیم ہونا، اذنِ عام کا ہونا (۲)، اور یہ شرطیں شہر کے ساحل یا ایئر پورٹ پر کھڑے ہوئے جہاز میں مفقود ہیں (۳)؛ کیوں کہ وہ مسافر ہیں مقیم نہیں، نیز جہاز کے عملہ کی طرف سے کسی کو جہاز سے اترنے کی اجازت نہیں ہے کہ وہ قریبی مسجد میں جا کر جمعہ کی نماز ادا کر سکیں، اس لیے ان پر جمعہ واجب نہیں؛ لیکن کسی مسافر کا سفر ختم ہو رہا ہو، اور وقت ظہر باقی ہو اور یہ شہر اس کا وطن اصلی یا وطن اقامت ہو تو چوں کہ جمعہ کے صحت کی شرطیں موجود ہیں اس لیے اس پر جمعہ واجب ہوگا (۴)۔

(۱) شرط لإفتراضها تسعة، تختص بها إقامة بمصر، قال الشافعي خرج به المسافر.

(الدر المختار مع رد المحتار: ۲۷/۳، باب الجمعة)

ولا يجب إلا على الأحرار الأصحاء المقيمين بالأمصار.

(الاختيار لتعليل المختار: ۲۷۲/۱، باب الجمعة، كتاب المسائل: ۴۵۸/۱)

(۲) والسابع لإذن العام من الإمام وهو يحصل بفتح أبواب الجامع للواردين ..... وشرط لإفتراضها

تسعة تختص بها إقامة بمصر، قال الشافعي خرج به المسافر.

(الدر المختار مع رد المحتار: ۲۷، ۲۵/۳، باب الجمعة)

(جمهرة: ۲/۲۲۳)

(۳) إذا فات الشرط فات المشروط.

(الدر المختار مع رد المحتار: ۱۸/۳)

(۴) الثالث وقت الظهر.

(الاختيار لتعليل المختار: ۲۷۲/۱)

ولا يجب إلا على الأحرار الأصحاء المقيمين بالأمصار.

## ﴿خطبہ جمعہ کا بیان﴾

### رقم المتن - ۷۱

وَمِنْ شَرَائِطِهَا الْخُطْبَةُ قَبْلَ الصَّلَاةِ يَخْطُبُ الْإِمَامُ خُطْبَتَيْنِ يَفْصِلُ  
بَيْنَهُمَا بِقَعْدَةٍ.

ترجمہ: اور جمعہ کے شرائط میں سے خطبہ ہے، نماز سے پہلے امام دو خطبے پڑھے، جن کے درمیان ایک بیٹھک سے فصل کرے۔

### توضیح المسئلة

مذکورہ عبارت میں مصنف ”جمعہ کی ایک شرط خطبہ کا ذکر فرما رہے ہیں کہ جمعہ کے منجملہ شرائط میں سے ایک شرط خطبہ بھی ہے، اور خطبہ کی دو شرط ہیں، پہلی شرط یہ کہ خطبہ زوال کے بعد ہو، دوسری مردوں کی جماعت کی موجودگی میں ہو، اگر خطبہ نماز کے بعد یا زوال سے پہلے دے دیا تو نماز جمعہ صحیح نہیں ہوگی، خطبہ کی تعداد دو ہو، اور ان دونوں کے مابین قعدہ سے فصل (۱)۔

(۱) قوله ومن شرائطها الخطبة قبل الصلاة، ثم للخطبة شرطان: أحدهما أن تكون بعد الزوال، والثاني بحضرة الرجال، ولو خطب بعد الصلاة أو قبل الزوال لانتحوز الجمعة. (الجوهر النيرة: ۱/۲۲۴)

## تفریع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (۱۳۶)

## انگریزی زبان (English Language) میں خطبہ جمعہ کا حکم

جمعہ کے دنوں خطبے اولیٰ اور ثانیہ خالص عربی میں دینا سنت متواترہ ہے، ان خطبوں کو انگریزی میں پڑھنا بدعتِ سیئہ اور مکروہ تحریمی ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بلا دِ عجم کو فتح کیا، وہاں بھی خطبہ عربی زبان ہی میں دیا؛ جب کہ مخاطب عربی نہیں جانتے تھے، اور اسلام ابتدائی حالت میں تھا، وقت کا تقاضا بھی تھا کہ سامعین کی زبان میں ہی خطبہ دیا جائے تاکہ اسلام کی حقانیت اور باطل سے نفرت ان کے ذہن و دماغ میں رچ بس جائے؛ لیکن ان تمام عوامل کے باوجود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے خطبہ عربی ہی میں دیا لہذا خطبہ خالص عربی کے علاوہ کسی دوسری زبان میں دینا گناہ سے خالی نہیں اور سنت متواترہ کے خلاف ہے (۱)۔

(۱) لا شک فی أن الخطبة بغير العربية خلاف السنة المتوارثة من النبي صلى الله عليه وسلم والصحابة فيكون مكروها تحريما. (عمدة الرعاية على هامش شرح الوفاية: ۱/ ۲۰۰، رقم الحاشية: ۲، باب الجمعة) الخطبة بالفارسية التي أحدثوها واعتقدوا حسناتها ليس الباعث إليها إلا عدم فهم العجم اللغة العربية، وهذا الباعث قد كان موجودا في عصر خير البرية وإن كانت في اشتباه، فلا اشتباه في عصر الصحابة والتابعين ومن تبعهم من الأئمة المجتهدين حيث فتحت الأمصار الشاسعة والديار الواسعة وأسلم أكثر الحبش والروم والعجم وغيرهم من الأعاجم، وحضروا مجالس الجمع والأعياد وغيرها من شعائر الإسلام، وقد كان أكثرهم لا يعرفون اللغة العربية، ومع ذلك لم يخطب لهم أحد منهم بغير العربية، ولما ثبت وجود الباعث في تلك الأزمنة وفقدان المانع والتكاسل ونحوه معلوم بالقواعد =

## طريقة الانطباق

خطبہ جمعہ شرائط جمعہ میں سے ہے اور اس کی حیثیت ذکر کی ہے (۱)، قرآن کریم میں اللہ رب العزت کا ارشاد ہے ”فاسعوا إلى ذكر الله“ اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو۔ اللہ کے ذکر سے مراد محدثین اور مفسرین کے نزدیک خطبہ جمعہ ہی ہے (۲)؛ پس معلوم ہوا کہ خطبہ نماز اور اذان کی طرح ذکر ہے، اس لیے خطبہ بحالت طہارت دینا مستحب ہے (۳)، تو جس طرح نماز اور اذان کا عربی میں ہونا ضروری ہے، اسی طرح خطبہ کا بھی عربی زبان میں ہونا ضروری ہے۔

= المبرهنة لم يبق إلا الكراهة التي هي أدنى درجات الضلالة. (مجموعة رسائل اللكنوي: ٤٧/٤)  
الكراهة إنما هي لمخالفة السنة لأن النبي وأصحابه قد خطبوا دائماً بالعربية، ولم ينقل عن أحد منهم أنهم خطبوا ولو خطبة غير الجمعة بغير العربية، الخطبة بالفارسية وغيرها من اللغات الغير العربية بدعة، وكل بدعة ضلالة و الضلالة أدنى درجاتها الكراهة، فلا يخلو الخطبة بغير العربية عن الكراهة، ووجه كونه بدعة أنه لم يكن في القرون الثلاثة.

(مجموعة رسائل اللكنوي: ٤٤/٤، فتاوى دار العلوم زكريا: ٧٠٨/٢، المسائل المهمة: ١٢٧/٨)  
(١) عن أبي هريرة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: فإذا خرج الإمام حضرت الملائكة يستمعون الذكر.  
(الصحيح للبخاري: ١/١٢١، كتاب الجمعة، باب فضل الجمعة)  
قال العيني وفيه حضور الملائكة إذ خرج الإمام ليسمعوا الخطبة، لأن المراد من قوله يستمعون الذكر هو الخطبة.  
(عمدة القاري: ٦/٢٤٩، باب فضل الجمعة)

(٢) فاسعوا إلى ذكر الله، قال الألوسي استدلل بذلك على فريضة الجمعة حيث رتب فيها الأمر بالسعي لذكر الله تعالى على النداء للصلاة، فإن أريد به الصلاة أو هي والخطبة فظاهر، وكذلك إن أريد به الخطبة لأن افتراض السعي إلى الشرط.  
(روح المعاني: ١٥٠/١٥)

(٣) ويخطب قائماً على الطهارة..... ثم هي شرط الصلاة فيستحب فيها الطهارة كالأذان.

(الهداية: ١/١٦٨، باب الجمعة)

## ﴿اذان جمعہ کا بیان﴾

### - رقم المتن - ۷۲

وَإِذَا أَذَّنَ الْمُؤَذِّنُونَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ الْأَذَانَ الْأَوَّلَ تَرَكَ النَّاسُ الْبَيْعَ وَالشِّرَاءَ  
وَتَوَجَّهُوا إِلَى الْجُمُعَةِ.

ترجمہ: جب مؤذنین حضرات جمعہ کے روز پہلی اذان دے دیں تو خرید و فروخت کو بند کر دیں اور جمعہ کی طرف متوجہ ہو جائیں۔

### توضیح المسئلة

مسئلہ یہ ہے کہ جب مؤذن حضرات جمعہ کے دن پہلی اذان دے دیں تو لوگوں پر جمعہ کی طرف سعی واجب ہو جاتی ہے، اور ہر ایسا کام جو سعی الی الجمعہ میں مخل ہو وہ مکروہ تحریمی ہوگا (۱)۔

(۱) یا أيها الذين آمنوا إذا نودي للصلاة من يوم الجمعة فاسعوا إلى ذكر الله وذروا البيع. (الجمعة: ۹)  
ووجب سعی إليها وترك البيع بالأذان الأول في الأصح، وإن لم يكن في زمن الرسول بل في زمن عثمان، وأفاد في البحر صحة إطلاق الحرمة على المكروه تحريماً، قال الشامي تحت قوله (وترك البيع)  
أراد به كل عمل ينافي السعي ونحوه إقباعاً للآية. (الدر المختار مع رد المحتار: ۳/۳۸، باب الجمعة)

## تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (١٣٧)

ہوٹل (Hotel) کھلی رکھنے کے لیے باری باری نمازِ جمعہ ادا کرنا

شہروں میں بعض دکاندار یا ہوٹل والے جمعہ کے دن اذانِ اول کے بعد بھی اپنی دکان یا ہوٹل کھلی رکھتے ہیں، اور اس دکان یا ہوٹل میں جتنے کام کرنے والے ہوتے ہیں، ان میں سے ہر ایک الگ الگ مسجد میں نمازِ جمعہ ادا کرتا ہے، اس طرح کرنے سے ان کے کام میں بھی کوئی حرج و خلل واقع نہیں ہوتا، اور ہر ایک کی نمازِ جمعہ بھی ادا ہو جاتی ہے، لیکن چوں کہ نمازِ جمعہ کی اذانِ اول کے بعد خرید و فروخت کرنا شرعاً ناجائز ہے، اور اسی وقت سعی الی الجمعة واجب ہے، جب کہ مذکورہ صورت میں دکان یا ہوٹل کھلی رہے گی تو خرید و فروخت بھی ہوتی رہے گی، جس سے ترکِ سعی الی الجمعة لازم آئے گا، اس لیے یہ صورت ترک کر دینی چاہیے، ورنہ کیا خبر کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کی وجہ سے گرفت ہو جائے (۱)۔

(۱) يَأْيُهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَى ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ. (الجمعة: ۹)

(وَذَرُوا الْبَيْعَ) أَرَادَ تَرْكَ مَا يَشْغُلُ عَنِ الصَّلَاةِ وَالْخُطْبَةِ وَإِنَّمَا خَصَّ الْبَيْعَ بِالذِّكْرِ لِإِشْتَغَالِهِمْ غَالِبًا بَعْدَ

النُّزُولِ فِي الْأَسْوَاقِ بِالْبَيْعِ وَالشِّرَاءِ. (التفسير المظهری: ۲۷۶/۹)

وَوَجِبَ سَعْيُ إِلَيْهَا وَتَرْكُ الْبَيْعِ بِالْأَذَانِ الْأَوَّلِ، وَفِي الشَّامِيَةِ أَرَادَ بِهِ كُلَّ عَمَلٍ يَنَافِي السَّعْيَ وَخَصَّهُ بِإِتْبَاعِهَا لِأَلَايَةِ.

(الدر المختار مع رد المحتار: ۳۸/۳، باب الجمعة، المسائل المهمة: ۱۳۱/۸)

### طريقة الإنطباق

فقہائے کرام یہ فرماتے ہیں کہ جب متعدد اذانیں سنی جائیں، تو ان میں سے پہلی اذان کا جواب دے، خواہ وہ اذان مسجد محلّہ کی ہو یا غیر محلّہ کی (۱)، اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ سعی کا وجوب اور بیع کی کراہت بھی شہر کی اذان اول پر ہو، خواہ یہ اذان مسجد محلّہ میں ہو یا غیر محلّہ میں، اسی لیے شہر میں اذان جمعہ کے بعد بھی ہوٹل وغیرہ کھولے رکھنا اور باری باری شہر کی مختلف مسجدوں میں نماز پڑھنا باعث کراہت ہوگا؛ کیوں کہ اس صورت میں اذان اول کو سن کر سعی الی الجمعة جو واجب ہے اس پر عمل نہیں ہوا (۲)۔

- 
- (۱) ولو تكرر أذان الأول، قال الشامي تحت قوله (أجاب الأول) سواء كان مؤذن مسجده أو غيره.  
(الدرا المختار مع الشامية: ۲/ ۶۶، باب الأذان)
- وإذا تعدد الأذان يجيب الأول مطلقاً سواء كان مؤذن مسجده أم لا، لأنه حيث سمع الأذان ندبت له الإجابة.  
(حاشية الطحاوي: ص ۲۰۳، باب الأذان)
- وسئل ظهير الدين عمن سمع في وقت من جهات ماذا عليه؟ قال إجابة أذان مسجده بالفعل وفي فتح القدير وهذا ليس مما نحن فيه، إذ مقصود السائل أي مؤذن يجيب باللسان إستجاباً أو وجوباً والذي ينبغي إجابة الأول سواء كان مؤذن مسجده أو غيره.  
(البحر الرائق: ۱/ ۴۵۲، باب الأذان)
- (۲) وذكر شمس الأئمة الحلواني وشمس الأئمة السرخسي، أن الصحيح المعتبر هو الأذان الأول بعد دخول الوقت.  
(الفتاوى التاتارخانية: ۱/ ۵۵۴، الفصل الخامس والعشرون في صلاة الجمعة)
- والقول الأصح والمختار عند الحنفية وهو اختيار شمس الأئمة أن المنهي عنه هو البيع عند الأذان الأول الذي على المنارة، وهو الذي يجب السعي عنده، وهو الذي رواه الحسن عن أبي حنيفة (رحمه الله) إذا وقع بعد الزوال.  
(الموسوعة الفقهية: ۹/ ۲۲۴)



## باب الجنائز

### رقم المتن - ۷۳

وَإِذَا مَاتَ شَدُّوا الْحَبِيَّتِيَّهَ وَغَمَّضُوا عَيْنِيَّهَ.

ترجمہ: اور جب انسان مر جائے تو اس کے جبڑے کو باندھ دیں اور اس کی آنکھیں بند کر دیں۔

### توضیح المسئلہ

جب کسی شخص کا انتقال ہو جائے تو فوراً اس کے سارے اعضاء سیدھے کر دیے جائیں، مثلاً اس کے جبڑے کو باندھ دیں تاکہ منہ پھیل نہ جائے، اور اس کی آنکھوں کو بند کر دیا جائے تاکہ آنکھیں کھلی نہ رہیں کیوں کہ جبڑوں کا کھلا رہنا اور آنکھوں کا کھلا رہنا بد نما لگتا ہے جو دیکھنے والوں کے لیے سامانِ وحشت ہوتا ہے (۱)۔

### تفریع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (۱۳۸)

### دماغی موت (Encephalic death) کا تعارف

انسان جسم اور روح کا مجموعہ ہے، نفع روح سے انسانی زندگی کا آغاز ہوتا ہے، اور

(۱) لأن النبی صلی اللہ علیہ وسلم دخل علی أبي سلمة، وقد شق بصره فاغمضه ثم قال إن الروح إذا قبض أتبعه البصر، ولأنه إذا لم يغمض ولم يشد لحياه يصير كریه المنظر، وربما تدخل الهوام عینیه وفاه إذا لم يفعل به ذلك. (الجوهرة النيرة: ۱/ ۲۵۲)

اس روح کے نکل جانے سے موت واقع ہو جاتی ہے۔ لیکن روح کیا ہے؟ یہ ایک سر بستہ راز ہے، قرآن نے اسے ”امر رب“ قرار دیا ہے۔ یوں تو موت کی کچھ ایسی بدیہی علامتیں ہیں جنہیں دیکھ کر عام آدمی بھی بتا سکتا ہے کہ کون زندہ ہے اور کون مردہ، لیکن کچھ خاص حالات میں موت کی شناخت بہت مشکل ہو جاتی ہے، اور ماہر اطباء بھی موت کے وقوع کا فیصلہ کرنے میں دشواری محسوس کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر زہر کے استعمال، حادثات میں لگنے والی گہری چوٹ، یا کسی اور سبب سے مریض طویل سکتہ میں مبتلا ہو جاتا ہے، اور موت کی ظاہری علامتیں طاری ہو جاتی ہیں، لیکن تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ انسان ابھی زندہ ہے۔ عام طور پر دل کی حرکت، دوران خون اور سانس کی آمد و رفت کا رک جانا موت کی علامت سمجھا جاتا ہے؛ لیکن جدید میڈیکل سائنس (Modern medical science) نے ایسے آلات ایجاد کر لیے ہیں جو ایک عرصہ تک مصنوعی طور پر دل کی حرکت اور سانس کی آمد و رفت کو قائم رکھتے ہیں، یہیں سے جدید میڈیکل سائنس میں دماغی موت کا تصور ابھرا ہے۔ اب یہ بات ممکن ہو گئی ہے کہ کچھ خاص وقت کے لیے قلب کو حرکت سے روک دیا جائے، اور مصنوعی قلب اور پھیپھڑے کے ذریعہ دوران خون اور سانس کی آمد و رفت کا کام لیا جائے، اس تجربہ نے اس تصور کو جنم دیا ہے، کہ اصل موت قلب اور سانس کا رُکنا نہیں ہے، بل کہ دماغ کے اس حصہ کا مرجانا ہے جیسے جذع الحی (Brain stem) کہتے ہیں، دماغ کا یہی حصہ فکر و شعور کا مرکز ہے، اور یہی نظام جسمانی کو کنٹرول کرتا ہے، اگر دماغ کو چار پانچ منٹ تک خون کی سپلائی (Supply) بند ہو جائے تو وہ زندہ نہیں رہتا، بل کہ پگھلنا شروع ہو جاتا ہے، دماغ کے مرنے کے بعد مصنوعی آلات کے ذریعہ

قلب کی حرکت اور دورانِ خون کو جاری رکھا جاسکتا ہے، لیکن یہ وقتی عمل ہوگا، جو بالآخر چند گھنٹوں یا چند دنوں سے زیادہ جاری نہیں رہ سکے گا، اب انسان کے اندر زندگی لوٹنے کا سوال باقی نہیں رہتا ہے، اس کے برخلاف اگر دماغ زندہ ہو، اور قلب کی حرکت محدود مدت کے لیے بند ہوگئی ہو؛ لیکن خارجی عمل کے ذریعہ خون کی سپلائی (Supply) برقرار رکھی جائے تو انسان زندہ رہے گا، اس تجربہ کی وجہ سے آج کے اطباء یہ سمجھتے ہیں کہ نفس انسانی کا مرکز انسانی دماغ ہے۔

### عرض مسئلہ: دماغی موت (Encephalic death) کا حکم

انسان کی حیات و موت کا سوال فقہ کے کئی مسائل سے تعلق رکھتا ہے، منجملہ ان ہی مسائل میں سے ایک مسئلہ، مسئلہ تجہیز و تکفین ہے، جس کا تعلق انسان کی موت سے ہے جیسا کہ صاحبِ قدوری فرماتے ہیں: ”وإذا مات شدوا الحیثیہ الخ“۔

مذکورہ تفصیل کی روشنی میں ایک سوال پیدا ہوا کہ اطباء کا یہ تصور کہ اصل موت دماغی موت ہے، شرعاً کہاں تک درست ہے؟ یعنی اگر دماغ مرچکا ہو لیکن مصنوعی آلاتِ تنفس (Fabulous breathing instrument) کے ذریعہ قلب کی حرکت اور سانس کی آمد و رفت باقی رکھی گئی ہو، تو ایسے شخص کو مردہ قرار دیا جائے گا یا زندہ؟ تو جواباً عرض ہے کہ شریعت کی نظر میں جب تک جسم کے کسی بھی حصے کے ساتھ روح کا رشتہ برقرار ہے، ایسے شخص پر مردہ کے احکامات جاری نہیں ہو سکتے؛ لہذا اطباء کا یہ تصور کہ اصل موت دماغی موت ہے، اسلام کی نظر میں ناقابلِ قبول ہے، اور جو شخص دماغ کے اعتبار سے مفلوج ہو چکا ہو، لیکن اس کی سانس کی آمد و رفت فطری یا مصنوعی طور پر باقی ہو، تو ایسے شخص کو شرعاً

زندہ ہی مانا جائے گا، جب تک یقین کے ساتھ یہ معلوم نہ ہو جائے کہ وہ واقعاً مرچکا ہے، یعنی اس کی حرکتِ قلب اور سانس بند ہو جائے، اور اس پر موت کی دیگر علامتیں ظاہر ہو جائیں جو اس کے یقینی موت پر دلالت کرتی ہوں، اور ایسی حالت میں اس کی تجہیز و تکفین جائز نہیں ہوگی (۱)۔

### طريقة الإنطباع

تجہیز و تکفین کا تعلق موت سے ہے، جیسا کہ خود صاحبِ قدوریؒ فرماتے ہیں:

”إذا مات شدوا الحيتيه الخ“ یعنی جب کوئی انسان مر جائے تو اس کی تجہیز و تکفین کی جائے۔ اور موت نام ہے روح کا بدن کو چھوڑ دینا (۲)، موت کا یہ معنی جب یقینی طور پر معلوم

(۱) الموت في الاصطلاح هو مفارقة الروح للجسد، قال الغزالي ومعنى مفارقتها للجسد انقطاع تصرفها عن الجسد بخروج الجسد عن طاعتها. (الموسوعة الفقهية: ۳۹/۲۴۸)

وعلامته إسرخاء قدميه وأعوجاج منخره وانخساف صدغيه، قال الشامي وزاد على ما هنا أن تمتد جلدة خصيتيه لإنتشار الخصيتين بالموت. (الدر المختار مع رد المختار: ۳/۷۸، باب صلاة الجنائز)

لا يجوز شرعاً الحلم بموت الإنسان، الموت الذي تترتب عليه أحكام الشرعية بمجرد تقرير الأطباء أنه مات دماغياً حتى يعلم أنه مات موتاً لا شبهة فيه، توقف معه حركة القلب والنفس مع ظهور الأمارات الأخرى الدالة على موته يقينا لأن الأصل حياته.

موقع المسلم على شبكة نيت. (قرارداد اسلامك فقه كيدى انديا سولہواں فقہی سیمینار منعقدہ اعظم گڑھ بتاریخ ۱۰ تا ۱۳ ربیع الاول ۱۴۲۸ھ، المسائل المهمہ: ۹۹/۶، کتاب النوازل: ۳۰/۶)

(۲) الموت في الاصطلاح هو مفارقة الروح للجسد، قال الغزالي ومعنى مفارقتها للجسد انقطاع تصرفها عن الجسد بخروج الجسد عن طاعتها. (الموسوعة الفقهية: ۳۹/۲۴۸، علامات الموت)

الموت انسحاب الروح من البدن عند ما يصبح البدن غير أهل البقاء الروح فيه. (لغة الفقهاء: ص ۴۶۸)

ہو جائے، یعنی اس کی حرکت قلب اور سانس بند ہو جائے، اور اس پر موت کی علامتیں ظاہر ہو جائیں جو اس کی یقینی موت پر دلالت کرتی ہوں، تو اس کو مردہ قرار دیا جائے گا اور اس کی تجہیز و تکفین کا عمل شروع کیا جائے گا؛ لیکن اگر کسی شخص کے متعلق ڈاکٹروں نے یہ اطلاع دی ہو کہ وہ محض دماغی طور پر مرا ہے، اور فطری یا مصنوعی طور پر اس کی سانس اور قلب کی حرکت باقی ہے، تو اسے شرعاً مردہ قرار نہیں دیا جاسکتا، کیوں کہ موت کا معنی (روح کا بدن سے جدا ہو جانا) متحقق نہیں ہوا (۱)، نیز یہاں شخص مذکور میں حیات اصل ہے اور بدون یقین اس سے عدول و روگردانی نہیں کی جاسکتی (۲)۔

## غسل میت کا طریقہ

### رقم المتن - ۷۴

فَإِذَا أَرَادُوا غَسْلَهُ وَضَعُوهُ عَلَى سَرِيرٍ وَجَعَلُوهُ عَلَى عَوْرَتِهِ حِرْقَةً وَنَزَعُوا ثِيَابَهُ.

ترجمہ: جب میت کے غسل کا ارادہ کرے تو اس کو تخت پر رکھے اور اس کے ستر پر چھوٹا سا کپڑا رکھ دے اور اس کا کپڑا نکال دے۔

(۱) یدار الحکم علی تلك العلة و جوداً و عدم ما، یعنی یوجد حکم النص عند وجوده، و یعدم عند

عدمه. (أحسن الحواشي على هامش أصول الشاشي: ص ۴۷، بحث الثاني دلالة النص)

الحکم بدوم مادامت علته و ينتهي بإنتهاء عنته. (موسوعة القواعد الفقهية: ۵۸/۳)

(۲) ما ثبت بيقين لا يرتفع إلا بيقين. (الموسوعة الفقهية: ۵۵/۴، ۲۷۹، يقين)

## توضیح المسئلة

امام قدوریؒ فرماتے ہیں کہ جب غسل میت کا ارادہ کر لیا جائے، تو پہلے میت کو کسی تخت پر لٹا دیا جائے تاکہ پانی وہاں سے نیچے گر جائے اور اس کے ستر غلیظ کو یعنی ناف سے گھٹنہ کا حصہ چھپا دیا جائے، اور مردہ کے پہنے ہوئے کپڑے کو نکال لیا جائے، تاکہ غسل دینا ممکن ہو (۱)؛ البتہ اس بات کا لحاظ رکھا جائے کہ مرد کو مرد غسل دے اور عورت کو عورت (۲)۔

## تفریع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (۱۳۹)

(فیذا أرادوا غسله)

ایڈز یا سوائن فلو (Aids & Swine flu) کے مریض میت کے

## غسل کا حکم

اگر کسی وجہ سے میت کو غسل دینا ممکن نہ ہو، یا جسم بہت پھول پھٹ گیا ہو، یا ایڈز یا سوائن فلو (Swine flu) کا مریض ہو، اور طبی ماہرین کے قول کے مطابق غسل دینے کی وجہ سے جراثیم پھیل سکتے ہوں، تو مردے کو تیمم کرایا جائے گا اور شرعی طور پر کفنا کر، اور نماز

(۱) فیذا أرادوا غسله وضعوه علی سریر لینصب الماء عنیه، وجعلوا علی عورته خرقة إقامة لواجب الستر، ویکتفی بستر العورة الغلیظة هو الصحیح، ونزعوا ثیابه لیمكنهم التنضیف.

(الهدایة: ۱/۱۷۸، باب الجنائز)

(الفتاوی التاتارخانیة: ۳/۱۳)

(۲) والسنة أن يغسل الرجال الرجال والنساء النساء.

جنازہ ادا کر کے اسے دفن کیا جائے گا (۱)۔

### طريقة الانطباق

یہاں میت کے غسل کے سلسلے میں ایک ضابطہ جان لینا چاہیے تاکہ انطباق واضح ہو جائے، اور وہ یہ ہے کہ میت کو جب تک غسل دینا ممکن ہو غسل دینا ضروری ہے، اور اگر غسل دینا ممکن نہ ہو تو غسل معاف ہے (۲)؛ اسی لیے اگر ایڈز یا سوائن فلو (Swine Flu) ایسی کیفیت اختیار کر گیا ہو جس میں غسل دینے سے جراثیم کے پھیلنے کا اندیشہ ہو، تو یہ بھی تعذر غسل کے معنی میں ہوگا، اور غسل معاف ہو جائے گا، اور اس کی جگہ مردے کو تیمم کر دیا جائے گا؛ کیوں کہ غسل پر عدم قدرت کی صورت میں تیمم ہی اس کا خلیفہ ہے (۳)۔

(۱) الحالات التي ييمم فيها الميت ييمم الميت في الحالات الآتية .... إذا تعذر غسله لفقد ماء حقيقة

أو حكما كقطع الجسد بالماء، أو تسليخه من صبه عليه. (الموسوعة الفقهية: ۱۳/۱۰۰۹، ۱۱)

ولأن ترك الغسل لو كان للتعذر لأمر أن ييمموا كما لو تعذر غسل الميت في زماننا لعدم الماء.

(بدائع الصنائع: ۲/۳۶۸، فصل في حكم الشهادة، أحكام مرض الإيدز في الفقه الإسلامي: ۱/۲۱۷،

غسل المريض، كتاب الفتاوى: ۳/۱۵۳، المسائل المهمة: ۸/۱۴۲)

(۲) وطهارته مادام الغسل ممكنا. (الفتاوى الهندية: ۱/۱۶۳، الفصل الخامس)

(۳) والحدث والجنابة فيه سواء لما روى أن قوما جاءوا إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالوا إنا

قوم نسكن هذه الرمال ولا نجد الماء شهرا وشهرين، وفيما الجنب والحائض والنفساء، فقال عليهم

بأرضكم. (الهداية: ۱/۵۰، باب التيمم، فقهي ضوابط: ۱/۱۰۳)

رقم المسئلة ( ١٤٠ )

پانی میں ڈوب کر مرے ہوئے شخص کو غسل دیا جائے گا یا نہیں؟

اگر کوئی شخص پانی میں ڈوب کر مر جائے اور پانی زیادہ ہونے کی وجہ سے کافی کوشش کے باوجود نعش نہ ملی، پھر چند روز کے بعد نعش اوپر آئی تو اس میں تعفن پیدا ہو گیا، مگر نعش پھولی پھٹی نہ ہو تو اس کو غسل دیا جائے گا، اور نماز جنازہ بھی پڑھی جائے (۱)؛ لیکن اگر نعش اس قدر سرنگل گئی ہو کہ اس کو ہاتھ لگانا بھی ممکن نہ ہو تو اس پر یوں ہی پانی بہا دیا جائے گا، یہی کافی ہوگا (۲)۔

### طريقة الإنطباق

یہاں ایک ضابطہ جان لینا چاہیے تاکہ انطباق بے غبار ہو جائے کہ میت کے غسل میں زندوں کی طرف سے فعل غسل ضروری ہے (۳)، اور پانی میں ڈوب کر مرنے والے میں یہ فعل غسل زندوں کی طرف سے نہیں پایا گیا، اس لیے اگر غسل ممکن ہو یعنی نعش پھٹی نہ ہو تو غسل دینا ضروری ہوگا محض پانی میں ڈوبنا غسل کے لیے کافی نہیں ہوگا۔

(۱) يغسل و يصلي عليه ما لم يتفسخ. (مراقي الفلاح: ص ۲۱۶، أحكام الجنائز)

(۲) ولو كان الميت متفسخاً يتعذر مسحه كفى صب الماء عليه، كذا في التاتارخانية ناقلاً عن العتائية.

(الفتاوى الهندية: ۱/۱۵۸، الفصل الثاني في الغسل، كتاب النوازل: ۶/۸۵، المسائل المهمة: ۳/۹۸)

(۳) عن محمد و أبي يوسف يفيد أن الفرض فعل الغسل منا ..... لو وجد الميت في الماء لا بد من

غسله لأن الخطاب يتوجه إلى بني آدم و لو يوجد منهم فعل، فالحاصل أنه لا بد في إسقاط الواجب من الفعل، و أما النية فشرط لتحصيل الثواب.

(منحة الخالق: ۲/۳۰۵، فقہی ضوابط: ۱/۱۰۵)



رقم المسئلة (١٤١)

## غیر مسلم نرس (Non Muslim Nurse)

## کامیت بچہ کو غسل اور کفن دینا

بسا اوقات کسی بچہ کی ولادت ہسپتال (Hospital) میں ہوتی ہے، اور وہ وہیں مر جاتا ہے تو ہسپتال کی غیر مسلم نرسیں اسے غسل و کفن کر دیتی ہیں، اور اس کے بعد اسے گھر پر غسل نہیں دیا جاتا ہے، اور قبرستان میں دفن دیا جاتا ہے، شرعاً ایسا کرنا درست ہے، کیوں کہ غیر مسلم کے ہاتھوں دیا گیا غسل صحیح ہے، غسل دینے والے کا مکلف شرع ہونا شرط نہیں ہے (۱)؛ مگر چوں کہ اس میں دو خرابیاں پائی جاتی ہیں: اول تو یہ کہ غیر مسلم کے ہاتھوں دیا گیا غسل خلاف سنت ہوگا (۲)؛ ثانی یہ کہ مسلم جنازہ کی تجہیز و تکفین مسلمانوں پر لازم ہے، اور یہ ذمے داری ان پر باقی رہ جاتی ہے؛ لہذا بہتر یہ ہے کہ اس بچہ کو دوبارہ موافق سنت غسل دیا جائے (۳)۔

## طريقة الإنطباع

غسل میت کے لیے غسل دینے والے کا مسلمان ہونا ضروری نہیں ہے (۴)،

(۱) وإن لم يكن الغاسل مكلفاً. (رد المحتار: ۳/ ۹۳، باب صلاة الجنائز)

(۲) فلا بد في تحصيل الغسل المستنون. (رد المحتار: ۳/ ۹۲)

(۳) الغسل والتكفين والصلوة فرض على الكفاية بالإجماع على أن غسل الميت فرض كفاية.

(عمدة القاري: ۵۲/ ۸، الجنائز)

(۴) وإن لم يكن الغاسل مكلفاً. (رد المحتار: ۳/ ۹۳)

کیوں کہ غسل کا مقصد تطہیر ہے اور وہ کافر کے غسل دینے سے بھی حاصل ہو جاتا ہے (۱)، اسی لیے ہسپتال کی غیر مسلم نرسوں کا مردہ بچہ کو غسل دینا درست ہے، البتہ اس غسل کے خلاف سنت ہونے اور تجہیز و تکفین کے مسلمانوں پر لازم ہونے کی وجہ سے بہتر ہے کہ اس غسل کو لوٹا لیا جائے تاکہ غسل مسنون پر عمل بھی ہو جائے، اور ایک امر واجب کی ادائیگی بھی ہو جائے (۲)۔

رقم المسئلة (۱۴۲)

## خنثی مشکل (Sissy) میت کا غسل

اگر میت خنثی مشکل ہو، اور وہ بالغ یا مراہق یعنی قریب البلوغ ہو تو اس کو غسل نہیں دیا جائے گا، اگر اس کا کوئی محرم ہو تو اس کو تیمم کرا دے، اور اگر کوئی محرم نہ ہو تو اجنبی آدمی ہاتھوں پر کپڑا لپیٹ کر اس کو تیمم کرا دے، یہ تیمم غسل کے قائم مقام ہوگا، اور اگر خنثی مشکل میت مراہق نہ ہو بل کہ چھوٹا بچہ ہو تو پھر اسے مرد و عورت دونوں غسل دے سکتے ہیں (۳)۔

(۱) لأن المقصود من الغسل هو التطهير.

(ردالمحتار: ۸۶/۳)

ولذا صح تغسيل الذميمة زوجها المسلم.

(ردالمحتار: ۹۳/۳)

(۲) كفنه ودفنه وتجهيزه فرض كفاية بالإجماع، فيكفر منكرها لإنكاره الإجماع.

(حاشية الطحاوي على مراقي الفلاح: ۵۸۰/۵)

(۳) وكذا الخنثى المشكل يتيمم في ظاهر الرواية، وقيل يجعل في قميص لا يمنع وصول الماء إليه،

ويجوز للرجل والمرأة تغسيل صبي وصبية لم يشتهيا، لأنه ليس لأعضائهما حكم العورة.

(مراقي الفلاح: ص ۲۱۱، باب أحكام الجنائز)

والخنثى المشكل المراهق لا يغسل رجلا ولا امرأة، ولا يغسلها رجل ولا امرأة ويتيمم وراء الثوب.

(الفتاوى الهندية: ۱/۱۶۰، الدر المختار مع الشامية: ۳/۹۴، فتاوى دارالعلوم زكريا: ۳/۸۰۲، المسائل المهمة: ۷/۱۰۰)

## طريقة الانطباق

یہاں ایک بات سمجھ لینا چاہیے تاکہ انطباق واضح ہو جائے، غاسل کی شرط یہ ہے کہ اس کے لیے مغسول شخص کو دیکھنا حلال ہو، اسی لیے مرد کو عورت غسل نہیں دے سکتی، اور نہ ہی عورت کو کوئی مرد غسل دے سکتا ہے (۱)، کیوں کہ ستر کا حکم موت سے ساقط نہیں ہوتا ہے (۲)، اب خنثی مشکل کے مرد و عورت ہونے میں شک واقع ہو گیا، اسی لیے اس کا غسل ساقط کر کے یتیم کو واجب کر دیا گیا جو غسل کے قائم مقام ہے (۳)، یہ اس وقت ہے جب کہ خنثی مشکل بالغ یا قریب البلوغ ہو لیکن اگر وہ چھوٹا بچہ ہے تو اس کو مرد و عورت میں سے کوئی بھی غسل دے سکتا ہے، کیوں کہ ستر کا حکم بچہ کے حق میں نہیں ہے (۴)۔

رقم المسئلة (۱۴۳)

(ونزعوأثیابه)

## میت کی آنکھ سے کوٹیک لینس (Contact Lens) نکالنا

اگر کسی شخص کا انتقال ہو جائے اور اس کی آنکھ میں کوٹیک لینس ہے، تو چوں کہ وہ

(۱) وأما الغاسل فمن شرطه أن يحل له النظر إلى المغسول، فلا يغسل الرجل المرأة، ولا المرأة الرجل والمحبوب والخصي.

(۲) قال ابن الهمام تحت قوله (وضعوا على عورته خرقه) لأن العورة لا يسقط حكمها بالموت، قال عليه الصلاة والسلام لعلي لا تنظر إلى فخذ حي ولا ميت ولا يجوز يغسل الرجل المرأة وبالعكس.

(فتح القدیر: ۲/۱۰۹، باب الجنائز)

(۳) وأما الخنثى المشكل المراهق إذا مات ففيه اختلاف، والظاهر أنه یتیم.

(۴) ويجوز للرجل والمرأة تغسيل صبي وصبية لم يشتهيا، لأنه ليس لأعضائهما حكم العورة.

(مراقی الفلاح: ص ۲۱۱)

لینس دوسرے کے لیے استعمال نہیں کر سکتے، اور آنکھوں سے نکالنے میں بھی دقت ہے، اور یہ ایک زائد چیز بھی معلوم نہیں ہوتی، لہذا میت کی آنکھوں سے نہیں نکالنا چاہیے (۱)۔

رقم المسئلة (۱۴۴)

## میت کے منہ سے مصنوعی دانت (Artificial teeth) نکالنا

اگر کسی شخص کا انتقال ہو جائے، اور اس کے منہ میں مصنوعی دانت ہوں، جو بآسانی نہیں نکل سکتے، تو انہیں منہ کے اندر ہی چھوڑ دیا جائے، غسل اور دفن میں کوئی شرعی قباحت نہیں ہے؛ اسی طرح اگر دانت سونے کے ہوں، اور انہیں نکالنا مشکل ہو، اور زیادہ محنت کرنے میں میت کی بے حرمتی ہو، تو اندر چھوڑ دیئے جائیں (۲)؛ کیوں کہ میت کی حرمت مال کی حرمت سے زیادہ ہے (۳)۔

## طريقة الإنطباق

غسل میت میں غسل سے پہلے کپڑے نکالنے کا مقصد حصول طہارت و نظافت

(۱) وإن كان حرمة آدمي أعلى من صيانة المال، لكنه أزال إحترامه بتعدّيه كما في الفتح، و مفاده أنه لو سقط في جوفه بلا تعدّ لا يشق إتفاقاً. (رد المحتار: ۲/۲۳۸)

(۲) وإن كان حرمة آدمي أعلى من صيانة المال، لكنه أزال إحترامه بتعدّيه كما في الفتح، و مفاده أنه لو سقط في جوفه بلا تعدّ لا يشق إتفاقاً. (رد المحتار: ۲/۲۳۸)

(۳) ولقد كرمنا بني آدم. (الإسراء: ۷۰)

وقال مالك إنه بلغه أن عائشة زوج النبي صلى الله عليه وسلم كانت تقول كسر عظم المسلم ميتاً ككسره وهو حي قال مالك نعني في الإثم.

(الموطأ للإمام مالك: ص ۸۳، كتاب الحناظر ما جاء في الإختفاء النيش، المسائل المهمة: ۶/۱۰۲)

ہے (۱)، جو کپڑے کے نکالنے کے بعد بدرجہ اتم حاصل ہو جاتی ہے، اور کوٹیک لینس (Contact lens) اور مصنوعی دانت (False Tooth) اتصال کی وجہ سے بدن کا ایک حصہ بن چکے ہیں، جو حصولِ نظافت میں مانع نہیں ہیں، بل کہ ان کے نکالنے میں میت کی بے حرمتی لازم آتی ہے (۲)، اس لیے انہیں نکالے بغیر ہی غسل دے دیا جائے گا۔

رقم المسئلة (۱۴۵)

### میت کے سینہ سے مشین (Machine) نکالنا

موجودہ دور کے ترقی یافتہ طریقہ علاج میں ہارٹ (Heart) کے مریض کے سینے میں پیس میکر (Pace maker) نامی ایک مشین بٹھائی جاتی ہے، جو بہت قیمتی ہوتی ہے، اگر کوئی ہارٹ کا مریض (Patient of heart disease) جس کو یہ مشین لگائی گئی تھی انتقال کر جائے تو میت کے احترام کا خیال رکھتے ہوئے ضرورت کے مطابق سینہ چاک کر کے مشین نکالی جاسکتی ہے، تو نکالنے کی گنجائش ہے، اور اگر مشین نکالنا مشکل ہو اور زیادہ محنت کرنے میں میت کی بے حرمتی ہو تو اندر چھوڑ دیا جائے، اس لیے کہ میت کی

(۱) قال ابن نجيم تحت قوله (جرد) أي من ثيابه ليتمكنهم التنظيف ..... قالوا يجرّد كما مات لأن الثياب تحمي فيسرع إليه التغير. (البحر الرائق: ۳۰۱/۲، كتاب الجنائز)

(۲) والآدمي مكرم شرعاً وإن كان كافراً فأيراد العقد عليه إبتذاله به وإلحاقه بالجمادات إذلال له ..... إلا أن يحاب بأن المراد تكريم صورته وخلقه ولذا لم يجر كسر عظام ميت كافر.

(رد المحتار: ۲۴۵/۷، كتاب البيوع، مطلب الآدمي مكرم شرعاً)

قال الباجي تريد أن له من الحرمة في حال موته مثل ماله منها حال حياته، وإن كسر عظامه في حال موته يحرم كما يحرم كسرهما حال حياته. (أوجز المسالك: ۵۸۷/۴، كتاب الجنائز)

حرمت مال کی حرمت سے زیادہ ہے (۱)، نیز اس بات کا بھی خیال رکھنا ضروری ہے کہ جو چیز نکالی جائے اس کی قیمت دس درہم چاندی یا اس سے زیادہ ہو (۲)۔

**نوٹ:** دس درہم کی موجودہ مقدار ۳۰ گرام ۶۲۰ ملی گرام ساڑھے تین تولہ چاندی ہوتی ہے۔

### طريقة الانطباق

غسل میت میں غسل سے پہلے کپڑے نکالنے کا مقصد حصول طہارت ہے، جو کپڑے کو نکالے بغیر حاصل نہیں ہوتی ہے، کیوں کہ کپڑا ایک خارجی شئی ہے جس کے ناپاک ہونے سے بدن میت کے دوبارہ ناپاک ہونے کا خدشہ باقی رہتا ہے (۳)، اور پیس میکر (Pace Maker) نامی مشین کو میت کے سینہ میں ہونے کی وجہ سے وہ بدن کا ایک

(۱) ولقد کرّمنا بنی آدم، (الإسراء: ۷۰)

قال مالک إنه بلغه أنه عائشة زوج النبي صلى الله عليه وسلم كانت تقول كسر عظم المسلم ميتاً ككسره وهو حي قال مالک نعني في الإثم .

(المؤطا للإمام مالک: ص ۸۳، کتاب الجنائز، باب ما جاء في الإحتفاء بالنبش)

وإن كان حرمة آدمي أعلى من صيانة المال لكنه أزال إحترامه بتعديّه كما في الفتح، ومفاده أنه لو سقط في جوفه بلا تعدّ لا يشق إتفاقاً، (ردالمحتار: ۲/۲۳۸)

(۲) لو بلغ عشرة دراهم ومات يشق، وأفاد البيري عدم الخلاف في الدراهم والدنانير لعدم فسادها.

(ردالمحتار: ۹/۲۸۱، کتاب الغصب، فتاوی قاسمیه: ۲۳/۲۲۶،

أحسن الفتاوى: ۴/۲۵۱، المسائل المهمة: ۱۰/۹۵)

(۳) ويجرد من ثيابه، قال الشامي لممكنهم التنظيف، لأن المقصود من الغسل هو التطهير، والتطهير لا يحصل مع ثيابه، لأن الثوب متى تنجس بالغسالة تنجس به بدنه ثانياً بنجاسة الثوب فلا يفيد الغسل فيجب التجريد. (ردالمحتار: ۳/۸۶، باب صلاة الجنائز)

حصہ ہوگئی، اب وہ خارجی شے کے حکم میں باقی نہیں رہی، کہ حصولِ نظافت میں مانع ہو، اسی لیے اگر نکالنے سے میت کی بے حرمتی لازم آتی ہو تو مشین کو نکالے بغیر ہی غسل دے دیا جائے گا (۱)، اور اگر ایسا کوئی طریقہ ہو جس میں مشین کے نکالنے سے بے حرمتی لازم نہ آتی ہو، تو چوں کہ مشین دس درہم سے کہیں زائد رقم کی ہوتی ہے اس لیے اس کے نکالنے کی گنجائش ہے (۲)۔

رقم المسئلة (۱۴۶)

میت کے غسل جنازہ میں میت کے پلاسٹر (Plaster) کا حکم

اگر کسی شخص کا پیر کسی حادثہ میں ٹوٹ گیا، اور ڈاکٹروں نے اس پر پلاسٹر چڑھا دیا، پھر وہ شخص انتقال کر گیا، تو اب اس کا وہ پلاسٹر چھوڑا کر غسل جنازہ دیا جائے (۳)۔

(۱) ولقد کرمانا بني آدم.

(الإسراء: ۷۰)

وقال مالك أنه بلغه أنَّ عائشة زوج النبي صلى الله عليه وسلم كانت تقول كسر عظم المسم ميتاً ككسره وهو حي، وقال مالك نعني في الإثم.

(الموطأ للإمام مالك: ص ۸۳)

(۲) لو بلغ عشرة دراهم مات يشق وأفاد البيهقي عدم الخلاف في الدراهم والدنانير لعدم فسادها.

(رد المحتار: ۹ / ۲۸۱، كتاب الغصب)

(۳) فإذا أرادوا غسله ..... ونزعوا ثيابه.

(المختصر القدوري: ص ۴۰، باب الجنائز)

ويجرد من ثيابه ليتمكنهم التنظيف، لأن المقصود من الغسل هو التطهير، والتطهير لا يحصل مع ثيابه.

(رد المحتار: ۳ / ۸۶، باب صلاة الجنائز، فتاوى محمودية: ۸ / ۵۰۰، المسائل المهمة: ۵ / ۴۱)

## طريقة الإنطباق

غسل میت میں میت کے کپڑوں کو نکالنے کا حکم اس ہے کہ کپڑا حصولِ طہارت کے لیے مانع ہے، کیوں کہ کپڑا ایک خارجی شیء ہے، نیز اس کی ضرورت حالتِ حیات میں ہوتی ہے ممت میں نہیں؛ اسی طرح میت کا پلاسٹر بھی ایک خارجی شیء ہے جو حصولِ طہارت کے لیے مانع ہے، اور اس کی ضرورت کا تعلق حیات سے ہے ممت سے نہیں، اسی وجہ سے پلاسٹر کو چھڑا کر میت کو غسل دیا جائے گا (۱)۔

## رقم المتن - ۷۵

وَيُجَمَّرُ سَرِيرُهُ وَتُرَا.

ترجمہ: اور دھونی دی جائے اس کے تختے کو طاق عدد میں۔

## توضیح المسئلة

جس تخت پر میت کو غسل دینا ہو اس کو طاق عدد مثلاً (تین مرتبہ، پانچ مرتبہ) عود وغیرہ کی دھونی دی جائے، تاکہ غسل دینے والوں کو میت کی بدبو محسوس نہ ہو، تاکہ میت کی عظمت برقرار ہے (۲)۔

(۱) الثابت بالضرورة يتقدر بقدرها. (قواعد الفقه: ص ۷۴)

(۲) ويجمر سريرہ وتراً لما فيه من تعظيم الميت. (الهداية: ۱/۱۷۸، باب الجنائز)

قال ابن الهمام يعني يدار المحمر وهو الذي يوقد فيه العود حوالى السرير ثلاثاً أو خمساً أو سبعاً.

(فتح القدير: ۲/۱۱۱، كتاب الصلاة فصل في الغسل)

وفي التجمير تعظيمه وإزالة الرائحة الكريهة، والوتر أحب إلى الله، وكيفيته أن يدار بالمحجرة حول

السرير مرة أو ثلاثاً أو خمساً لا يزداد عليها. (البحر الرائق: ۲/۳۰۰، كتاب الجنائز)



## تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (١٤٧)

تختے (Plank) کو عود کے بجائے مروجہ اگر بتی سے دھونی دینا  
اگر مردے کے تخت کو اگر بتی سے دھونی دے دی جائے تو شرعاً جائز و درست  
ہے، اس میں کوئی قباحت نہیں ہے (۱)۔

## طريقة الإنطباق

مردے کے تخت کو دھونی دینے کا مقصد تخت کو خوشبودار کرنا ہے، تاکہ غسل  
دینے والوں کو کسی قسم کی بدبو محسوس نہ ہو، یہ معنی اگر بتی میں بھی موجود ہے کیوں کہ وہ بھی  
نہایت خوشبودار ہوتی ہے، اسی لیے اگر تخت کو اگر بتی کے ذریعہ سے دھونی دے دی جائے  
تو مقصود کے حاصل ہونے کی وجہ سے جائز و درست ہوگا (۲)۔

## رقم المتن - ۷۶

وَيَغْسِلُ رَأْسَهُ وَلِحْيَتَهُ بِالْخِطْمِيِّ.

ترجمہ: اور دھویا جائے اس کا سر اور اس کی داڑھی خٹمی (ایک قسم کی خوشبودار گھاس) سے۔

(۱) و بجمہر سریرہ و نرا۔ (المختصر القدوري: ص ۴۰، باب الجنائز)

و یوضع علی سریر محمر ککفنه، وفي الشامی أي مبخرا إخفاء للرائحة الكريهة وفي الطحطاوي أي

مبخرا بنحو عود۔ (حاشية الطحطاوي: ص ۵۶۷، كتاب الصلاة، كتاب النوازل: ۶/ ۷۰)

(۲) الحكم يبنى على المقصود و لا ينظر إلى اختلاف العبارة بعد اتحاد المقصود.

(موسوعة الفوائد الفقهية: ۵/ ۲۳۱)

## توضیح المسئلة

خطمی ایک قسم کی خوشبودار گھاس ہوتی ہے (۱)، اس سے میت کے سر اور اس کے داڑھی کے بال کو دھونے کا حکم ہے کیوں کہ یہ عمل نظافت کے لیے مفید اور ابلیغ ہے (۲)۔

## تفریع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (۱۴۸)

میت کے سر اور داڑھی کو ڈیٹول (Dettol) لکس (Lux) وغیرہ صابن سے دھونے کا حکم

خطمی ایک قسم کی خوشبودار گھاس ہے جو عراق میں پیدا ہوتی ہے (۳)، اگر وہ کہیں دستیاب نہ ہو، اور میت کے سر اور داڑھی کو رانج صابن مثلاً ڈیٹول، لکس وغیرہ سے دھولیا جائے تو شرعاً اس کی اجازت ہے (۴)۔

## طريقة الإنطباق

خطمی گھاس کا مقصد نظافت و صفائی ہے (۵)، جو رانج صابون ڈیٹول، لکس

(۱) و يغسل رأسه ولحيته بالخطمي وهو نبت بالعراق طيب الرائحة. (الجوهرة النيرة: ۲۵۶/۱)

(۲) وغسل رأسه ولحيته بالخطمي لأنه أبلغ في استخلاص الوسخ.

(البحر الرائق: ۳۰۲/۲، كتاب الجنائز)

(۳) الخطمي وهو نبت بالعراق طيب الرائحة. (الجوهرة النيرة: ۲۵۶/۱)

(۴) وغسل رأسه ولحيته بالخطمي ..... وإن لم يكن فبالصابون ونحوه لأنه يعمل عمله.

(البحر الرائق: ۳۰۲/۲، كتاب الجنائز، فتح القدير: ۱۱۱/۲، باب الجنائز، فصل في الغسل)

(۵) غسل رأسه ولحيته بالخطمي لأنه أبلغ في استخلاص الوسخ. (البحر الرائق: ۳۰۲/۲) =

وغیرہ میں علی وجہ الکمال پایا جاتا ہے، اس لیے اگر کوئی شخص میت کے سر اور داڑھی کو رائج صابون سے دھو لے تو مقصود کے حاصل ہونے کی وجہ سے جائز ہے (۱)۔

### رقم المتن - ۷۷

وَلَا كَافُورٌ عَلَى مَسَاجِدِهِ.

ترجمہ: اور سجدہ کے اعضاء پر کافور مل دیا جائے۔

### توضیح المسئلة

مردے کو غسل دینے کے بعد میت کے سجدہ کے اعضاء پیشانی، ناک، ہتھیلی، دونوں گھٹنوں اور دونوں پاؤں پر کافور مل دیا جائے، کیوں کہ انہیں کے ذریعہ وہ اللہ کے سامنے سجدہ ریز ہوتا تھا، اس لیے انہیں زیادتی کرامت حاصل ہے (۲)؛ نیز کافور ملنے کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ سجدہ کے اعضاء جلدی کیڑوں کے غذا بننے سے محفوظ رہیں (۳)۔

= ويغسل رأسه ولحيته بالخطمي ليكون أنظف له لأنه مثل الصابون في التنظيف.

(فتح القدیر: ۱۱۱/۲، باب الجنائز فصل في الغسل)

(۱) الحکم یعنی علی المقصود و لا ينظر إلى اختلاف العبارة بعد اتحاد المقصود.

(موسوعة القواعد الفقهية: ۲۳۱/۵)

(۲) والكافور على مساجده يعني جبهته وأنفه وكفيه وركبتيه وقدميه لفضيلتها، لأنه كان يسجد بها لله

تعالى فاختصت بزيادة الكرامة. (الجوهرة النيرة: ۱/۲۵۸، فصل في غسل الميت)

(۳) ثم يوضع الحنوط في رأسه ولحيته ..... و يديه و ركبتيه، وفي الكافور على مساجده يعني جبهته و

أنفه و يديه و ركبتيه و قدميه، لما روى عن ابن مسعود رضي الله عنه أنه قال و تبع مساجده بالطيب،

يعني بالكافور ولأن تعظيم الميت واجب، ومن تعظيمه أن يطيب لئلا تحيئه منه رائحة متنة وليصان عن

سرعة الفساد. (بدائع الصنائع: ۲/۳۲۸، فصل في كيفية التكفين)

## تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (١٤٩)

میت کے اعضائے مساجد پر بجائے کافور کے عطر (Perfume) لگانا  
اگر کوئی شخص میت کے سجدہ کے اعضاء پر کافور کی جگہ مارکیٹ میں دستیاب کوئی  
عطر، مثلاً جنت الفردوس، مشک وغیرہ مل دے تو سنیت ادا نہیں ہوگی، کیوں کہ عطر کافور کے  
قائم مقام نہیں ہے (۱)۔

## طريقة الإنطباق

اعضائے مساجد پر کافور ملنے کا مقصد ان اعضا کی تعظیم و تکریم اور جلد از جلد کیڑوں  
کی غذا بننے سے بچانا ہے، اور یہ مقصد دوسری خوشبوؤں اور عطر سے حاصل نہیں ہو سکتا، اس  
لیے عطر ملنے سے کافور کی سنیت ادا نہیں ہوگی لہذا جہاں تک ہو سکے کافور ہی ملا جائے (۲)۔

(۱) عن علقمة عن ابن مسعود رضي الله عنه قال الكافور يوضع على مواضع السجود.

(السنن الكبرى للبيهقي: ۵۶۸/۳، الرقم: ۶۷۰۵، كتاب الجنائز، باب الكافور والمسك للحنوط)  
عن أم عطية قالت لما ماتت زينب بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لنا اغسلنها وتراً ثلاثاً أو  
خمساً، واجعلن في الخامسة كافوراً أو شيئاً من كافور.

(الصحيح لمسلم: ۳۰۵/۱، كتاب الجنائز، كتاب النوازل: ۷۴/۶)

(۲) ويجعل الكافور على مساجد ليطرد الدود عنها، وفي الطحطاوي هذا حكمة تخصيص الكافور،  
فتخص بزيادة إكرام، أي لما كانت هذه الأعضاء يسجد بها خست بزيادة إكرام صيانة لها عن سرعة  
الفساد. (حاشية الطحطاوي: ص ۵۷۱، كتاب الصلاة)

وعن زفر (رحمه الله) أنه قال: يذر الكافور على عينيه وأنفه، لأن المقصود أن يتباعد الدود من الموضع  
الذي يذر عليه الكافور، فخص هذه المحال من بدنه لهذا. (بدائع الصنائع: ۳۲۸/۲، كتاب الصلاة) =

## رقم المتن - ٧٨

فَإِذَا فَرَغُوا مِنْهُ صَلُّوا عَلَيْهِ.

ترجمہ: جب میت کی تجہیز و تکفین سے فارغ ہو جائیں تو اس پر نماز جنازہ پڑھیں۔

### توضیح المسئلة

میت پر نماز جنازہ پڑھنا فرض کفایہ ہے۔ نماز جنازہ کے ارکان، اس کی چار تکبیرات اور قیام ہیں، اور شرائط چھ ہیں:

- (۱) میت کا مسلمان ہونا، (۲) میت پاک ہونا، (۳) میت کا آگے ہونا،
- (۴) میت کا موجود ہونا اور میت کے اکثر بدن یا نصف بدن سر کے ساتھ موجود ہونا،
- (۵) مصلی کا زمین پر ہونا یعنی بلا کسی عذر کے سوار نہ ہونا، (۶) میت بھی زمین پر ہو (۱)۔

### تفریع من المسائل العصرية

رقم المسئلة ( ١٥٠ )

جس میت کی شناخت نہ ہو تو اس پر نماز جنازہ کا حکم

اگر کسی بس یا کار میں مسلمان و کافر سفر کر رہے ہوں، اچانک گاڑی حادثہ کا شکار

= قال الشامي تحت قوله (كرامة لها) فإنه كان يسجد لهذه الأعضاء فتختص بزيادة كرامة و صيانة لها عن سرعة الفساد. (رد المحتار: ۸۹/۳، باب صلاة الجنائز)

الحکم إذا ثبت بعلّة زال بزوالها. (موسوعة القواعد الفقهية: ۴۸۹/۱)

(۱) الصلاة عليه فرض كفاية وأركانها التكبيرات والقيام، وشرائطها سنة إسلام الميت، وطهارته، و تقدمه، وحضوره أو أكثر بدنه، أو نصفه مع رأسه، وكون المصلي عليها غير راكب بلا عذر، وكون الميت على الأرض. (نور الإيضاح: ص ۱۲۹، باب أحكام الجنائز)

ہوگئی اور تمام مسافرین جائے حادثہ پر اس طرح ہلاک ہو گئے کہ شناخت کی کوئی شکل باقی نہیں رہی، تو تمام کو غسل اور کفن دے کر ایک ساتھ سامنے رکھ کر نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور نیت صرف جنازہ مسلم کی کی جائے گی (۱)۔

### طريقة الإنطباع

مسلمان میت پر نماز جنازہ فرض کفایہ ہے (۲)، اور کافروں پر نماز جنازہ مشروع نہیں ہے (۳)، اس لیے اگر مسلمان و کافر ایک ساتھ کسی حادثہ میں ہلاک ہو جائیں تو

(۱) لو اجتمع موتی المسلمین و الکفار، إن کان بالمسلمین علامة يمكن الفضل بها يفضل، وإن لم یکن بهم علامة، ینظر إن کان المسلمون أكثر غسلوا و کفنوا، و دفنوا فی مقابر المسلمین، و صلی علیهم و ینوی بالدعاء المسلمین ..... إما إذا کانوا علی السواء فلا یشکل أنهم یغسلون لما ذکرنا، أن فیہ تحصیل الواجب مع الإتیان بالجائز فی الجملة، و ینوی بالصلاة و الدعاء المسلمین لأنهم إن عجزوا عن تعین العمل للمسلمین لم یعجزوا عن تمیز القصد فی الدعاء لهم. (بدائع الصنائع: ۳۱۶/۲، کتاب الصلاة) اختلط موتانا بکفار، و لاعلامه اعتبر الأكثر، فان استنوا و اغسلوا و اختلف فی الصلاة علیهم، قال الشامي تحت قوله (و اختلف فی الصلاة) قیل لا یصلی، لأن ترک الصلاة علی المسلم مشروع فی الجملة کالبغاة و قطاع الطريق، فكان أولى من الصلاة علی الکافر لأنها غیر مشروعة، لقوله تعالیٰ ”ولا تصل علی أحد منهم مات أبداً“ و قیل یصلی و یقصد المسلمین، لأنه إن عجز عن التعین لا یعجز عن القصد، قال فی الحلیة فعلى هذا ینبغی أن یصلی علیهم فی حالة ما إذا کان الکفار أكثر، لأنه حیث قصد المسلمین فقط، لم یکن مصلیا علی الکفار، فینبغی الصلاة علیهم فی الأحوال الثلاث کما قالت به الأئمة الثلاثة و هو أوجه قضاء لحق المسلمین بلا إرتکاب منہی عنه. (الدر المختار مع رد المحتار: ۹۳/۳،

کتاب الصلاة، الموسوعة الفقهية: ۳۸/۱۶، فتاوی محمودیه: ۶۵۹/۸، المسائل المهمة: ۹۵/۳)

(۲) الصلاة علیه فرض کفایة و شرائطها ستة، اسلام المیت. (نور الإيضاح: ص ۱۲۹)

(۳) لأن الصلاة علی الکافر غیر مشروعة أصلاً، قال اللہ تعالیٰ: ولا تصل علی أحدٍ منهم مات أبداً.

(بدائع الصنائع: ۳۱۶/۲، کتاب الصلاة شرائط و جوب الغسل)

حتی المقدور علامتوں سے مسلمان میت کو پہچان کر صرف ان پر ہی نماز جنازہ پڑھی جائے، اور اگر کوئی علامت نہ ہو جس سے یہ امتیاز ہو سکے تو ان ساری میتوں پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی، لیکن نماز و دعائیں صرف مسلمان میتوں کی نیت کی جائے گی، کیوں کہ مسلمان میتوں کے حق میں نماز جنازہ کے سلسلے میں تعین عمل کے دشوار ہونے کے وقت کافر و مسلمان میت کے درمیان امتیاز و فرق صرف قصد و ارادہ سے ہو سکتا ہے، جو انسان کے بس میں ہے بس سے باہر نہیں (۱)۔

رقم المسئلة (۱۵۱)

## ایکسیڈنٹ (Accident) میں یا ڈوب کر مرنے والے شخص کی نماز جنازہ کا حکم

اگر کوئی شخص ایکسیڈنٹ میں یا ڈوب کر مر گیا، اور اس کا نصف بدن بغیر سر کے ملا تو نہ اس کو غسل دیا جائے گا، اور نہ کفن دیا جائے گا، اور نہ ہی اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی

(۱) اختلط موتانا بکفار ولاعلامة..... اختلف في الصلاة عليهم. قال الشامي: يصلي ويقصد المسلمين لأنه إن عجز عن التعيين لا يعجز عن القصد.

(الدر المختار مع رد مختار: ۹۳/۳، باب صلاة الجنائز)

قال بعضهم يصلي عليهم وينوي بالصلاة والدعاء المسلمين، لأنهم إن عجزوا عن تعيين العمل للمسلمين لم يعجزوا عن تمييز القصد في الدعاء لهم.

(بدائع الصنائع: ۳۱۶/۲، كتاب الصلاة، شرط وجوب الغسل)

(البقرة: ۲۸۶)

لا يكلف الله نفسا إلاّ وسعها.

بل کہ اس کو ایک کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیا جائے گا (۱)، اور اگر نصف بدن سے زیادہ حصہ ملا، گرچہ بغیر سر کے ہو یا نصف بدن سر کے ساتھ ملا تو اس کو غسل اور کفن دیا جائے گا اور اس پر نماز جنازہ بھی پڑھی جائے گی (۲)۔

### طريقة الإنطباع

نماز جنازہ کے صحت کے لیے مکمل میت کا یا میت کے اکثر بدن یا نصف بدن سر کے ساتھ موجود ہونا شرط ہے (۳)؛ لہذا ایکسڈنٹ میں یا ڈوب کر یا کسی اور حادثہ میں اگر مردہ کا اکثر بدن یا نصف بدن سر کے ساتھ مل جائے تو اس پر حصول شرط کی وجہ سے نماز جنازہ پڑھی جائے گی (۴)، اور اگر نصف بدن سے بھی کم حصہ دستیاب ہو تو اس پر شرط مفقود

(۱) وإن وجد نصفه من غير الرأس، أو وجد نصفه مشقوقاً طويلاً، فإنه لا يغسل ولا يصلي عليه، ويكف في خرقه ويدفن فيها. (الفتاوى الهندية: ۱/۵۹، الباب الحادي والعشرون في الجنائز،

الدر المختار مع الشامية: ۳/۹۲، باب صلاة الجنائز، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح: ص ۵۷۵،

كتاب الصلاة باب أحكام الجنائز، حلی کبیر: ص ۵۹۰، مجمع الأنهر: ۱/۲۷۲، باب صلاة الجنائز)

(۲) ولا يصلي عليه ..... إلا أن يوجد أكثر من نصفه ولو بلا رأس، قال الشامي تحت قوله (ولو بلا

رأس) وكذا يغسل لو وجد النصف مع الرأس. (الدر المختار مع الشامية: ۳/۹۲، باب صلاة الجنائز)

ولو وجد الأكثر من الميت أو النصف مع الرأس غسل صلى عليه.

(البحر الرائق: ۲/۳۰۵، كتاب الجنائز، مراقي الفلاح: ص ۵۷۵،

أحكام الجنائز حلی کبیر: ص ۵۹۰، مجمع الأنهر: ۱/۲۷۳، فتاوی محمودیہ: ۸/۶۶۴)

(۳) وشرائطها ستة: حضوره أو حضور أكثر بدنه أو نصفه مع رأسه. (نور الإيضاح: ص ۱۲۹)

(۴) إذا وجد الشرط وجد المشروط. (قواطع الأدلة الأصول: ۱/۷۴)

لا يثبت المشروط إلا بوجود الشرط جميعه. (جمهرة القواعد الفقهية: ۳/۱۱۸۲)



ہونے کی وجہ سے نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی (۱)۔

## ﴿کیفیت حمل کا بیان﴾

### رقم المتن - ۷۹

فَإِذَا حَمَلُوهُ عَلَى سَرِيرِهِ أَخَذُوا بِقَوَائِمِهِ الْأَرْبَعِ وَيَمْشُونَ بِهِ مُسْرِعِينَ  
دُونَ الْخَبَبِ.

ترجمہ: پھر جب میت کو تخت پر اٹھائیں تو پکڑ لیں اس کے چاروں پائے اور جنازہ کو تیزی کے ساتھ لے کر چلیں دوڑ کر نہ چلیں۔

### توضیح المسئلة

میت کو جب کفن دے کر چار پائی پر لٹائے تو اس کے چار پائی کے چاروں پایوں کو پکڑ کر قبرستان کی طرف چلے لیکن اس انداز سے کہ تیزی کے ساتھ قبرستان جائے، دوڑ کر نہیں (۲)۔

(۱) إذا فات الشرط فات المشروط. (جمهرة القواعد الفقهية: ۲/۶۲۳، الرقم: ۱۷۸)

(۲) عن ابن مسعود رضي الله عنه قال سألنا نبينا صلى الله عليه وسلم عن المشي مع الجنازة فقال

مادون الخبيب. (السنن لأبي داود: ۲/۴۵۳، باب الإسراع بالجنازة، الرقم: ۳۱۸۴)

قال عبد الله ابن مسعود رضي الله عنه من اتبع جنازة فليحمل بجوانب السرير كلها فإنه من السنة.

(السنن لابن ماجه: ص ۱۰۶، باب ما جاء في شهود الجنازة، الرقم: ۱۴۷۸۷)

عن علي الأزدي قال رأيت ابن عمر في جنازته فحمل بجوانب السرير الأربع فبدأ بالميامين ثم تنحى

عنها فكان منها بمنزلة كلب. (المصنف لابن أبي شيبة: ۷/۲۲۳، الرقم: ۱۱۳۹۳، كتاب الجنائز)

## تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (١٥٢)

## گاڑی (Van) پر جنازہ لے جانے کا حکم

جنازہ کے اٹھانے میں سنت یہ ہے کہ جنازہ کے چار پاؤں کو چار آدمی اٹھائیں اور موٹروں پر رکھیں (۱)، پشت پر اٹھانا یا جانور کے اوپر رکھ کر لے جانا مکروہ ہے، اور یہی حکم گاڑی پر لے جانے کا بھی ہے (۲)، لیکن مجبوری و بضرورت، مثلاً قبرستان بہت زیادہ دور ہو تو جنازہ کو گاڑی پر لے جانے کی گنجائش ہے (۳)۔

## طريقة الإنطباع

حمل جنازہ (جنازہ کا اٹھانا) میں مقصود تکثیر جماعت کے ساتھ میت کا اکرام ہے، جو جنازہ کے چاروں پاؤں کو پکڑ کر پیدل چلنے میں موجود ہے (۴)، اسی لیے حمل جنازہ

(۱) قال عبد الله ابن مسعود من اتبع جنازة فليحمل بجوانب السرير كلها فإنه من السنة.

(السنن لابن ماجه: ص ۱۰۶)

(۲) ويكره عندنا حمليه بين عمودي السرير، بل يرفع كل رجل قائمة باليد لا على العتق كالأمعة ولذا

كره حمليه على ظهر ودابة، قال الشامي لأن السنة التبريع. (الدر المختار مع الشامية: ۱۳۵/۳،

مطلب في حمل الجنازة، البحر الرائق: ۳۳۵/۲، فصل السلطان أحق بصلاته)

(۳) ورواه ابن ماجة وبه لفظه من اتبع الجنازة فليأخذ بجوانب السرير كلها فإنه من السنة، وإن شاء فليدع

ثم إن شاء فليدع فوجب الحكم بأن هذا هو السنة، وأن خلافه أن تحقق من بعض من السلف فلعارض.

(فتح القدیر: ۱۴۱/۲، فصل في حمل الجنازة، ردالمحتار: ۱۳۵/۳، فتاوى دارالعلوم دیوبند: ۲۷۹/۵)

(۴) وإذا حملوا الميت على سريره أخذوا بقوائم الأربع، بذلك وردت السنة، وفيه تكثير الجماعة و =

میں اس کو مسنون قرار دیا گیا ہے کہ میت کے سر ہانے کو آگے رکھیں، اور اس کے چاروں پاؤں کو ایک ایک آدمی اٹھائے (۱)، ظاہر ہے یہ معنی (تکثیر جماعت، اکرام میت) جنازہ کو گاڑی میں لے جانے میں مفقود ہے، اسی لیے فقہانے اس عمل کو مکروہ قرار دیا ہے (۲)؛ البتہ اگر کوئی عذر ہو تو یہ عمل مکروہ جائز ہو جائے گا (۳)۔

=زيادة الإكرام والصيانة. (الهداية: ۱/۱۸۲، فصل في حمل الجنائز)

قال ابن نجيم المصري تحت قوله (ويؤخذ سريره بقوائم الأربعة) بذلك وردت السنة وفيه تكثير الجماعة وزيادة الإكرام والصيانة. (البحر الرائق: ۲/۳۳۵، فصل السلطان أحق بصلاته)

إنما يتنى الحكم على المقصود لا على ظاهر اللفظ. (موسوعة القواعد الفقهية: ۲/۳۲۲)

(۱) والسنة في حمل الجنائز أن يحملها أربعة نفر من جوانبها الأربع، ويقدم الرأس في حال حمل الجنائز.

(بدائع الصنائع: ۲/۴۲، الفتاوى الهندية: ۱/۱۶۲، الفصل الرابع)

(۲) ولذا كره حمله على ظهر ودابة. (الدر المختار: ۳/۱۳۵، باب صلاة الجنائز)

(۳) الضرورات تبيح المحظورات. (قواعد الفقه: ص ۸۹، الرقم ۱۷۰)

# كتاب الزكاة

## ﴿وجوبِ زکاة کی شرطیں﴾

### رقم المتن - ۸۰

الزَّكَاةُ وَاجِبَةٌ عَلَى الْحُرِّ الْمُسْلِمِ الْبَالِغِ الْعَاقِلِ إِذَا مَلَكَ نَصَابًا كَامِلًا  
مِلْكًا تَامًا وَحَالًا عَلَيْهِ الْحَوْلُ.

ترجمہ: زکاة واجب ہے ایسے شخص پر جو آزاد ہو، مسلمان ہو، بالغ ہو، عاقل ہو جب کہ مکمل نصاب کا مالک ہو ملکِ تام کے طور پر، اور اس پر سال گزر گیا ہو۔

### توضیح المسئلة

مذکورہ عبارت میں مصنف علیہ الرحمہ زکاة کے واجب ہونے کی شرطیں بیان فرما رہے ہیں؛ چنانچہ زکاة کے واجب ہونے کے لیے کل آٹھ شرطیں ہیں پانچ شرطیں مالک کی اور تین شرطیں مملوک کی ہیں (۱)۔

مالک کی پانچ شرطیں:

(الف) آزاد ہونا، غلام پر زکاة فرض نہیں اگرچہ وہ غلام مکاتب بھی ہو (۲)، کیوں کہ

(۱) إعلم أن شرائط الزكاة ثمانية، خمسة في المالك وهو أن يكون حرا بالغا مسلما عاقلا وأن لا يكون لأحد عليه دين، وثلاثة في المملوك وهو أن يكون نصابا ملكا كاملا، وحولا كاملا، وكون المال إما سائما أو للتجارة إذا ملك نصابا ملكا تاما، الملك التام هو ما اجتمع فيه الملك واليد.

(الجوهرة النيرة: ۱/۲۸۴، كتاب الزكاة)

(المختصر القدوري: ص ۴۳)

(۲) ولا مكاتب زكاة.

وجوب زکاة کے لیے کمال ملک کا ہونا ضروری ہے اور غلام میں مالک بننے کی صلاحیت نہیں ہے (۱)۔

(ب) مسلمان ہو کافر پر زکاة فرض نہیں ہے، کیوں کہ زکاة ایک عبادت ہے، اور کافر سے عبادت کا تحقق نہیں ہو سکتا (۲)۔

(ج) عاقل ہو، مجنون پر زکاة فرض نہیں ہے، کیوں کہ اس میں کمال ملک کا معنی نہیں ہے (۳)۔

(د) بالغ ہو، بچہ پر زکاة فرض نہیں ہے، کیوں کہ اس میں بھی مالک بننے کی صلاحیت نہیں ہے (۴)۔

(هـ) مستغرق فی الدین نہ ہو، یعنی اس پر اتنا قرض نہ ہو جو اس کے سارے ہی مال کا احاطہ کر لے، کیوں کہ وجوب زکاة کے لیے نصاب نامی ہونا ضروری ہے جو مستغرق فی الدین میں نہیں ہے (۵)۔

## مملوک کی شرطیں:

(الف) مال نصاب کامل ہو، یعنی ساڑھے باون تولہ چاندی یا ساڑھے سات تولہ سونا ہو

(۱) وإشترائط الحرية لأن كمال الملك بها. (الهداية: ۱/۱۸۵، كتاب الزكاة)

(۲) ولأن الزكاة عبادة ولا يتحقق العبادة من الكافر. (الهداية: ۱/۱۸۵، كتاب الزكاة)

(۳) وليس على صبي ولا مجنون زكاة. (المختصر القدوري: ص ۴۳، كتاب الزكاة)

(۴) والعقل والبلوغ لما ذكره. (الهداية: ۱/۱۸۵، كتاب الزكاة)

(۵) ومن كان عليه دين يحيط بماله، فلا زكاة عليه، ولنا مشغول بحاجته الأصلية فاعتبر معدوما

كالماء المستحق بالعطش و ثياب البذلة والمهنة. (الهداية: ۱/۱۸۶، كتاب الزكاة)

یا اس کی مقدار کرنسی یا سامان تجارت ہو (۱)۔

(ب) نصاب پر سال گزر گیا ہو، تاکہ نما (بڑھوتری) متحقق ہو جائے (۲)۔

(ج) مملوک میں ملکیت، ملک تام کے طور پر ہو، جس میں مالک کی ملکیت بھی ثابت ہو اور قبضہ بھی (۳)۔

### تفریع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (۱۵۳)

(الزكاة واجبة على الحر)

قومی ورفا ہی فنڈ (Helping Fund) میں

رکھے ہوئے مال پر زكاة کا حکم

مدرس اسلامیہ اور مساجد اسی طرح دیگر قومی اور رفاہی فنڈ میں جمع شدہ رقومات پر شرعاً زكاة واجب نہیں ہے، گرچہ وہ مقدار نصاب ہی کیوں نہ ہوں، اور ان پر سال گزر گیا ہو (۴)۔

(۱) الزكاة واجبة في عروض التجارة كائنة ما كانت إذا بلغت قيمتها نصاباً من الورق أو الذهب يقومها بما هو أنفع للفقراء والمساكين منهما. (المختصر القدوري: ص ۴۸، باب زكاة العروض)

(۲) لا بد من الحول، لأنه لا بد من مدة يتحقق فيها النماء، وقدرها الشرع بالحول لقوله صلى الله عليه وسلم لا زكاة في مال حتى يحول عليه الحول. (الهداية: ۱/۱۸۵، كتاب الزكاة)

(۳) قوله (ملكاً تاماً) يحترز عن ملك المكاتب والمديون والمبيع قبل القبض، لأن الملك التام هو ما اجتمع فيه الملك واليد. (الجوهرة النيرة: ص ۲۸۵)

(۴) الزكاة واجبة على الحر المسلم العاقل البالغ، اعلم أن شرائط الزكاة ثمانية خمسة في المالك وهو أن يكون حرّاً بالغاً، مسلماً، عاقلاً، وأن لا يكون لأحد عليه دين. (الجوهرة النيرة: ۱/۲۸۴، كتاب الزكاة) =

### طريقة الإنطباق

مسئلہ مذکور کو مصنف کی عبارت ”على الحر“ پر منطبق کرنے کے لیے ایک ضابطے کا سمجھنا ضروری ہے، تاکہ انطباق بے غبار ہو جائے، اور وہ یہ ہے کہ شریعتِ مطہرہ نے زکاة کے وجوب کو شخص حقیقی (انسان کی ملکیت) کی ملکیتِ تامہ سے متعلق کیا (۱)، اسی وجہ سے صاحبِ قدوری نے مذکورہ بالا عبارت میں شخص حقیقی کے اوصاف کو بیان کیا۔

”على الحر البالغ العاقل المسلم“، اور آزاد بالغ، عاقل، مسلمان یہ وصف شخص حقیقی ہی کے ہوتے ہیں حکمی کے نہیں۔

اور مدارس اسلامیہ و مساجد میں رکھے ہوئے قومی و رفاہی فنڈ (Helping fund) شخص حقیقی نہیں بلکہ اشخاص حکمی میں شامل ہیں، اور شخص حکمی پر زکاة واجب نہیں ہوتی ہے؛ کیوں کہ زکاة کے صحت ادا کے لیے مصارف میں سے جس مصرف کو زکاة دی جا رہی ہے اس کو مالک بنانا ضروری ہوتا ہے، اور مالک بنانے کا وصف شخص حقیقی میں ہوتا ہے حکمی میں نہیں، اسی لیے مدارس، مساجد اور رفاہی فنڈس (Helping funds) میں جمع شدہ رقم پر زکاة واجب نہیں ہوگی (۲)۔

= وأما الشرائط التي ترجع إلى المال، فمنها الملك فلا تحب الزكاة في سوائم الوقف.

(بدائع الصنائع: ۳۸۹/۲، کتاب الزکاة، فصل فی الشرائط،

فتاویٰ قاسمیہ: ۳۲۹/۱۰، کتاب الفتاویٰ: ۲۶۷/۳)

(۱) الزکاة واجبة على الحر المسلم العاقل البالغ إذا ملك نصيباً كاملاً ملكاً تاماً و حال عليه الحول.

(المختصر القدوري: ص ۴۳)

(۲) فمنها الملك فلا تحب الزكاة في سوائم الوقف والخيل المسبلة لعدم الملك، وهذا لأن في =



رقم المسئلة (١٥٤)

(الزكاة واجبة على ..... البالغ العاقل)

شادی کے لیے رکھے گئے زیورات (Jewelleries) پر زكاة

بسا اوقات ماں باپ شادی سے پہلے اپنی بچی کے لیے زیورات بنا کر رکھتے ہیں اگر وہ زیورات لڑکی کی ملک کر دیے گئے ہیں اور لڑکی نابالغ ہے تو اس کی زكاة نہ لڑکی پر واجب ہے اور نہ والدین پر (۱)۔

### طريقة الإنطباق

مذکورہ مسئلے کو مصنف کی عبارت ”على البالغ العاقل“ پر منطبق کرنے کے لیے ایک اصول کا جاننا ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ زكاة کے واجب ہونے کے لیے بلوغت اور ملک تام (جس میں ملکیت اور قبضہ دونوں ہو) دونوں شرط ہیں (۲)، اور یہ دونوں شرطیں

= الزكاة نمليکًا، والتملیک في غير الملك لا ینصور.

(بدائع الصنائع: ۲/۲۸۹، کتاب الزكاة رد المحتار: ۳/۱۷۴، کتاب الزكاة)

(۱) الزكاة واجبة على الحر المسلم البالغ العاقل إذا ملک نصابًا کاملًا ملکًا تامًا.

(المختصر القدوري: ص ۴۳)

و شرط إفتراضها عقل و بلوغ فلا تحب على محنون وصي، لأنها عبادة محضة وليسا مخاطبين بها،

وسببه أي سبب إفتراضها ملک نصاب حولي. (الدر المختار مع الشامية: ۳/۱۷۳)

و شرط وجوبها العقل و البلوغ و الإسلام و الحرية و ملک نصاب حولي.

(البحر الرائق: ۲/۳۵۳، کتاب الزكاة، المسائل المهمة: ۴/۸۰)

(۲) و شرط وجوبها العقل و البلوغ و الإسلام و الحرية و ملک نصاب حولي. (البحر الرائق: ۲/۳۵۳)

ان زیورات میں مفقود ہیں جو نابالغ لڑکی کی ملک کر دیئے گئے ہیں، اسی لیے ان زیورات کی زکاة نہ لڑکی پر واجب ہے اور نہ والدین پر، لڑکی پر اس لیے کہ وہ بالغ نہیں ہے، جب کہ وجوب زکاة کے لیے بلوغت شرط ہیں، اور والدین پر اس لیے کہ یہ زیورات ان کے قبضے میں تو ہیں لیکن ملکیت میں نہیں جب کہ وجوب زکاة کے لیے ملکیت شرط ہے (۱)۔

رقم المسئلة (۱۵۵)

(إذا ملك نصاباً كاملاً ملكاً تاماً)

پراویڈنٹ فنڈ (Provident fund) میں جمع شدہ رقم پر زکاة

حکومت اپنے ملازمین کی تنخواہوں سے ماہانہ کچھ رقم پراویڈنٹ فنڈ کے نام سے جبراً کاٹ لیتی ہے، اور اتنی ہی رقم اس میں شامل کر کے ملازمین کے نام سے اپنی تحویل میں رکھتی ہے، اور یہ رقم نوکری چھوڑنے پر انہیں ادا کر دی جاتی ہے، اس پوری رقم کا لینا حلال ہے کیوں کہ اس میں نصف رقم ملازم کی ہے اور نصف حکومت کی طرف سے انعام ہے (۲)، اور فی الحال اس پر زکاة واجب نہیں ہے (۳)، البتہ جب یہ رقم مل جائے تو اس پر سال گزر

(۱) إذا فات الشرط فات المشروط.

(۲) قال ابن نجيم نحت قوله (بل بالتعجيل أو بشرطه أو بالاستيفاء أو بالتمكن) يعني لا يملك الأجرة إلا بواحد من هذه الأربعة، والمراد أنه لا يستحقها المؤجر إلا بذلك، كما أشار إليه القدوري في مختصره، لأنها لو كانت ديناً لا يقال إنه ملكه المؤجر قبل قبضه، وإذا استحقها المؤجر قبل قبضها فله المطالبة بها وحبس المستأجر عليها وحبس العين عنه، وله حق الفسخ إن لم يعجل له المستأجر، كذا في المحيط نكن ليس له بيعها قبل قبضها. (البحر الرائق: ۷/ ۵۱۱، كتاب الإجارة، الفتاوى الهندية: ۴/ ۴۱۳)

(۳) وسببه أي سبب إفتراضها ملك نصاب حولي تام بالرفع صفة ملك خرج مال المالك، قال =

جانے کے بعد زكاة واجب ہوگی (۱)، سالہائے گزشتہ کی زكاة واجب نہیں ہوگی (۲)۔

رقم المسئلة (۱۵۶)

## سیکورٹی ڈپوٹ (Security Deposit) پر زكاة

مکان یا دکان کو کرایہ پر لیتے وقت جو رقم مالک مکان یا دکان کو سیکورٹی ڈپوٹ کے نام سے بطور ضمانت دی جاتی ہے اس رقم کی زكاة نہ تو دینے والے پر واجب ہے، اور نہ

= الشامي تحت قوله (خرج مال المكاتب) أي خرج بالتقييد به، لأن المراد التام المملوك رقبة و يدا، وملك المكاتب ليس بتمام لوجود المنافي، قلت وخرج أيضًا نحو المال المفقود و الساقط في بحر و مغضوب لاينة عليه فلا زكاة عليه، لأنه وإن كان مملوكًا له رقبة لكن لايدله عليه كما أفاده في البدائع.

(الدر المختار مع الشامية: ۱۷۴/۳، كتاب الزكاة، مطلب الفرق بين السبب والشرط والعلة)

قال أصحابنا لا زكاة في المال المحجود و المال المغضوب، لنا ما روى أن عثمانًا خطب فقال لا زكاة في مال ضمارة، وعن ابن عمر إنما الزكاة في الدين الذي إذا اقتضيته أمكنك أخذه، ولا يعرف لهما مخالف، ولأنه خارج من يده ممنوع من الانتفاع به، فلا يجب عليه زكاته لما مضى كرقبة المكاتب بعد العجز و مال المكاتب. (التحريد: ۱۱۹۱/۳، رقم المسئلة، ۵۱۰۵، الفتاوى التاتارخانية: ۳/۲،

مجمع الأنهر: ۲۸۵، كتاب الزكاة، الفتاوى الهندية: ۱/۱۷۵، الباب الأول في تفسيرها)

(۱) وسببه أي سبب إفتراضها ملك نصاب حولي تام. (الدر المختار: ۱۷۳/۳، كتاب الزكاة)

الزكاة واجبة على الحر المسلم البالغ العاقل إذا ملك نصابًا كاملاً ملكاتاً، و حال عليه الحول.

(المختصر القدوري: ص ۴۳)

(۲) روى ابن أبي شيبة في مصنفه عن عمرو بن ميمون قال أخذ الوليد بن عبد الملك مال رجل من أهل الرقة يقال له أبو عائشة عشرين ألفاً، فلقاها في بيت المال فلما ولي عمر بن عبد العزيز أتاه ولده فرفعوا مظلمتهم إليه، فكتب إلى ميمون أن أدفعوا إليهم أموالهم وخذوا زكاة عامهم هذا.

(فتح القدير: ۱۷۵/۲، كتاب الزكاة، فتاوى محمودية: ۴۰۴/۹، المسائل المهمة: ۱۳۹/۳)

ہی لینے والے پر، کیوں کہ یہ سیکوریٹی ڈپوٹ کی رقم رہن کے حکم میں ہے، اور رہن میں نہ رہن (گروی رکھنے والا) پر زکاة واجب ہوتی ہے، اور نہ مرتہن (جس کے پاس گروی رکھا جائے) پر، اور جب رہن واپس مل جائے تو سالہائے گذشتہ کی زکاة بھی واجب نہیں ہوگی (۱)، لیکن جب قبضہ میں ہوتے ہوئے اس رقم پر سال مکمل ہو جائے تو اب موجودہ سال کی زکاة واجب ہو جائے گی۔

رقم المسئلة (۱۵۷)

### گریجویٹی فنڈ (Gratuity Fund) پر زکاة

بعض کمپنیاں اپنے ملازمین کو ان کے ملازمت سے سبکدوش ہونے (Retirement) پر گریجویٹی فنڈ دیتی ہیں، گریجویٹی فنڈ کے نام سے ملازمین کو دی جانے والی یہ رقم ملازمین کے مقام و مرتبہ کے لحاظ سے کم و بیش ہوتی ہے، اور یہ رقم بطور تبرع و قدر شناسی دی جاتی ہے؛ لہذا جب تک وہ رقم وصول نہ ہو اور نصاب کے بقدر نہ ہو اس میں زکاة واجب نہیں ہوگی (۲)۔

(۱) ولا في مرهون بعد قبضه قال الشامي أي لأعلى المرتهن لعدم ملك الرقبة، ولأعلى الراهن لعدم اليد، وإذا استرده الراهن لا يزكى عن السنين الماضية، وهو معنى قول الشارح بعد قبضه ويدل عليه قول البحر ومن موانع الوجوب الرهن. (الدر المختار مع الشامية: ۱۸۰/۳، مطلب في زكاة ثمن المبيع وفاء، الفتاوى الهندية: ۱۷۲/۱، كتاب الزكاة، محمود الفتاوى: ۲۶/۲، المسائل المهمة: ۱۴۵/۳)

(۲) الزكاة واجبة على الحر المسلم البالغ العاقل إذا ملك نصاباً كاملاً ملكاً تاماً وحال عليه الحول. (المختصر القدوري: ص ۴۳)

وسببه أي سبب إفتراضها ملك نصاب حولي تام فارغ عن دين له مطالب من جهة العباد.

(الدر المختار مع الشامية: ۱۷۴/۳، البحر الرائق: ۳۵۳/۲، كتاب الزكاة، المسائل المهمة: ۱۶۰/۵)

## طريقة الانطباق

مذکورہ بالا مسائل ثلاثہ کو مصنف کی عبارت ”إذا ملك نصاباً كاملاً ملكاً تاماً“ پر منطبق کرنے کے لیے یہ جاننا ضروری ہے کہ زکوٰۃ کے واجب ہونے کے لیے منجملہ شرطوں میں سے ایک شرط یہ ہے کہ مملوک (مال) میں ملکیت، ملک تام کے طور پر ہو یعنی جس میں مالک کی ملکیت بھی ثابت ہو اور قبضہ بھی ہو (۱)، اور پراویڈنٹ فنڈ (Provident fund) میں ملازم کا قبضہ نہیں ہوتا، اور سیکوریٹی ڈپوٹ (Security Deposit) پر راہن کی ملکیت تو ثابت ہوتی ہے لیکن قبضہ نہیں، اور مرتہن کا قبضہ تو ہوتا ہے لیکن ملکیت نہیں ہوتی، اور گریجویٹی فنڈ میں تو ملازم کا قبضہ اور ملک دونوں نہیں ہے، جس کی وجہ سے پراویڈنٹ فنڈ اور سیکوریٹی ڈپوٹ اور گریجویٹی فنڈ تینوں میں ملک تام کی شرط مفقود ہے جو وجوب زکاة کا سبب ہے۔ اسی وجہ سے پراویڈنٹ فنڈ، گریجویٹی فنڈ اور سیکوریٹی ڈپوٹ، تینوں پر زکاة واجب نہیں ہوتی ہے (۲)، لیکن جب نوکری کے اختتام پر پراویڈنٹ فنڈ اور گریجویٹی فنڈ پر مالک کا قبضہ ہو جائے اور سیکوریٹی ڈپوٹ کی رقم اجارہ کے اختتام پر مالک کے پاس پہنچ جائے، اور ان رقومات پر سال گزر جائے تو سبب کے متحقق

(۱) الزکاة واجبة على الحر المسلم البالغ العاقل إذا ملك نصاباً كاملاً ملكاً تاماً وحال عليه الحال.

(المختصر القدوري: ص ۴۳)

قوله (ملكاً تاماً) يحترز عن ملك المكاتب والمديون والمبيع قبل القبض لأن الملك التام هو ما اجتماع

فيه الملك واليد؟ (الجوهر النيرة: ۱/ ۲۸۵)

(جمهرة القواعد الفقهية: ۲/ ۶۲۳، الرقم: ۱۷۸)

(۲) إذا فات الشرط فات المشروط.

ہونے کی وجہ سے ان پر زکاۃ واجب ہو جائے گی (۱)۔

رقم المسئلة (۱۵۸)

## پراویڈنٹ فنڈ (Provident fund) میں جمع کردہ رقم پر زکاۃ

ملازمین اپنی تنخواہوں میں سے ماہانہ کچھ رقم پراویڈنٹ فنڈ کے نام سے خود اپنے اختیار سے کٹواتے ہیں، ادارہ ان کو مجبور نہیں کرتا اور یہ رقم نوکری چھوڑنے پر اضافہ کے ساتھ انہیں ادا کر دی جاتی ہے، اس صورت میں جتنی رقم کٹی گئی ہے اتنی ہی رقم کا لینا حلال ہے، اس سے زیادہ لینے میں سود کا شبہ اور سود کا ذریعہ بنالینے کا اندیشہ ہے، اس لیے اس سے اجتناب کرنا چاہیے (۲)۔ اب جتنی رقم جمع ہوئی ہے اگر وہ نصاب کے برابر یا اس سے زیادہ ہے، یا یہ ملازم پہلے سے صاحب نصاب ہے تو سالانہ اس فنڈ میں جمع کی ہوئی رقم کی

(۱) وسببه أي سبب افتراضها ملك نصاب حولي تام. (الدر المختار: ۱۷۳/۳، مطلب في أحكام المعتوه) الحكم يبنى على السبب.

(۲) أحل الله البيع وحرم الربوا. (البقرة: ۲۷۵)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم إن الحلال بين، وإن الحرام بين، وبينهما أمور مشبهات (وفي الحديث) لا يعلمها كثير من الناس فمن اتقى الشبهات استبرأ دينه وعرضه، ومن وقع في الشبهات وقع في الحرام، ويدخل في هذا الباب معاملة من كان في ماله شبهة أو خالطه ربا، فإن الإختیار تركها إلى غيرها، وليس بمحرم عليه، ذلك ما لم يتيقن أن عينه حرام أو مخرجه من حرام.

(بذل المحجود: ۱۱/۱۱، ۱۴، كتاب البيوع: الرقم: ۳۳۲۹، ۳۳۳۰)

إن الوسيلة أو الذريعة تكون محرمة إذا كان المقصد محرماً، وتكون واجبة إذا كان المقصد واجباً.

(المقاصد الشرعية: ص ۴۶)

وكل ما أدى إلى ما لا يجوز لا يجوز. (الدر المختار مع الشامية: ۵۱۹/۹، كتاب الحظر والاباحة فصل في البس)

بھی زکاة دینا لازم ہوگا (۱)۔

### طريقة الإنطباق

یہاں ایک ضابطہ سمجھ لینا چاہیے تاکہ انطباق واضح ہو جائے کہ وکیل کا قبضہ موکل کا قبضہ شمار ہوتا ہے (۲)؛ پس پراویڈنٹ فنڈ کی وہ صورت جس میں ملازمین اپنی تنخواہوں سے ماہانہ کچھ رقم خود اپنے اختیار سے کٹواتے ہیں، اس میں معنی اختیار کے پائے جانے کی وجہ سے ادارہ ان ملازمین کا وکیل ہو گیا، اور وکیل کا قبضہ موکل کا قبضہ شمار ہوتا ہے، اس لیے یہاں ملازمین (مالک) کے لیے پراویڈنٹ فنڈ میں جمع کردہ رقومات ملکیت و قبضہ دونوں پائے جانے کی وجہ سے ملک تام کا معنی حاصل ہو گیا جو وجوب زکاة کا سبب ہے، اسی لیے اگر یہ رقم مقدار نصاب یا اس سے زائد ہو اور اس پر سال گزر جائے تو زکاة واجب ہوگی۔

رقم المسئلة (۱۵۹)

حج کمیٹی (Hajj Committee) یا پرائیویٹ ٹور (Private Tour)

میں جمع کی ہوئی رقم پر زکاة کا حکم

حج کرنے والوں کے لیے عامتاً چار پانچ ماہ پہلے پیشگی رقم جمع کرانا لازم ہوتا ہے اور روانگی بھی بسا اوقات چار پانچ ماہ بعد ہوتی ہے، اگر کسی شخص نے حج کے ارادہ سے حج

(۱) الزکاة واجبة علی المسلم البالغ العاقل إذا ملک نصاباً كاملاً. (المختصر القدوري: ص ۴۳، کتاب الزکاة)

الزکاة إنما تجب إذا ملک نصاباً تاماً. (خلاصة الفتاوی: ۱/۲۳۵، المسائل المهمة: ۳/۱۴۰)

وسببه أي سبب افتراضها ملک نصاب حولي تام. (الدر المختار: ۳/۱۷۳)

(۲) لأن الوکیل في حق الحقوق بمنزلة المالك. (الفتاوی التاتاریخانیة: ۴/۳۲۶، کتاب الوکالة)

کمیتی یا پرائیویٹ ٹور میں پیسہ جمع کروایا (جو نصاب یا نصاب سے بھی زائد ہو) اور روانگی سے پہلے صاحب نصاب آدمی کا سال مکمل ہو گیا تو اس صورت میں حج کے لیے جمع کی ہوئی رقم پر زکاة نہیں واجب ہوگی (۱)، البتہ حج کے بعد جو رقم لوٹائی جاتی ہے اگر وہ مقدار نصاب ہو یا نصاب سے کم ہو لیکن دوسرے مال کے ساتھ مل کر نصاب کے بقدر ہو جائے تو اس رقم پر زکاة واجب ہوگی (۲)۔

### طريقة الإنطباق

مذکورہ بالا دونوں مسئلوں کو مصنف کی عبارت ”إذا ملك نصاباً كاملاً ملكاً تاماً“ پر منطبق کرنے کے لیے یہاں ایک قاعدہ سمجھنا ضروری ہے تاکہ انطباق واضح ہو جائے کہ جب کسی حکم کے لیے کسی چیز کو شرط قرار دیا جاتا ہے، تو وہ حکم اس شرط کے وجود و عدم پر دائر ہوتا ہے، یعنی جب شرط پائی جاتی ہے تو حکم پایا جاتا ہے، اور جب شرط مفقود ہوتی

(۱) الزکاة واجبة علی الحر المسلم البالغ العاقل إذا ملك نصاباً كاملاً ملكاً تاماً وحال عليه الحول.

(المختصر القدوري: ص ۴۳)

ومنها الملك التام هو ما اجتمع فيه الملك واليد، وأما إذا وجد الملك دون اليد، كالصدّق قبل القبض أو وجد اليد دون الملك كملك المكاتب والمديون لا تجب فيه الزکاة.

(الفتاویٰ الہندیہ: ۲۷۲/۱، کتاب الزکاة، الباب الأول فی تفسیرھا)

(۲) إذا أمسكه لينفق منه كل ما يحتاجه فحال الحول وقد بقي منه نصاب، فإنه يزكى ذلك الباقي وإن كان قصده الإنفاق منه أيضاً في المستقبل لعدم استحقاق صرفه إلى حوائجه الأصلية وقت حولان الحول.

(رد المحتار: ۱۷۹/۳، کتاب الزکاة مطلب فی زکاة ثمن المبيع)

(فتاویٰ قاسمیہ: ۳۰۴/۱، زکاة کے مسائل کا انسائیکلو پیڈیا: ص ۱۳۵)



ہے تو حکم بھی مفقود ہو جاتا ہے (۱)، اور وجوب زكاة کے لیے ملک تام شرط ہے (۲)، اور ملک تام کی تعریف فقہاء یہ کرتے ہیں کہ جس میں مالک کی ملکیت بھی ثابت ہو اور قبضہ بھی (۳)، یعنی ملک تام کے تحقق کے لیے ملکیت اور قبضہ دونوں کا ہونا ضروری ہے، اور حج کمیٹی یا پرائیویٹ ٹور میں جو رقم جمع کروائی جاتی ہے اس میں اگرچہ مالک کی ملکیت ثابت ہے لیکن قبضہ نہیں ہے جس کی وجہ سے اس جمع کروائی ہوئی رقم میں ملک تام کا معنی باقی نہیں رہا، جو وجوب زكاة کے لیے شرط ہے، اور قاعدہ ہے کہ شرط کے مفقود ہونے کی صورت میں حکم بھی مفقود ہو جاتا ہے، اسی وجہ سے حج کمیٹی یا پرائیویٹ ٹور میں جمع کروائی ہوئی رقم پر زكاة واجب نہیں ہے، رہی بات اس رقم کی جو حج سے واپس آنے کے بعد لوٹا دی جاتی ہے، اگر وہ مقدار نصاب ہو تو اس پر دسین قوی ہونے کے اعتبار سے زكاة واجب ہوگی، کیوں کہ اس رقم میں ابتداءً زكاة کے واجب نہ ہونے کی علت مالک کا عدم قبضہ تھا جو اب نہیں ہے (۴)، بل کہ حج کمیٹی یا پرائیویٹ ٹور والوں پر حج کی ضروریات، مثلاً آمد و رفت کے ٹکٹ معلم کی فیس اور رہائش کی فیس اور اپنا نفع لینے کے بعد جو رقم بچ گئی ہے جسے انہوں نے احتیاطاً لے لیا تھا کالوٹانا واجب ہے، کیوں کہ اس کی حیثیت فقہی دسین قوی کی ہے، اور دسین قوی پر زكاة واجب ہوتی ہے (۵)۔

(۱) إذا فات الشرط فات المشرط۔ (جمہرة القواعد الفقیة: ۶۲۳/۲، الرقم: ۱۷۸)

(۲) الزكاة واجبة على الحر..... إذا ملك نصاب كاملاً ملكاً تاماً۔ (المختصر القدوري: ص ۴۳)

ومنها الملك التام۔ (الفتاوى الهندية: ۱/۱۷۲)

(۳) الملك التام هو ما اجتماع فيه الملك واليد۔ (الجوهرة النيرة: ۱/۲۸۴، الفتاوى: الهندية: ۱/۱۷۲)

(۴) إذا زال المانع عاد الممنوع۔ (قواعد الفقه: ص ۵۷، الرقم: ۲۲)

(۵) وزكاة الدين على أقسام، فالقوي وهو بدل القرض مال التجارة إذا قبضه۔

(نور الإيضاح: ص ۱۵۷، كتاب الزكاة)

رقم المسئلة (١٦٠)

## بینک (Bank) میں جمع شدہ رقم کی زكاة کا حکم

اگر کسی شخص نے بینک (Bank) میں پیسہ جمع کیا اور بینک میں جمع شدہ رقم ساڑھے باون تولہ چاندی یا اس سے زائد قیمت کو پہنچ گئی، اور اس پر سال گزر گیا تو اس جمع شدہ رقم پر زكاة واجب ہوگی (۱)۔

### طريقة الإنطباق

حنفیہ کے یہاں وجوب زكاة کے لیے ملک تام ضروری ہے، ملک تام یہ ہے کہ وہ شئی اس کی ملک میں بھی ہو اور اس کو اس پر قبضہ بھی حاصل ہو، ان دونوں باتوں میں سے کوئی ایک بات بھی نہ پائی جائے تو زكاة واجب نہ ہوگی (۲)۔

بینک میں کرنٹ اکاؤنٹ میں رقم رکھی جائے یا فکس ڈپازٹ کی جائے، ہر دو

(۱) الزكاة واجبة على الحر المسلم البالغ العاقل إذا ملك نصاباً كاملاً ملكاً تاماً وحال عليه الحال.

(المختصر القدوري: ۴۳)

وسببه أي سبب افتراضها ملك نصاب حوّل تام. (الدر المختار: ۱۷۴/۳، كتاب الزكاة،

فتاوى دارالعلوم زكريا: ۱۳۶/۳، كتاب النوازل: ۴۷۵/۶، جديد فقهي مسائل: ۱۱۰/۱)

(۲) الزكاة واجبة على الحر المسلم البالغ العاقل إذا ملك نصاباً كاملاً وملكاً تاماً وحال عليه الحال.

(المختصر القدوري: ۴۳)

قال الشامي تحت قوله (خرج المكاتب) لأن المراد بالتام المملوك رقية ويدر. (رد المختار: ۱۷۵/۳)

ومن هنا المملوك التام وهو ما اجتمع فيه المملوك واليد، وأما إذا وجد المملوك دون اليد كالصديق قبل القبض

أو وجد اليد دون المملوك كملك المكاتب والمديون لا تحب فيه الزكاة كذا في السراج الوهاج.

(الفتاوى الهندية: ۱۷۲/۱، الباب الأول)

صورت میں جمع شدہ رقم پر زکاة واجب ہوگی، بشرطیکہ مقدار نصاب ہو، اور اس پر سال گزر جائے (۱)، کیوں کہ بینک میں جمع رقم پر ملکیت تو جمع کرنے والے کی ظاہر ہی ہے، قبضہ بظاہر اس کا نہیں ہے؛ مگر چونکہ اس نے اپنے ارادہ و اختیار سے بینک میں رقم جمع کی ہے؛ لہذا بینک قبضہ میں اصل مالک کا نائب ہے، اور نائب کا قبضہ اصل کا قبضہ ہوتا ہے (۲)، اسی لیے فقہائے کرام نے ازراہ امانت رکھے گئے مال میں زکاة واجب قرار دی ہے، کیوں کہ امین کا قبضہ اصل مالک کا قبضہ ہے (۳)، نیز زکاة کے واجب ہونے کے لیے عملی طور پر قبضہ ضروری نہیں ہے؛ بل کہ اگر وہ بروقت تصرف کرنے کے موقف میں ہو تو حکماً قابض ہی سمجھا جائے گا، اس کی نظیر یہ ہے کہ خرید کیے ہوئے سودے پر قبضہ سے پہلے ہی زکاة واجب ہوتی ہے (۴)؛ حالاں کہ یہاں بھی مالک کو صرف تصرف کا اختیار ہے، اس کو قبضہ حاصل نہیں ہے، اور اکاؤنٹ ہولڈر (Account Holder) کو بھی اپنی جمع کردہ رقمات میں ہر وقت تصرف کا اختیار رہتا ہے، تو اس کو اگرچہ ان رقمات پر قبضہ حقیقی نہیں؛ لیکن قبضہ حکمی حاصل ہے، جو وجوب زکاة کے لیے کافی ہے (۵)؛ پس معلوم ہوا کہ اکاؤنٹ ہولڈر کو اپنی

(۱) وسیبہ أي سبب إفتراضها ملك نصاب حولي تام. (الدرالمختار: ۳/ ۱۷۴)

(۲) لأن الوكيل في حق الحقوق بمنزلة المالك. (الفتاوى التاتارخانية: ۴/ ۳۲۶، كتاب الوكالة)

(۳) أن يده (المودع) يد المالك فالهلاك في يده كالحلاك في يد المالك.

(بدائع الصنائع: ۸/ ۳۶۳، كتاب الودیعة)

(۴) وأما المبيع قبل القبض فقليل لا يكون نصائباً والصحيح أنه يكون نصائباً كذا في محيط السرخسي.

(الفتاوى الهندية: ۱/ ۱۷۲)

(۵) القبض الحكمي عند الفقهاء بتمام مقام القبض الحقيقي. (الموسوعة الفقهية: ۲۳/ ۲۶۲، القبض)

بینک میں جمع کردہ رقومات پر ملکیت اور قبضہ دونوں حاصل ہے، اس لیے بینک میں جمع کی ہوئی رقم پر زکاة واجب ہوگی۔

رقم المسئلة (١٦١)

درآمدات و برآمدات تجارت

(Business of Import & Export)

بیع اور ثمن کی زکاة کس پر

درآمدات و برآمدات کا تعارف:

آج کل بہت سے تاجر (Business men) باہر ممالک سے مال منگواتے ہیں، اور ان خریدے ہوئے سامان کی قیمت (Payment) بھی پیشگی ادا کر دیتے ہیں، اس طرح مال منگوانے والے کو امپورٹر (Importer) اور مال منگوانے کو امپورٹ (Import) اور مال روانہ کرنے والے بائع (Seler) کو ایکسپورٹر (Exporter) اور مال روانہ کرنے کو ایکسپوٹ (Export) کہتے ہیں۔

عرض مسئلہ

بسا اوقات امپورٹر مال آڈر (Order) کر کے روپیہ ایکسپوٹر کو بھیج دیتا ہے، اس طرح ایکسپوٹر تو ثمن پر قابض ہو جاتا ہے، لیکن ابھی سامان تجارت امپورٹر کے قبضہ میں نہیں آتا، اور کبھی کبھی یہ تاخیر مہینوں اور سال تک کی بھی ہو جاتی ہے، ایسی صورت میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ امپورٹر کے بھیجے ہوئے ثمن پر جو زکاة واجب ہوگی وہ کس پر، اور

ایکسپورٹ کے بھیجے ہوئے سامان تجارت پر جو زکاة واجب ہوگی وہ کس پر ہوگی۔

امپورٹ اور ایکسپورٹ کی صورتیں اور ان کا حکم

امپورٹ اور ایکسپورٹ کی دو صورتیں ہیں، لیکن قبل اس کے کہ ہم ان صورتوں

کو ذکر کریں یہاں بطور مقدمہ کے ایک چیز کا سمجھنا ضروری ہے، اس لیے پہلے ہم وہ امر ذکر کرتے ہیں۔

بیع (Sell) اور وعدہ بیع (Agreement to sell)

کے درمیان فرق

جب ایگریمنٹ ٹو سیل ”وعدہ بیع“ کیا جاتا ہے تو جو سامان فروخت کیا گیا ہے

اس کا ٹائٹل (Title) یعنی حق ملکیت خریدار کی طرف منتقل نہیں ہوتا جب تک کہ بیع حقیقتاً

وجود میں نہ آجائے، بل کہ صرف اتنا ہوتا ہے کہ دونوں پارٹیاں آپس میں ایگری (وعدہ)

کرتی ہیں، یعنی بائع (Seller) کہتا ہے کہ میں سامان خریدار کو مہیا کروں گا، اور خریدار کہتا

ہے کہ میں قیمت (Payment) ادا کروں گا، لیکن محض اس ایگریمنٹ (Agreement)

کے نتیجے میں دونوں کی ملکیت منتقل نہیں ہوتی ہے، یعنی پہلی کی طرح بائع اپنی بیع کا اور

مشتری اپنے ثمن کا مالک رہتا ہے۔ اس کے برعکس بیع (Sell) کہ بیع کے نتیجے میں نہ

صرف ملکیت منتقل ہو جاتی ہے، بل کہ عام حالات میں اس کا رسک (ضمان خطرہ) بھی

خریدار کی طرف منتقل ہو جاتا ہے (۱)۔

(۱) البیع ینعقد بالإيجاب والقبول إذا كانا بنفسی الماضي مثل أن يقول أحدهما بعت، والآخر =

## مسئلہ کی پہلی صورت ایگریمنٹ ٹو سیل (Agreement to Sell)

اگر امپورٹر (مشتري) اور ایکسپورٹر (بائع) کے مابین ایگریمنٹ ٹو سیل (وعدہ بیع) ہوا ہو، تو علیٰ حالہ ثمن کی زکاة مشتری پر اور سامان تجارت کی زکاة بائع پر واجب ہوگی؛ کیوں کہ بیع نہ ہونے کی وجہ سے ثمن مشتری کی ملکیت سے اور سامان تجارت بائع کی ملکیت سے نہیں نکلے۔ اور جب ان کی ملکیت ان میں پہلے کی طرح برقرار ہے، تو وہ زکاة بھی ملکیت سابقہ کے اعتبار سے ہی نکالیں گے (۱)۔

## مسئلہ کی دوسری صورت بیع (Sell)

اگر امپورٹر (مشتري) ایکسپورٹر (بائع) کے مابین بیع (Sell) ہوئی ہو، اور اس نے امپورٹر کے منگوائے ہوئے سامان تجارت کو شپنگ کمپنی (Shipping Company)

= اشتریت لأن البيع إنشاء تصرف، والإنشاء يعرف بالشرع، والموضوع للأخبار قد استعمل فيه فينقده به، ولا ينعقد بلفظين أحدهما لفظ المستقل. وإذا حصل الإيجاب والقبول لزم البيع، ولا خيار لواحد منهما إلا من عيب أو عدم رؤية. (الفتاوى الهندية: ۱۸/۳، کتاب البيوع)

الوعد المجرد بالبيع أو غيره من العقود أو الأعمال، كوعد الإنسان لمدين بأن يؤدي عنه دينه لم يقم له الفقهاء وزنا من الوجهة القضائية، أي أنه لا يلزم صاحبه بالوفاء إلا من الناحية الدينية الأخلاقية، أما القضاء فلا يجبر عن الوفاء بوعد، والمراد من الوعد المجرد ما لا يشتمل على إيجاب وقبول قطعيين، كما لو قال الإنسان لآخر سأبيعك أو أعدك بأن أبيعك المال الفلاني بكذا فهذا من قبيل الوعد المجرد ..... إن الوعد بالبيع هو اتفاق يتعهد فيه شخص ببيع شيء من شخص آخر عند ما يختار شراءه خلال مدة معينة. (عقد البيع لمصطفى أحد الزرقاء: ص ۱۷۱، الفصل السابع في وعد بالبيع)

(۱) الزكاة واجبة على الحر المسلم العاقل البالغ إذا ملك نصيباً كاملاً ملكاً تاماً وحال عليه الحول.

کے حوالے کر دیا ہو، اور امپورٹر نے بھی ٹمن ایکسپورٹر کو دے دیا ہو، تو اس صورت میں ٹمن کی زکاة ایکسپورٹر (بائع) پر اور سامان تجارت کی زکاة امپورٹر (مشتري) پر واجب ہوگی (۱)۔

### طريقة الإنطباق

یہاں ایک بات ذہن نشین کر لینا مناسب ہے تاکہ انطباق واضح ہو جائے۔

زکاة کے وجوب کا تعلق انسان کے ان املاک سے ہے، جن میں نمو کی صلاحیت ہو، اور انسان کو ان املاک پر ملکیت تامہ حاصل ہو یعنی ملک اور قبضہ دونوں ہو، اور اس پر سال گزر گیا ہو (۲)۔ اب مسئلہ کی پہلی صورت جس میں امپورٹر (مشتري) اور بائع (ایکسپورٹر) کے درمیان وعدہ بیع (Agreement to sell) ہوئی ہو، تو چوں کہ وعدہ بیع کی صورت میں بیع کے نہ ہونے کی وجہ سے بائع و مشتري ایک دوسرے کے املاک کے مالک نہیں ہوتے، اس لیے مشتري علیٰ حالہ ٹمن کا مالک ہونے کی وجہ سے ٹمن کی زکاة نکالے گا، اور بائع علیٰ حالہ سامان تجارت کا مالک ہونے کی وجہ سے سامان تجارت کی زکاة نکالے گا۔ اور مسئلہ کی دوسری صورت جس میں امپورٹر (مشتري) اور ایکسپورٹر (بائع) کے درمیان بیع کا معاملہ ہوا ہے، اور بیع کی وجہ سے ٹمن مشتري کی ملک سے نکل کر بائع کی ملک میں آ جاتی ہے، اور بیع بائع کی ملک سے نکل کر مشتري کی ملک میں آ جاتی ہے، اس لیے کہ اس دوسری صورت میں امپورٹر (مشتري) سامان تجارت کی زکاة نکالے گا، اور ایکسپورٹر (بائع)

(۱) يفترض على كل مسلم حر مالك لنصاب حولى.

(مجمع البحرين و ملتقى النيرين: ۱/۱۷۹، فقہی مقالات: ۳/۷۱)

(۲) و سبیه أي سبب افتراضها ملك نصاب حولى تام. (الدر المختار: ۳/۱۷۴، كتاب الزكاة)

شمن کی، رہی بات یہ کہ سامان تجارت ابھی امپورٹر (مشری) کے قبضہ میں نہیں آیا، تو قبضہ نہ ہونے کی صورت میں ملک ناقص ہے، اور زکاة ملک تام میں واجب ہوتی ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب ایکسپورٹر سامان تجارت شپنگ کمپنی (Shipping Company) کے حوالے کرے گا، شپنگ کمپنی کا بحیثیت وکیل موکل (امپورٹر) کا قبضہ ہوگا، کیوں کہ وکیل کا قبضہ موکل کا قبضہ ہوتا ہے (۱)، اس لیے قبضہ کے پائے جانے کی وجہ سے ملکیت تامہ ثابت ہوگئی جو وجوب زکاة کے لیے کافی ہے۔

رقم المسئلة (۱۶۲)

(و حال عليه الحول)

وجوب ادائے زکاة میں شمسی سال (Solar Year) کا اعتبار ہوگا

یا قمری سال (Lunar Year) کا

مقدار نصاب مال پر جب سال گزر جائے تو اس پر زکاة واجب ہو جاتی ہے (۲)، لیکن حولان یعنی سال کے گزرنے میں شمسی سال کا اعتبار ہوگا یا قمری سال کا؟ یہ سوال اس وجہ سے اہمیت کا حامل ہے کہ قمری حساب سے سال ۳۵۴ دن کا ہوتا ہے، اور شمسی حساب سے سال ۳۶۵ دن اور ایک چوتھائی روز اور ایک سو بیسواں حصے کا ہوتا ہے، یعنی

(۱) لأن الوكيل في حق الحقوق بمنزلة المالك. (الفتاوى الوالوية: ۴/ ۳۲۶، كتاب الوكالة)

(۲) الزكاة واجبة على الحر المسلم..... إذا ملك نصابا كاملا ملكا تاما و حال عليه الحول.

(المختصر القدوري: ص: ۴۳، كتاب الزكاة)



قمری سال شمسی سال سے تقریباً ۱۱۱ دن چھوٹا ہوتا ہے (۱)، تو حولان حول میں قمری سال کا اعتبار ہوگا، شمسی (انگریزی) سال کا اعتبار نہیں ہوگا (۲)، مثلاً ایک شخص ۶ رجب المرجب کو صاحبِ نصاب ہو تو آئندہ سال ۶ رجب المرجب کو اس کے نصاب پر سال پورا ہوگا اور زکاة کی ادائیگی واجب ہوگی۔

### طريقة الإنطباق

شریعتِ مطہرہ میں مہینہ کے آغاز و اختتام کا مدار فلکیاتی حساب (Skydyed claculation) اور سائنس (Science) پر نہیں ہے، اور نہ ہی نظامِ شمسی پر ہے، بل کہ شریعت میں معتبر قمری نظام ہے، جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”صوموا لرؤیتہ وأفطروا لرؤیتہ“ یعنی چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر افطار کرو اس لیے حولانِ حول میں بھی اعتبار قمری سال کا ہوگا نہ کہ شمسی سال کا (۳)۔

(۱) وعن شمس الأئمة الحلواني الشمسية ثلاث مائة وخمسة وستون يوماً وربع يوم وجزء من مائة وعشرين جزءاً من اليوم، والقمرية ثلاث مائة وأربعة وخمسون يوماً كذا في الكافي.

(الفتاوى الهندية: ۱/۵۲۳، الباب الثاني في العنين)

(۲) وحولها أي الزكاة قمرية بحر عن القنية لاشمسي، وسيجيء الفرق في العنين، قال الشامي وأجل سنة قمرية بأهلة على المذاهب، وهي ثلاثمائة وأربع وخمسون وبعض يوم، وقيل شمسية بالأيام، وهي أزيد بأحد عشر يوماً. (الدر المختار مع الشامية: ۳/۲۲۳، كتاب الزكاة، باب زكاة الغنم) و حولان الحول على النصاب شرط لوجوب الزكاة فيه، والمراد الحول القمري.

(الفقه الحنفي في ثوبه الجديد: ۱/۳۵۶، كتاب الزكاة)

وأن يحول عليه الحول الهجري.

(فقه السنة: ۱/۳۲۳، كتاب الزكاة، المسائل المهمة: ۱/۹۷، كتاب النوازل: ۶/۵۵۲)

(۳) العبرة في الزكاة للحول القمري كذا في القنية. (الفتاوى الهندية: ۱/۱۷۵)

رقم المسئلة (١٦٣)

سونے چاندی کے ناک، دانت

(Nose & Ear of Gold & Silver)

وغیرہ پر زكاة کا حکم

بعض حالات میں بعض خاص مصلحت کے پیش نظر سونے چاندی کے مصنوعی اعضاء (Faboluos organ) کا استعمال کیا جاتا ہے، جیسے ناک، دانت کھوکھلے دانتوں کا سونے چاندی سے بھرنا، سونے کے تاروں سے دانت کو باندھنا وغیرہ ان کا حکم یہ ہے؛ کہ اگر ان کو آسانی نکالا جاسکتا ہے تو ان میں زكاة واجب ہوگی (۱)؛ لیکن اگر ان کو آسانی سے نکالا نہیں جاسکتا؛ بل کہ وہ مستقل طور پر لگائے گئے ہیں، اور ان کے جسم کا ایسا عضو بن جائے جس کو الگ کیا جانا ممکن نہ ہو تو اس پر زكاة واجب نہیں ہوگی (۲)۔

(۱) وسبب لزوم أدائها توجه الخطاب بعني قوله تعالى واتوا الزكاة وشرطه ثمنية المال كالأندارهم والدنانير لتعينهما للتجارة باصل الخلقة فتلزم الزكاة كيفما أمسكهما ولو للنفقة.

(الدر المختار: ۳ / ۱۸۵، كتاب الزكاة، مطلب في زكاة ثمن المبيع وفاء)

إن الزكاة تجب في النقد كيفما أمسكه للتماء أو للنفقة. (البحر الرائق: ۲ / ۳۶۱، كتاب الزكاة)

(۲) وليس في دور السكنى وثياب البدن وأثاث المنازل ودواب الركوب وعبيد الخدمة وسلاح الإستعمال زكاة، لأنها مشغولة بالحاجة الأصلية وليست بنامية أيضا.

(الهداية: ۱ / ۱۸۶، كتاب الزكاة، حد بد فقهی مسائل: ۱ / ۱۱۱، فتاوی دارالعلوم زکریا: ۳ / ۹۸)

## طریق الانطباق

یہاں وجوب زکاة کی ایک علت جان لینا چاہیے تاکہ انطباق واضح ہو جائے، زکاة واجب ہونے کے لیے مال کا نامی (بڑھوتری) ہونا ضروری ہے (۱)، اسی لیے وجوب زکاة کے لیے سال گزرنے کی قید لگائی گئی ہے؛ پس سونے چاندی کے وہ مصنوعی اعضاء جو فولڈ (Fold) ہوں، یعنی جنہیں باسانی نکالا جاسکتا ہو، ان پر زکاة واجب ہوگی، اس کی نظیر عورتوں کے زیورات ہیں (۲)، کیوں کہ یہاں وجوب زکاة کی علت نمو حکمی موجود ہے، جو وجوب زکاة کے لیے کافی ہے (۳)، اور دوسری قسم ان اعضاء کی ہے جو فیکس (Fix) ہوتے ہیں، یعنی جنہیں بغیر آپریشن کے جسم انسانی سے نکالا نہیں جاسکتا، ان میں زکاة واجب نہیں ہوگی، کیوں کہ یہ مصنوعی اعضاء جسم انسانی سے پیوست ہونے کی وجہ سے انسان کی بنیادی

(۱) ولنا لأن السبب هو المال النامي.

ومنها كون النصاب نامياً.

(۲) عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده أن إمرأتين أتتا رسول الله صلى الله عليه وسلم وفي أيديهما

سواران من ذهب، فقال لهما أتو ديان زكاته، فقالتا لا فقال لهما رسول الله صلى الله عليه وسلم أتجبان

أن يسور كما الله بسورين من نار قالتا لا قال فأديا زكاته.

(السنن للترمذي: ۱/۱۳۸، باب ماجاء في زكاة الحلبي)

(۳) قال الشامي تحت قوله (نام ولو تقديراً) النماء في اللغة بالمد الزيادة، وفي الشرع هو نوعان حقيقي

و تقديري.... أو التقديري يمكنه من الزيادة بكون المال في يده أو يد نائبه.

(رد المحتار: ۳/۱۷۹، كتاب الزكاة، مطلب في زكاة ثمن المبيع وفاءً)

ومنها كون النصاب نامياً حقيقة بالتوالد والتناسل والتجارة أو تقديراً بأن يتمكن من الاستملاء بكون

المال في يده أو في يد نائبه.

الحكم يثبت بحسب العلة.

(موسوعة القواعد الفقهية: ۵/۲۲۶)

ضروریات (حاجتِ اصلیہ) میں داخل ہو گئے، جس کی وجہ سے اب ان میں نمو کی صلاحیت باقی نہیں رہی، اسی لیے علت کے مفقود ہونے کی وجہ سے ان میں زکاة واجب نہیں ہوگی (۱)۔

رقم المسئلة (۱۶۴)

## اموال تجارت کی زکاة باعتبار قیمت خرید یا فروخت

تاجروں پر اپنے اموال تجارت کی زکاة سال ختم ہونے پر بازاری قیمت کے اعتبار سے واجب ہے نہ کہ اصل قیمت خرید کے اعتبار سے؛ لہذا اگر تاجر نے بنیت تجارت کوئی سامان ایک لاکھ روپے میں خریدا تھا، اور آج اس کی مارکیٹ (Market) قیمت پانچ لاکھ روپے ہیں تو زکاة میں مارکیٹ قیمت (پانچ لاکھ) کا چالیسواں حصہ واجب ہوگا (۲)۔

(۱) والحکم ینتہی بانتهاء علته. (موسوعة القواعد الفقهية: ۵/۹۵)

(۲) الزکاة واجبة علی الحر العاقل البالغ المسلم إذا ملک نصیباً ملکاً تاماً و حال علیہ الحول.

(المختصر القدوري: ص ۴۳)

إذا کان له مائتا قفیز حنطة للتجارة تساوی مائتي درهم فتم الحول، ثم زاد السعر أو انتقص، فإن أدى من عينها أدى خمسة أقدرة، وإن أدى القيمة تعتبر فيمنها يوم الوجوب. (الفتاوى الهندية: ۱/۱۷۹، كتاب الزکاة) رجل له مائتا قفیز حنطة للتجارة حال عليها الحول، و قيمتها مائتا درهم حتى وجبت عليها الزکاة، فإن أدى من عينها أدى ربع عشر عينها خمسة أقدرة حنطة، وإن أدى من قيمتها ربع العشر القيمة أدى خمسة دراهم، فإن لم يؤد حتى تغير سعر الحنطة إلى زيادة وصارت تساوی أربع مائة، فإن أدى من عين الحنطة أدى ربع العشر خمسة أقدرة بالاتفاق، وإن أدى من القيمة أدى خمسة دراهم قيمتها يوم حولان الحول الذي هو يوم الوجوب عند أبي حنيفة.

(الفتاوى التاتارخانية: ۳/۱۶۹، بيان زکاة عروض التجارة، فتاوى محمودية: ۱۴/۱۷۳،

المسائل المهمة ۴/۸۲، فتاوى دارالعلوم زکریا: ۳/۱۳۱)

## طريقة الإنطباق

زكاة کے سلسلے میں دو باتوں کا جاننا ضروری ہے:

(الف) نفس وجوب زكاة (ب) ادائے وجوب زكاة

نفس وجوب کا تعلق بقدر نصاب مال کے مالک ہونے سے ہے (۱)، اور ادائے وجوب کا تعلق حولانِ حول یعنی سال گزرنے سے ہے (۲)، یعنی جب کوئی شخص نصاب کے بقدر کسی مال کا مالک ہوتا ہے تو اس پر محض زکوٰۃ کا نفس وجوب متعلق ہوتا ہے، زكاة کی ادائیگی سال کے گزرنے پر موقوف ہوتی ہے تاکہ اس مال میں بڑھوتری ہو سکے (۳)، اور جب زكاة کی ادائیگی سال کے مکمل ہونے پر واجب ہے تو زكاة کی ادائیگی میں سامان

(۱) وسبب افتراضها ملك نصاب. (الدر المختار: ۱۷۴/۳)

ولنا أن كمال النصاب شرط وجوب الزكاة، فيعتبر وجوده في أول الحول وآخره لا غير، لأن أول الحول وقت انعقاد السبب، وآخر وقت ثبوت الحكم.

(بدائع الصنائع: ۴۰۴/۲، كتاب الزكاة ما يقطع حكم الحول)

(۲) عن عائشة قالت سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول لا زكاة في مال حتى يحول عليه الحول. (السنن لابن ماجه: ص ۱۲۸، كتاب الزكاة، باب من استفاد مالا: الرقم: ۱۷۹۲)

عن علي عن النبي صلى الله عليه وسلم قال فإذا كانت لك مائتا درهم وحال عليها الحول ففيها خمسة دراهم، وليس عليك شيء يعني في الذهب حتى تكون لك عشرون ديناراً، فإذا كانت لك عشرون ديناراً، وحال عليها الحول ففيها نصف دينار، فما زاد فبحساب ذلك.

(السنن لأبي داود: ۲۲۱/۱، باب في الزكاة السائمة: الرقم: ۱۵۷۳)

(۳) لا بد من الحول لأنه لا بد من مدة يتحقق فيها النماء، وقدرها الشرع بالحول لقوله عليه السلام لا زكاة في مال حتى يحول عليه الحول، ولأنه الممكن به من الاستملاء لاشتماله على الفصول المختلفة، والغالب تفاوت الأسعار فيها فادير الحكم عليه. (الهداية: ۱/۱۸۵، كتاب الزكاة)

تجارت کے اس قیمت کا اعتبار ہوگا جو سال کے مکمل ہونے کے وقت ہو، کیوں کے یہی زکاۃ کے ادائیگی کا وقت ہے (۱)۔

## ﴿ دیون (Loans) کی زکاۃ کا حکم ﴾

### رقم المتن - ۸۱

وَمَنْ كَانَ عَلَيْهِ دَيْنٌ يُحِيطُ بِمَالِهِ فَلَا زَكَاةَ عَلَيْهِ وَإِنْ كَانَ مَالُهُ أَكْثَرَ  
مِنَ الدَّيْنِ زَكَّى الْفَاضِلَ إِذَا بَلَغَ نَصَابًا.

ترجمہ: ایک شخص پر اتنا قرض ہے جو اس کے مال کے برابر ہے، تو اس پر زکاۃ واجب نہیں ہے، اور اگر اس کا مال قرض سے زائد ہے تو زائد کی زکاۃ دے جب کہ وہ نصاب کو پہنچ جائے۔

### توضیح المسئلة

ایک شخص کے ذمے اتنا قرض ہے جو اس کے پورے مال کو گھیرے ہوئے ہے تو ایسے شخص پر بھی زکاۃ فرض نہیں ہے، کیوں کہ یہ مال اس کے حاجتِ اصلیہ کے ساتھ مشغول ہے، اور جو مال حاجتِ اصلیہ کے ساتھ مشغول ہو وہ معدوم کے درجہ میں ہوتا ہے، جیسے وہ پانی جو پیاس بجھانے کے لیے متحقق ہوا ہو، اس کا ہونا بھی نہ ہونے کے درجہ میں ہے

(۱) وتعتبر القيمة يوم الوجوب، وقالوا يوم الأداء وفي الشامية تعتبر يوم الإجماع وهو الأصح.

(ردالمحتار: ۳/۲۲۹، باب زکاۃ المال)

فيعتبر قيمتها يوم الأداء، والصحيح أن هذا مذهب جميع أصحابنا.

(بدائع الصنائع: ۲/۴۱۸، كتاب الزكاة، فصل صفة الواجب في مال التجارة)

کیوں کہ وہ بھی اس کی حاجت کے لیے ہے، اس لیے اس کے ہوتے ہوئے تیمم جائز ہوگا (۱)؛ البتہ اگر قرض کی ادائیگی کے بعد مقدار نصاب مال بچ جائے، جو اس کے حاجت اصلیہ سے بھی زائد ہو تو اب اس بچے ہوئے مال میں زکاة واجب ہوگی، کیوں کہ وجوب زکاة کا سبب پایا گیا (۲)۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ وہ مال جو مستغرق فی الدین ہو، مدیون (قرض لینے والا) کے ذمے زکاة نکالنا واجب نہیں ہے؛ لیکن سوال یہ ہے کہ کیا دائن (قرض دینے والا) اس قرض میں دیے ہوئے مال کی زکاة نکالے گا؟

تو اس سلسلے میں دیون سے متعلق اہم ترین تین شکلیں علی الترتیب یہاں ذکر کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

(الف) دین قوی: وہ دین جو تجارتی مال یا قرض کے طور پر لازم ہے، اور مدیون اس قرض کا اقرار بھی کرتا ہے، اور مدیون ادائیگی پر قدرت بھی رکھتا ہے، اور دائن بآسانی اس کو وصول بھی کر سکتا ہے، تو ایسے دین کو دین قوی کہا جاتا ہے، اور اس کی زکاة دائن (قرض لینے والے) پر واجب ہوتی ہے (۳)۔

(۱) ومن كان عليه دين يسحب بماله فلا زكاة عليه، ولنا أنه مشغول بحاجته الأصلية فاعتبر معلوما كالماء المستحق بالعطش وثياب البذلة والمهنة. (الهداية: ۱/۱۸۶، كتاب الزكاة)

(۲) وسيب أي سبب افتراضها ملك نصاب حولي تام فارغ عن دين له مطالب من جهة العباد، وفارغ عن حاجته الأصلية، لأن المشغول بها كالمعدوم. (تنوير الأبصار مع الدر المختار: ۳/۱۷۴)

(۳) وزكاة الدين على أقسام فإنه قوي ووسط وضعيف، فالقوي وهو بدل القرض ومال التجارة إذا قبضه وكان على مقر ولو مفلسا أو على جاحد عليه بينة زكاة لما مضى.

(حاشية الطحطاوي على مراقبي الفلاح: ص ۷۱۵، كتاب الزكاة)

(ب) دین متوسط: اگر مدیون دین کا اقرار کر رہا ہے مگر مفلس ہونے کی وجہ سے قرض ادا کرنے سے قاصر ہے، تو ایسی صورت میں اگر حاکم نے اس کو مفلس تصور کر کے اس پر افلاس کا حکم نہیں لگایا ہے تو دین متوسط کے حکم میں ہونے کی وجہ سے قبضہ ہونے کے بعد سنین ماضیہ کی زکاة ادا کرنا بھی دائن (قرض دینے والا) پر لازم ہوگا۔

اور اگر حاکم نے افلاس کا حکم لگا دیا ہے، تو مالِ ضمار اور دینِ ضعیف کے حکم میں ہونے کی وجہ سے قبضہ کرنے کے بعد سنین ماضیہ کی زکاة ادا کرنا حضرت امام محمدؒ کے نزدیک دائن پر واجب نہ ہوگا، اس لیے کہ قبضہ سے قبل اس کے وصول پر دائن کو قدرت حاصل نہیں ہے، اور حضراتِ شیخین کے نزدیک سنین ماضیہ کی زکاة واجب ہے، اس لیے کہ اس میں جانبِ فقراء کی رعایت پائی جاتی ہے، اور صاحبِ درمختار، صاحبِ تحفہ اور قاضی خان وغیرہ نے حضرت امام محمدؒ کے قول کو صحیح اور رائج قرار دیا ہے اور باقانی نے کافی سے نقل کر کے شیخین کے قول کو رائج قرار دیا ہے (۱)۔

(ج) دینِ ضعیف: اگر مدیون (قرض لینے والا) دین کا اقرار کر رہا ہے، اور اس کے پاس ادا کرنے کے لیے مال بھی ہے لیکن مالِ مٹول کر رہا ہے اور اس طرح کرتے ہوئے کئی سال گزر گئے، اور دائن کو اس کے حاصل کرنے پر قدرت بھی نہیں ہے تو ایسی

(۱) ولو كان الدين (إلى قوله) على معسر أو مفلس أي محكوم بإفلاسه أو على جاحد عليه بينة وعن محمد لا زكاة وهو الصحيح (وتحته في الشامية) لو لم يفلسه القاضي وجبت الزكاة بالاتفاق (إلى قوله) وهو الصحيح صححه في التحفة كما في غاية البيان، وصححه في الخانية أيضًا (إلى قوله) ونقل الباقي تصحيح الوجوب عن الكافي.



صورت میں قبضہ ہونے کے بعد سنین ماضیہ کی زکاة ادا کرنا دائن پر واجب نہیں ہوگا صرف مستقبل کی زکاة ادا کرنا لازم ہوگا (۱)۔

## تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (۱۶۵)

بونڈس (Bonds) اور حکومت کو بطور قرض دی گئی رقم کی زکاة کا حکم  
بونڈس کا مطلب یہ ہے کہ اکثر حکومتیں یا مختلف کمپنیز (Companies) لوگوں سے قرض مانگتی ہیں، اور ان قرضوں کی واپسی کے لیے کچھ مدت پانچ دس سال وغیرہ مقرر کرتی ہیں، اور بطور ثبوت قرض دہندہ کو سرٹیفیکٹ (Certificate) ایشو (Issue) کرتی ہیں وہی بونڈس کہلاتے ہیں۔ حکومت اور کمپنی وغیرہ کو طے شدہ مدت اور معاہدہ کے تحت جو رقم بطور قرض دی جاتی ہے شرعاً ان پر قبضہ ہونے کے بعد سنین ماضیہ (گزرے ہوئے سالوں) کی بھی زکاة واجب ہوگی (۲)۔

(۱) وأما سائر الديون المقر بها فهي على ثلاث مراتب عند أبي حنيفة (رحمه الله) ضعيف و هو كل دين ملكه بغير فعله لا بد لا عن شيء لا زكاة فيه عنده حتى يقبض نصيباً ويحول عليه الحال.

(الفتاوى الهندية: ۱/۱۷۵، الباب الأول كتاب الزكاة)

(۲) الدين على ثلاثة أقسام، قوي و هو بدل القرض و مال التجارة ففي القوي تحب الزكاة إذا حال الحال.

(البحر الرائق: ۲/۳۶۳، كتاب الزكاة)

عن عبد الله بن دينار عن ابن عمر قال زكوا ما كان في أيديكم، و ما كان من دين في ثقة، فهو بمنزلة ما في أيديكم. (السنن الكبرى للبيهقي: ۶/۶۹، كتاب الزكاة، باب زكاة الدين إذا كان على معسر،

رقم الحديث: ۷۷۱۷، فتاوى قاسميه ۱۰/۳۸۰)

### طريقة الإنطباق

حکومتوں یا کمپنیوں کو بونڈس (Bonds) کے طور پر جو قرض دیا جاتا ہے اس کی حیثیت دین قوی کی ہے، اور دین قوی پر شرعاً زکاۃ واجب ہوتی ہے (۱)۔ (دین قوی وہ دین ہے جو تجارتی مال یا قرض کے طور پر مدیون پر لازم ہوتا ہے، اور مدیون اس دین کی ادائیگی پر قدرت رکھنے کے ساتھ اس کا اقرار (Accept) بھی کرتا ہے) اور بونڈس میں بھی مدیون (حکومت، کمپنی) قرض دہندہ (دائن) کو بطور ثبوت سرٹیفیکٹ جاری کر کے قرض کو ایکسپٹ (Accept) کرتا ہے، اور کمپنی یا حکومت اس قرض کی ادائیگی پر قدرت بھی رکھتی ہے؛ پس جب بونڈس میں دین قوی کا معنی من کل الوجوه پایا جا رہا ہے تو دین قوی کی طرح بونڈس میں بھی بطور قرض کے دیئے ہوئے دین پر قبضہ کے بعد گزرے ہوئے سالوں کی زکاۃ واجب ہوگی۔

رقم المسئلة (۱۶۶)

### بِیسی (Bissi) کی رقم پر زکاۃ کا حکم

چند لوگ آپس میں مل کر بیسی (Bissi) لگاتے ہیں، اور قرضہ اندازی کے ذریعہ ہر ایک کا ہفتہ یا مہینہ مقرر ہو جاتا ہے کہ فلاں ہفتہ یا مہینہ میں فلاں شخص کو بیسی ملنی ہے، پھر ہر مہینہ یا ہفتہ سارے لوگوں کے حصے کے پیسے جمع کر کے اس شخص کو دے دیا جاتا ہے، جس کی اس مہینہ یا ہفتہ میں باری تھی، بیسی کی اس صورت میں جب کسی کی بیسی اٹھے گی تو اس پر

(۱) فالقوي وهو بدل القرض ومال التجارة إذا قبضه وكان على مقر و لو مفلساً، وعلى جاحد عليه بينة

(حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح: ص ۷۱۵)

زکاء لما مضى.

صرف اپنے ذاتی حصے پر زکاة واجب ہوگی (بشرطیکہ وہ بھی مقدار نصاب ہو) زائد پیسوں پر نہیں، مثلاً دس لوگوں نے مل کر دو دو ہزار روپے بیسی میں لگائے، پھر قرعہ اندازی کے ذریعہ جس کی باری تھی اس کے پاس یہ بیس ہزار (20000) کی رقم جمع کی گئی، تو اس پر صرف دو ہزار (2000) ہی کی زکاة واجب ہوگی جو اس کی ذاتی ملک ہے، بشرطیکہ اس کے پاس اس کے علاوہ نصاب کے برابر مال ہو۔ بقیہ اٹھارہ ہزار (18000) پر زکاة واجب نہیں ہوگی (۱)۔

### طريقة الإنطباق

یہاں ایک قاعدہ جان لینا چاہیے تاکہ انطباق آسان ہو جائے؛ کہ احکام کا مدار سبب پر ہوتا ہے، یعنی وجوب سبب پر حکم ثابت ہوتا ہے (۲)، اور سبب کے معدوم ہونے کی صورت میں حکم بھی معدوم ہو جاتا ہے (۳)، اور وجوب زکاة کا سبب مقدار نصاب مال میں ملکیت کا ثابت ہونا ہے (۴)، بیسی کی صورت میں شریک اپنی باری آنے سے پہلے جتنا پیسہ

(۱) وسببه أي سبب إفتراضها ملك نصاب حولي تام فارغ عن دين له مطالب من جهة العباد.

(تنوير الأبصار على الدر المختار: ۱۷۴/۳)

قال أصحابنا رحمهم الله تعالى كل دين له مطالب من جهة العباد يمنع وجوب الزكاة، سواء كان الدين للعباد، كالقرض و ثمن المبيع و ضمان المتلفات و إرش الجراحة، و سواء كان الدين من النقود أو المكيل أو الموزون أو الحيوان.

(الفتاوى الهندية: ۱/ ۱۷۲، كتاب الزكاة، الباب الأول في تفسيرها، المسائل المهمة: ۱/ ۱۰۳)

(۲) الحكم يثبت بالسبب. (موسوعة القواعد الفقهية: ۵/ ۲۲۱)

(۳) الحكم ينتفي لإنتفاء سببه. (موسوعة القواعد الفقهية: ۵/ ۱۹۵)

(۴) و سببه إلى سبب إفتراضها ملك نصاب حولي تام. (تنوير الأبصار على الدر المختار: ۱۷۴/۳)

بھر چکا ہے وہی اس کی ملکیت ہے، اس لیے اگر یہ بھرا ہوا پیسہ مقدار نصاب ہو؛ تو وجود سبب (ملکیت) کے پائے جانے کی وجہ سے زکاة کا حکم لگے گا۔ اور بیسی اٹھنے پر رقم کی وہ مقدار جس کا بھرنا باقی ہو وہ قرض ہونے کی وجہ سے ملکیت سے خارج ہے، اس لیے اس پر زکاة واجب نہیں ہوگی۔

## ﴿استعمالی اشیاء کی زکاة کا حکم﴾

### رقم المتن - ۸۲

وَلَيْسَ فِي دُورِ السُّكْنَى وَثِيَابِ الْبَدَنِ وَ اثَاثِ الْمَنْزِلِ وَ دَوَابِّ  
الرُّكُوبِ وَ عِبِيدِ الْخِدْمَةِ وَ سِلَاحِ الْأَسْتِعْمَالِ زَكَاةٌ.

ترجمہ: اور زکاة واجب نہیں ہے رہنے کے گھر میں، بدن کے کپڑے میں، گھر کے سامان میں، سواری کے جانور میں، خدمت کے غلام میں، اور استعمال کے ہتھیار میں۔

### توضیح المسئلة

زکاة فرض ہونے کے لیے ایک شرط یہ بھی ہے کہ وہ مال اپنی اصلی ضرورتوں سے زائد ہو، جو مال اپنی اصلی ضرورتوں کے لیے ہو، اور انسانی زندگی میں روزمرہ استعمال میں آتے ہوں، ان میں زکاة واجب نہیں ہے، چنانچہ رہائش کا گھر، اور استعمالی کپڑے وغیرہ یہ سب انسانی ضروریات میں داخل ہیں اس لیے ان پر زکاة واجب نہیں ہوگی (۱)۔

## تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (١٦٧)

### موبائل (Mobile) پر زکاة کا حکم

آج کل کمپنیاں طرح طرح کے قیمتی موبائل (Mobile) ایجاد کر رہی ہیں، اگر کسی شخص کے پاس اپنے ذاتی استعمال کے لیے ایک یا چند موبائل ہوں، اور وہ اتنی قیمت کے ہیں کہ اتنی قیمت پر آدمی صاحبِ نصاب ہو جاتا ہے، تو بھی ان کی مالیت پر زکاة واجب نہیں ہوگی، خواہ وہ کتنے ہی قیمتی ہوں (۱)۔

### طريقة الإنطباق

یہاں ایک اصول جان لینا چاہیے کہ کسی شے میں زکاة کے واجب ہونے کے لیے اس شے کا حاجتِ اصلیہ سے زائد اور فارغ ہونا شرط ہے، تو ہی اس پر زکاة واجب ہوگی ورنہ نہیں، کیوں کہ جو شے حاجتِ اصلیہ سے متعلق ہوتی ہے وہ معدوم کے درجہ میں ہوتی ہے، اس سے معلوم ہوا کہ جو موبائل اپنے ذاتی استعمال کے لیے ہے وہ حاجتِ اصلیہ میں داخل ہے، کیوں کہ وہ بھی روزمرہ کے استعمال کی چیز ہے؛ پس معلوم ہوا کہ موبائل میں وجوب زکاة کی شرط (حاجتِ اصلیہ سے فارغ ہونا) مفقود ہے، اس لیے موبائل پر

(۱) وليس في دور المسكنى وثياب البدن وأثاث المنزل ودواب الركوب وعبيد الخدمة وسلاح الاستعمال زكاة. (المختصر القدوري: ص ۴۳)

قال ابن الهمام تحت قوله (وآلات المحترفين) يريد بها ما ينتفع بعينه، ولا يبقى أثره في المعمول كالصابون والحرص وغيرها كالقدور وقوارير العطار ونحوها لكون الأجر حينئذ مقابلاً بالمنفعة فلا يعد من مال التجارة. (فتح القدیر: ۲/ ۱۷۳، کتاب الزکاة، المسائل المهمة: ۴/ ۷۷)

زکاة واجب نہیں ہوگی خواہ وہ کتنا ہی قیمتی کیوں نہ ہو (۱)۔

رقم المسئلة (۱۶۸)

آٹورکشا (Auto rickshaw) یا فور وہیلر (Four wheeler)

کی قیمت پر زکاة

کسی شخص کے پاس ایک آٹورکشا یا فور وہیلر گاڑی تھی، جس کو کرایہ پر چلا کر اس کی آمدنی سے اس نے سال بھر میں مزید آٹو یا فور وہیلر گاڑیاں کرایہ پر چلانے کے لیے خریدی، اور آخر سال میں اس کے پاس اس کمائی سے کوئی نقد رقم باقی نہ رہی یا باقی رہی مگر بقدر نصاب نہ رہی، تو اس شخص پر آٹورکشا یا فور وہیلر گاڑیوں کی قیمت پر زکاة واجب نہیں ہے (۲)۔

(۱) و شرط فراغه عن الحاجة الأصلية لأن المال المشغول بها كالمعدوم. (البحر الرائق: ۳۶۱/۲)

وفارغ عن حاجته الأصلية لأن المشغول بها كالمعدوم، قال الشامي فسرہ ابن ملك المشغول بالحاجة الأصلية وهي ما يدفع الهلاك عن الإنسان كالتنفقة ودور السكنى وآلات الحرب أو تقديراً كالدين وآلات الحرفة. (الدر المختار مع رد المحتار: ۱۶۶/۳، مطلب في زكاة ثمن المبيع وفاء)

إذا فات الشرط فات المشروط. (جمهرة: ۶۲۳/۲)

(۲) فليس في دور السكنى وأثاث المنزل ودواب الركوب وعبيد الخدمة وسلاح الإستعمال زكاة وكذا آلات المحترفين. (الفتاوى الهندية: ۱۷۲/۱، كتاب الزكاة، الباب الأول)

إذا اشترى داراً أو عبداً فأجره، خرج من أن يكون للتجارة لأنه لما أجره فقد قصد الغلة فخرج عن حكم التجارة. (الفتاوى التاتارخانية: ۱۶۷/۳، زكاة عروض التجارة)

ولو اشترى قدوراً من صفر بمسكها أو يؤجرها لانجب فيها الزكاة كما لانجب في بيوت الغلة، وكذا لو اشترى حوالق بعشر آلاف درهم ليؤجر من الناس فحال عليها الحول لازكاة فيها، لأنه اشتراها للغلة.

(فتاوى قاضي خان: ۱/۲۰، فصل في التجارة المسائل المهمة: ۸۱/۴)

رقم المسئلة (١٦٩)

## کارخانہ یا فیکٹری (Factory) کی مشینوں (Machines) پر زکاة

اگر کارخانہ یا فیکٹری ایسے ہیں کہ ان میں تجارت اور خرید و فروخت کا کام نہیں ہوتا، صرف اجرت لے کر لوگوں کا کام کیا جاتا ہے، مثلاً گارمینٹس (Garments) کا کارخانہ ہے جو لوگوں سے محض آرڈر لے کر مال تیار کر دیتا ہے، تجارت نہیں کرتا ہے، تو ان صورتوں میں صرف اجرت کی آمدنی ہی پر زکاة واجب ہوگی؛ بشرطیکہ وہ مقدار نصاب ہو اور ان پر سال گزر جائے (۱)، کارخانہ یا اس کے اوزار اور مشینوں کی قیمتوں پر زکاة واجب نہیں ہوگی (۲)۔

اور اگر کارخانہ یا فیکٹری ایسے ہیں کہ ان میں تجارت بھی کی جاتی ہے، چیزیں خرید کر تیار کی جاتی ہیں اور فروخت کی جاتی ہیں، تو اس صورت میں اخراجات نکالنے کے بعد سال بھر کی آمدنی کے علاوہ خام اور تیار شدہ مال پر بھی زکاة واجب ہوگی (۳)؛ البتہ کارخانہ یا فیکٹری کی عمارت فرنیچر، اوزار، مشینوں پر زکاة واجب نہیں ہوگی (۴)۔

(۱) وسببه أي سبب افتراضها ملك نصاب حولي تام. (الدر المختار: ۱۷۴/۳)

(۲) فليس في دور السكنى ..... وأثاث المنزل ودواب الركوب وعبيد الخدمة وسلاح الاستعمال زكاة

..... وكذا آلات المحترفين. (الفتاوى الهندية: ۱/۱۷۲، الفتاوى التاتارخانية: ۱۸/۲)

(۳) الزكاة واجبة في عروض التجارة كائنة ما كانت إذا بلغت قيمتها نصاباً من الورق أو الذهب.

(المختصر الفدوري: ص ۴۸)

(۴) ولو اشترى قدورا من صفر لممسكها أو يواجرها لا تجب فيها الزكاة، كما لا تجب في بيوت الغلة.

(فتاوى قاضي خان: ۱/۱۲۰، فصل في التجارة، زكاة کے مسائل کا انسائیکلو پیڈیا: ص ۳۵۸)

## طريقة الانطباق

یہاں ایک ضابطہ جان لینا چاہیے تاکہ انطباق صاف ہو جائے، صنعتی آلات میں جو آلات کام کرنے کے بعد بعینہ باقی رہتے ہیں ان میں زکاة واجب نہیں ہوتی ہے، کیوں کہ یہ ذرائع آمدنی ہیں، جس میں کام کے عوض میں اجرت لی جاتی ہے، نہ یہ کہ ان صنعتی آلات کی تجارت کی جاتی ہے، کہ اس میں نمو کی صلاحیت ہو، جو جو زکاة کا سبب ہے (۱)، اسی لیے آٹورکشا (Auto rickshaw) فور وہیلر (Four wheeler) اور وہ کارخانے اور فیکٹریاں جو صرف اجرت لے کر کام کرتے ہیں، ان میں زکاة واجب نہیں ہے، کیوں کہ یہ بھی کام کرنے کے بعد بعینہ باقی رہتی ہیں، یعنی آمدنی کا ذریعہ ہیں، ان میں نمو کی صلاحیت نہیں ہے کہ زکاة واجب کر دیا جائے (۲)؛ البتہ وہ کارخانے یا فیکٹریاں جو اپنا پروڈکٹ (Product) بناتی ہیں، ان کی اس بنائی جانے والی اشیاء پر زکاة واجب ہوگی، کیوں کہ یہ کارخانے اور فیکٹریاں ان کی تجارت کرتی ہیں، جس میں علت نمو کا وجود ہوتا ہے، جو جو زکاة کا سبب ہے (۳)۔

(۱) وضابطہ أن ما یبقی أثره فی العین فهو مال التجارة، وما لا یبقی أثره فیها فليس منه.

(البحر الرائق: ۳۶۸/۲، کتاب الزکاة)

قال الشامي تحت قوله (و كذلك آلات المحترفين) أي سواء كانت مما لا تستهلك عينه في الإنتفاع كالقندوم والمبرد أو تستهلك لكن هذا منه ما لا یبقی أثره عينه كصابون وجرض الغسال، ومنه ما یبقی كعصفر وزعفران لصبغ ودهن وعفص لدباغ فلا زکاة فی الأولین، لأن ما یأخذ منه الأجرة بمقابلة العمل. (رد المحتار: ۱۸۳/۳، فتح القدیر: ۱۷۴/۲)

(۲) (موسوعة القواعد الفقهية: ۱۹۵/۵)

(۲) الحكم ینتفی لإنتفاء سببه.

(۳) (موسوعة القواعد الفقهية: ۲۲۱/۵)

(۳) الحكم ینتفی بالسبب.



## ﴿ادائیگی زکاة میں نیت کا حکم﴾

### رقم المتن - ۸۳

وَلَا يَجُوزُ أَدَاءُ الزَّكَاةِ إِلَّا بِنِيَّةٍ مُقَارَنَةٍ لِلْأَدَاءِ أَوْ مُقَارَنَةٍ لِعَزْلِ مِقْدَارِ الْوَاجِبِ.

ترجمہ: اور جائز نہیں ہے زکاة ادا کرنا مگر ایسی نیت کے ساتھ جو ادا کرنے سے ملی ہوئی ہو، یا ملی ہوئی ہو مقدار واجب الگ کرنے سے۔

### توضیح المسئلة

مذکورہ عبارت میں زکاة کی ادائیگی کی شرط بیان کی جارہی ہے، یعنی زکاة کا مال مصرف میں دیتے وقت زکاة کی نیت کرنا شرط ہے، کیوں کہ زکاة عبادت مقصودہ ہے، اور عبادت مقصودہ میں نیت شرط ہوتی ہے (۱)۔

### نیت کی تعریف:

لغاً ارادہ کرنا، اصطلاحاً بارگاہ ایزدی میں کسی فعل کو ایجاد کر کے عبادت کا ارادہ کرنا (۲)، یہ نیت کا معنی یا تو حقیقتاً پائی جائے (مثلاً بوقت ادائیگی زکاة) یا حکماً پائی جائے

(۱) وَلَا يَجُوزُ أَدَاءُ الزَّكَاةِ إِلَّا بِنِيَّةٍ مُقَارَنَةٍ لِلْأَدَاءِ، أَوْ مُقَارَنَةٍ لِعَزْلِ مِقْدَارِ الْوَاجِبِ، لِأَنَّ الزَّكَاةَ عِبَادَةً فَكَانَ مِنْ شَرْطِهَا النِّيَّةُ. (الهداية: ۱/۱۸۸، کتاب الزکاة)

(۲) النية في اللغة القصد، وفي الشرع قصد الطاعة والتقرب إلى الله تعالى في إيجاد الفعل.

(الأشباه والنظائر لابن نجيم: ص ۱۲۱)

(مثلاً زکاة کی نیت سے علاحدہ کر دیا، پھر بعد میں مصرف میں دے دیا) تو زکاة ادا ہو جائے گی (۱)۔

## تفریع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (۱۷۰)

### گفٹ (Gift) کے نام سے زکاة دینا

بسا اوقات رشتہ داروں اور متعلقین میں سے کچھ لوگ زکاة کے مستحق ہوتے ہیں، لیکن وہ اپنی غیرت و عزت کے پیش نظر زکاة کے نام پر روپیہ لینے میں شرم محسوس کرتے ہیں، اسی وجہ سے اگر انہیں زکاة کے نام پر مال زکاة دیا جائے تو وہ انکار کر دیتے ہیں، ایسے مستحقین زکاة کو زکاة کی نیت کر کے زبانی گفٹ (Gift) کے نام پر زکاة دینا شرعاً جائز و درست ہے اور زکاة ادا ہو جائے گی (۲)۔

### طريقة الإنطباق

زکاة کی ادائیگی کے صحیح ہونے کے لیے مزکی (زکاة نکالنے والے) کا زکاة کی نیت کرنا شرط ہے (۳)، اور نیت نام ہے دل کے ارادہ کا، نیت کے الفاظ کا زبان سے ادا

(۱) الأصل فيها الإقتران إلا أن الدفع يتفرق فاكتفى بوجودها حالة العزل تيسراً كتقديم النية في الصوم.

(الهداية: ۱/۱۸۸، كتاب الزكاة)

(۲) ومن أعطى مسكيناً دراهم سمها هبة أو قرضاً ونوى الزكاة فإنها تحزیه، وهو الأصح.

(الفتاوى الهندية: ۱/۱۷۱، زکاة کے مسائل کا انسائیکلو پیڈیا: ص ۳۸۲)

(۳) ويشترط لصحة أدائها أن ينوي المزكي الزكاة. (نو والإيضاح: ص ۱۵۶، كتاب زكاة)

کرنا ضروری نہیں ہے (۱)، اس طرح مزکی لہ (مستحق زکاة) کا یہ جاننا بھی ضروری نہیں ہے کہ یہ زکاة کا مال ہے (۲)؛ پس جب یہ معلوم ہو گیا کہ صحتِ ادائے زکاة میں صرف نیت شرط ہے، تو اگر کوئی شخص زکاة کی نیت کے ساتھ کسی مستحق زکاة کو زکاة کا مال گفٹ (Gift) بول کر دے تو زکاة معنی نیت (شرط) کے پائے جانے کی وجہ سے ادا ہو جائے گی (۳)، زبان سے گفٹ بولے ہوئے کا اعتبار نہیں ہوگا۔

## باب صدقة الغنم

### رقم المتن - ۸۴

لَيْسَ فِي أَقَلِّ مِنْ أَرْبَعِينَ شَاةً صَدَقَةٌ، فَإِذَا كَانَتْ أَرْبَعِينَ شَاةً سَائِمَةً وَحَالَ عَلَيْهَا الْحَوْلُ فَقِيْهَا شَاةً إِلَى مِائَةٍ وَعِشْرِينَ.

ترجمہ: چالیس بکریوں سے کم میں زکاة نہیں ہے، پھر جب وہ بکریاں چالیس ہو جائیں دراصل حالیکہ وہ سائِمہ (جنگل میں چرنے والا) ہوں، اور ان پر سال گزر جائے تو ان میں ایک بکری ہے ایک سو بیس تک۔

(۱) النية هي الإرادة والشرط أن يعلم بقلبه ..... أما الذكر باللسان فلا معتبر به.

(الهداية: ۱/ ۹۶، كتاب الصلاة)

(۲) ولا يشترط علم اخذ الزكاة بان ما يأخذه زكاة . (نور الإيضاح: ص ۱۵۷، كتاب الزكاة)

(۳) شرط الشيء يتبعه فيثبت بشئوته. (موسوعة القواعد الفقهية: ۶/ ۷۶)

## توضیح المسئلة

جانوروں میں زکاة کے واجب ہونے کے لیے تین شرطیں ہیں۔

(الف) سائمہ ہونا، یعنی جانوروں کو کھلانے میں خرچ نہ ہو؛ بل کہ وہ جنگل سے چرتے ہوں۔

(ب) نصاب، یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ، گائے، بکری وغیرہ کا جو نصاب

بیان فرمایا ہے جانوروں کی تعداد اس مقدار تک پہنچ جائے۔

(ج) حولانِ حول: جانوروں کے اس نصاب پر سال کا گزرنا۔

## تفریع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (۱۷۱)

فارم (Farm) کی بکریوں، بھینسوں وغیرہ پر زکاة کا حکم

آج کل بہت سے لوگ گائے، بھینس بکری کے فارم بناتے ہیں تاکہ اس سے

حاصل ہونے والا دودھ فروخت کریں، تو اس صورت میں جانوروں پر زکاة واجب نہیں

ہوگی (۱)؛ البتہ دودھ فروخت کرنے کے بعد جو آمدنی حاصل ہوگی اگر وہ نصاب کے برابر یا

اس سے زیادہ ہے تو سالانہ ڈھائی فیصد زکاة واجب ہوگی (۲)۔

## طريقة الإنطباق

زکاة کے واجب ہونے کا سبب مالِ نامی (بڑھنے والا مال) ہے اور یہ نمو (بڑھوتری)

(۱) ولا في عوامل وعلوفة ما لم تكن العلوفة للتجارة. (الدر المختار: ۳/۲۰۳، باب زکاة الغنم)

(۲) وملك نصاب حولي فارغ عن الدين وحوائجه الأصلية نام ولو تقديرا لأنه عليه الصلاة والسلام

قدر السبب به. (البحر الرائق: ۲/۳۵۵)

کا معنی یا تو تجارت کی نیت سے متحقق ہوتا ہے یا جانوروں کے سائمه ہونے سے ہوتا ہے، اسی وجہ سے علوفہ (جس کے کھلانے میں خرچ برداشت کرنا پڑے) میں زکاة واجب نہیں ہے کیوں کہ نمو کا معنی معدوم ہے۔ مذکورہ امر کی روشنی میں یہ بات معلوم ہوگئی کہ فارم میں پالے ہوئے جانوروں میں بھی زکاة کے واجب ہونے کا سبب (نمو) مفقود ہے، اسی وجہ سے ان میں زکاة واجب نہیں ہوگی، البتہ ان سے حاصل ہونے والے دودھ میں تجارت کی نیت کی وجہ سے نمو کا معنی موجود ہے، اسی لیے ان سے حاصل ہونے والے دودھ کی مالیت پر اس وقت زکاة واجب ہوگی جب اس پر سال گزر جائے اور وہ نصاب کے بقدر ہو (۱)۔

## ﴿باب زكاة الفضة والذهب﴾

### رقم المتن - ۸۵

لَيْسَ فِي مَا دُونَ مِائَتِي دِرْهَمٍ صَدَقَةٌ فَإِذَا كَانَتْ مِائَتِي دِرْهَمٍ وَحَالَ عَلَيْهَا الْحَوْلُ فَفِيهَا خُمُسُهُ دَرَاهِمٌ، لَيْسَ فِي مَا دُونَ عِشْرِينَ مِثْقَالًا مِنَ الذَّهَبِ صَدَقَةٌ، فَإِذَا كَانَتْ عِشْرِينَ مِثْقَالًا وَحَالَ عَلَيْهَا الْحَوْلُ فَفِيهَا نِصْفُ مِثْقَالٍ.

ترجمہ: دوسو (۲۰۰) درہم سے کم میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے، پس جب چاندی دوسو درہم ہو جائے اور اس پر سال گزر جائے تو ان میں پانچ درہم واجب ہوں گے، بیس (۲۰) مثقال

(۱) ليس في الحوامل و الحوامل ولا في البقرة المثيرة صدقة، و لأن السبب هو المال النامي، ودليله الإسامة أو الإعداد للتجارة ولم يوجد، ولأن في العلوفة تراكم المؤنة فيعدم النماء معني.

(الهداية: ۱/ ۱۹۲، باب صدقة السوائم)

سونے سے کم میں زکوة واجب نہیں ہے، پس جب سونا بیس مثقال ہو جائے، اور اس پر سال گزر جائے تو ان میں نصف مثقال زکوة واجب ہوگی۔

### توضیح المسئلة

مذکورہ عبارت میں مصنفؒ سونے اور چاندی کے زکوة کا نصاب بیان فرما رہے ہیں، کہ چاندی کا نصاب دو سو (۲۰۰) درہم ہے، اس سے کم میں زکوة واجب نہیں ہے، اور سونے کا نصاب بیس (۲۰) مثقال ہے، اس سے کم میں زکاة واجب نہیں ہے، اگر کسی کے پاس چاندی کا دو سو درہم نصاب ہو تو اس میں چالیسواں حصہ یعنی ۵ درہم زکاة واجب ہوگی، اور اگر کسی کے پاس سونے کا نصاب ۲۰ مثقال سونا ہو تو اس میں بھی چالیسواں حصہ یعنی آدھا مثقال سونا زکوة میں واجب ہوگا۔

### تفریع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (۱۷۲)

سونے چاندی کا نصاب شرعی موجودہ اوزان کے اعتبار سے

چاندی کا نصاب موجودہ اوزان کے اعتبار سے ساڑھے باون تولہ (52.50) یعنی 612 گرام 360 ملی گرام چاندی ہے۔ اور سونے کا نصاب موجودہ اوزان کے اعتبار سے ساڑھے سات تولہ (7.50) یعنی 87 گرام 480 ملی گرام سونا ہے (۱)۔

(۱) و نصاب الذهب عشرون مثقالا و نصاب الفضة مائتا درہم.

(النتف في الفتاوى: ص ۱۰۹، کتاب الزکاة، شروطها في المال النصاب)

ليس في مادون مائتي درہم صدقة ..... وليس في مادون عشرين مثقالا من الذهب صدقة.

(المختصر القدوري: ص ۴۷، فتاویٰ دارالعلوم دیوبند رقم الفتاویٰ: ۸۷۹، فتاویٰ قاسمیہ: ۲۸۹/۱۰)

## طريقة الإنطباق

نصوص میں ثمنین (سونا، چاندی) کے نصاب شرعی کے سلسلے میں چاندی سے متعلق دو سو درہم، اور سونے سے متعلق بیس مثقال کی صراحت ہے (۱)، اب موجودہ اوزان کے اعتبار سے سونے اور چاندی کے نصاب شرعی کی مقدار کیا بنتی ہے، اس کو معلوم کرنے کے لیے درہم اور مثقال کی معرفت ضروری ہے، جس کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

## ایک مثقال کا وزن

ایک مثقال کا وزن ہمارے یہاں جمہور علمائے ہند کے مطابق 36 رتی کے برابر ہے، اور موجودہ گراموں کے اعتبار سے ایک رتی برابر ساڑھے اکیس (21.50) ملی گرام کا ہوتا ہے، اس اعتبار سے ۳۶ رتی برابر ۴ گرام ۷۴۷ ملی گرام ہوئے (۲)۔

## دراہم کی تفصیل

سکے خواہ چاندی کے ہوں یا سونے کے وہ بار بار ڈھالے جاتے ہیں، اور مختلف ادوار میں ان کی مقدار میں کبھی کسی قدر کمی بیشی واقع ہوتی رہتی ہے، اور جو فرق ایک سکے میں بہت خفیف محسوس ہوتا ہے، وہی جب زیادہ ہو جائیں تو خاصا بڑھ جاتا ہے؛ اس لیے

(۱) عن علي عن النبي صلى الله عليه وسلم ببعض أول هذا الحديث، قال فإذا كانت لك مائة درهم، و حال عليها الحول، ففيها خمسة دراهم، وليس عليك شيء يعني في الذهب حتى تكون لك عشرون ديناراً فإذا كانت لك عشرون ديناراً و حال عليها الحول ففيها نصف دينار، فما زاد فبحسب ذلك.

(المسنن لأبي داؤد: ۱/۲۱۸، كتاب الزكاة، باب في زكاة السائمة، الرقم: ۱۵۷۳)

(۲) جواهر الفقه: ۱/۴۱۳، ايضاح المسائل: ص ۱۳۰، كتاب النوازل: ۶/۵۲۴

فقہائے کرام نے درہم و دینار کی مقدار کی تحدید و تعیین پر خصوصی توجہ دی ہے، اس طرف اولین توجہ خود حضرت عمر بن خطابؓ نے فرمائی ان کے دور میں تین قسم کے درہم مروج تھے (۱)۔

(الف) وزن عشرة (ب) وزن ستہ (ج) وزن خمسہ

(الف) وزن عشرة:

یہ ہے کہ دس درہم دس مثقال کے برابر ہوں، یعنی ہر درہم کا وزن ایک مثقال یا 20 قیراط ہو، اور ایک مثقال کا موجودہ وزن 4 گرام 374 ملی گرام ہے، اس اعتبار سے دس درہم کا وزن 43 گرام 74 ملی گرام، اور دوسو درہم (200) کا وزن 874 گرام 8 ملی گرام ہوگا۔

اور شرعی تولہ 11 گرام 66 ملی گرام کا ہوتا ہے، اور 874 گرام 8 ملی گرام کو شرعی تولہ میں تقسیم کرنے پر تقریباً 75 تولہ ہوتا ہے؛ پس معلوم ہوا کہ وزن عشرة والے درہم کے اعتبار سے دوسو (200) درہم کا موجودہ وزن 875 گرام 8 ملی گرام یعنی 75 تولہ ہے۔

(ب) وزن ستہ:

یہ ہے کہ دس درہم 6 مثقال کے برابر ہوں، یعنی ہر درہم کا وزن 0.6 مثقال یا ۱۲ قیراط ہوں، اور ایک مثقال کا موجودہ وزن 4 گرام 374 ملی گرام ہے، اس اعتبار سے 6 مثقال کا وزن جو وزن ستہ کے دس درہم کا وزن ہے، 26 گرام 244 ملی گرام ہے، اور

(۱) قال الشامي أعلم أن الدراهم كانت في عهد عمر رضي الله تعالى عنه مختلفة، فمنها عشرة دراهم على وزن عشرة مثاقيل وعشرة على ستة مثاقيل وعشرة على خمسة مثاقيل.



200 درہم کا وزن 524 گرام 88 ملی گرام ہوتا ہے، اور اسے شرعی تولہ (11.66 گرام) میں تقسیم کرنے پر تقریباً 45 تولہ ہوتا ہے؛ پس معلوم ہوا کہ وزن ستہ والے درہم کے اعتبار سے 200 درہم کا موجودہ وزن 524 گرام 88 ملی گرام یعنی 45 تولہ ہے۔

(ج) وزنِ خمسہ:

یہ ہے کہ 10 درہم 5 مثقال کے برابر ہوں، یعنی ہر درہم کا وزن 0.5 مثقال یا 10 قیراط ہو، اور ایک مثقال کا موجودہ وزن 4 گرام 374 ملی گرام ہے۔ اس اعتبار سے 5 مثقال کا وزن جو وزنِ خمسہ کے دس درہم کا وزن ہے، 21 گرام 87 ملی گرام ہے، اور 200 درہم کا وزن 437 گرام 4 ملی گرام ہوتا ہے، اور اسے شرعی تولہ (11 گرام 66 ملی گرام) میں تقسیم کرنے پر 37.51 تولہ ہوتا ہے، پس معلوم ہوا کہ وزنِ خمسہ والے درہم کے اعتبار سے 200 درہم کا موجودہ وزن 437 گرام ۴ ملی گرام یعنی 37.51 تولہ ہے۔

ان تینوں اوزان کا رواج عہد نبوت صلی اللہ علیہ وسلم میں تھا، لوگ ان تینوں اوزان کے ساتھ معاملہ کرتے تھے، جب حضرت عمرؓ زمانہ آیا تو آپؐ نے چاہا کہ زکاة وغیرہ عمدہ وزن یعنی وزنِ عشرہ کے ساتھ وصول کریں، اور لوگوں نے اس میں تخفیف چاہی ہے تو خلیفۃ المسلمین سیدنا عمر فاروقؓ نے اپنے زمانے کے حساب داں ماہرین کو جمع فرمایا، کہ وہ ان اوزان ثلاثہ کو سامنے رکھ کر درمیانی وزن متعین کریں، جس میں دونوں (مزکی، مزکی لہم) کی رعایت ملحوظ ہو؛ چنانچہ انہوں نے تینوں اوزان کے مثاقیل کو اکٹھا کیا، یعنی وزن عشرہ کے دس مثقال اور وزن ستہ کے چھ مثقال اور وزن خمسہ کے پانچ مثقال جن کا مجموعہ 21 مثاقیل ہوئے اور اوزان چوں کہ تین ہیں، اس لیے 21 مثاقیل کو 3 پر تقسیم کیا گیا تو

ایک کے حصے میں 7 مثقال آئے یعنی درمیانی وزن یہ نکلا کہ دس درہم سات مثقال کے برابر ہوں، اسی کو وزن سبہ کہا جاتا ہے، اسی پر صحابہ کرام کا اجماع ہے، اور اسی پر حضرت عمرؓ کے دفتر میں عمل ہوتا رہا اور اسی وزن پر امر مستقر ہو گیا، اسی لیے ادائے زکاة وغیرہ میں اسی وزن سبہ والے درہم کا اعتبار ہوتا ہے (۱)۔

### وزن سبہ والے درہم کے اعتبار سے ۲۰۰ درہم کا موجودہ وزن

وزن سبہ یہ ہے کہ دس درہم سات مثقال کے برابر ہوں، یعنی ہر درہم کا وزن 0.7 مثقال یا 14 قیراط ہوگا، اور ایک مثقال کا وزن 4 گرام 374 ملی گرام ہے، اس اعتبار سے 7 مثقال کا وزن جو وزن سبہ کے دس درہم کا وزن ہے، 30 گرام 618 ملی گرام، اور 200 درہم کا وزن 612 گرام 36 ملی گرام ہوتا ہے، اور اگر اسے شرعی تولہ (11 گرام 66 ملی گرام) میں تقسیم کرنے سے تقریباً ساڑھے باون تولہ (52.51) ہوتا ہے۔

پس معلوم ہوا کہ وزن سبہ والے درہم کے اعتبار سے 200 درہم کا موجودہ وزن 612 گرام 36 ملی گرام یعنی ساڑھے باون تولہ ہے (۲)۔

(۱) فأخذ عمر رضي الله تعالى عنه من كل نوع ثلثا كي لا تظهر الخصومة في الأخذ والعطاء، فثلث عشرة ثلاثة وثلث، وثلث ستة إثنان، ثلث الخمسة درهم وثلثان، فالمجموع سبعة، وإن شئت فاجمع المجموع فيكون إحدى وعشرين، فثلث المجموع سبعة، ولذا كانت الدراهم العشرة وزن سبعة وهذا يجري في كل شيء حتى في الزكاة، ونصاب السرقة، والمهر وتقدير الديات.

(ردالمحتار: ۳/۲۲۴، باب زكاة المال)

(۲) المعبر بالدراهم وزن سبعة وهو أن تكون العشرة منها وزن سبعة مثاقيل، بذلك جرى التقرير في ديوان عمر رضي الله عنه واستقر الأمر عليه. (الهداية: ۱/۱۹۴، باب زكاة المال، أثمار الهداية: ۲/۵۰۵)

**اہم نوٹ:** جاننا چاہیے کہ آج کل مارکیٹ میں جو تولہ رائج ہے، وہ 10 گرام کا ہوتا ہے، اور شرعی تولہ 11 گرام 66 ملی گرام کا ہے، باب زکوٰۃ اور دیگر مسائل میں شرعی تولہ معتبر ہے، اسی لیے ہم نے اسی شرعی تولہ کے حساب سے ہر جگہ عمل تقسیم کر کے تولہ کی مقدار کی تعیین کی ہے (۱)۔

### مذکورہ بالا تفصیل کے مطابق دراہم کے اوزان اربعہ کا نقشہ

وزن	دس درہم کا وزن قدیم	دس درہم کا وزن جدید	دوسو درہم کا وزن جدید	دوسو درہم کا وزن شرعی تولہ کے حساب سے
وزن عشرہ	10 مثقال یا 200 قیراط	43.74 گرام	874.8 گرام	75 تولہ
وزن ستہ	6 مثقال یا 120 قیراط	26.244 گرام	524.88 گرام	45 تولہ
وزن خمسہ	5 مثقال یا 100 قیراط	21.87 گرام	437.4 گرام	37.51 تولہ
وزن سبعمہ	7 مثقال یا 140 قیراط	30.618 گرام	612.36 گرام	52.51 تولہ

### دنایر کی تفصیل

سونے کا قدیم نصاب شرعی بیس مثقال سونا ہے، اور ہم بتا چکے ہیں کہ ایک مثقال موجودہ اوزان کے اعتبار سے 4 گرام 374 ملی گرام کا ہوتا ہے، اس اعتبار سے 20 مثقال 87 گرام 48 ملی گرام ہوا، اور اسے شرعی تولہ 11 گرام 66 ملی گرام میں تقسیم کرنے سے ساڑھے سات (7.50) تولہ ہوتا ہے۔

رقم المسئلة (١٧٣)

## موجودہ دور کے تولہ کے حساب سے سونے اور چاندی کے نصاب شرعی کی مقدار

سونے کا نصاب شرعی بیس مثقال یعنی ساڑھے سات تولہ 87 گرام 48 ملی  
گرام) ہے (۱)، جس کا وزن عرفی تولہ (10 گرام) کے حساب سے آٹھ تولہ 748 ملی  
گرام ہوتا ہے۔ اور چاندی کا نصاب شرعی دو سو درہم یعنی ساڑھے باون تولہ (612 گرام  
36 ملی گرام) ہے (۲)، جس کا وزن عرفی تولہ (10 گرام) کے حساب سے 61 تولہ 236  
ملی گرام ہوتا ہے۔

### طريقة الإنطباق

عرفی تولہ جس کا لوگوں میں رواج ہے وہ 10 گرام کا ہے، اب ظاہری بات ہے  
کہ سونے اور چاندی کے نصاب کے گراموں کو جب اس عرفی تولہ میں تقسیم کریں گے تو جو  
حاصل قسمت نکلے گا وہی سونے اور چاندی کا عرفی تولہ کے حساب سے نصاب ہوگا، مثلاً

(۱) لیس فیما دون عشرين مثقالاً من ذهب صدقة، فإذا كانت عشرين مثقالاً ففيها نصف مثقال.

(المختصر القدوري: ص ۴۷)

المثقال وهو الدينار عشرون قيراطاً. (البحر الرائق: ۳۹۶/۲، باب زكاة المال)

(۲) لیس فی ما دون مائتي درهم صدقة، فإذا كانت مائتي درهم وحال عليها الحول، ففيها خمسة دراهم.

(المختصر القدوري: ص ۴۷)

الدراهم اربعة عشر قيراطاً.

(البحر الرائق: ۳۹۶/۲، فتاویٰ قاسمیہ: ۲۹۱/۱۰، إيضاح المسائل: ص ۱۰۲، أثمار الهداية: ۵۰۵/۲)

سونے کا نصاب گرام کے اعتبار سے 87 گرام 48 ملی گرام ہے، جب ہم اس کو 10 گرام عرفی تولہ میں تقسیم کریں گے تو حاصل قسمت آٹھ تولہ 748 ملی گرام آئے گا، جو عرفی تولہ کے حساب سے سونے کا نصاب ہوگا، اسی طرح چاندی کا نصاب گرام کے اعتبار سے 612 گرام 36 ملی گرام ہے جب ہم اس کو 10 گرام عرفی تولہ میں تقسیم کریں گے تو حاصل قسمت 61 تولہ 236 ملی گرام آئے گا، جو عرفی تولہ کے اعتبار سے چاندی کا نصاب ہوگا (۱)۔

رقم المسئلة (۱۷۴)

## سونے چاندی میں حرمتِ زکاة و وجوبِ زکاة کے سلسلہ میں اعتبار کس کا ہوگا؟

یہ بات ظاہر ہے کہ سونا چاندی کا نصاب منصوص ہے، اگر کوئی شخص سونے یا چاندی کی مقررہ مقدار کا مالک ہو جائے، تو اس پر اس مال کی زکاة واجب ہو جائے گی؛ لیکن سوال یہ ہے کہ موجودہ حالات میں اگر کسی شخص کے پاس نقد روپے یا سامان تجارت ہو تو زکاة واجب ہونے کے لیے پیمانہ سونے کا نصاب ہوگا یا چاندی کا نصاب؟ یعنی اگر کسی شخص کے پاس مثلاً اتنی نقد رقم ہو جس سے نصاب کے بقدر چاندی تو خریدی جاسکتی ہے، لیکن نصاب کے بقدر سونا خرید نہیں جاسکتا ہو تو ایسے شخص پر زکاة واجب ہوگی یا نہیں؟ اسی طرح اگر کسی شخص کے پاس نقد رقم مال تجارت یا اموال زکاة کے علاوہ کوئی مال چاندی کے نصاب کی قیمت کا موجود ہو؛ مگر وہ سونے کے نصاب کی قیمت کو نہیں پہنچتا ہو تو اس کے لیے زکاة لینا جائز ہوگا یا حرام؟

تو جواباً عرض ہے کہ سونا اور چاندی دونوں کا نصاب منصوص ہے، مگر یہ حقیقت ہے کہ چاندی کے نصاب سے متعلق نصوص زیادہ ہیں، اور وہ قوت میں بھی فائق ہیں، یہی وجہ ہے کہ چاندی کا نصاب متفق علیہ ہے، جب کہ سونے کے نصاب کی بابت کچھ اختلاف رہا ہے، بل کہ مشہور تابعی حضرت عطاء رحمہ اللہ کا بیان تو یہ ہے کہ عہد نبوت میں چاندی ہی زیادہ رائج تھی یعنی دراهم نہ کہ دینار (۱)، آج کے اس دور میں سونے اور چاندی کے نصاب کی مالیت میں زمین و آسمان کا فرق واقع ہو چکا ہے، اس لیے نصابِ حرمتِ زکاة و وجوبِ زکاة کی کم سے کم مقدار نصابِ چاندی سے مقرر کی جائے تو یہ ”أنفع للفقراء وأحوط لغيرهم“ ہے۔ أنفع للفقراء اس طرح کہ جس کے پاس بھی نصابِ چاندی کی مقدار میں مال ہو گا وہ زکاة نکالے گا، جس میں فقراء کا فائدہ ہے، اور أحوط لغيرهم اس

(۱) عن أبي سعيد الخدري أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: ليس في مادون خمسة أوسق من النمر صدقة، وليس فيما دون خمسة أواق من الورق صدقة، وليس فيما دون ذود من الإبل صدقة. (الصحيح للبخاري: ۱/ ۱۹۶، باب ليس فيما دون خمس ذود صدقة)

و يبدو أن النقود الفضية كانت هي الشائعة والكثيرة للاستعمال عند العرب في عصر النبوة، لهذا نصت عليها الأحاديث المشهورة التي بينت مقادير الصدقات المفروضة وأنصبتها فصرحت بنصاب الدراهم، كما صرحت بمقدار الواجب فيها، وعلم منها أن نصاب الفضة مئتا درهم، وهذا مما لم يخالف فيه أحد من علماء الإسلام وأما النقود الذهبية (الدنانير) فلم يجيء في نصابها أحاديث في قوة أحاديث الفضة وشهرتها، ولذا لم يظفر نصاب الذهب بالإجماع كالفضة، غير أن الجمهور الأكبر من الفقهاء ذهبوا إلى أن نصابه عشرون ديناراً وروي عن الحسن البصري أن نصابه أربعون ديناراً وروي عند مثل قول الأكثرين، ونصاب الذهب معتبر في نفسه، وخالف في ذلك طائفة فاعتبر في نصابه التقويم بالفضة فما بلغ منه ما يقوم بمئتي درهم وجبت فيه الزكاة، وحكى مثله عن عطاء والزهري وسليمان بن حرب وأيوب السختياني.

(فقہ الزکاة: ص ۱۷۷، زکاة الذهب والفضة)

طرح کہ جس کے پاس بھی نصاب چاندی کی مقدار میں مال ہوگا وہ زکاة نہیں لے گا بل کہ دے گا، اور یہ دونوں باتیں اس کے حق میں اولیٰ و بہتر ہیں، اسی وجہ سے موجودہ دور میں وجوب زکاة اور حرمت زکاة کے لیے چاندی کے نصاب کو پیمانہ بنانا چاہیے (۱)۔

### طريقة الإنطباق

یہاں دو باتیں جاننا ضروری ہے، تاکہ انطباق واضح ہو جائے۔  
 پہلی بات: تعین نصاب اور ضم نصاب میں فقراء کی شرعاً رعایت کی جائے گی، اور دیکھا جائے گا کہ انفع للفقراء کی صورت کون سی ہے، جیسا کہ فقہ کی مشہور کتاب ”ہدایہ“ میں ہے: يقومهما بما هو أنفع للمساكين احتياطاً لحق الفقراء (۲)۔  
 دوسری بات: سونے اور چاندی سے تقویم (قیمت لگانے) میں تخیر کے باوجود شرعاً اعتبار سونے اور چاندی میں سے اس کا ہوگا جس سے نصاب کی تکمیل ہو سکے (۳)۔

(۱) ولو بلغ بأحدهما نصاباً و خمساً و بالآخر أقل، قومه بالأنفع للفقير.

(الدر المختار: ۲۲۹/۳، باب زكاة المال)

ویری کثیر من علماء العصر أن التقود تقدر بسعر النفضة احتياطاً لمصلحة الفقراء، و لأن ذلك أنفع لهم، و أرى الأخذ بهذا الرأي لأنه يفتى بما هو أنفع للفقراء.

(الفقه الإسلامي وأدلته: ۱۸۲۱/۳، المبحث الخامس زكاة النقود، المسائل المهمة: ۹۳/۱)

(۲) ہدایہ: ۱۹۵/۱، باب زكاة الأموال.

ويعتبر فيهما الأنفع أيهما كان أنفع للمساكين. (تبیین الحقائق: ۷۸/۲، باب زكاة المال)

يجب أن يكون التقويم بما هو أنفع للفقراء قدرًا و رواجًا. (الفتاوى الهندية: ۱۷۹/۱، كتاب الزكاة)

(۳) لا بد أن يقوم بما يبلغ نصاباً حتى إذا قومت بالدرهم تبلغ نصاباً، و إذا قومت بالذهب لا تبلغ نصاباً

يقوم بالدرهم و بالعكس كذلك. (البنایة فی شرح الہدایة: ۴۵۰/۳، فصل فی العروض) =

مذکورہ دونوں باتوں کی روشنی میں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ حرمتِ زکاة اور وجوبِ زکاة کے سلسلے میں بحیثیتِ نصاب سونے اور چاندی میں سے چاندی کا اعتبار ہوگا، کیوں کہ اگر ہم چاندی کو معتبر مانتے ہیں تو مذکورہ دونوں باتیں اس میں پائی جاتی ہیں جو شرعاً ضروری ہیں، مثلاً چاندی کو معتبر ماننے میں فقراء کا فائدہ ہے، اور وہ اس طرح کہ زکاة تھوڑے مال میں واجب ہوگی، اور مزگی زیادہ ہوں گے، اور تکمیلِ نصاب میں بھی چاندی سونے کے بہ نسبت زیادہ معین و مددگار ہے؛ کیوں کہ چاندی سستی ہے، نیز چاندی کا نصاب بھی متفق علیہ ہے (۱)، جس سے نصاب میں اسے معتبر ماننا اوکد ہو جاتا ہے۔ خلاصہ کلام تین وجوہات کے پیش نظر تعینِ نصاب اور ضمّ نصاب میں چاندی کا اعتبار ہوگا:

(الف) یہ فقراء کے لیے زیادہ نفع بخش ہے۔

(ب) سونے کی بہ نسبت سستی ہونے کی وجہ سے نصاب کی تکمیل آسانی سے ہو سکتی ہے۔

(ج) اس کا نصاب صحیح حدیث سے ثابت ہے جس پر فقہا متفق ہیں۔

= قال ابن نجيم المصري الحاصل أن المذهب تخييره إلا إذ كان لا يبلغ بأحدهما نصاباً تعين التقويم بما يبلغ نصاباً وهو مراد من قال يقوم بالأنفع، ولذا قال في الهداية وتفسير الأنفع أن يقومها بما يبلغ نصاباً. (البحر الرائق: ۲ / ۴۰۰، كتاب الزكاة باب زكاة المال)

و لو بلغ بأحدهما نصاباً دون الآخر تعين ما يبلغ به. (الدر المختار: ۲۲۹/۳ باب زكاة المال)

(۱) وأما المقدار الذي نجب فيه الزكاة من الفضة، فإنهم اتفقوا على أنه خمس أواق لقوله عليه الصلاة السلام النابت ليس فيما دون خمس أواق من الورق صدقة ماعدا المعدن من الفضة، فإنهم اختلفوا في اشتراط النصاب منه .... وسبب اختلافهم في نصاب الذهب أنه لم يثبت في ذلك شيء عن النبي (صلى الله عليه وسلم) كما ثبت ذلك في نصاب الفضة.

(بداية المجتهد: ۱۷/۲، ۱۸، كتاب الزكاة، الفصل الأول في الذهب والفضة)



## رقم المتن - ۸۶

وَفِي تَبْرِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَحُلِيِّهِمَا وَالْأَنْيَةِ مِنْهُمَا زَكَاةٌ.

ترجمہ: اور سونے چاندی کی ڈلی (بغیر ڈھلا ہوا) اور ان کے زیورات اور برتنوں میں بھی زکاة ہے۔

### توضیح المسئلة

حنفیہ کے نزدیک سونے و چاندی کی ہر چیز پر زکاة ایک سال گزرنے کے بعد فرض ہے، خواہ وہ مردوں کے ہوں یا عورتوں کے، تراش کر بنے ہوں یا پگھلا کر، کچھ استعمال میں آتے ہوں یا نہ آتے ہوں، ہر حال میں ان پر زکاة فرض ہے بشرطیکہ وہ مقدار نصاب ہوں اور ان پر سال گزر چکا ہو (۱)۔

### تفریع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (۱۷۵)

سونے کی انگٹھی میں جڑے ہوئے ہیرے (Dimond) میں زکاة کا حکم اگر کسی شخص کے پاس سونے کی انگٹھی ہو، جس میں ہیرا بھی لگا ہوا ہے، اب زکاة

(۱) عن عمرو ابن شعيب عن أبيه عن جده أن امرأة أتت رسول الله صلى الله عليه وسلم ومعها ابنة لها وفي يدها مئنتها مسكتان غليظتان من ذهب، فقال لها أعطيني زكاة هذا، قالت لا، قال أيسرك أن يسورك الله بهما يوم القيامة سوارين من نار، فخلعتهما فالتفتن إلى النبي صلى الله عليه وسلم وقالت هما لله ورسوله.

(السنن لأبي داود: ۲۱۸/۱، كتاب الزكاة، باب الكثر ما هو زكاة الحلي) وفي تبر الذهب والفضة وحليهما وأوانيهما الزكاة، ولنا أن السبب مال نام و دليل النماء موجود، و هو الإعداد للتجارة خلة، والدليل هو المعبر بخلاف الثياب.

(الهداية: ۱۹۵/۱)

نکالنے کے لیے جب وہ سونے کو وزن کر کے قیمت لگا کر زکاة دے گا تو زکاة میں ہیرے کی قیمت شامل نہیں کرے گا، بل کہ صرف سونے کی قیمت پر زکاة واجب ہوگی (۱)۔

### طريقة الإنطباق

شریعت نے اصولی طور پر معدنیات میں سوائے سونے اور چاندی کے کسی چیز میں زکاة واجب قرار نہیں دی ہے (۲)، اس اصول کے مطابق ہیرے جواہرات میں زکاة واجب نہیں ہے (۳)، سوائے اس کے کہ اسے تجارتی مقصد کے لیے خریدا ہو، اسی لیے فقہائے احناف نے یہ تصریح فرمائی ہے کہ ہیرے جواہرات اگر تجارت کے لیے نہ ہوں تو خواہ وہ ہزاروں روپے کے کیوں نہ ہوں اس میں زکاة واجب نہیں ہے، اس لیے مذکورہ صورت

(۱) عن سعيد بن جبیر رضي الله عنه قال ليس في حجر زكاة إلا ما كان لتجارة من جوهر ولا ياقوت ولا لؤلؤ ولا غيره إلا الذهب والفضة. (السنن الكبرى للبيهقي: ۴/۲۴۶، كتاب الزكاة: الرقم: ۷۵۹۲) لا زكاة في اللآلي والجواهر كاللؤلؤ والياقوت والزمرد وأمثالها إلا أن تكون للتجارة.

(الدر المختار مع الشامية: ۳/۱۹۴، كتاب الزكاة)

وكذا لا زكاة في الجوهر واللؤلؤ والياقوت والبلخش والزمرد ونحوها إذا لم يكن للتجارة.

(الفتاوى الهندية: ۱/۱۷۲، كتاب الزكاة، فتاوى دارالعلوم زكريا: ۳/۱۱۲،

كتاب النوازل: ۶/۴۴۴، اسلامك فقہ اکیڈمی انڈیا کے فیصلے: ص ۶۰)

(۲) الأصل أن ماعدا الحجر من السوائيم إنما يزكى بنية التجارة بشرط عدم المانع المودى إلى الثنى، قال الشامي تحت قوله (ماعدا الحجرين) كالجواهر والعقارات والمواشي العلوفة والعبيد والشياب والأمنعة ونحو ذلك من العروض.

(الدر المختار مع الشامية: ۳/۱۹۴، كتاب الزكاة، الفتاوى الهندية: ۱/۱۸۰)

(۳) عن الحكم عن علي قال ليس في جوهر زكاة.

(السنن الكبرى للبيهقي: ۴/۲۴۶، كتاب الزكاة: ۷۵۹۱)

میں بھی انگوٹھی میں لگے ہوئے ہیرے میں احناف کے نزدیک زکاة واجب نہیں ہوگی (۱)۔

رقم المسئلة (۱۷۶)

## زکاة کی ادائیگی روپیہ پیسہ اور سونا چاندی سے

اگر کسی شخص کے پاس ساڑھے سات تولہ سونے کے زیورات ہیں، جن کی مالیت مثلاً فی تولہ 17200 کے اعتبار سے 129000 ہوتی ہے، اور اس پر واجب ہونے والی زکاة کی مقدار 3225 ہوتی ہے، اور اگر اس میں بناوٹ کی قیمت فی تولہ 220 روپے کو ملا تے ہیں، تو ان زیورات کی مالیت 130500 ہوگی، اور اس پر واجب ہونے والی زکاة کی مقدار 3262 روپے 5 پیسے ہوگی۔ اب سوال یہ ہے کہ ان دو مالیاتوں (مالیت باجرت صنعت، اور مالیت بدون اجرت صنعت) میں سے ادائیگی زکاة میں کس کا اعتبار ہوگا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر زکاة عین سونا یا عین چاندی سے ادا کی جا رہی ہو، تو ساڑھے سات تولہ سونا یا ساڑھے باون تولہ چاندی کے موجودگی کی صورت میں ان کا چالیسواں حصہ زکاة میں ادا کر دے۔

اور اگر زکاة میں عین سونا یا عین چاندی کا چالیسواں حصہ ادا نہ کیا جائے، بل کہ سونا یا چاندی کے زیور کی قیمت کو بنیاد بنا کر زکاة روپیوں سے ادا کی جا رہی ہو، تو اس صورت میں محض زیورات میں لگی ہوئی سونا یا چاندی کی مقدار کا اعتبار نہیں ہوگا، بل کہ یہ دیکھا جائے گا کہ مارکیٹ میں اس زیور کی قیمت کتنی ہے، اس کے اعتبار سے زکاة ادا کی جائے گی، اور اس سونا یا چاندی کی مقدار کے ساتھ زیور کی صنعت میں لگی ہوئی رقم پر بھی

زکاة کا وجوب ہوگا، اور اس کی بھی زکاة ادا کی جائے گی (۱)۔

### طريقة الإنطباق

ادائے زکاة کی سلسلے میں اصول یہ ہے کہ زکاة عینِ نصاب میں واجب ہوتی ہے، اس لیے اگر زکاة عینِ نصاب سے ادا کی جائے تو وزن کا اعتبار ہوگا، یعنی اس نصاب کے چالیسویں حصہ کو ادا کرنا ہوگا، اور اگر زکاة عینِ نصاب کے علاوہ کسی اور جنس سے ادا کی جائے، تو نصاب کے چالیسویں حصہ کی قیمت کا اعتبار ہوگا یعنی اس چالیسویں حصہ کی مارکیٹ میں جو بھی قیمت ہوگی خواہ وہ کتنی ہی ہو وہ قیمت زکاة میں ادا کرنی ہوگی (۲)۔

مذکورہ اصول کی روشنی میں معلوم ہو گیا کہ اگر زکاة میں عینِ سونایا عینِ چاندی کا چالیسواں حصہ ادا نہ کیا جائے، بل کہ سونایا چاندی کے زیور کی قیمت کو بنیاد بنا کر زکاة

(۱) والمعتبر وزنهما أداءً ووجوباً ولا قيمتهما، قال الشامي تحت قوله (والمعتبر وزنهما أداءً) يعني يعتبر أن يكون المؤدى قدر الواجب وزناً ولا يعتبر فيه القيمة ..... و لو كان له إبريق فضة وزنه مائتان و قيمته لصياغته ثلثمائة إن أدى من العين يؤد ربع عشرة و هو خمسة قيمتها سبعة ونصف، وإن أدى خمسة جاز، و لو أدى من خلاف جنسه يعتبر القيمة بالإجماع. (الدر المختار مع ردالمختار: ۲۲۷/۳، باب زكاة المال)

و يعتبر أن يكون المؤدى قدر الواجب وزناً ولا يعتبر فيه القيمة ..... و لو كان له إبريق فضة وزنه مائتان و قيمته لصياغته ثلثمائة إن أدى من العين يؤد ربع عشرة و هو خمسة قيمتها سبعة ونصف، وإن أدى خمسة جاز، و لو أدى من خلاف جنسه يعتبر القيمة بالإجماع. (الفتاوى الهندية: ۱۷۷/۱)

فتاوی دارالعلوم: ۱۲۶/۶، فتاوی عثمانی: ۶۶/۲، المسائل المهمة: ۱۳۱/۳

(۲) والمعتبر وزنهما أداءً ووجوباً ولا قيمتهما قال الشامي تحت قوله (المعتبر وزنهما أداءً) يعني يعتبر أن يكون المؤدى قدر الواجب وزناً عند الإمام، والثاني قوله (لا قيمتهما) هذا إن لم يؤد من خلاف الجنس و إلا اعتبرت القيمة إجماعاً، وأجمعوا أنه لو أدى من خلاف جنسه اعتبرت القيمة.

(الدر المختار مع ردالمختار: ۲۲۷/۳)

روپیوں سے ادا کی جا رہی ہو، تو اس صورت میں محض زیورات میں لگی ہوئی سونے یا چاندی کی مقدار کا اعتبار نہیں ہوگا، بل کہ یہ دیکھا جائے گا کہ مارکیٹ میں اس زیور کی قیمت کتنی ہے، اور مارکیٹ میں زیورات کی قیمت کا اعتبار محض اس میں لگے ہوئے سونے اور چاندی کے اعتبار سے نہیں ہوگا، بل کہ اس کی قیمت میں صنعت کی قیمت بھی ملائی جائے گی، اسی لیے اس نصاب والے زیورات کے چالیسویں حصے میں محض سونے یا چاندی کی قیمت کا اعتبار نہیں ہوگا؛ بل کہ اس کی صنعت کا بھی اعتبار ہوگا اور صنعت کی بھی رقم ادا زکاة میں ادا کی جائے گی۔

## ﴿ باب عروض التجارة ﴾

### رقم المتن - ۸۷

الزَّكَاةُ وَاجِبَةٌ فِي عُرُوضِ التِّجَارَةِ كَأَيِّ مِمَّا كَانَتْ إِذَا بَلَغَتْ قِيَمَتُهَا نَصَابًا مِنَ الْوَرَقِ أَوْ الذَّهَبِ.

ترجمہ: زکاة واجب ہے تجارت کے سامان میں سامان کوئی بھی ہو، جب پہنچ جائے اس کی قیمت نصاب کو چاندی یا سونے سے۔

### توضیح المسئلة

فقہاء تجارتی مال کو عروض تجارت کہتے ہیں، اور اس سے مراد سونا چاندی کے علاوہ ہر وہ سامان ہوتا ہے جو تجارت کے لیے مہیا کیا گیا ہو، خواہ وہ کسی بھی قسم کا ہو، اگر اس پر سال گزر جائے اور اس کی قیمت بقدر نصاب ہو تو ایسے سامان تجارت پر زکاة واجب ہوتی ہے۔

## تفریع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (١٧٧)

شیرز (Shares) کی مختلف صورتیں اور ان پر زکاة کا حکم

(الف) اگر شیرز ایسی کمپنی کے ہیں جو تجارت کرتی ہے، مثلاً: لوہا، کپڑا، سیمنٹ، الیکٹرانک سامان، پہننے اور اوڑھنے کی چیزیں وغیرہ فروخت کرتی ہے، تو شیرز اور منافع دونوں پر زکاة واجب ہوگی (۱)۔

(ب) اور اگر شیرز ایسی کمپنی کے ہیں جو تجارت نہیں کرتی، بل کہ محض کرایہ وصول کرتی ہے، جیسا کہ ریلوے کمپنی اور بس کمپنی وغیرہ تو محض منافع شیرز پر زکاة واجب ہوگی (۲)۔

(ج) اور اگر شیرز ایسی کمپنی کے ہیں جو خام مال خرید کر سامان اور چیزیں تیار کر کے فروخت کرتی ہے، تو شیرز اور منافع دونوں پر زکاة واجب ہوگی (۳)۔

## طريقة الإنطباق

اشیائے مملوکہ میں زکاة کے واجب ہونے کے لیے مملوک شئی میں تین شرطوں کا

(۱) ومن كان له نصاب فاستفاد في أثناء الحول من جنسه ضمه إليه و زكاه به.

(الهداية: ۱/۱۹۳، کتاب الزکاة)

(۲) ولو اشترى قدوراً من صفر بمسكها أو بواجرها لا تجب فيها الزكاة كما لا تجب في بيوت الغلة.

(الفتاوى الهندية: ۱/۱۸۰)

(۳) الزكاة واجبة في عروض التجارة كائنة ما كانت إذا بلغت قيمتها نصاباً من الورق أو الذهب.

(المختصر القدوري: ص ۴۸، محقق و مدلل جدید مسائل: ۱/۱۷۹)

پایا جانا ضروری ہے:

(الف) وہ شے مملوک، کامل نصاب کو پہنچ چکی ہو، یعنی اس کی مالیت ساڑھے باون تولہ چاندی، یا ساڑھے سات تولہ سونے کی مالیت کے بقدر ہو۔  
(ب) اس نصاب پر سال گزر گیا ہو۔

(ج) وہ شے مملوک تجارت کے لیے ہو، تاکہ نمو (برہوتری) متحقق ہو جائے (۱)، اور شیئرز (Shares) بھی مال تجارت کی نمائندگی کرتے ہیں، اس لیے وہ کمپنیاں جو تجارت کرتی ہیں، ان کے شیئرز اور منافع دونوں پر زکاة واجب ہوگی؛ کیوں کہ ان کمپنیوں کے شیئرز میں زکاة واجب کرنے والی شرط (تجارت) پائے گئی (۲)، اور وہ کمپنیاں جو تجارت نہیں کرتی، محض کرایہ وصول کرتی ہیں، ان کے محض منافع شیئرز پر زکاة واجب ہوگی؛ کیوں کہ اجرت پردی ہوئی چیزوں سے حاصل شدہ منافع ثمن تجارت کے درجہ میں ہیں (۳)؛ نیز منافع میں نمو (برہوتری) کے معنی پائے جاتے ہیں اصل میں نہیں، اور زکاة کو واجب کرنے میں نمو ہی اثر انداز ہوتی (۴)۔

(۱) اعلم أن شرائط الزكاة ثمانية خمسة في المالك ..... وثلاثة في المملوك و هو أن يكون نصاباً كاملاً و حولاً كاملاً و كون المال إما سائماً أو للتجارة. (الجوهرة النيرة: ۱ / ۲۸۴، كتاب الزكاة)

(۲) شرط الشيء يتبعه فيثبت بثبوته. (موسومة القواعد الفقهية: ۶ / ۷۶)

(۳) لأن أجرة دار التجارة وعبد التجارة بمنزلة ثمن التجارة في الصحيح من الرواية.

(فتاویٰ قاضیخان علی ہامش الہندیہ: ۱ / ۲۵۳)

(۴) ومنها كون المال نامياً، لأن معنى الزكاة و هو النماء، لا يحصل إلا من المال النامي.

(۲ / ۳۹۴، كتاب الزكاة)

رقم المسئلة (١٧٨)

## مرغی فارم (Poultry farm) کی زکاة

مرغی فارم کی زمین اور عمارت وغیرہ کی قیمت پر زکاة واجب نہیں (۱)، اور ان میں جو مرغیاں پالی جاتی ہیں ان کی دو صورتیں ہیں:

(الف) اگر مرغی فارم سے انڈے مقصود ہیں اور انہیں کے ذریعہ آمدنی حاصل کی جاتی ہے، مرغیاں فروخت کے لیے نہیں ہیں، تو ایسی صورت میں مرغیوں کی قیمت پر زکاة واجب نہیں ہوگی (۲)؛ بل کہ صرف انڈوں سے حاصل ہونے والی آمدنی پر زکاة لازم ہوگی (۳)؛ گویا مرغیاں آلات کے درجے میں ہیں۔

(ب) اور اگر مرغی فارم سے محض انڈے مقصود نہیں بل کہ خود مرغیوں اور چوزوں کو بیچنا مقصود ہے تو ایسی صورت میں سال پورا ہونے پر ان مرغیوں اور چوزوں کی قیمت پر

(۱) لا تحب الزكاة في الشوم والإهاون التي يحتاج إليها ليدهن بها الجلود، وآلات الصناعات الذين يعملون بها، وظروف الأمتعة لا تحب فيها الزكاة. (فتاویٰ التاتارخانیہ: ۱۹/۲)

(۲) ولو اشترى قدورا من صفر يمسكها أو يواجرها لا تحب فيها الزكاة كما لا تحب في بيوت الغلة.

(فتاویٰ قاضی خان علی ہامش الہندیہ: ۱/۲۵۱)

(۳) إذا أجر دراه أو عبده بمأثني درهم لا تحب الزكاة ما لم يحل الحول بعد القبض في قول أبي حنيفة

(رحمہ اللہ) فإن كانت الدار والعبد للتجارة وقبض أربعين درهماً بعد الحول، كان عليه درهم يحكم

الحول الماضي قبل القبض، لأن أجرة دار التجارة وعبد التجارة بمنزلة ثمن التجارة في الصحيح من الرواية.

(فتاویٰ قاضی خان علی ہامش الہندیہ: ۱/۲۵۳)



زکاة واجب ہوگی (۱)۔

### طريقة الانطباق

یہاں ایک اصول ذہن نشیں کر لینا چاہیے تاکہ انطباق واضح ہو جائے، سونے اور چاندی کے علاوہ اموال میں زکاة کے واجب ہونے کے لیے تجارت کی نیت کا ہونا ضروری ہے تاکہ نمو (بڑھوتری) متحقق ہو جائے (۲)، اب یہ نمو خواہ تجارت کے ذریعہ سے ہو یا اجارہ (کرایہ) کے ذریعہ کیوں کہ اشیاے مستأجرہ کی اجرت کو معنی نمو کے پائے جانے کی وجہ سے ثمن تجارت کا درجہ حاصل ہے (۳)۔

مذکورہ اصول کی روشنی میں یہ بات واضح ہوگئی کہ اگر مرغی فارم سے مرغیوں کو فروخت کرنا مقصود ہے تو دونوں میں معنی نمو کے پائے جانے کی وجہ سے، اور اگر صرف انڈے فروخت کرنا مقصود ہے مرغیاں نہیں تو صرف انڈوں میں معنی نمو کے پائے جانے کی وجہ سے زکاة واجب ہوگی۔

(۱) الزکاة واجبة في عروض التجارة كائنة ما كانت إذا بلغت قيمتها نصيباً من الورق والذهب.  
(الفتاوى الهندية: ۱/۱۷۹، الفصل الثاني في العروض، محقق وممدل جديد مسائل: ۱/۱۷۴)  
(۲) الأصل أن ماعدا الحجرين والسوائيم إنما يزكى بنية التجارة..... و شرط مقارنتها لعقد التجارة وهو كسب المال بالمال بعقد شراء أو إجارة.  
(الدر المختار: ۳/۱۹۴، كتاب الزکاة)  
ومنها كون المال نامياً لأن معنى الزکاة وهو النماء لا يحصل إلا من المال النامي.

(بدائع الصنائع: ۲/۳۹۴)

(۳) لأن أجرة دار التجارة وعبد التجارة بمنزل ثمن التجارة في الصحيح من الرواية.

(فتاوى قاضی خان علی ہامش الہندیہ: ۱/۲۵۳)

رقم المسئلة (١٧٩)

## تجارتی پلاٹ (Plot) پر زکاة

اگر کسی شخص نے کوئی پلاٹ (Plot) بیچنے اور فروخت کرنے کی نیت سے خریدا ہو تو ایسے پلاٹ پر بازاری قیمت (Market Rate) کے اعتبار سے زکاة واجب ہوگی، مثلاً جس وقت خریدا اس وقت اس کی قیمت صرف پچاس ہزار تھی لیکن سال پورا ہوا، اس روز اس کی قیمت بازار کے اعتبار سے ایک لاکھ روپے ہو تو ایک لاکھ کی زکاة ادا کرنی ہوگی (۱)۔

### طريقة الإنطباق

نمو کے معنی بڑھوتری کے آتے ہیں جس کی باب زکاة میں دو قسمیں ہیں:

(الف) نمو حقیقی: اس کا مطلب یہ ہے کہ مال تو والد و تناسل اور تجارت کی شکل میں بڑھتا رہے۔

(ب) نمو تقدیری: اس کا مطلب یہ ہے کہ صاحب مال از خود یا اپنے نائب وغیرہ کے ذریعے سے مال کو بڑھانے اور ترقی کرنے پر قدرت رکھتا ہو (۲)؛ پس معلوم ہوا کہ

(۱) قال الکاساني سواء كان مال التجارة عروضاً أو عقاراً أو شيئاً مما يكال أو يوزن، لأن الوجوب في أموال التجارة تعلق بالمعنى وهو المالية و القيمة وهذه الأموال كلها في هذا المعنى جنس واحد.

(بدائع الصنائع: ۲/ ۴۱۶، فصل في نصاب أموال التجارة)

و تعتبر القيمة يوم الوجوب، وقالوا يوم الأداء كما في السوائيم يوم الأداء إجماعاً و هو الأصح و يقوم في البلد الذي المال فيه لو في مغارة.

(رد المحتار: ۳/ ۲۲۹، الفتاوى الهندية: ۱/ ۱۸۰)

(۲) وفي الشرع هو نوعان حقيقي و تقديري فالحقيقي الزيادة بالنوالد و التناسل و التجارات، و التقديري تمكنه من الزيادة بكون المال في يده أو يد نائبه.

(رد المحتار: ۳/ ۱۷۹)

وجوب زکاة کے لیے مال کا مال نامی ہونا شرط ہے خواہ نمو حقیقی ہو یا تقدیری ہو (۱)، اور تجارتی پلاٹ میں نمو حقیقی کی شرط موجود ہے، اسی لیے شرط کے پائے جانے کی وجہ سے اس میں زکاة واجب ہوگی (۲)۔

رقم المسئلة (۱۸۰)

## مرغی یا مچھلی فارموں (Poultry or Fish farms)

میں استعمال ہونے والی خوراک پر زکاة کا حکم

مرغی یا مچھلی فارموں میں مرغیوں یا مچھلیوں کو کھلانے کے لیے جو خوراک استعمال کی جاتی ہے عامتاً ان فارموں کے مالکان اسٹاک (Stock) میں وہ خوراک خرید کر رکھ لیتے ہیں جن کی مالیت بسا اوقات نصاب یا نصاب سے زائد ہوتی ہے، شرعاً ان خوراک پر زکاة واجب نہیں ہے (۳)۔

(۱) وإنما النماء شرط الوجوب. (الهداية: ۱/۲۰۷، باب من يجوز دفع الصدقات)

(۲) الزكوة واجبة في عروض التجارة ما كانت ما كانت إذا بلغت قيمتها نصاباً من الورق أو الذهب لأنها معدة للإستثناء بأعداد العبد فأشبه المعد بأعداد الشرع و يشترط نية التجارة ليثبت الإعداد.

(الهداية: ۱/۱۹۵، باب زكاة المال)

شرط الشيء يتبعه فيثبت بثبوته. (موسوعة القواعد الفقهية: ۶/۷۶)

(۳) وكذلك آلات المحترفين قال الشامي أي سواء كانت مما لا تستهلك عينه في الإنتفاع ..... أو تستهلك لكن هذا منه ما لا يبقى أثر عينه كصابون و حرض الغسال.

(الدر المختار مع رد المحتار: ۳/۱۸۳، كتاب الزكاة، كتاب المسائل: ۲/۲۲۰)

رقم المسئلة (١٨١)

پریس (Press) میں چھپائی کے لیے رکھی ہوئی

روشنائی (Ink) پر زکاة کا حکم

عموماً بڑے پریس والے چھپائی کے لیے روشنائی کا بڑا اسٹاک (Stock) پہلے سے خرید کر رکھ لیتے ہیں، اگر اسٹاک میں رکھے ہوئے روشنائی (Pink) کی مالیت بقدر نصاب ہو تو اس پر سال کے گزرنے پر زکاة واجب ہوگی (۱)۔

### طريقة الإنطباق

الزكاة واجبة في عروض التجارة كائنة ما كانت إذا بلغت قيمتها نصاباً من الورق أو الذهب - یعنی زکاة بقدر نصاب سامان تجارت میں واجب ہے خواہ وہ سامان تجارت کوئی بھی ہو۔ یہاں ایک ضابطہ سمجھ لینا چاہیے تاکہ انطباق بے غبار ہو جائے۔ صنعتی آلات میں جو آلات کام کرنے کے بعد بعینہم باقی رہتے ہیں، جیسے فیکٹریوں کی مشینیں اور بڑھی کا بسولہ وغیرہ، یا وہ آلات بالکلیہ ختم ہو جاتے ہیں، جیسے دھوبی کا صابن، تو ان میں زکاة واجب نہیں ہوتی، اور جن آلات کا صرف اثر باقی رہتا ہے، جیسے رنگریز کے پاس کارنگ، تو ان میں زکاة واجب ہوگی؛ کیوں کہ رنگ یہ ایسا آلہ ہے جو استعمال کے بعد نہ تو بعینہم باقی رہتا ہے اور نہ بالکل معدوم ہوتا ہے بل کہ صرف اس کا اثر باقی رہتا ہے۔

(۱) وأما إذا كان يبقى أثرها في المعمول كما لو اشترى الصباغ عصفراً أو زعفراناً ليصبغ ثياب الناس بأحمر وحال عليه الحول كان عليه الزكاة إذا بلغ نصاباً.

مذکورہ ضابطہ کی روشنی میں دونوں مسئلوں کا انطباق آسان ہو گیا، مرغی یا مچھلی فارموں (Poultry Fish Forms) میں استعمال ہونے والی خوراک میں زکاة واجب نہیں کیوں کہ ضابطہ ہے کہ جو آلہ استعمال ہونے کے بعد بالکلیہ ختم ہو جائے اس میں زکاة واجب نہیں ہوتی ہے، اور خوراک استعمال ہونے کے بعد ختم ہو جاتی ہے، اور پریس (Press) میں چھپائی کے لیے رکھی ہوئی روشنائی (Pink) پر زکاة واجب ہے کیوں کہ ضابطہ ہے کہ جو آلہ استعمال ہونے کے بعد نہ تو بعینہ باقی رہے اور نہ ہی بالکلیہ ختم ہو بل کہ اس کا اثر باقی رہے اس پر زکاة واجب ہوتی ہے، اور روشنائی (Pink) ایک ایسا آلہ ہے جو استعمال کے بعد محض اپنا اثر چھوڑتا ہے نہ تو بالکلیہ ختم ہوتا ہے اور نہ ہی بعینہ باقی رہتا ہے (۱)۔

(۱) وأصل هذا أنه ليس على التاجر زكاة مسكنه وخدمه ومركبه وكسوة أهله وطعامهم ..... العمال الذين يعملون للناس بأجر إذ اشتروا أعياناً للعمل بها فحال عليها عندهم، فكل عين يبقى له أثر في العين بحيث يرى كالعصفر والزعفران وما أشبه ذلك، ففيه الزكاة، وما لا يبقى له أثر في العين بحيث لا يرى كالصابون والأشنان فلا زكاة فيه.

( الفتاوى التاتارخانية: ۱۶۸/۳، الفصل الثالث في بيان عروض التجارة )

وكذلك آلات المحترفين قال الشامي أي سواء كانت مما لا تستهلك عينه في الإنتفاع كالقدوم والمبرد أو تستهلك، لكن هذا منه ما لا يبقى أثر عينه كصابون وجرض الغسال، ومنه ما يبقى كعصفر وزعفران لصباغ ودهن و عقص لذباع فلا زكاة في الأولين، لأن ما يأخذه من الأجرة بمقابلة العمل، و في الأخير الزكاة إذا حال عليه الحول لأن المأخوذ بمقابلة العين كما في الفتح.

( الدر المختار مع رد المحتار: ۱۸۳/۳، كتاب الزكاة )

رقم المسئلة (١٨٢)

(إذا بلغت قيمتها نصاباً من الورق أو الذهب)

## لمیٹڈ کمپنیوں (Limited Companies) پر زكاة کا حکم

آج کل لمیٹڈ کمپنیوں کا رواج عام ہو چکا ہے جس میں چند اشخاص مشترکہ کاروبار کرتے ہیں، کمپنی کا مجموعی سرمایہ نصاب زكاة کے بقدر یا اس سے زائد ہوتا ہے، لیکن اگر اس کی مجموعی مالیت حصہ داروں پر تقسیم کی جائے اور ہر ایک کے حصہ میں بقدر نصاب نہ آتی ہو تو زكاة واجب نہیں ہوگی (۱)، اور اگر ہر ایک کا حصہ بقدر نصاب ہو تو ہر شریک پر اپنے حصے کی زكاة واجب ہوگی (۲)۔

### طريقة الإنطباق

نصاب زكاة میں وجوب زكاة کے لیے نصاب کا شخص واحد کی ملکیت میں ہونا ضروری ہے، یعنی بقدر نصاب مال میں ملکیت ایک شخص کی ہو۔ اگر کمپنی کا مجموعی سرمایہ نصاب زكاة کے بقدر یا اس سے زائد ہو، لیکن ہر شریک کا حصہ بقدر نصاب نہ ہو تو کمپنی کے

(۱) لا تجب الزكاة عندنا في نصاب مشترك من سائمة ومال تجارة وإن صحت الخلطة فيه ..... وإن تعدد النصاب تحب إجماعاً، ويتراجعان بالحصص، ويأنه في الحاوي، فإن بلغ نصيب أحدهما نصاباً زكاة دون الآخر قوله في نصاب مشترك، المراد أن يكون بلوغه النصاب بسبب الإشتراك وضم أحد المالين إلى الآخر بحيث لا يبلغ مال كل منهما بإفرازه نصاباً.

(الدر المختار مع ردالمحتار: ۳/۲۳۵، باب زكاة المال)

(۲) الزكاة واجبة في عروض التجارة كائنة ما كانت إذا بلغت قيمتها نصاباً من الورق أو الذهب.

(المختصر القدوري: ص ۴۸، محقق مدلل جديد مسائل: ۱/۱۷۱)

مجموعی سرمایہ پر زکاة واجب نہیں ہوگی، کیوں کہ نصاب زکاة (مجموعی سرمایہ) شخص واحد کی ملک نہیں ہے، اور اگر ہر شریک کا حصہ بقدر نصاب یا اس سے زائد ہو تو چوں کہ یہاں بقدر نصاب مال شخص واحد کی ملک میں ہے، اس لیے ہر شریک پر زکاة واجب ہوگی (۱)۔

## ﴿باب زكاة الزروع والثمار﴾

### رقم المتن - ۸۸

قَالَ أَبُو حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى فِي قَلِيلٍ مَّا أَخْرَجَتْهُ الْأَرْضُ وَكَثِيرُهُ  
الْعُشْرُ وَاجِبٌ سِوَاءِ سُقْيٍ سَيْحًا أَوْ سَقْتَهُ السَّمَاءُ إِلَّا الْحَطَبَ وَ  
الْقَصَبَ وَ الْحَشِيشَ ..... وَ مَا سُقِيَ بِغَرْبٍ أَوْ دَالِيَةٍ أَوْ سَانِيَةٍ فَفِيهِ  
نِصْفُ الْعُشْرِ عَلَى الْقَوْلَيْنِ.

ترجمہ: امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ زمین کی پیداوار میں کم ہو یا زائد عشر (دسواں حصہ) واجب ہے خواہ زمین جاری پانی سے سیراب کی گئی ہو یا بارش کے پانی سے سوائے لکڑی، بانس اور گھاس کے، اور جو زمین سپنجی گئی ڈول سے یا رہٹ سے یا اونٹنی سے تو اس میں نصف عشر (بیسواں حصہ) ہے دونوں قولوں پر۔

(۱) قال العلامة أبو بكر الكاساني فأما إذا كانت مشركة (بين اثنين) فقد اختلف فيه، قال أصحابنا أنه يعتبر في حال الشراكة ما يعتبر في حال الإفراد، وهو كمال النصاب في حق كل واحد منهما، فإن كان نصيب كل واحد منهما يبلغ نصابا تحب الزكاة وإلا فلا.

(بدائع الصنائع: ۲/ ۴۳۳، كتاب الزكاة، فصل في نصاب الغنم)

### توضیح المسئلة

شریعتِ مطہرہ نے جن اموال میں زکاة واجب قرار دیا ہے، ان میں ایک زمین کی پیداوار بھی ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے: ”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنْفِقُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ“ یعنی اے ایمان والو! اپنی پاک کمائیوں اور زمین کی پیداوار سے خرچ کرو۔ اور ایک جگہ ارشاد ہے کہ کھیتی کاٹنے کے دن اس کا حق ادا کرو ”وَأْتُوا حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ“؛ لہذا قولِ امام کے مفتی بہ قول کے مطابق زمین کی ہر پیداوار میں خواہ وہ قلیل ہو یا کثیر بشرطیکہ وہ مقصود بالزراع ہو (جس کو لوگ عامتاً بوتے ہوں اور اس سے مقصود کمائی اور آمدنی کا حصول ہو) عشر (دسواں حصہ) واجب ہے، جب کہ اس کھیتی کی سیرابی قدرتی ذرائع مثلاً بارش اور چشمہ کے پانی سے ہوئی ہو، اور اگر کھیتی کی سیرپائی اور آبیاری مالکِ ارض اپنی محنت سے کرے تو اس کھیتی میں نصف عشر (بیسواں حصہ) واجب ہوگا۔

**نوٹ:** یہاں یہ بھی ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ عشر و زکاة میں چند فروق ہیں جنہیں مندرجہ ذیل بیان کر دیا جا رہا ہے:

(الف) عشر کے واجب ہونے میں کسی نصاب کی شرط نہیں، قلیل و کثیر ہر دو پیداوار میں عشر واجب ہوتا ہے (۱)، جب کہ وجوب زکاة کے لیے نصابِ شرعی کا ہونا ضروری ہے (۲)۔

(۱) قال أبو حنيفة رحمه الله في قليل ما أخرجته الأرض وكثيره العشر واجب.

(المختصر القدوري: ص ۴۸، باب زكاة الزروع والثمار)

(۲) الزكاة واجبة على الحر المسلم ..... إذا ملك نصاباً كاملاً. (المختصر القدوري: ص ۴۳)



- (ب) اشیائے عشر میں عشر کے واجب ہونے کے لیے عشری اشیاء کا ایک سال تک باقی رہنا شرط نہیں ہے، اسی لیے سبزیوں میں بھی عشر واجب ہوتا ہے (۱)، جب کہ زکاة کے وجوب کے لیے نصاب کا ایک سال باقی رہنا شرط ہے (۲)۔
- (ج) عشر میں حولانِ حول (سال گزرنے) کی بھی قید نہیں ہے، حتیٰ کہ اگر کسی زمین میں سال کے اندر دو مرتبہ کاشت کی جائے تو ہر مرتبہ کی پیداوار میں عشر واجب ہوگا (۳)، جب کہ زکاة نصابِ شرعی میں ایک ہی مرتبہ واجب ہوتی ہے (۴)۔
- (د) عشر کے واجب ہونے کے لیے عاقل ہونا بھی شرط نہیں ہے، مجنون کے مال میں بھی عشر واجب ہے، جب کہ زکاة کے واجب ہونے کے لیے عقل ضروری ہے۔
- (هـ) عشر کے واجب ہونے کے لیے بالغ ہونا بھی شرط نہیں ہے، نابالغ کے مال میں بھی عشر واجب ہے، جب کہ زکاة کے وجوب کے لیے بلوغت ضروری ہے۔

(۱) قال الشامي تحت قوله (بلا شرط نصاب وبلا شرط بقاء) فيجب فيما دون النصاب بشرط أن يبلغ صاعاً وقيل نصفه، وفي الحضرات التي لا تبقى، وهذا قول الإمام وهو الصحيح كما في التحفة.

(ردالمحتار: ۳/۲۶۵، باب العشر)

(۲) الزكاة واجبة على الحر ..... إذا ملك نصاباً كاملاً ملكاً تاماً وحال عليه الحول.

(المختصر القدوري: ص ۴۳)

(۳) وبلا شرط بقاء وحولان حول قال الشامي حتى لو أخرجت الأرض مراراً وجب في كل مرة لإطلاق النصوص عن قيد الحول، ولأن العشر في الخارج حقيقة فيتكرر بتكرره. (ردالمحتار: ۳/۲۶۶، باب العشر)

(۴) لا يد من الحول لأنه لا بد من مدة يتحقق فيها النماء، وقدرها الشرع بالحول لقوله صلى الله عليه وسلم لا زكاة في مال حتى يحول عليه الحول، ولأنه الممكن به من الاستئمان لإشتماله على الفصول المختلفة والغالب تفاوت الأسعار فيها فادير الحكم عليه. (الهداية: ۱/۱۸۵، كتاب الزكاة)

(و) عشر کے واجب ہونے کے لیے آزاد ہونا بھی شرط نہیں ہے، مکاتب اور ماذون کے مال میں بھی عشر واجب ہے، جب کہ زکاۃ کے وجوب کے لیے آزاد ہونا ضروری ہے (۱)۔

(ز) عشر کے واجب ہونے کے لیے زمین کا مالک ہونا بھی شرط نہیں ہے، اگر کرایہ کی زمین ہو تو بھی اس کی پیداوار پر زکاۃ واجب ہے، جب کہ زکاۃ کے وجوب کے لیے نصاب شرعی کا مالک ہونا ضروری ہے (۲)۔

(ح) مالک ارض مقروض ہو تب بھی عشر واجب ہوگا (۳)، جب کہ زکاۃ کے واجب ہونے کے لیے آدمی کا قرض سے خالی ہونا ضروری ہے (۴)۔

### تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (١٨٣)

ہندوستان کی زمینیں (Lands) عشری ہیں یا خراجی؟

ہندوستان کی زمینیں عشری ہیں یا خراجی سے متعلق فقہ اکیڈمی کے چھٹے فقہی سیمینار

(۱) قال الشامي تحت قوله (وفي أرض صغير) فلا يشترط في وجوبه العقل والبلوغ والحرية ملك الأرض ليس بشرط لوجوب العشر، وإنما الشرط ملك الخارج لأنه يجب في الخارج.

(رد المحتار: ۲۶۶/۳، باب العشر)

(۲) الزكاة واجبة على الحر المسلم العاقل البالغ إذا ملك نصيباً كاملاً ملكاً تاماً و حال عليه الحول و ليس على صبي و لا مجنون و لا مكاتب زكاة.

(المختصر القدوري: ص ۴۳)

(۳) ويجب مع الدين.

(۴) و من كان عليه دين محيط بماله فلا زكاة عليه.

(الدر المختار: ۲۶۶/۳، باب العشر)

(المختصر القدوري: ص ۴۳)

عمر آباد بتاریخ ۱۷ تا ۲۰ رجب ۱۴۱۲ھ، مطابق ۳۱ دسمبر ۱۹۹۳ء تا ۳ جنوری ۱۹۹۴ء میں جو قرار داد منظور کی گئی وہ مندرجہ ذیل ہیں:

(الف) مسلمان حکومت کی طرف سے مسلمانوں کو عطا کردہ زمینیں جواب تک مسلمانوں کے پاس چلی آرہی ہیں، وہ عشری ہیں (۱)۔

(ب) جس علاقے کے لوگ مسلم حکومت کے قیام سے پہلے بخوشی مسلمان ہو گئے ہوں اور وہ زمینیں ابھی تک مسلمانوں ہی کے پاس چلی آرہی ہیں، وہ عشری ہیں (۲)۔

(ج) جو زمین عرصہ دراز سے مسلمانوں کے پاس ہیں اور تاریخی طور پر ان کا خراجی ہونا ثابت نہیں ہے، وہ بھی عشری ہیں (۳)۔

### طريقة الإنطباق

عشری زمین اس زمین کو کہتے ہیں جس میں عشر (دسواں حصہ) یا نصف عشر (بیسواں حصہ) واجب ہو، اور یہ وہ زمین ہیں جنہیں حکومت اسلام نے مسلمانوں کو عطا کیا

(۱) وكل بلدة فتحت عنوة وقسمها الإمام بين الغانمين فهي عشرية.

(فتاویٰ قاضی خان: ۱/۱۲۹، فصل العشر والخراج)

كل أرض فتحت عنوة وفهرا وقسمت بين الغانمين المسلمين فهي عشرية. (الفتاویٰ التاتاریخانیہ: ۲/۸۱)

(۲) الأرض العشرية التي أسلم عليها أهلها طوعاً، لأنها أرض إسلامية يناسبها ما في معنى العبادة.

(الفقه الإسلامي وأدلته: ۳/۱۹۰۲)

(۳) وجوب العشر إذا ملك المسلم مستمرا عليها من زمن السلطنة المسلمة انتقلت إليه وهو لا يعلم

أنها من مسلم انتقلت أو كما فر؟ هذا ما اختاره الشيخ رشيد أحمد الغنغوهي ومولانا أشرف علي

النهانوي، ومبناه عدم القطع بكونه دار الحرب لاسيما في بعض الأحكام. (فتاویٰ محمودیہ: ۹/۴۵۶،

امداد الفتاویٰ: ۲/۶۲، فتاویٰ رشیدیہ: ص ۴۴۷، المسائل المهمہ: ۳/۱۴۷)

ہو، یا اس زمین کے رہنے والے بخوشی مسلمان ہو گئے ہوں اور وہ زمینیں انہیں کے پاس چلی آرہی ہو (۱)، اس تعریف میں 'الف' اور 'ب' والی صورت داخل ہو گئی، رہ گئی 'ج' والی صورت، اس میں عشر کے واجب ہونے کی وجہ عشر میں بنیادی تصور عبادت کا ہے (۲)، اور عبادت میں احتیاط کا پہلو غالب ہوتا ہے (۳)؛ اسی وجہ سے 'ج' والی صورت میں بھی عشر واجب ہوگا۔

رقم المسئلة (۱۸۴)

ٹیوب ویل (Tubewell) کے ذریعہ سیراب کی ہوئی

زمین کی پیداوار پر عشر کا حکم

آج کل کھیتیوں کی سیرابی کے لیے ٹیوب ویل (Tube well) کا استعمال عام ہو چکا ہے، کیوں کہ ٹیوب ویل کے ذریعہ کھیتی کی سیرابی اچھی طرح ہو جاتی ہے، وقت بھی کم لگتا، ٹیوب ویل کے ذریعہ سیراب کی ہوئی زمین کی پیداوار پر شرعاً نصف عشر (پیداوار کا

(۱) الأرض العشرية ما فيها عشرًا ونصف عشر، وليس فيها الخراج وهي ما أسلم أهلها طوعًا أو فسخ

عنوة، وقسمت على جيش المسلمين. (التعريفات الفقهية: ص ۱۶۸)

(۲) قال الشامي تحت قوله (لأنه ألبق بالمسلم) أي لما فيه معنى العبادۃ.

(الدر المختار مع الشامية: ۲۷۲/۳، كتاب الجهاد باب العشر والخراج)

ولأبي حنيفة (رحمه الله) أن الأراضي النامية لا تخلو من العشر أو الخراج والذمي ليس أهلاً للعشر لأنه

معنى العبادۃ لقوله تعالى واتوا حقه يوم حصاده. (الإختیار لتعلیل المختار: ۳۶۷/۱)

(۳) الإحتیاط فی حقوق الله تعالى لا فی حقوق العباد. (قواعد الفقه: ص ۵۴)

بیسواں حصہ) واجب ہوگا (۱)۔

### طريقة الإنطباق

فقہائے کرام کی تصریحات کے مطابق جس کھیت کی زراعت میں آب پاشی کے لیے بوجھ اٹھانا پڑے تو اس میں نصف عشر (بیسواں حصہ) واجب ہوتا ہے (۲)، اور ٹیوب ویل (Tube wel) کے ذریعہ آب پاشی کی صورت میں بھی مالی بوجھ کی علت موجود ہے، اس لیے علت کے پائے جانے کی وجہ سے ٹیوب ویل کے ذریعہ سیراب کی ہوئی کھیتی میں نصف عشر واجب ہوگا (۳)۔

رقم المسئلة (۱۸۵)

بارش اور ٹیوب ویل (Tubewell) کے ذریعہ سیراب

کی ہوئی زمین کی پیداوار پر عشر کا حکم

بسا اوقات کھیتوں کی سیرابی بارش اور ٹیوب ویل دونوں کے ذریعہ سے ہوتی ہے، اگر بارش کے پانی کو دیکھا جائے تو اس کا تقاضا عشر ہے، اور اگر ٹیوب ویل کے ذریعہ سیرابی کا اعتبار کیا جائے تو اس کا تقاضا نصف عشر ہے، تو اس سلسلے میں ضابطہ یہ ہے کہ اگر زمین ایسی

(۱) عن سالم بن عبد الله عن أبيه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال فيما سقت السماء والعيون أو كان عشريا العشر وسقى بالنضح نصف العشر وما سقى بغرب أو دالية أو سانية ففيه نصف العشر على القولين.

(الصحيح للبخاري: ۱/ ۱۰۲، باب العشر، المختصر القدوري: ص ۴۸)

فتاویٰ محمودیہ: ۹/ ۴۳۲، فتاویٰ حقانیہ: ۳/ ۵۶۷، المسائل المهمہ: ۳/ ۱۴۸)

(۲) وما سقى بالدولاب والدالية ففيه نصف العشر. (الفتاوى الهندية: ۱/ ۱۸۶، الباب السادس)

(۳) الحكم يدور مع علته عدما ووجودا. (القواعد الفقهية: ص ۲۷۲)

ہے کہ اس کی سینچائی اکثر بارش کے پانی سے ہی ہوئی ہے، ٹیوب ویل کی اتفاقہ معمولی نوبت آئی ہے، تو اس کو بارانی ہی سمجھا جائے گا، اور اس کی پیداوار میں عشر واجب ہوگا، اور اگر اس کی سینچائی اکثر ٹیوب ویل سے ہوئی ہے تو اس میں نصف عشر واجب ہوگا۔ اور اگر دونوں (بارش، ٹیوب ویل) سے مساوی طور پر سینچائی ہوئی ہے تو نصف عشر واجب ہوگا (۱)۔

### طريقة الإنطباق

یہاں دو فقہی قاعدوں کا سمجھنا ضروری ہے تاکہ انطباق آسان ہو جائے۔ پہلا قاعدہ: اکثر کو کل کا مقام حاصل ہوتا ہے، یعنی اگر کسی شے کے ثابت ہونے کے لیے متعدد افراد ہوں تو ان میں اکثر کا پایا جانا حکم کو ثابت کر دیتا ہے، اور اکثر افراد کا معدوم ہونا حکم کو معدوم کر دیتا ہے، مثلاً ذبیحہ کے حلال ہونے کے لیے چار رگوں کا کٹنا مطلوب ہے، اگر تین رگیں کٹی ہیں تب بھی ذبیحہ حلال ہو جائے گا، اور اگر اکثر رگیں نہ کٹی ہوں تو ذبیحہ حلال نہیں ہوگا کیوں کہ اکثر کو کل کا مقام حاصل ہوتا ہے، یعنی اگر اکثر رگیں کٹی ہوں تو یہی سمجھا جائے گا کہ کل رگیں کٹ گئیں، اور اگر اکثر نہ کٹی ہوں تو یہی سمجھا جائے گا کہ کل رگیں نہیں کٹی (۲)۔

(۱) ولو سقى سيحا وبالة اعتبر الغالب ولو إستويا فصصفه. (الدر المختار: ۲۶۹/۳، كتاب الزكاة،

باب العشر، البحر الرائق: ۴۱۶/۲، باب العشر، فتاوى حقانيه: ۵۹۸/۳)

(۲) الأكثر يقوم مقام الكل. هذه القواعد و كثير غيرها بمعناها تودی معنى متحدا، و هو أن الحكم إذا تعلق بمتعدد و وجد أكثر هذا المتعدد فإن الحكم ينطبق على الكل، و لا يضر ثبوت الحكم تخلف الأقل أو عدم وجوده ..... من أمثلة هذه القاعدة. المطلوب في حل الذبيحة الاختيارية قطع الحلقوم و المرئ والودجين و لكن أحازوا قطع أكثرها أو أكثر كل واحد منها فتحل. (موسوعة القواعد الفقهية: ۲۵۴/۲)

دوسرا قاعدہ: جو چیز یقینی ہو اس کو شک ختم نہیں کر سکتا، یعنی جس حکم کے ثبوت میں یقین ہو اس کو محض شک کی وجہ سے ختم نہیں کیا جاسکتا ہے۔ مثلاً ایک شخص کو حدث کا یقین ہے اور طہارت میں شک ہو گیا تو حدث کے یقینی ہونے کی وجہ سے وہ محدث (بے وضو) ہی ہوگا، اور اگر طہارت کا یقین ہو اور حدث میں شک ہو گیا ہو تو طہارت کے یقینی ہونے کی وجہ سے وہ با وضو ہی ہوگا (۱)۔

مذکورہ بالا دونوں قاعدوں کی روشنی میں بات صاف ہو گئی کہ کھیتی کی سیرابی میں عشر یا نصف عشر کا حکم لگانے کے لیے اکثریت کا اعتبار کیا جائے گا، اسی وجہ سے اگر کھیتی کی سیرابی اکثر بارش کے پانی سے ہوئی ہے تو عشر، اور اگر اس کی سینچائی اکثر ٹیوب ویل سے ہوئی ہے تو نصف عشر واجب ہوگا؛ کیوں کہ اکثر کو کل کا مقام حاصل ہوتا ہے۔

اور اگر کھیتی کی سیرابی بارش اور ٹیوب ویل سے مساوی طور پر ہوئی ہے، تو اس صورت میں نصف عشر کا وجوب یقینی ہے؛ کیوں کہ سیرابی میں بارش اور ٹیوب ویل دونوں کا مساوی طور پر دخل ہے، جس کی وجہ سے نصف عشر سے زائد واجب ہونے میں شک واقع ہو گیا، اور ثبوت کے لیے یقین ہونا ضروری ہے، اور وہ نصف عشر ہے اور نصف عشر سے زائد میں شک ہے اسی وجہ سے نصف عشر سے زائد واجب نہیں ہوگا (۲)۔

(۱) الیقین لا يزول بالشك، من يتيقن الحدث وشك في الطهارة فهو محدث، ومن يتيقن الطهارة وشك

في الحدث فهو متطهر، لأن اليقين لا يزول بالشك. (موسوعة الفوائد الفقهية: ۲/۱۰۰)

(۲) قال الشامي تحت قوله (ولو آمنوا بنصفه) كنا في القهستاني عن الاختيار لأنه وقع الشك في

الزيادة على النصف فلا تجب الزيادة بالشك. (ردالمحتار: ۳/۲۶۹، باب العشر)

رقم المسئلة (١٨٦)

## جدید طریقہ کاشت (Way Of Cultivation) کی صورت میں

### عشر کا حکم

پہلے زمانے میں لوگ کاشت کاری کرتے تھے تو صرف ہل چلا کر اور پانی لگا کر یا بارش کے پانی سے سیرابی کر کے پیداوار حاصل کر لیتے تھے، تو بارش کے پانی سے سیرابی کی صورت میں عشر (دسواں حصہ) اور مشین وغیرہ کے ذریعہ سیرابی کی صورت میں نصف عشر (بیسواں حصہ) سمجھ میں آگیا؛ لیکن موجودہ دور میں جدید طریقہ کاشت میں زراعت پر کافی خرچہ آتا ہے، جیسے ٹریکٹر (Tractor) کے ذریعہ زمین کا جوتنا، کھاد، ادویات وغیرہ تو کیا ان اخراجات کو دیکھتے ہوئے عشر یا نصف عشر پر کوئی اثر پڑے گا؟ (یعنی ان اخراجات کے ساتھ زمین کا بارش کے پانی سے سیرابی کی صورت میں عشر کا نصف عشر میں تبدیل ہونا، یا ان اخراجات کے ساتھ زمین کا مشین وغیرہ سے سیرابی کی صورت میں نصف عشر کی مقدار میں کچھ کمی ہونا)۔

تو فقہی ذخائر سے معلوم ہوتا ہے کہ جس زمین کی پیداوار پر اخراجات زیادہ ہوتے ہوں، تو اس پیداوار میں نصف عشر (بیسواں حصہ) واجب ہوگا، اور جس زمین پر کم اخراجات ہوتے ہوں تو دسواں حصہ لازم ہوگا (۱)، لیکن اخراجات کو منہا (ضع) کرنا جائز

(۱) العشر واجب سواء سقى سيحاً أو سقته السماء ..... وما سقى بغرب أو دالية أو سانية ففيه نصف العشر.



نہیں ہے (۱)؛ لہذا جدید طریقہ کاشت پر اخراجات زیادہ آنے کے باوجود منہا کرنا جائز نہیں؛ البتہ عشر بیسواں حصہ کے اعتبار سے ادا کرنا ہوگا۔

### طريقة الإنطباق

”ما سقى بغرب أو دالية أو سانية ففيه نصف العشر“ جو زمین ڈول یا رہٹ یا اوٹنی سے سینچی گئی ہو، اس میں نصف عشر کے واجب ہونے کی علت کثرت مؤنہ (زیادہ اخراجات) ہے، اور یہ علت جدید طریقہ کاشت، ٹریکٹر، کھاد، ادویات وغیرہ میں بھی موجود ہے، اس لیے اگر کھیتی میں یہ سارے اخراجات لگ رہے ہوں، تو علت (کثرت مؤنہ) کے پائے جانے کی وجہ سے اس میں بھی نصف عشر (بیسواں حصہ) ہی واجب ہوگا (۲)۔

= عن سالم بن عبد الله عن أبيه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال فيما سفت السماء والعيون أو كان غثريا العشر، وما سقى بالنضح نصف العشر. (الصحيح للبخاري: ۲۰۱/۱، كتاب الزكاة، باب العشر)  
(۱) قال الشامي تحت قوله (بلا رفع مؤن) أي يجب العشر في الأول ونصفه في الثاني بلا رفع أجرة العمال ونفقة البقر وكرى الأنهار وأجرة الحافظ ونحو ذلك.

(رد المحتار: ۲۶۹/۳، باب العشر، فتاویٰ حقانیہ: ۵۸۹/۳، آپ کے مسائل اور ان کا حل: ص ۱۸۴)  
(۲) ويجب نصفه في سقى غرب ودالية لكثرة المؤنة قال الشامي تحت قوله (لكثرة المؤنة) علة لوجوب نصف العشر فيما ذكر.

قال الشيخ وهبه الزحيلي ويجب نصف العشر فيما سقى كالذوالى (النواعير) النواضح..... وسبب التفرقة واضح، وهو كثرة المؤنة في أرض السقى ونقصها في أرض البعد كما هو الفرق بين الماشية المعلوفة والسائمة. (الفقه الإسلامي وأدلته: ۸۱۳/۲، المطلب الرابع)

رقم المسئلة (١٨٧)

مسجد یا مدرسہ کی موقوفہ اراضی (Product of dedicated

lands) کی پیداوار پر عشر کا حکم

اگر اہل وقف مثلاً ذمے داران مدرسہ یا متولیان مسجد، مدرسہ یا مسجد کے لیے موقوفہ زمین میں کاشت کرتے ہیں، شرعاً ایسی زمین کی پیداوار پر عشر دینا لازم ہوگا (۱)۔

### طريقة الإنطباق

عشر کے واجب ہونے کے لیے زمین کی ملکیت شرط نہیں ہے (۲)، بل کہ ما خرج من الأرض (زمین کی پیداوار) کا مالک ہونا شرط ہے؛ اسی وجہ سے مصنفؒ نے فرمایا ”في قليل ما أخرجته الأرض أو كثيره“؛ کیوں کہ عشر پیداوار میں واجب ہوتا ہے زمین میں نہیں، اور مسجد و مدرسہ کی موقوفہ اراضی میں گرچہ ملکیت کا معنی مفقود ہے لیکن پیداوار کا تحقق ہو گیا ہے، اور عشر بھی پیداوار میں واجب ہوتا ہے اسی لیے مسجد و مدرسہ کی موقوفہ اراضی کے پیداوار پر عشر واجب ہوگا۔

(۱) فيجب في الأراضي التي لا مالك لها، وهي الأراضي الموقوفة لعموم قوله تعالى: يأبها الذين امنوا أنفقوا من طيبات ما كسبتم ومما أخرجنا لكم من الأرض. (بدائع الصنائع: ۱۷۳/۲) ويحب مع الدين وفي أرض صغير ..... ووقف.

(الدر المختار: ۲۴۲/۳، باب العشر، فتاوى حقانيه: ۵۷۲/۳، المسائل المهمة: ۱۶۲/۳)

(۲) قال الشامي تحت قوله (ووقف) أفاد أن ملك الأرض ليس بشرط لوجوب العشر، وإنما الشرط ملك الخارج، لأنه يجب في الخارج لا في الأرض فكان ملكه لها وعدمه سواء.

(رد المختار: ۲۶۶/۳، باب العشر)

ملك الأرض ليس بشرط للوجوب لوجوبه في الأرض الموقوفة. (البحر الرائق: ۴۱۳/۲، باب العشر)

رقم المسئلة ( ١٨٨ )

مساجد اور گھروں کے احاطے (House Boundary wall)

میں لگائے گئے پھلوں کے درختوں پر عشر کا حکم

بعض لوگ گھر کی چھت پر یا گھر کے احاطے میں پھل دار درخت یا سبزی کے درخت لگاتے ہیں، اسی طرح بعض مساجد کے ذمے داران مساجد کے احاطے میں خالی پڑی ہوئی جگہ میں پھل دار درخت لگاتے ہیں، شرعاً گھروں میں اور مساجد کے احاطے میں لگے ہوئے پھل دار درختوں کے پھل میں عشر واجب نہیں ہے (۱)۔

### طريقة الانطباق

یہاں ایک فقہی قاعدہ کا سمجھنا ضروری ہے تاکہ انطباق آسان ہو جائے ”التابع تابع لا یفرد بالحکم“ یعنی جوشی کسی شے کے تابع ہو تو اس کا حکم وہی ہوتا ہے جو متبوع کا ہوتا ہے، تابع کا کوئی الگ سے حکم نہیں ہوتا ہے، جیسے گھر فروخت کیا تو کھڑکیاں بھی بیع میں داخل ہو جاتی ہیں، کیوں کہ کھڑکیاں گھر کے تابع ہیں۔ مساجد اور گھروں کے احاطہ میں لگائے گئے پھل دار درختوں کے پھلوں میں عشر کے واجب نہ ہونے کی وجہ بھی یہی ہے کہ یہ درخت گھروں اور مساجد کے تابع ہیں، اور جب متبوع (گھر اور مسجد) میں عشر واجب

(۱) رجل في داره شجرة مثمرة لا عشر فيها، وإن كانت البلدة عشرية بخلاف ما إذا كانت في الأراضي.

(خلاصة الفتاوى: ۱/۲۴۷، الفضل العاشر، الفتاوى الهندية: ۱/۱۸۶، الباب السادس،

فتاوى حقایق: ۳/۵۸۲، المسائل المهمة: ۳/۱۵۶)

نہیں تو تابع (پھلدار درختوں کے پھلوں) میں عشر کیسے واجب ہوگا (۱)۔

### رقم المتن - ۸۹

وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُمَا اللَّهُ لَا يَجِبُ الْعُشْرُ إِلَّا فِيمَا لَهُ  
ثَمَرَةٌ بَاقِيَةٌ إِذَا بَلَغَتْ خَمْسَةَ أَوْسُقٍ، وَالْوَسْقُ سِتُّونَ صَاعًا بِصَاعِ النَّبِيِّ  
عَلَيْهِ السَّلَامُ وَلَيْسَ فِي الْخَضِرَوَاتِ عِنْدَهُمَا عُشْرٌ.

ترجمہ: اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ عشر واجب نہیں مگر ان میں جن کے پھل باقی رہتے ہیں، بشرطیکہ پانچ وسق کو پہنچ جائیں، اور وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صاع سے۔

### توضیح المسئلة

جن چیزوں میں عشر واجب ہوتا ہے ان کے لیے کوئی خاص مقدار نصاب شرط ہے (جیسے زکوٰۃ کے لیے ہوتا ہے) یا نہیں؟ اس بارے میں دو مذاہب مصنفؒ نے ذکر فرمائے ہیں۔

مذہب اول:

امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک زمین میں پیدا ہونے والی ہر چیز میں عشر واجب ہے، خواہ وہ تھوڑی ہو یا زیادہ، سال بھر باقی رہنے والی ہو یا جلدی خراب ہونے والی ہو،

(۱) قال الشامي تحت قوله (يجب العشر في ثمرة جبل أو مفازة) وخرج ثمرة شجر في دار رجل و لو  
بستانا في داره، لأنه تبع للدار كذا في الحانية. (رد المحتار: ۳ / ۲۴۱، باب العشر)  
التابع تابع لا يفرد بالحكم. (قواعد الفقه: ص ۶۷)

یعنی وجوبِ عشر کے لیے کوئی نصاب اور اس شے میں بقاء کا معنی شرط نہیں ہے (۱)۔  
مذہبِ ثانی:

صاحبین اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک عشر واجب ہونے کے لیے دو شرطیں ہیں۔

شرطِ اول:

زمین کی پیداوار میں نصاب شرط ہے، اور وہ پانچ وسق ہے، اگر پانچ وسق سے کم ہو تو اس میں عشر واجب نہیں ہے، اگر پانچ وسق یا اس سے زائد ہو تو اس میں عشر واجب ہوگا۔

شرطِ ثانی:

وہ چیز جو کہ زمین سے پیدا کی گئی ہے بغیر کسی علاج و تدبیر کے ایک سال تک باقی رہنے والی ہو، جیسے گیہوں، چاول وغیرہ لہذا سبزیاں، پھل پھول وغیرہ میں ان کے نزدیک عشر واجب نہیں ہے۔

صاحبین کی دلیل:

حضرت ابو سعید خدریؓ کی روایت ”لیس فیما دون خمسة أوسق صدقة“،  
یعنی ۵ وسق سے کم پیداوار میں زکوة اور عشر لازم نہیں (۲)، اور حضرت معاذ کی روایت ہے

(۱) یا أيها الذين آمنوا انفقوا من طيبات ما كسبتم ومما أخرجنا لكم من الأرض. (البقرة ۲۶۷)

كلوا من ثمره أنوا حقه يوم حصاده. (الأنعام: ۱۴۱)

(۲) عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه قال إن النبي صلى الله عليه وسلم قال ليس فيما دون خمسة

أوسق صدقة. (السنن للترمذي: ۱/۱۳۶، كتاب الزكاة، ما جاء في صدقة الزرع)

کہ سبزیوں میں کوئی شے واجب نہیں (۱)۔

## صاحبین کی دلیل کا جواب:

حدیث پاک (لیس فیما دون خمسة أوسق صدقة) کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ پانچ وسق سے کم کی پیداوار میں عشر ہی واجب نہیں ہے، بل کہ محدثین نے اس کی تین توجیہات بیان کی ہیں۔

توجیہ اول: اس حدیث میں غلہ کے تاجر کی زکاۃ کا نصاب بیان کیا گیا ہے، عشر کا نصاب نہیں، اور اس کی تفصیل یہ ہے کہ رسول اللہؐ نے تاجروں کی سہولت کے لیے ایک لمسم حساب بتلایا ہے کہ جس تاجر کے پاس پانچ وسق غلہ ہو اس پر زکاۃ فرض ہے، کیوں کہ غلہ کی یہ مقدار پانچ اوقیہ (ساڑھے باون تولہ) چاندی کی قیمت کے برابر ہے، اس کی نظیر یہ ہے کہ عید الفطر میں مفتی اور قاضی کی طرف سے صدقۃ الفطر کی رقم کا اعلان ہوتا ہے کہ نصف صاع گیہوں کی یہ قیمت ہے، یہ لوگوں کی سہولت کے لیے ہے، کیوں کہ نصف صاع کتنا وزن ہے؟ عام دکانوں پر ایک ریٹ ہوتا ہے، اور راشن کی دکانوں پر دوسرا ریٹ ہوتا ہے اس لیے ہر شخص کے لیے رقم کی تعیین دشوار ہوتی ہے، اس لیے مفتی لوگوں کی سہولت کے لیے ایک رقم کا اعلان کر دیتا ہے۔

اسی طرح یہاں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غلہ کے تاجر کا موٹا حساب بتلایا کہ پانچ وسق غلہ یا پھل پانچ اوقیہ (ساڑھے باون تولہ) چاندی کی قیمت کے برابر

(۱) عن معاذ أنه كتب إلى النبي صلى الله عليه وسلم يسأله عن الخضر اوات وهي البقول؟ فقال ليس

(السنن للترمذي: ۱/۳۸، كتاب الزكاة، ماجاء في زكاة الخضر اوات)

فيها شيء.

ہیں؛ پس جس تاجر کے پاس پانچ وسق غلہ ہے اس پر زکاة فرض ہے، غرض بابِ عشر سے اس حدیث کا کوئی تعلق نہیں (۱)۔

توجیہ ثانی: اس حدیث (لیس فیما دون خمسة أوسق صدقة) میں عریہ (عطیہ) کا بیان ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں یہ طریقہ تھا کہ باغ یا کھیت کا مالک چند درخت کسی رشتہ دار کو دیدیتا تھا تا کہ ان درختوں پر جو پھل آئیں وہ اس کو استعمال کرے، شریعت نے پانچ وسق سے کم میں عریہ کی اجازت دی یعنی جب ساعی عشر و زکاة وصول کرنے کے لیے آئے گا، اور مالک اسے بتائے گا کہ میں نے یہ درخت عریہ دی ہے، تو وہ پانچ وسق سے کم میں اس کی بات مان لے گا، اور ان درختوں کا عشر نہیں لے گا، اور اگر عریہ پانچ وسق سے زیادہ ہو تو مالک کی بات قبول نہیں کی جائے گی، مصدق ان کا عشر بھی وصول کر لے گا (۲)۔

توجیہ ثالث: اس حدیث کا مدعی یہ ہے کہ پانچ وسق اور زیادہ غلے کا عشر بیت المال میں پہنچانا ضروری ہے، اور اس سے کم کی زکاة مالکان خود تقسیم کر سکتے ہیں، اس کی تفصیل یہ ہے کہ گورنمنٹ (Government) کی طرف سے جو شخص عشر وصول کرنے کے لیے آتا ہے، اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ کھیت کھیت جا کر زکوة وصول کرے، کسی

(۱) قال ابن نجيم المصري وتاويل مرويهما أن المنقضى زكاة التجارة، لأنهم كانوا يتبايعون بالأوساق، وقيمة الوسق أربعون درهماً. (البحر الرائق: ۴/۴۱۵)

(۲) فالحدیث لا حجة لهم فيه فإن محمله عندي "العريّة" ولي في ذلك قرائن منها أن رسول الله صلى الله عليه وسلم رخص في بيع العريا فيما دون خمسة أوسق، فالرجل صاحب النخل لما عرى أحد من الفقراء نخلة، ثم استبدلها بتمر فلا يلزم فيها بما دون خمسة أوسق صدقة. (معارف السنن: ۵/۲۰۸)

ایک جگہ بیٹھ کر، لوگوں کو قابل زکوٰۃ اموال وہاں لانے کا مکلف بنانا اور وہیں بیٹھے ہوئے زکوٰۃ وصول کرنا جائز نہیں، حدیث میں ہے (لَا جَلْبَ وَلَا جَنْبَ) یعنی نہ تو لوگوں کے لیے جائز ہے کہ مصدق کو پریشان کرنے کے لیے اموال زکوٰۃ لے کر دور چلے جائیں، اور نہ ہی ساعی کی لیے جائز ہے کہ وہ لوگوں کو کسی ایک جگہ قابل زکوٰۃ اموال لانے کا مکلف کرے، بل کہ اسے گھر گھر اور کھیت کھیت جا کر زکوٰۃ وصول کرنی ہوگی، اور ظاہر ہے کہ عامل دھڑی دو دھڑی اناج کے لیے ایک کھیت سے دوسرے کھیت نہیں جاسکتا، اس کا وقت ضائع ہوگا، عامل کے لیے بھی دشواری ہے، اور بیت المال کا بھی نقصان ہے، حکومت کا ٹرک (Truck) کہاں کہاں گھومے گا! بل کہ ساعی صرف وہاں جائے گا جہاں کم از کم دس بوریاں پیداوار ہوئی ہوتا کہ عشر میں کم از کم ایک بوری ملے، اس سے کم پیداوار کا عشر مالکان خود غریبوں کو دیں گے، زیادہ میں دعویٰ قبول نہیں کیا جائے گا، کیوں کہ پانچ وسق اور زیادہ کی زکوٰۃ بیت المال کو ادا کرنا ضروری ہے (۱)، رہی حدیث (لیس فی الخضر اوات صدقة) تو امام ترمذی نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے (۲)۔

**نوٹ:** پیداوار سے مراد یہ ہے کہ وہ ایسی چیز ہو جس کو زمین میں لوگ عادتاً بوتے ہوں اور اس سے مقصود کمائی اور آمدنی کا حصول ہو، بانس لکڑی گھاس چوں کہ ان میں یہ بات نہیں ہے، بل کہ ان کو تو زمین سے دور کر کے صاف کیا جاتا ہے؛ لہذا ان میں عشر واجب نہیں

(۱) وأما ثالثاً فاقول، ولو سلمنا أن لا صدقة فيما دون خمسة أوسق، والمراد من هذه الصدقة ما كان تلزمهم أن يرفعوها إلى بيت المال، وما يأخذ السعاة من أرباب الأموال، فالغرض أن صدقة مادون خمسة أوسق إنما يؤدونها إلى الفقراء ديانة فيما بينه وبين الله تعالى. (معارف السنن: ۵/۲۱۲، تحفة المعني: ۵۳۳/۲)  
(۲) قال أبو عيسى إسناده هذا الحديث ليس بصحيح. (السنن للترمذي: ۱۳۸/۱، ما جاء في زكاة الخضر اوات)



ہے، ہاں اگر وہ بانس یا گھاس اس قسم کا ہو جس سے کمائی اور آمدنی مقصود ہو تو اس میں عشر واجب ہو جاتا ہے (۱)۔

## تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (۱۸۹)

وسق کی تحقیق کلوگرام (Kilo Gram) کے اعتبار سے

وسق قدیم پیمانے کے لحاظ سے ساٹھ (60) صاع کا ہوتا ہے (۲)، اس لحاظ سے پانچ وسق تین سو (300) صاع کا ہوا، جس کا کلوگرام کے اعتبار سے موجودہ وزن نو سو پچپن کلو تیس گرام (955,032) کا ہوگا۔

## طريقه الانطباق

انطباق سے پہلے یہاں درہم شرعی کا موجودہ وزن جاننا ضروری ہے تاکہ انطباق آسان ہو جائے، اور وہ تین گرام اکسٹھ ملی گرام (3.061) ہے (۳)، اور ایک وسق میں 60 صاع آتا ہے (۴)، جب کہ ایک صاع میں 8 رطل ہوتے ہیں (۵)، اور ایک رطل

(۱) (إلا الحطب والقصب) وكل ما لا يقصد به استغلال الأرض، ويكون في أطرافها، أما إذا اتخذ أرضه مقصبة أو مشجرة أو منبتا للحشيش وساق إليه الماء، ومنع الناس عنه يجب فيه العشر.

(اللباب في شرح الكتاب: ۱/۱۴۵)

(۲) والوسق ستون صاعاً. (المختصر القدوري: ص ۴۸، نجم الفتاوى: ۳/۱۵۴)

(۳) أثمار الهداية: ۱/۲۹۶

(الهداية: ۱/۲۰۱)

(۴) والوسق ستون صاعاً.

(رد المحتار: ۳/۳۲۰)

(۵) قال الشامي أعلم أن الصاع أربعة أمداد، والمد رطلان.

(130) دراهم کا ہوتا ہے (۱)؛ لہذا ایک صاع میں کتنے دراهم ہوتے ہیں یہ معلوم کرنے کے لیے ہم نے (130) دراهم کو 8 رطل میں ضرب دیا ( $130 \times 8 = 1040$ ) تو (1040) دراهم ہوئے۔

پس معلوم ہو گیا کہ ایک صاع میں (1040) دراهم ہوتے ہیں، اور درہم شرعی کا موجودہ وزن (3,061) ہے، اس درہم شرعی کے موجودہ وزن (3,061) کو (1040) دراهم میں ضرب دیا ( $3.061 \times 1040 = 3.183.44$ ) تو تین کلو ایک سو تراسی گرام چوالیس ملی گرام (3.183.44) ہوئے، یہ کلو گرام کے اعتبار سے ایک صاع کا موجودہ وزن ہے۔ جب کہ ایک وسق (60) صاع کا ہوتا ہے، لہذا (60) صاع کتنے کلو گرام کا ہوتا ہے معلوم کرنے کے لیے ہم نے ایک صاع کے وزن (3.183.44) کو (60) صاع میں ضرب دیا ( $3.183.44 \times 60 = 191006.4$ ) تو ایک لاکھ اکیانوے ہزار چھ گرام چار ملی گرام حاصل ضرب آیا، جو ایک وسق کا کلو گرام کے اعتبار سے موجودہ وزن ہے، پھر کلو گرام کے اعتبار سے پانچ وسق کا وزن معلوم کرنے کے لیے ہم نے (191006.4) کو (5) میں ضرب دیا ( $191006.4 \times 5 = 9.55.032$ ) تو نو لاکھ پچپن ہزار بتیس گرام حاصل ضرب آیا، پھر اس پانچ وسق کے وزن (9,55,032) کو (1000) گرام پر تقسیم کیا ( $9,55,032 / 1000 = 955,032$ ) تو حاصل تقسیم نو سو پچپن کلو بتیس گرام نکلا جو پانچ وسق کا موجودہ وزن ہے۔

(۱) والرطل العراقي عند أبي حنيفة عشرون إشار، والإستار ستة دراهم ونصف.

## ﴿باب من يجوز دفع الصدقة إليه ومن لا يجوز﴾

### ﴿مصارفِ زکاة کا بیان﴾

#### رقم المتن - ۹۰

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسْكِينِ (الآية) فَهَذِهِ ثَمَانِيَةُ أَصْنَافٍ فَقَدْ سَقَطَ مِنْهَا الْمُؤَلَّفَةُ قُلُوبُهُمْ لِأَنَّ اللَّهَ تَعَالَى أَعَزَّ الْإِسْلَامَ وَأَغْنَى عَنْهُمْ.

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے یقیناً زکاة حق ہے فقراء و مساکین کا؛ چنانچہ یہ آٹھ قسم کے آدمی ہیں جن میں مؤلفۂ قلوب ساقط ہو گئے؛ کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غالب کر دیا اور ایسے لوگوں سے بے پرواہ کر دیا۔

#### توضیح المسئلة

مصارفِ زکاة (جنہیں زکاة کا مال دینا لازم ہے) کتاب اللہ میں کل آٹھ ہیں (۱):

(۱) فقراء: جس کے پاس کچھ تھوڑا سا ہو۔

(۲) مساکین: جس کے پاس کچھ نہ ہو۔

(۱) إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسْكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةُ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي

(۳) عالمین: جو اسلامی حکومت کی جانب سے صدقات وغیرہ وصول کرنے کے لیے متعین ہوں، ان کو مزدوری میں زکاة کی رقم دینا۔

(۴) مؤلفۃ القلوب: جن کے اسلام لانے کی امید ہو، یا اسلام میں کمزور ہو، زکاة کی رقم دے کر ان کو اسلام کی طرف مائل کرنا۔

(۵) رقب: کا معنی گردن ہے، یہاں مراد ہے غلام خرید کر آزاد کرنا، یا زکاة سے بدل کتابت ادا کر کے غلام آزاد کرنا ہے۔

(۶) غارمین: کسی سبب سے مقروض ہو گیا، زکاة سے اس کی مدد کرنا۔

(۷) فی سبیل اللہ: جو جہاد میں ہو، زکاة سے ان کی مدد کرنا۔

(۸) ابن السبیل: مسافر یعنی حالت سفر میں سخت ضرورت پڑ جائے اور اس کے پاس پیسہ نہ ہو اس کو زکاة کا پیسہ دینا۔

مذکورہ آٹھ مصارف میں سے مؤلفۃ القلوب کو زکاة دینا شروع اسلام میں جائز تھا لیکن حضرت ابو بکر صدیقؓ کے زمانے میں منسوخ ہو گیا، کیوں کہ اب اسلام کو اللہ نے عزت دے دی (۱)۔

**نوٹ:** جمہور فقہاء اس پر متفق ہیں کہ مصارفِ زکاة میں بھی زکاة کی ادائیگی کے لیے یہ شرط ہے کہ ان مصارف میں سے کسی مستحق کو مالی زکاة پر مالکانہ قبضہ دے دیا

(۱) وسکت عن المؤلفۃ قلوبہم لستقوہم أي فی خلافة الصدیق لما منعہم عمر وانعقد علیہ إجماع

جائے (۱)، بغیر مالکانہ قبضہ دیئے اگر کوئی مال انہیں لوگوں کے فائدے کے لیے خرچ کیا گیا تو بھی زکاة ادا نہیں ہوگی۔

### تفریع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (۱۹۰)

#### مقدمات (Law suits) میں زکاة کی رقم دینا

بسا اوقات کوئی رشتہ دار یا متعلق کسی کیس (Cass) میں پھنس جاتا ہے، اور رشتہ دار یا پنچایت والے اس کے حق میں کیس لڑنے کے لیے زکاة کی رقم جمع کرتے ہیں، اگر صاحب مقدمہ غریب ہے، زکاة کا مستحق ہے اور حق پر ہے تو اس کو مقدمہ کے خرچہ کے لیے زکاة کی رقم دینا جائز ہوگا (۲)، طریقہ یہ ہے کہ زکاة کی رقم اس آدمی کے ہاتھ میں دے دی جائے، پھر اس کے بعد وہ اپنے مقدمہ میں خرچ کر لے، اگر برادری یا پنچایت والے خود جمع کر کے صاحب مقدمہ کے ہاتھ میں دیئے بغیر خود خرچ کریں گے تو زکاة ادا نہیں ہوگی (۳)۔

(۱) ويشترط أن يكون الصرف تمليكًا لا إباحة فلا يكفي فيها الإطعام إلا بطريق التملك ولو أطعمه عنده نأوب الزكاة لا تكفي. (الدر المختار مع رد المحتار: ۲۹۱/۳، كتاب الزكاة)

(۲) ولو كان الفقير قويا مكتسبا يحل له أخذ الصدقة.

(بدائع الصنائع: ۱۱۶/۲، فصل و أما الذي رجع إلى المؤدي)

(۳) والحيلة في الجواز في هذه الأربعة أن يتصدق بمقدار زكاته على فقير، ثم يأمره بعد ذلك بالصرف إلى هذه الوجوه فيكون لصاحب المال ثواب الزكاة، وللفقير ثواب هذه القرب، و أشار المصنف إلى أنه لو أطعم يتيمًا بنيتها لا يحزبه لعدم التملك.

(البحر الرائق: ۴۲۴/۲، كتاب الزكاة، زكاة کے مسائل کا انسائیکلو پیڈیا: ۴۴۲)

### طريقة الإنطباق

زکاة کی ادائیگی میں صرف مصارفِ زکاة میں دے دینا کافی نہیں ہے بل کہ تملیکاً (مالک بنانا) دینا ضروری ہے (۱)، اسی لیے اگر کسی کیس میں پھنسے ہوئے شخص کو جو مستحقِ زکاة بھی ہو زکاة کا پیسہ قبضہ میں دے دیا جائے جن سے وہ خود مقدمہ میں آنے والے مصارف کو ادا کرے تو درست ہے، کیوں کہ رکنِ تملیک کا معنی پایا گیا، لیکن اگر برادری یا پنچایت کے لوگ مالِ زکاة کو جمع کر کے صاحبِ مقدمہ کو دیئے بغیر خود خرچ کریں تو زکاة ادا نہیں ہوگی کیوں کہ رکنِ تملیک نہیں پائی گئی۔

## ﴿فقیر و مسکین کی تعریف﴾

### رقم المتن - ۹۱

وَالْفَقِيرُ مَنْ لَهُ أَذْنَى شَيْءٍ وَالْمِسْكِينُ مَنْ لَا شَيْءَ لَهُ.

ترجمہ: اور فقیر وہ شخص ہے جس کے پاس کچھ مال ہو، اور مسکین وہ ہے جس کے پاس کچھ نہ ہو۔

### توضیح المسئلة

حضراتِ حنفیہ کے نزدیک فقیر وہ ہے جو صاحبِ نصاب نہ ہو، یا مالکِ نصاب تو

(۱) وبناء مسجد وتكفين ميت وقضاء دينه وشراء قن يعنق) قال ابن نجيم المصري وعدم الجواز

لانعدام التملك الذي هو الركن في الأربعة. (البحر الرائق: ۲/ ۴۲۴، باب المصروف)

وتشترط أن يكون الصرف تملكاً لا إباحة، قال الشامي فلا يكفي فيها الإطعام إلا بطريق التملك ولو

أطعمه عنده ناولاً الزكاة لا تكفي. (الدر المختار مع رد المختار: ۳/ ۲۹۱، باب المصروف)

ہو لیکن وہ مال غیر نامی ہو، یا مال نامی ہو لیکن اس کی ضرورتِ اصلیہ سے زائد نہ ہو، مسکین وہ ہے جس کے پاس بالکل کوئی چیز نہ ہو (۱)۔

## تفریع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (۱۹۱)

طلبہ کی اسکالرشپ (Scholarship) کے ذریعہ امداد

آج کل بعض ادارے یا کمیٹی کے اراکین آپس میں مالِ زکاة کا چندہ کر کے مالی اعتبار سے کمزور طلبہ کے لیے بہتر تعلیم حاصل کرنے کے واسطے اسکالرشپ (وظیفہ) کے ذریعہ مدد کرتے ہیں، اگر وہ طلبہ مستحقِ زکاة یعنی فقیر و مسکین ہیں، تو کمیٹی کے اراکین کا جمع کیا ہوا مالِ زکاة ایسے طلبہ کو تمليکاً دینا جائز و درست ہوگا، اور زکاة بھی ادا ہو جائے گی (۲)؛ لیکن اگر طلبہ صرف فیس کے ادا کے اعتبار سے کمزور ہوں؛ لیکن وہ فقیر و مسکین نہ ہوں،

(۱) هو فقير وهو من له أدنى شيء أي دون نصاب أو قدر نصاب غير تام مستغرق في الحاجة، قال الشامي تحت قوله (أدنى شيء) المراد بالشيء النصاب التام، والأظهر أن يقول من لا يملك نصيباً تاماً.

(الدر المختار مع رد المحتار: ۲۸۳/۳)

(۲) الأصل فيه قوله تعالى: إنما الصدقات للفقراء فهذه ثمانية أصناف وقد سقط منها المؤلفة قلوبهم. والفقير من له أدنى شيء، والمسكين من لا شيء له وهذا مروي عن أبي حنيفة رحمه الله.

(الهداية: ۲۰۴/۱، من يجوز دفع الصدقات)

الصدقة تقتضي تمليكا ..... وإنما قلنا ذلك لقول النبي صلى الله عليه وسلم أمرت أن أخذ الصدقة من أغنيائكم وركبها في فقرائكم، فبين أن الصدقة مصروفة إلى الفقراء، فدل ذلك على أن أحداً لا يأخذها صدقة إلا بالفقر.

(أحكام القرآن للحصاص: ۱۶۱/۳، التوبة)

صاحبِ نصاب ہوں، تو مالِ زکاة کے ذریعہ ان کی امداد کرنا تاکہ وہ اپنی فیس ادا کر لیں جائز نہیں ہے اور ایسا کرنے سے زکاة بھی ادا نہیں ہوگی (۱)۔

### طريقة الإنطباق

مجملة مصارفِ زکاة میں سے فقیر و مسکین ہیں، اور فقیر کی تعریف یہ ہے کہ اس کے پاس نصاب سے کم مال ہو، یا نصاب کے بقدر تو ہو لیکن وہ مال نامی نہ ہو، اور مسکین کہتے ہیں جس کے پاس کچھ بھی مال نہ ہو، اب اگر اس کا لرشپ کے ذریعہ جمع شدہ مالِ زکاة سے اگر ایسے طلبا کی امداد کی جائے جن پر فقیر یا مسکین کی تعریف صادق آتی ہو تو جائز و درست ہے، بشرطیکہ ادائیگی میں تملیک کا معنی پایا جائے (۲)، اور اگر ایسے طلبا کی امداد کی جائے جن میں فقیر یا مسکین کی تعریف صادق نہ آتی ہو تو مالِ زکاة کے ذریعہ سے ان کی امداد کرنا جائز نہیں ہوگی کیوں کہ وہ معنی فقر کے نہ پائے جانے کی وجہ سے مصارفِ زکاة میں سے نہیں ہیں، اور غیر مصرف میں زکاة دینا جائز ہے (۳)۔

(۱) ولا تدفع إلى غني. (المختصر القدوري: ص/ ۴۹، المسائل المهمة: ۸/ ۱۵۵)

(۲) مصرف الزکاة والعشر هو فقير و هو من له أدنى شيء أي دون النصاب، ومسكين من لا شيء له على المذهب. (الدر المختار مع رد المحتار: ۳/ ۲۸۳، باب مصرف)

(۳) ولا إلى غني يملك قدر نصاب فارغ عن حاجته الأصلية من أي مال كان. (الدر المختار: ۳/ ۲۹۵)

أن الفقر شرط في جميع الأصناف إلا العامل والمكاتب وابن السبيل. (رد المحتار: ۳/ ۲۸۳)



## ﴿عامل کو زکاۃ دینے کا حکم﴾

### رقم المتن - ۹۲

وَالْعَامِلُ يَدْفَعُ إِلَيْهِ الْإِمَامُ إِنْ عَمِلَ بِقَدْرِ عَمَلِهِ.

ترجمہ: اور حاکم زکاۃ عامل کو دے، اگر اس نے کام کیا ہو اس کے کام کے بقدر۔

### توضیح المسئلة

یہاں عاملین سے مراد وہ لوگ ہیں جو اسلامی حکومت کی طرف سے صدقات، زکاۃ، عشر وغیرہ لوگوں سے وصول کر کے بیت المال میں جمع کرنے کی خدمت پر مامور ہوتے ہیں جس کی مقدار وہ ہے جو ان کو اور ان کے اعوان و مددگاروں کو کافی ہو جائے (۱)، یہ لوگ چوں کہ اپنے تمام اوقات اس خدمت میں خرچ کرتے ہیں، اس لیے ان کی ضروریات کی ذمہ داری اسلامی حکومت پر عائد ہے، اسی کے پیش نظر عاملین صدقہ کو مال زکاۃ میں سے ان کی محنت و عمل کی حیثیت کے مطابق دیا جاتا ہے، لیکن مال مقبوض کے نصف سے زائد نہیں دیا جائے گا (۲)۔

(۱) و أما العاملون فهم الذين نصبهم الإمام لاستيفاء صدقات المواشي، فيعطيه مما في يده من مال الصدقة ما يكفيهم و عيالهم.

(الفتاوى التاتارخانية: ۳/ ۱۹۹، كتاب الزكاة، الفصل الثامن بمن توضع فيه الزكاة)

(۲) كذا ذكره المصنف (بقدر عمله) ما يكفيه و أعوانه بالوسط لكن لا يزداد على نصف ما يقبضه.

(الدر المختار: ۳/ ۲۸۶، باب المصروف)

یہاں یہ بات بھی یاد رکھنے کی ہے کہ عاملین صدقہ کو جو رقم مد زکاة سے دی جاتی ہے وہ بحیثیت صدقہ نہیں، بل کہ ان کی خدمت کا معاوضہ ہوتا ہے، اسی لیے باوجود غنی اور مال دار ہونے کے بھی وہ اس رقم کے مستحق ہیں اور زکاة سے ان کو دینا جائز ہے (۱)، اور مصارف زکاة کی آٹھ مدت میں سے صرف ایک یہی مد ایسی ہے جس میں زکاة کی رقم بطور معاوضہ خدمت دی جاتی ہے، ورنہ زکاة نام ہی اس عطیہ کا ہے جو غریبوں کو بغیر کسی معاوضہ خدمت کے دیا جائے، اور اگر کسی غریب فقیر سے کوئی خدمت لے کر مال زکاة دیا گیا تو زکاة ادا نہیں ہوگی (۲)۔

اس جگہ پر حضرت مفتی شفیع صاحب عثمانی نے معارف القرآن میں دو اہم سوال کا جواب تحریر فرمایا ہے، ہم تمیماً للفائدہ یہاں ذکر کر دیتے ہیں:

سوال اول: مال زکاة کو معاوضہ خدمت میں کیسے دیا گیا؟

سوال ثانی: مال دار عامل کے لیے یہ مال زکاة حلال کیسے ہوا؟

مذکورہ بالا دونوں کا ایک ہی جواب ہے کہ عاملین صدقہ کی اصلی حیثیت کو سمجھ لیا جائے، وہ یہ ہے کہ یہ حضرات فقراء کے وکیل کی حیثیت رکھتے ہیں، اور یہ سب جانتے ہیں

(۱) وأما العاملون عليها فهم الذين نصيبهم الإمام لحباية الصدقات، قال أصحابنا يعطيهم الإمام كفايتهم منها، ولنا أن ما يستحقه العامل إنما يستحقه بطريق العمالة لا بطريق الزكاة، بدليل أنه يعطى وإن كان غنياً بالإجماع ولو كان ذلك صدقة لما حلت للغني.

(بدائع الصنائع: ۲/ ۴۶۷، فصل في الذي يرجع إلى المؤدى إليه)

(۲) ويشترط أن يكون الصرف تملياً لا إباحة كما مر. (الدر المختار: ۳/ ۲۹۱، باب الصرف)

کہ وکیل کا قبضہ مؤکل کا قبضہ ہوتا ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص اپنا قرض وصول کرنے کے لیے کسی کو وکیل بنادے، اور قرض دار یہ قرض وکیل کو سپرد کر دے تو وکیل کا قبضہ ہوتے ہی قرض دار بری ہو جاتا ہے، تو جب زکاۃ کا مال عاملین صدقہ نے فقراء کے وکیل ہونے کی حیثیت سے وصول کر لی تو ان کی زکاۃ ادا ہوگئی، اب یہ پوری رقم ان فقراء (مؤکلین) کی ملک ہے جن کی طرف سے بطور وکیل انہوں نے وصول کی ہے، اب جو رقم بطور حق الخدمت کے ان کو دی جاتی ہے وہ مال داروں کی طرف سے نہیں بل کہ فقراء کی طرف سے ہوئی، اور فقراء کو اس میں ہر طرح کا تصرف کرنے کا اختیار ہے، ان کو یہ بھی حق ہے کہ جب اپنا کام ان لوگوں سے لیتے ہیں تو اپنی رقم میں سے ان کو معاوضہ خدمت دے دیں۔

اب یہ سوال رہ جاتا ہے کہ فقراء نے تو ان کو وکیل نہیں بنایا، یہ ان کے وکیل کیسے بن گئے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اسلامی حکومت کا سربراہ جس کو امیر کہا جاتا ہے، وہ قدرتی طور پر منجانب اللہ پورے ملک کے فقراء، غرباء کا وکیل ہوتا ہے، کیوں کہ ان سب کی ضروریات کی ذمہ داری اس پر عائد ہوتی ہے، امیر مملکت جس جس کو صدقات کی وصولیابی پر عامل بنادے، وہ سب ان کے نائب کی حیثیت سے فقراء کے وکیل ہو جاتے ہیں۔

اس سے معلوم ہو گیا کہ عاملین صدقہ کو جو کچھ دیا گیا وہ سب درحقیقت زکاۃ نہیں دی گئی، بل کہ زکاۃ جن فقراء کا حق ہے، ان کی طرف سے معاوضہ خدمت دیا گیا (۱)۔

## تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (١٩٢)

كيا مدارس اسلاميه كے محصلين (سفراء) عالمين كے حكم ميں هيں

مدارس كے سفراء عالمين كے حكم ميں نهين هيں، بل كہ زكاة دهنديان اور طلبه دونوں كے وكيل هوتے هيں (١)، اور زكاة دهنديان كي طرف سے سفراء كے قبضه ميں زكاة آتے هي ان كي زكاة ادا هو جاتي هے (٢)، اس كے بعد سفراء كي اگلي ذمے داري مدارس كے دفاتروں ميں داخل كرنے كي هے، اور دفاتروں ميں داخل كرنے سے پہلے بلا حيله تملك اس پيسه كو خرچ كرنيا اپني تنخواه وصول كرنيا جائز نهين هے (٣)۔

### طريقة الانطباق

سفراء اور عالمين كے مابين صرف ايك امر ميں اتحاد هے اور وه يه هے كہ سفراء اور عالمين دونوں هي معطين (زكاة دينے والے) اور مزي كى لهم (مصرف زكاة جن كوزكاة دي جائے) دونوں كے وكيل هيں، ليكن بهت سے ايسے امور هيں جن ميں اتحاد نهين هے، وه مندرجہ ذيل هيں:

(١) زكاة دهنده پر لازم هے كہ مال زكاة عامل كے حواله كر دے، مگر سفراء كے حواله كرنيا لازم نهين۔

(١) جواهر الفقه: ٣/٣٨٨، فتاوى محموديه: ٩/٥١٣، فتاوى قاسميه: ١١/١٨٢

(٢) لأن الوكيل في حق الحقوق بمنزلة المالك. (الفتاوى الولوالجية: ٤/٣٢٦، كتاب الوكالة)

(٣) ويشترط أن يكون الصرف تمليكًا لا إباحة.

(الدر المختار: ٣/٢٩٢، باب المصرف، فتاوى قاسميه: ١١/١٧٩)

- (٢) عامل كسجق قوت عسكري هوتي ه، سفاء كسجق نهنس هوتي هـ.
  - (٣) عامل كي زكاة حكومت ك نظام ك تحت بلا كسي حيله جوي ك مصرف مي صرف هوتي ه، سفاء كي نهنس بل ك اس مي اكثر حيله تملك بهي هوتا هـ.
  - (٤) عامل ايك دفعه مي زكاة دهنده كي پوري زكاة وصول كرتا ه، سفاء نهنس كر سكتـ.
  - (٥) عامل كي زكاة بيت المال مي جمع هو جاتي ه، سفاء كي نهنسـ.
  - (٦) عامل كي زكاة كي حفاظت اور صحح مصرف پر خرچ كرن ك نظام حكومت ك تحت هوتا ه، سفاء كي زكاة ك ليـ منجانب حكومت كوئي انتظام نهنسـ.
- پس معلوم هوا ك عالمين اور سفاء ك مابين بهت سـ امور مي اختلاف هونـ  
 كي وجه سـ سفاء مدارس پر عالمين كي شرعي تعريف صادق نهنس آتي ه، اسي ليـ سفاء كا  
 عالمين كي طرح مال زكاة سـ بلا حيله تملك تنخواه ياحق الخدمت ليـنا جائز نهنس هوكا؛ كيول كـ  
 سفاء كي حيثيت شرعي امين كي ه، اور ان ك قبضه مي موجود مال زكاة وديعت و امانت  
 ه، اور امانت مي مودع (امين) ك ليـ تصرف جائز نهنس ه (١)، برخلاف عالمين  
 ك، ان ك ليـ خود الله رب العزت نـ مال زكاة مي سـ حصـ كي صراحت كي ه (٢)،  
 اس ليـ محض سفاء كا عالمين ك ساءه ايك امر مي اتحاد مال زكاة سـ تنخواه ياحق الخدمت  
 ليـنـ ك جواز كو ثابت نهنس كر سكتا هـ.

(١) وليس للمودع حق التصرف والاسترباح في الوديعة، (المبسوط للسرخسي: ١١/١٢٢، كتاب الوديعة)  
 و في الخلاصة والوديعة ولا تودع لا تعار ولا تؤجر ولا ترهن وإن فعل شيئاً منها ضمن.

(ردالمحتار: ١٢/٤٥٠)

(٢) والعاملين عليها قال ابن العربي إنهم يعطون من غير الزكاة وهو ما كان من بيت المال فإن الله أحبر  
 بسهمهم فيها نصاً فكيف يخلفون عنه استقراء وسبراً. (أحكام القرآن لابن العربي: ٢/٩٦٢)

## ﴿مکاتب غلام کوزکاة دینے کا حکم﴾

### رقم المتن - ۹۳

وَفِي الرِّقَابِ أَنْ يُعَانَ الْمُكَاتِبُونَ فِي فِئَةِ رِقَابِهِمْ.

ترجمہ: اور گردنوں کے چھڑانے میں وہ یہ ہے کہ مدد کی جائے مکاتبوں کی ان کی گردنوں کے چھڑانے میں۔

### توضیح المسئلة

”و في الرقاب“ منجملہ مصارف میں سے ایک مصرف رقاب ہے، ”رقاب، رقبہ“ کی جمع ہے، اصل میں گردن کو رقبہ کہتے ہیں، عرف میں اس شخص کو رقبہ کہہ دیا جاتا ہے جس کی گردن کسی دوسرے کی غلامی میں مقید ہو۔

اس میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ رقاب سے آیت میں کیا مراد ہے؟ جمہور فقہاء و محدثین اس پر متفق ہیں کہ اس سے مراد وہ غلام ہیں جن کے آقاؤں نے مال کی کوئی مقدار متعین کر کے کہہ دیا ہو کہ اتنا مال کما کر ہمیں دے دو تو تم آزاد ہو، جس کو قرآن و سنت کی اصطلاح میں ”مکاتب“ کہا جاتا ہے، ایسے شخص کو آقا اس کی اجازت دے دیتا ہے کہ وہ تجارت یا مزدوری کے ذریعہ مال کمائے اور آقا کو لا کر دے، آیت مذکورہ میں رقاب سے مراد یہ ہے کہ مکاتب کوزکاة کی رقم میں سے حصہ دے کر اس کو آزاد کرانے میں امداد کی جائے (۱)۔

(۱) وقال عامة أهل التأويل الرقاب المكاتبون وقوله تعالى ”و في الرقاب“ أي وفي فئَةِ الرقاب وهو =

**نوٹ:** مکاتب کو مالِ زکاة کا مالک بنا کر اس کو آزاد کرانے سے زکاة ادا ہوگی، بغیر تملیک کے آزاد کرانے سے زکاة ادا نہیں ہوگی (۱)۔

## تفریع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (۱۹۳)

### قیدیوں (Captives) کی رہائی کے لیے زکاة کی رقم دینا

آج کل بہت سی مسلم تنظیمیں مسلم (Muslim organisation) بچوں کی رہائی کے لیے سرگرم رہتی ہیں، اگر مسلمان قیدی غریب ہے، رہائی حاصل کرنے کے لیے پیسے نہیں ہیں، تو ان مسلم تنظیموں کا ان مسلمان قیدیوں کو زکاة کی رقم دے دینا تاکہ وہ اس پیسے سے رہائی حاصل کر سکیں جائز و درست ہے (۲)۔

اور اگر مسلمان قیدی ایسے قید خانہ میں ہے کہ وہاں قیدی سے ڈائریکٹ رابطہ کرنا مشکل ہے، اور باہر کے لوگ اس کو پیسہ دے کر چھڑا سکتے ہیں، تو ایسی صورت میں زکاة دینے کی صورت میں تملیک کرا کر دیں تاکہ زکاة بھی ادا ہو جائے اور قیدی بھی رہائی حاصل

= أن يعطي المكاتب شيئاً من الصدقة يستعين به على كتابته.

(بدائع الصنائع: ۴/۴۷۱، کتاب الزکاة، فصل فی الذی یرجع إلی المؤدی إلیہ)

(۱) إن الواجب إنشاء الزكاة والإيتاء هو التملك والدفع إلى المكاتب تملك، فإما الإعتاق فليس بتملك. (بدائع الصنائع: ۴/۴۷۱، کتاب الزکاة، فصل فی الذی یرجع إلی المؤدی إلیہ)

(۲) وكذلك إختلف العلماء في فك الأسارى منها، فقد قال أصبغ لا يجوز ذلك، وقال ابن حبيب يجوز ذلك، وإذا كان فك المسلم عن رق المسلم عبادة وجائزاً من الصدقة فأولئى وأحرى أن يكون ذلك في فك المسلم عن رق الكافر وذله. (أحكام القرآن لابن العربي: ۲/۹۶۸)

کر لے شرعاً یہ جائز و درست ہے (۱)۔

### طريقة الإنطباق

یہاں ایک اصول ذہن نشین کر لیا جائے تاکہ انطباق بے غبار ہو جائے زکاۃ جس مصرف میں دی جائے اس میں صفت فقر کا ہونا شرط ہے، اگر صفت فقر نہیں ہے تو زکاۃ ادا نہیں ہوگی، اس اصول سے صرف تین مصارف مستثنیٰ ہیں: (الف) عامل (ب) مکاتب (ج) اور ابن السبیل، اور قیدیوں میں صفت فقر موجود ہے، اس لیے ان کو زکاۃ کا مال دینا تاکہ وہ قید سے رہائی حاصل کریں شرعاً جائز و درست ہے (۲)۔

### رقم المتن - ۹۴

وَلَا يُنْبِي بِهَا مَسْجِدٌ وَلَا يُكْفَنُ بِهَا مَيِّتٌ.

ترجمہ: اور نہ بنائی جائے مسجد زکاۃ کے مال سے اور نہ کفن دیا جائے اس سے میت کو۔

### توضيح المسئلة

زکاۃ کی رقم مسجد کی تعمیر میں خرچ کرنا اور زکاۃ کی رقم سے میت کی تجہیز و تکفین کرنا جائز نہیں ہے، کیوں کہ ادائے زکاۃ کے لیے بلا عوض اور بلا خدمت فقیر کو مالک بنادینا شرط ہے اور یہ بات مذکورہ امور میں نہیں ہے (۳)۔

(۱) وقدمنا أن الحيلة أن يتصدق على الفقير ثم يأمره بفعل هذه الأشياء.

(الدر المختار: ۲۹۳/۳، باب المصروف، زکاۃ کے مسائل کا انسائیکلو پیڈیا: ۳۵۳)

(۲) شرط الشيء يتبعه فيثبت بثبوته. (مو سوعة القواعد لفقهية: ۷۶/۶)

(۳) (و بناء مسجد و تكفين) قال ابن نجيم المصري وعدم الجواز لانعدام التملك الذي هو الركن.

(البحر الرائق: ۴۲۴/۲ باب المصروف)



البتہ بوقت ضرورت حیلہ تملیک کی گنجائش ہے لیکن یہاں حیلہ شرعی سے متعلق دو اہم بحث کا جاننا ضروری ہے۔

(الف) حیلہ کرنا کب جائز ہے؟ تو اس سلسلے میں حکم یہ ہے کہ جہاں کوئی شرعی ضرورت ہو، اور اس کی تکمیل حیلے کے بغیر ممکن نہ رہے، تو اس جگہ حیلہ کرنے کی گنجائش ہے، اور جہاں ضرورت نہ ہو یا ضرورت تو ہو مگر حیلے کے بغیر ضرورت پوری ہو سکتی ہو، تو وہاں حیلہ کرنا جائز نہیں ہے (۱)۔

(ب) حیلہ شرعی کا طریقہ کیا ہو۔ تو اس سلسلے میں تین صورتیں اکابر کے زمانے سے جاری ہیں:

(۱) کسی غریب فقیر کو زکاۃ کی رقم دے کر واقعاً مالک بنا دیا جائے، پھر اسے ترغیب دی جائے کہ وہ ضرورت کی جگہ میں اپنی جانب سے خرچ کرے۔

(۲) دوسری صورت یہ کہ فقیر سے کہا جائے کہ وہ کسی سے قرضِ حسنہ لے کر مدارس وغیرہ کی ضرورت میں لگا دے، پھر اس فقیر کا قرضہ زکاۃ کی رقم سے ادا کر دیا جائے (۲)۔

(۱) والحق أنه كان ذلك لغرض صحيح فيه رفع للمعذور، وليس فيه إبطال لحق الغير فلا بأس به من ذلك كما في قوله تعالى: "وخذ بيدك ضعفا فاضرب به ولا تحنث" وإن كان لغرض فاسد كإسقاط حق الفقراء من الزكاة بتمليك ماله قبل الحول لولده أو نحو ذلك فهو حرام أو مكروه. (عمدة القاري: ۱۰/۹) إن كل حيلة يحتال بها الرجل لإبطال الحق أو لإدخال شبهة فيه أو لشمويه باطل فهي مكروهة، وكل حيلة يحتال بها الرجل ليتخلص بها عن حرام أو ليتوصل بها إلى حلال فهي حسنة. (الفتاوى الهندية ۶/۳۹۰) (۲) إن الحيلة أن يتصدق على الفقير ثم يأمره بفعل هذا الأشياء، والحيلة لمن أراد ذلك أن يتصدق بنوى الزكاة على فقير، ثم يأمر بعد ذلك بالصرف إلى هذه الوجوه فيكون لصاحب المال ثواب الصدقة، ولذلك الفقير ثواب هذا الصرف. (الفتاوى التاتارخانية: ۲۰۸/۳)

(٣) تيسري صورت يه كهل طلبة كى فيس مقرر كى جائئ اور هر مهينه انهيس فيس كى رقم بد زكاة دئ كر ان سئ فيس كى رقم جمع كرا لى جائئ (١)۔

مذكوره بالا تينول صورتول ميں سئ كسى بهى صورت پر بوقت ضرورت شديده عمل كر كى حيله شرعى كى گنجائش هئ۔

### تفريع من المسائل العمريه

رقم المسئلة (١٩٤)

ڈگرى كالج (Degree College) يا جونيئر اسكول

(Junior school) كى بلڈنگ كى ليئ زكاة كى رقم استعمال كرنا كالج كى تمام مصارف نقلى عطيات سئ پورى كئ جائين، زكاة اور صدقات واجبه كى رقومات اس مء ميں لگانا شرعاً درست نهيس هئ، نه تو تملك سئ پهلئ اور نه هئ تملك كى بعد (٢)۔

### طريقة الانطباق

زكاة كى ادايى كى ميں تملك كور كن كى حيثيت حاصل هئ، اور كالج كى مصارف تعميرات وغيره ميں تملك كى معنى كى مفقود هونئ كى وجه سئ مء زكاة كى رقومات كا ان

(١) وحيلة التكفين بها التصديق على فقير، ثم هو يكفن فيكون الثواب لهما وكذا في تعمير المسجد.

(الدر المختار: ١٩١/٣، كتاب الزكاة، كتاب النوازل: ١٦٧/٧)

(٢) ولا يبنى بها مسجد ولا يكفن بها ميت، (المختصر القدوري: ص ٤٩)

ولا يجوز أن يبنى بالزكاة المسجد وكذا القناطر والسقايات وإصلاح الطرقات.

(الفتاوى الهندية: ١٨٨/١، كتاب النوازل: ١٦١/٧)

میں خرچ کرنا جائز نہیں ہے (۱)؛ رہی بات کہ تملیک کے بعد بھی کیوں درست نہیں، تو یاد رکھنا چاہیے کہ حیلہ تملیک صرف اُن ہی ضروریات کے لیے جائز ہے، جن کے بغیر اسلامی شعار اور دینی علوم اور عبادات وغیرہ ضائع ہونے کا سخت خطرہ ہو، اور جو نیرہائی اسکول (Junior High School) یا ڈگری کالج (Digree College) دینی ضروریات سے خارج ہیں، اسی لیے ان کے لیے حیلہ تملیک کرنے کی شرعاً اجازت نہیں ہے (۲)۔

### رقم المتن - ۹۵

وَلَا يُشْتَرَى بِهَا رَقَبَةٌ يُعْتَقُ.

ترجمہ: اور نہ خرید جائے زکاة کے مال کے ذریعہ غلام جس کو آزاد کیا جائے۔

### توضیح المسئلة

اگر زکاة کے مال سے غلام یا باندی خرید کر آزاد کر دیا جائے تو زکوة ادا نہ ہوگی، کیوں کہ زکاة کا رکن مالک بنانا ہے، جو غلام خرید کر آزاد کرنے کی صورت میں پایا نہیں جاتا

(۱) (و بناء مسجد و تکفین میت و قضاء دینہ) قال ابن نجيم و عدم الجواز لا لعدم التملك الذي هو الركن. (البحر الرائق: ۲/ ۴۲۴، باب المصروف)

(۲) وأما الإحتيال لإبطال حق المسلم فإثم وعدوان، و قال النسفي في الكافي عن محمد بن الحسن قال ليس من أخلاق المؤمنين الفرار من أحكام الله بالحيل الموصلة إلى إبطال الحق.

(عمدة القاري: ۲/ ۱۰۹، تحت رقم الحديث ۶۹۵۳)

فذهب علماء نائبة أن كل حيلة يحتال بها الرجل لإبطال حق الغير أو لإدخال شبهة فيه أو لمتو به باطل فهي مكروهة وفي العيون وفي الجامع الفتاوى لا يسعه ذلك.

(الفتاوى التاتارخانية: ۱۰/ ۳۱۱، ہندیہ ۶/ ۳۹۰)

هے، بل كه خريء كرازاو كرنے ميں ملك ساقط كرنے كے معني پائے جاتے هيں (١)۔

## تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (١٩٥)

### زكاة كي رقم سے قبرستان كے ليے

#### موٹر پمپ (Motor Pump) خريءنا

بسا اوقات قبرستان ميں پاني كے ضرورت كے پيش نظر موٹر پمپ كي ضرورت هوتي هے، اكر يه موٹر پمپ (Motor Pump) زكاة سے خريءا جائے تو شرعا درست نهیں هے اور زكاة اءا نهیں هو كي (٢)۔

رقم المسئلة (١٩٦)

#### مء زكاة سے غريبوں كو فليء (Flat) خريء كر ءينا

زكاة كي رقم سے فليء اور مكانات تعمير كر كے انهیں غريبوں ميں بطور ملكيت تقسيم كرنا اور انهیں رجسٲري (Registry) كر كے خوء مختار مالك بنانا درست هے، اور اس سے مالكان كي زكاة اءا هو جائے كي (٣)۔

(١) ولا يشترى بها رقبة تعتق لان العتق إسقاط الملك وليس بتمليك. (الجواهر النيرة: ١/٣١٣)

(٢) ولا يجوز أن يبنى بالزكاة المسجد والقناطر والسقايات و إصلاح الطرقات.

(الفتاوى الهندية: ١/١٨٨، كتاب النوازل ٧/٩٤)

(٣) مصرف الزكاة هو فقير وهو من له ادنى شئى أى دون نصاب لأن الفقر شرط في جميع الأصناف.

(الءر المختار مع الشامى: ٣/٢٨٣ باب المصروف، كتاب المسائل: ٢/٢٦٣)

### طريقة الانطباق

ادائیگی زکاة کے صحت کے لیے مصرف (فقیر) کو مالک بنانا لازم ہے، کیوں کہ تملیک کا معنی ادائیگی زکاة کے لیے رکن کی حیثیت رکھتا ہے (۱)؛ اسی وجہ سے رفاہی مصارف و ضروریات، مثلاً راستوں، پلوں، شفا خانوں وغیرہ کی تعمیر میں زکاة کا روپیہ لگانا درست نہیں ہے (۲)، مذکورہ امر کی روشنی میں یہ بات کھل کر سامنے آگئی کہ قبرستان کے لیے موٹر پمپ خرید کر دینے سے زکاة ادا نہیں ہوگی؛ کیوں کہ اس میں تملیک کا معنی جو کہ شرط ہے نہیں پایا گیا (۳)؛ لیکن غریبوں کے لیے مد زکاة سے فلیٹ وغیرہ خرید کر دے دینے سے زکاة ادا ہو جائے گی؛ کیوں کہ معنی تملیک جو شرط ہے اس صورت میں موجود ہے (۴)۔

### رقم المتن - ۹۶

وَلَا تُدْفَعُ إِلَى غَنِيٍّ.

ترجمہ: اور مال دار کو زکاة نہ دی جائے۔

### توضیح المسئلة

زکاة فقراء کا حق ہے مال دار کا نہیں، اور غنی وہ شخص ہے جس کے پاس نصاب کے بقدر مال نامی موجود ہو، جو اس کے حوالجِ اصلیہ سے زائد ہو، اگر مال دار کو زکاة دی

(۱) ويشترط أن يكون الصرف تمليكًا لا إباحة. (الدر المختار: ۲۹۱/۳، باب المصرف)

(۲) ولا يجوز أن يبنى بالزكاة المسجد وكذا القناطر والسقايات وإصلاح الطرقات.

(الفتاوى الهندية: ۱/۱۸۸)

(جمهرة: ۲/۶۲۳)

(۳) إذا فاتت الشروط المشروطة.

(موسوعة القواعد الفقهية: ۶/۷۶)

(۴) شرط الشيء يتبعه فيثبت بثبوته.

جائے گی تو زکّاة ادا نہیں ہوگی (۱)۔

## تفریع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (۱۹۷)

شادی کے لیے بقدر نصاب روپیہ جمع ہونے کے بعد  
زکّاة کی رقم وصول کرنا

بسا اوقات غریب گھرانے کی لڑکی کے شادی کے لیے لوگ سال دو سال پہلے  
مدّ زکّاة سے امداد کرتے ہیں، اگر یہ رقم مقدار نصاب کو پہنچ جائے تو اب اس لڑکی کو مدّ زکّاة  
سے روپیہ دینا شرعاً جائز نہیں ہوگا (۲)۔

## طريقة الانطباق

زکّاة کا مصرف فقیر ہے اور فقیر اس شخص کو کہتے ہیں جس کے پاس نصاب سے کم  
مال ہو؛ پس مال دار زکّاة کا مصرف نہیں ہے، اس سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ وہ غریب بچی  
جس کے شادی کے لیے سال دو سال پہلے سے ہی زکّاة کا مال جمع کیا جا رہا ہو اور مال کی  
مقدار نصاب کو پہنچ چکی ہو، تو اب اس کو زکّاة کا مال دینا جائز نہیں ہوگا، کیوں کہ نصاب کے

(۱) ولا إلى غني يملك قدر نصاب فارغ عن حاجته الأصلية من أي مال كان.

(الدر المختار: ۳/۲۹۵، باب لمصرف)

(التوبة: ۶۰)

(۲) إنما الصدقات للفقراء والمساكين.

دفع قوم زکّاة أموالهم رجل يقضيه لفقير واحد فاجتمع عنده أكثر من مأتی درهم فكل من دفع قبل

(بزازیه علی هامش الهندية: ۴/۸۵ کتاب النوازل: ۷/۸۰)

البلوغ إلى المأتین جاز.

بقدر مال کے مالک ہونے کی وجہ سے اس میں فقر کا معنی موجود نہیں ہے جو جوازِ زکاۃ کے لیے شرط ہے (۱)۔

## باب صدقة الفطر

### رقم المتن - ۹۷

وَالْفِطْرَةُ نِصْفُ صَاعٍ مِنْ بُرٍّ أَوْ نِصْفُ صَاعٍ مِنْ تَمْرٍ أَوْ زَبِيبٍ أَوْ شَعِيرٍ  
وَالصَّاعُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ (رَحِمَهُمَا اللَّهُ تَعَالَى) ثَمَانِيَةُ أَرْطَالٍ  
بِالْعِرَاقِيِّ، وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ (رَحِمَهُ اللَّهُ) خَمْسَةُ أَرْطَالٍ وَثُلُثُ رَطْلٍ.

ترجمہ: اور فطرہ آدھا صاع ہے گیہوں کا یا ایک صاع ہے کھجور یا کشمش یا جو کا، اور صاع  
طرفین کے نزدیک آٹھ رطل کا معتبر ہے عراقی رطل سے اور امام ابو یوسف نے فرمایا کہ پانچ  
رطل اور تہائی رطل کا معتبر ہے۔

### توضیح المسئلة

مذکورہ عبارت میں مصنف نے صدقۃ الفطر کی مقدار ذکر فرمائی ہے۔ یہاں یہ  
جاننا ضروری ہے کہ جو اشیا صدقۃ الفطر میں دی جاتی ہے وہ صحیحین میں صرف چار ہیں:  
(۱) تمر (کھجور) (۲) شعیر (جو) (۳) زبیب (کشمش) (۴) إقط (پنیر) (۲)۔

(۱) ولا تدفع إلى غني. (المختصر القدوري: ص ۴۹)

إذا فات الشرط فات المشروط. (جمهرة القواعد الفقهية: ۲/۶۲۳)

(۲) عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه قال كنا نخرج في عهد النبي صلى الله عليه وسلم يوم الفطر  
صاعاً من طعام وقال أبو سعيد وكان طعامنا الشعير والزبيب والإقط والتمر.

(الصحيح للبخاري: ۱/۲۰۴، رقم الحديث: ۱۵۱۰، باب الصدقة قبل العيد)

البتہ صحاح میں سے باقی سنن اربعہ میں ان چار کے علاوہ خطہ (گندم) کا بھی ذکر ہے، لیکن یہاں مقدار میں روایات مختلف ہیں، بعض میں صاع اور اکثر میں نصف صاع کا ذکر ہے (۱)، ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ہر غلہ کا صدقۃ الفطر ایک صاع ہے، خواہ وہ منصوص ہو یا غیر منصوص یعنی حدیثوں میں اس کا ذکر آیا ہو یا نہ آیا ہو (۲)، اور احناف کے نزدیک خطہ اور زبیب میں رائج قول کے مطابق نصف صاع ہے، اور باقی غلوں میں ایک صاع ہے (۳)، اور زبیب میں احناف کے یہاں دوسرا قول ایک صاع کا بھی ہے لیکن وہ قول شاذ ہے (۴)، اور غیر منصوص غلوں میں جیسے چاول چنے وغیرہ میں نصف صاع خطہ کی قیمت یا دوسرے غلوں کے ایک صاع کی قیمت کے برابر واجب ہے (۵)۔

(۱) عن الحسن أن ابن عباس خطب بالبصرة فقال أدوا زكاة صومكم، فجعل الناس ينظر بعضهم إلى بعض، فقال من ههنا من أهل المدينة قوموا إلى إخوانكم فاعلموهم، فإنهم لا يعلمون أن رسول الله صلى الله عليه وسلم فرض صدقة الفطر على الصغير والكبير والحر والعبد والذكر والأنثى نصف صاع من بر أو صاعاً من تمر أو شعير.

عن عبد الله ابن أبي صغير عن أبيه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم صاع من بر.

(السنن لأبي داود: ۲۲۸/۱، باب من روى نصف صاع من قمح)

(۲) وقال الشافعي من جميع ذلك صاع لحديث أبي سعيد الخدري.

(الهداية: ۲۱۰/۱، باب صدقة الفطر)

(۳) نصف صاع فاعل يجب من بر أو دقيقه أو سوبقه أو زبيب ..... وبه يفتى.

(الدر المختار مع رد المختار: ۳۱۸/۳، باب صدقة الفطر)

(۴) وجعله كالتمر أي في أنه يجب صاع منه وهو رواية عن الإمام أي أبي حنيفة كما في بعض النسخ.

(الدر المختار مع رد المختار: ۳۱۹/۳، باب صدقة الفطر)

(۵) وما لم ينص عليه كذرة وخيز يعتبر فيه القيمة. (الدر المختار مع رد المختار: ۳۱۹/۳، باب صدقة الفطر)



## صاع کی حقیقت

صاع کے بارے میں علما کا اختلاف ہے ائمہ ثلاثہ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک صاع پانچ رطل اور تہائی رطل کا ہوتا ہے، اسی کو مصنفؒ نے ”وقال أبو يوسف خمسة أرطال وثلث رطل“ عبارت میں بیان فرمایا ہے، اس صاع کو صاع حجازی کہتے ہیں (۱)، اور طرفین کے نزدیک صاع آٹھ رطل کا ہوتا ہے اسی کو مصنفؒ ”والصاع عند أبي حنيفة ومحمد ثمانية أرطال بالعراقي“ عبارت میں بیان فرمایا اس صاع کو صاع عراقی کہتے ہیں (۲)۔

**سوال:** یہاں ایک بہت حساس سوال پیدا ہوتا ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا صاع (صاع عراقی) ہے جو نبی کے صاع (صاع حجازی) سے مختلف ہے (۳)، حضرت عمر

(۱) اختلف الفقهاء في مقدار الصاع فذهب جمهور الفقهاء إلى أن الصاع خمسة أرطال وثلث بالعراقي لما ورد أن النبي صلى الله عليه وسلم قال لكعب بن عجرة تصدق بفرق بين ستة مساكين، وقال أبو عبيد ولا إختلاف بين الناس أعلمه في أن الفرق ثلاثة أصع، والفرق ستة عشر رطلا، فثبت أن الصاع خمسة أرطال وثلث.

(۲) وقال أبو حنيفة الصاع ثمانية أرطال لأن أنس بن مالك قال قال كان النبي صلى الله عليه وسلم يتوضأ بالمد وهو رطلان ويغتسل بالصاع فعلم من حديث أنس أن مقدار المد رطلان، فإذا ثبت أن المد رطلان يلزم أن يكون صاع رسول الله أربعة أمداد، وهي ثمانية أرطال، لأن المد ربع صاع بالاتفاق.

(الموسوعة الفقهية: ۳۰۶/۲۶)

(۳) ولنا ما روى أنه عليه الصلاة والسلام كان يتوضأ بالمد رطلين ويغتسل بالصاع ثمانية أرطال وهكذا كان صاع عمر رضي الله عنه.

(الهداية: ۲۱۰/۱، باب صدقة الفطر)

رضی اللہ عنہ تو حدیث کو ترک نہیں کر سکتے ہیں، یہ ناممکن بات ہے، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا صاع نبی کریم کے صاع سے مختلف کیوں تھا۔

**جواب:** بات درحقیقت یہ ہے کہ جس طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جزیرۃ العرب میں درہم نہیں ڈھلتے تھے؛ بل کہ روم اور ایران سے ڈھل کر آتے تھے، اور وہ تین قسم کے تھے، دس قیراط کا بارہ قیراط کا، بیس قیراط کا، اور نبیؐ نے دو سو درہم چاندی کی زکاة کا نصاب مقرر کیا، اب سوال یہ ہے کہ چھوٹے درہم کا اعتبار کیا جائے یا بڑے کا یا درمیان کا؟

فاروق اعظمؓ نے جب اپنے دور خلافت میں درہم ڈھالنے کا ارادہ کیا تو تینوں درہموں کو پگھلا کر مساوی حصوں میں تقسیم کیا تو ایک حصہ چودہ قیراط کا بنا (دس قیراط بارہ اور بیس کا مجموعہ ۴۲ ہے اور اس کا ایک تہائی چودہ ہے) پس آپؐ نے چودہ قیراط کا سکہ ڈھال دیا۔

اب چاروں فقہاء احکام شرعیہ میں اسی چودہ قیراط والے درہم کا اعتبار کرتے ہیں اب دس بارہ اور بیس قیراط والے درہموں کا اعتبار نہیں، اور ہدایہ میں ہے کہ درہم میں معتبر وزن سبعة ہے یعنی جو دس درہم سات دینار کے ہم وزن ہو جائیں ان کا اعتبار ہے، اور وہ چودہ قیراط والا درہم ہے جس کا موجودہ وزن ”3.061“ ہے، چاروں فقہاء کے نزدیک یہی درہم معتبر ہے (۱)۔

(۱) والمعتمد في الدراهم وزن سبعة وهو أن تكون العشرة منها وزن سبعة مثاقيل بذلك جرى التقدير في

اسی طرح مدینہ منورہ میں جو ”مد“ استعمال ہوتا تھا وہ دورِ طل کا تھا اور صاع پانچ رطل اور تہائی رطل کا تھا، اور جزیرۃ العرب میں مد تو وہی تھا جو مدینہ میں استعمال ہوتا تھا؛ مگر صاع آٹھ رطل کا تھا، اس سے مدینہ کے تاجروں کو پریشانی تھی، اس لیے کہ وہ تھوک میں صاع کے حساب سے خریدتے تھے اور خود مد کے حساب سے بیچتے تھے، یعنی چھوٹے پیمانہ سے لیتے تھے اور بڑے پیمانہ سے دیتے تھے اس لیے گھانا ہوتا تھا؛ چنانچہ صحابہ نے آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے صاع بڑا کرنے کی درخواست کی تھی؛ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا نہیں کیا، صرف دعا فرمائی کہ اے اللہ ہمارے مد میں بھی برکت فرما اور ہمارے صاع میں بھی برکت فرما، اور ہمارے تھوڑے میں بھی برکت فرما، اور ہمارے زیادہ میں بھی برکت فرما، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک تو بات نہ گئی کیوں کہ اس وقت اسلامی حکومت مختصر تھی؛ مگر فاروق اعظمؓ کے دورِ خلافت میں جب اسلامی حکومت پھیل گئی اور روم، شام، ایران، مصر وغیرہ اسلامی حکومت میں شامل ہوئے تو اب یہ بات چلنے والی نہ تھی، اب دو ہی صورتیں تھیں یا تو مد چھوٹا کر دیا جائے؛ مگر اس میں خلفشار ہوتا، یا صاع بڑا کر دیا جائے اور اس میں کوئی خاص پریشانی نہیں تھی، اس لیے کہ مدینہ کے علاوہ سارے جزیرۃ العرب میں آٹھ رطل کا صاع مستعمل تھا؛ چنانچہ حضرت عمرؓ نے آٹھ رطل کا صاع کر دیا، اور لوگ نئے صاع سے کاروبار کرنے لگے اور پرانا صاع یکبارگی موقوف ہو گیا۔

## ایک واقعہ سے استدلال

ایک مرتبہ امام ابو یوسفؒ مدینہ گئے، ان کی امام مالکؒ سے ملاقات ہوئی، دونوں کے درمیان یہ مسئلہ چھڑا کہ صاع کتنے وزن کا ہوتا ہے؟ چوں کہ امام ابو یوسفؒ عراق کے باشندے تھے اور وہاں صاع آٹھ رطل کا تھا اس لیے وہ اس کے قائل تھے، اور امام مالکؒ پانچ رطل اور تہائی رطل کے قائل تھے، امام ابو یوسف رحمہ اللہ کو ان کی بات تسلیم کرنے میں تردد ہوا۔ امام مالکؒ نے تلامذہ سے کہا: اپنے گھر جاؤ اور جس کے گھر میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کا صاع ہے اسے لے آؤ، کہتے ہیں مجلس میں ستر صاع جمع ہو گئے اور ہر ایک نے سند بیان کی، یہ صاع میرے والد کو میراث میں ملا ہے اور میرے دادا صحابیؒ تھے، جب امام ابو یوسفؒ نے ان کو ناپا تو وہ پانچ رطل اور تہائی رطل کے تھے، کہتے ہیں کہ اس واقعہ کے بعد امام ابو یوسفؒ نے اپنی رائے بدل لی (۱)۔

اس واقعہ میں ہمارے غور کرنے کی بات یہ ہے کہ امام مالکؒ نے گھروں سے صاع کیوں منگوائے! وہ طالب علموں سے کہتے کہ بازار سے لاؤ، اور ایک ایک دوکان پر لے جا کر صاع بتاؤ اور ناپ کر دکھاؤ کہ وہ کتنے وزن کا ہے؛ مگر امام مالکؒ نے ایسا نہیں کیا،

(۱) وروی أن أبا يوسف حينما دخل المدينة سألهم عن الصاع فقالوا خمسة أرتال وثلاث فضالهم بالحجة فقالوا: غدا فجاء من الغد سبعون شيخا كل واحد منهم أخذ صاعا تحت رداءه فقال صاعی ورثه أبي عن جدي وورثه أبي عن جدي، حتى انتهوا به إلى النبي.

(الموسوعة الفقهية: ۳۰۶/۲۶، فتح القدیر: ۳۰۲/۲، باب صدقة الفطر، تحفة الألعی: ۵۳۷/۲)

اس لیے کہ بازار میں دوکان پر جو صاع تھا وہ آٹھ رطل کا تھا، یعنی یہ بات تسلیم ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کا صاع پانچ رطل اور تہائی رطل کا تھا؛ مگر جب حضرت عمرؓ نے اس کی تعدیل کی اور آٹھ رطل کا صاع جاری کیا تو پرانا صاع بازار سے اٹھ گیا، اور لوگوں نے اس پرانے صاع کو باپ دادا کی نشانی سمجھ کر اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کا صاع ہونے کی وجہ سے گھروں میں محفوظ رکھا؛ پس جس طرح حضرت عمرؓ کے زمانہ میں درہموں کی تعدیل کی گئی اور تمام فقہانے اس تعدیل کو قبول کیا اور احکام شرع میں اس کا اعتبار کیا اسی طرح چاہیے کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں صاع میں جو تعدیل ہوئی اسے بھی قبول کرتے؛ مگر عجیب بات ہے، ائمہ ثلاثہ نے درہم کی تعدیل کو تو قبول کیا؛ مگر صاع کی تعدیل قبول نہیں کیا، اور احناف نے دونوں تبدیلیاں قبول کی۔

### تفریع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (١٩٨)

مقدار صاع موجودہ اوزان (Kilo gram) کے اعتبار سے

علامہ شامیؒ نے درہم مشقال استار اور مد کے ذریعہ صاع کی جو مقدار ہونی چاہیے، اس کی تعیین فرمائی ہے، ہم اس کو ذکر کرتے ہیں۔

(الف) صاع بحساب درہم:

ایک صاع: ایک ہزار چالیس (1040) درہم کا ہوتا ہے، جس کا کلوگرام کے

اعتبار سے موجودہ وزن تین کلو ایک سو تراسی گرام چوالیس ملی گرام (3,183,44) ہوتا ہے۔

نصف صاع: پانچ سو بیس (520) دراهم کا ہوتا ہے جس کا کلو گرام کے اعتبار سے موجودہ وزن ایک کلو پانچ سو اکیانوے گرام بہتر ملی گرام (1,591,72) کا ہوتا ہے (۱)۔  
(ب) صاع بحساب مثقال:

ایک صاع: سات سو بیس (720) مثقال کا ہوتا ہے، جس کا کلو گرام کے اعتبار سے موجودہ وزن تین کلو ایک سو پچاس گرام (3,150) ہوتا ہے۔

نصف صاع: تین سو ساٹھ (360) مثقال کا ہوتا ہے، جس کا کلو گرام کے اعتبار سے موجودہ وزن ایک کلو پانچ سو پچتر گرام (1,575) ہوتا ہے (۲)۔  
(ج) صاع بحساب مد:

مد کے حساب سے صاع یا نصف صاع کا وزن کلو گرام کے اعتبار سے بعینہ وہی ہے جو اوپر بذریعہ درہم بیان کیا گیا ہے؛ کیوں کہ ایک صاع چار مد کا ہوتا ہے (۳)، اور ایک مد دو سو ساٹھ (260) دراهم کا ہوتا ہے (۴)، اس اعتبار سے چار مد ایک ہزار چالیس (1040) دراهم کا ہوا۔

(۱) وهو أي الصاع المعتبر ما يسع ألفاً وأربعين درهماً من ما ش أو عدس. قال الشامي: أعلم أن الصاع أربعة أمداد، والمد رطلان، والرطل نصف من، والمن بالدرهم مائتان وستون درهماً.

(۲) الدر المختار مع رد المحتار: ۳/۳۲۰، باب صدقة الفطر،

جو اھر الفقہ: ۱/۴۰۹، ۴۲۴، درس ترمذی: ۲/۴۹۸

(۳) الدرهم الكبير المثقال وهو ما يبلغ وزنه مثقالاً. (الهداية: ۱/۷۵، جوهر الفقہ: ۱/۴۰۹، ۴۲۴)

(۴) قال الشامي: أعلم أن الصاع أربعة أمداد. (رد المحتار: ۳/۳۲۰)

(۵) والمن بالدرهم مائتان وستون درهماً، فالمد والمن سواء كل منهما ربع صاع.

(رد المحتار: ۳/۳۲۰، جوهر الفقہ: ۱/۴۰۸، ۴۲۵)

ایک صاع کا وزن کلو گرام کے اعتبار سے موجودہ وزن تین کلو ایک سو تر اسی گرام چوالیس ملی گرام (3,183,44) ہوگا۔

نصف صاع کا وزن کلو گرام کے اعتبار سے موجودہ وزن ایک کلو پانچ سو اکیانوے گرام بہتر ملی گرام (1,591,72) ہوگا۔

(د) صاع بحسابِ استار:

ایک مد یا ایک من یا دو رطل (کیوں کہ یہ تین چیزیں ہم وزن ہیں) چالیس استار کے برابر ہیں (۱)، اس اعتبار سے ایک صاع ایک سو ساٹھ (160) استار کا ہوا، کیوں کہ ایک صاع میں چار مد ہوتے ہیں، اور علامہ شامی کے صراحت کے اعتبار سے ایک استار ساڑھے چھ درہم (6،50) یا ساڑھے چار مثقال (4'50) کا ہوتا ہے (۲)۔

## ایک صاع

اگر استار میں درہم کا اعتبار کریں تو (160) استار کو ساڑھے چار میں ضرب دیں گے (کیوں کہ ایک استار (6.50) درہم کا ہوتا ہے) تو حاصل ضرب (1040) درہم ہوں گے، جس کا موجودہ وزن کلو گرام کے اعتبار سے تین کلو ایک سو تر اسی گرام چوالیس ملی گرام (3.183.44) ہو جو ایک صاع کا موجودہ وزن ہے۔

(۱) والمد رطلان، والرطل نصف من، والمدن بالدرہم مائتان وستون درہما وباستار أربعون.

(ردالمحتار: ۳/ ۳۲۰)

(۲) والإستار بكسر الهمزة بالدرہم ستة ونصف، وبالمثاقيل أربعة ونصف.

(ردالمحتار: ۳/ ۳۲۰، جواهر الفقہ: ۱/ ۴۲۶)

اور اگر استار میں مثقال کا اعتبار کریں تو چوں کہ ایک مثقال ساڑھے چار درہم کا ہے، اس لیے ایک سو ساٹھ (160) استار کو ساڑھے چار (4.50) میں ضرب دینے سے (720) مثقال ہوا، اور (720) مثقال کا وزن کلو گرام کے اعتبار سے تین کلو ایک سو پچاس گرام (3.150) ہوا، جو ایک صاع کا موجودہ وزن ہے۔

### نصف صاع

دراہم کے اعتبار سے اسی (80) استار (520) درہم ہوتے ہیں، جن کا موجودہ وزن کلو گرام کے اعتبار سے ایک کلو پانچ سو اکیانوے گرام بہتر ملی گرام (1,591.72) ہے، جو نصف صاع کا موجودہ وزن ہے۔

مثقال کے اعتبار سے (360) مثقال جس کا موجودہ وزن ایک کلو پانچ سو پچتر گرام (1,575) ہے، جو نصف صاع کا موجودہ وزن ہے۔

**نوٹ:** صاع کا وزن کلو گرام کے اعتبار سے کتنا ہوتا ہے معلوم کرنے کے جو چار طریقے اوپر مذکور ہوئے ان سب کا نتیجہ یہ ہے کہ جس جگہ مثقال سے حساب لگایا گیا وہاں (3.183.44) حساب آیا، اور جہاں درہم سے حساب لگایا گیا وہاں (3.150) حساب آیا۔ معلوم ہوا کہ فقہاء کی مذکورہ تصریحات میں الٹ پلٹ کر یہی دو صورتیں بالآخر نکلتی ہیں، جن میں پورے صاع پر تقریباً تین تولہ (تولہ عرفی جو دس گرام کا ہوتا ہے) اور نصف صاع پر ڈیڑھ تولہ کا فرق آتا ہے؛ تاہم مذکورہ بالا چاروں حسابوں میں سے جس حساب کو بھی اختیار کر لیا جاوے صدقہ فطر ادا ہو جائے گا، لیکن درہم والے حساب میں چوں کہ زیادتی



ہے اس لیے اس کے ادا کرنے میں زیادہ احتیاط ہے (۱)۔

### طريقة الإنطباق

مذکورہ بالا چاروں حسابوں (دراہم، مشقال، مد، إستار) سے صاع عراقی کا کلوگرام کے اعتبار سے موجودہ وزن نکالنے کے لیے دو چیزوں کا جاننا ضروری ہے۔

(الف) درہم کا موجودہ وزن (ب) مشقال کا موجودہ وزن۔

جہاں تک بات درہم کے موجودہ وزن کی ہے تو ہم تو ضیح المسئلہ میں ذکر کر چکے ہیں کہ ابتدائے اسلام میں تین قسم کے درہم مروج تھے۔

(۱) الدرہم الکبیر: بیس قراط، جس کا موجودہ وزن (4,375) ہے۔

(۲) الدرہم المتوسط: بارہ قراط، جس کا موجودہ وزن (2,625) ہے۔

(۳) الدرہم الصغیر: دس قیراط، جس کا موجودہ وزن (2,187) ہے۔

یہ تینوں درہم روم اور ایران سے ڈھل کر آتے تھے، جب فاروق اعظمؓ نے اپنے دور خلافت میں درہم ڈھالنے کا ارادہ کیا تو تینوں درہموں کو پگھلا کر مساوی حصوں میں تقسیم کر دیا، اس طرح ایک حصہ چودہ قراط کا بنا یعنی دس قیراط، بارہ قیراط، بیس قیراط کا مجموعہ ۴۲ ہے اور اس کا ایک تہائی چودہ قیراط ہوا پس آپنے چودہ قیراط کا سکہ ڈھال دیا، اب چاروں فقہاء احکام شرعیہ میں اسی چودہ قیراط والے درہم کا اعتبار کرتے ہیں، جیسا کہ ہدایہ میں مذکور ہے: ”والمعتبر في الدراهم وزن سبعة وهو أن تكون العشرة منها وزن سبعة مثاقيل بذلك جرى التقدير في ديوان عمرؓ استقر الأمر عليه“ اور یہ چودہ

(۱) الإحتياط في حقوق الله تعالى جائز وفي حقوق العباد لا يجوز. (قواعد الفقه: ص ۱۵، الرقم: ۱۷)

قیراط (درہم مروّج) کا موجودہ وزن (3,061) ہے (۱)۔

اسی طرح ایک مثقال کا وزن درہم کبیر کے برابر ہے؛ پس معلوم ہو گیا کہ ایک مثقال کا موجودہ وزن (4,375) ہے (۲)۔

اب جب درہم میں معتبر درہم مروّج ہے، جس کا موجودہ وزن (3,061) ہے تو انطباق آسان ہو گیا۔ مثلاً:

صاع بحساب درہم:

صاع بحساب درہم میں ایک صاع (1040) درہم کا ہوتا ہے (۳)، ہم نے اس (1040) درہم کو درہم واحد کے موجودہ وزن (3,061) ضرب دیا تو حاصل ضرب تین

(۱) الدرہم الإسلامي و کیفیۃ تحدیدہ و تقدیرہ کانت الدرہم المضروبة قبل الإسلام متعددة مختلفة الأوزان، و کانت ترد إلى العرب من الأم المحاورة فكانوا يتعاملون بها، لا باعتبار العدد بل بأوزان اصطلاحوا عليها، وجاء الإسلام وأقرهم على هذه الأوزان كما جاء في قول النبي صلى الله عليه وسلم الوزن وزن أهل مكة، والمكيال مكيال أهل مدينة، ولما احتاج المسلمون إلى تقدير الدرهم في الزكاة كان لابد من وزن محدد للدرهم يقدر النصاب أساسه، فجمعت الدرهم المختلفة الوزن و أخذ الوسط منها، واعتبر هو الدرهم الشرعي وهو الذي تزن العشرة منه سبعة مثاقيل من الذهب، فضربت الدرهم الإسلامية على هذا الأساس، وهذا أمر متفق عليه بين علماء المسلمين فقهاء و مؤرخين لكنهم اختلفوا في العهد الذي تم فيه هذا التحديد، فقليل تم في عهد عمر بن الخطاب.

(الموسوعة الفقهية: ۲۰/۲۴۸، أوزان شرعية: ص ۵۶)

(۲) و أراد بالدرهم الكبير المثقال، ومعناه ما يكون يبلغ وزنه مثقالاً. (البنایة فی شرح الهدایة: ۱/۷۳۳)

(۳) وهو أي الصاع المعتبر ما يسع ألفاً وأربعين درهماً من ماش أو عدس.

(الدر المختار مع رد المحتار: ۳/۳۲۰، جواهر الفقه: ۱/۴۰۹، ۴۲۴)

کلو ایک سوتر اسی گرام چوالیس ملی گرام (3,183,44) ہوا جو ایک صاع کا موجودہ وزن ہے، اور نصف صاع (520) دراہم کا ہوتا ہے، اس لیے ہم نے (520) دراہم کو (3.061) میں ضرب دیا تو حاصل ضرب ایک کلو پانچ سو اکیانوے گرام بہتر ملی گرام (1.591.72) ہوا، جو کلو گرام کے اعتبار سے نصف صاع کا موجودہ وزن ہوتا ہے۔

### صاع بحساب مُد:

صاع بحساب مُد میں بھی حساب وہی ہوگا جو دراہم کا ہوا؛ کیوں کہ ایک صاع چار مُد کا ہوتا ہے، اور ایک مُد (260) دراہم کا ہوتا ہے، اس اعتبار سے چار مُد کا وزن (1040) دراہم ہوئے (۱)۔

### صاع بحساب مثقال:

صاع بحساب مثقال میں ایک صاع (720) مثقال کا ہوتا ہے، کیوں کہ ایک رطل (90) مثقال کا ہے، اور ایک صاع میں آٹھ رطل ہوتے ہیں، اور ہم اوپر ایک مثقال کا کلو گرام کے اعتبار سے موجودہ وزن بتا چکے ہیں کہ وہ (4,375) ہے (۲)، اس (720) مثقال کو (4.375) میں ضرب دیا تو حاصل ضرب تین کلو ایک سو پچاس گرام (3.150) ہوا، جو ایک صاع کا کلو گرام کے اعتبار سے موجودہ وزن ہوا، اور نصف صاع میں (360) مثقال

(۱) قال الشامي أعلم أن الصاع أربعة أمداد، والمد رطلان والرطل نصف من واليمن بالدرهم، مائتان وستون درهما فالمد واليمن سواء..... (رد المحتار: ۳/۳۲۰، جواهر الفقہ: ۱/۴۰۸، ۴۲۵)

(۲) وأراد بالدرهم الكبير المثقال، ومعناه ما يكون يبلغ وزنه مثقالاً.

(البنایة فی شرح الہدایة: ۱/۷۳۳، جواهر الفقہ: ۱/۴۰۹، ۴۲۴)

ہوتے ہیں، اس لیے (360) مثقال کو (4.375) میں ضرب دیا تو حاصل ضرب ایک کلو پانچ سو پچتر گرام (1.575) ہوا، جو کلو گرام کے اعتبار سے نصف صاع کا موجودہ وزن ہوا۔  
صاع بحساب استار:

ایک مد چالیس (40) استار کے برابر ہوتا ہے (۱)، اور ایک صاع میں چار مد ہوتے ہیں، اس طرح ایک صاع (160) استار کا ہوا، اور ایک استار علامہ شامی کے صراحت کے اعتبار سے ساڑھے چھ درہم (6.50) کا ہوتا ہے (۲)، اس لیے (6.50) درہم کو (160) استار میں ضرب دیا تو حاصل ضرب (1040) درہم ہوئے جس کا ذکر ما قبل میں بحساب درہم کی صورت میں ہو چکا۔

اسی طرح ایک استار کا وزن ساڑھے چار مثقال کا ہوتا ہے (۳)، تو ہم نے (4,50) کو (160) استار میں ضرب دیا تو حاصل ضرب (720) ہوئے جس کا ذکر ما قبل میں بحساب مثقال کی صورت میں ہو چکا۔

(۱) والمد رطلان والرطل نصف من .... وبالإستار أربعون. (ردالمحتار: ۳/۳۲۰)

(۲) والإستار بالدرہم ستة ونصف. (ردالمحتار: ۳/۳۲۰)

(۳) وبالمناقل أربعة ونصف. (ردالمحتار: ۳/۳۲۰)



# كتاب الصوم

## ﴿رویت ہلال کا بیان﴾

## رقم المتن - ۹۸

وَيَنْبَغِي لِلنَّاسِ أَنْ يَلْتَمِسُوا الْهِلَالَ فِي الْيَوْمِ التَّاسِعِ وَالْعِشْرِينَ مِنْ شَعْبَانَ، فَإِنْ رَأَوْهُ صَامُوا وَإِنْ غَمَّ عَلَيْهِمْ أَكْمَلُوا عِدَّةَ شَعْبَانَ ثَلَاثِينَ يَوْمًا ثُمَّ صَامُوا، وَمَنْ رَأَى هِلَالَ رَمَضَانَ وَحَدَّهُ صَامَ وَإِنْ لَمْ يَقْبَلِ الْإِمَامُ شَهَادَتَهُ، وَإِذَا كَانَ فِي السَّمَاءِ عَلَّةٌ قَبْلَ الْإِمَامِ شَهَادَةُ الْوَاحِدِ الْعَدْلِ فِي رُؤْيَةِ الْهِلَالَ رَجُلًا كَانَ أَوْ امْرَأَةً حُرًّا كَانَ أَوْ عَبْدًا، فَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِي السَّمَاءِ عَلَّةٌ لَمْ تُقْبَلِ الشَّهَادَةُ حَتَّى يَرَاهُ جَمْعٌ كَثِيرٌ يَقَعُ الْعِلْمُ بِخَبَرِهِمْ. وَمَنْ رَأَى هِلَالَ الْفِطْرِ وَحَدَّهُ لَمْ يَفْطُرْ. وَإِذَا كَانَتْ بِالسَّمَاءِ عَلَّةٌ لَمْ يُقْبَلِ الْإِمَامُ فِي هِلَالَ الْفِطْرِ إِلَّا شَهَادَةُ رَجُلَيْنِ أَوْ رَجُلٍ وَامْرَأَتَيْنِ وَإِنْ لَمْ تَكُنْ بِالسَّمَاءِ عَلَّةٌ لَمْ يُقْبَلِ إِلَّا شَهَادَةُ جَمَاعَةٍ يَقَعُ الْعِلْمُ بِخَبَرِهِمْ.

ترجمہ: اور مناسب ہے لوگوں کے لیے کہ تلاش کریں چاند کو شعبان کی انیسویں تاریخ میں، پھر اگر لوگوں نے چاند دیکھ لیا تو روزہ رکھیں اور اگر چاند ان پر مشتبہ ہو گیا تو پورے کر لیں شعبان کے تیس دن، پھر روزہ رکھیں۔ اور جس شخص نے دیکھا رمضان کا چاند تھا تو وہ روزہ رکھے اگرچہ امام اس کی شہادت کو قبول نہ کرے۔ اور جب آسمان میں کوئی علت (ابر) ہو تو امام ایک عادل آدمی کی گواہی چاند دیکھنے کے بارے میں قبول کرے، گواہی دینے والا مرد

ہو یا عورت، آزاد ہو یا غلام۔ اور اگر آسمان میں کوئی علت نہ ہو تو گواہی قبول نہ کرے یہاں تک کہ دیکھے اس کو ایسی جماعت کثیرہ جن کی خبر سے یقین حاصل ہو جائے۔

اور جس نے عید کا چاند دیکھا تھا وہ افطار نہ کرے اور جب آسمان میں کوئی علت ہو تو قبول نہ کرے حاکم عید کے چاند میں مگر دو مردوں کی یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی سے۔ اور اگر آسمان میں کوئی علت نہ ہو تو نہیں قبول کی جائے گی مگر ایک جماعت جن کی خبر پر یقین آجائے۔

### توضیح المسئلة

ہلال عید و رمضان کے متعلق شرعی ضابطہ باعتبار رؤیت و شہادت قمری مہینہ کبھی (۳۰) کا ہوتا ہے اور کبھی (۲۹) کا، اور شریعت میں چاند دیکھ کر روزہ شروع کرنے کا حکم ہے، جیسا کہ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے ”صوموا لرؤیتہ“ اس لیے ۲۹ شعبان کو رمضان کا چاند دیکھنا واجب علی الکفایہ ہے۔ اگر نظر آجائے تو روزہ رکھ لیا جائے اور اگر دکھائی نہ دے تو اگلے روز کا روزہ نہ رکھے (۱)؛ یعنی رمضان کی ابتدا اور انتہا کا مدار جو رؤیت پر ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ فی الجملہ رؤیت ضروری ہے، اگر کسی کو بھی چاند نظر آیا اور وہ رؤیت کی گواہی دے تو چاند کا ثبوت ہو جائے گا، ہر شخص کے لیے چاند دیکھنا ضروری نہیں، پھر اگر مطلع صاف ہو تو جم غفیر کی رؤیت ضروری ہے، یعنی ثبوت ہلال کے لیے ضروری ہے کہ اتنی بڑی تعداد چاند دیکھے جس سے یقین ہو جائے کہ واقعی

(۱) بحسب أن یلمس الناس الهلال فی التاسع والعشرين من شعبان وقت الغروب، فإن رأوه صاموه،



انہوں نے چاند دیکھا ہے، ان کو دھوکا نہیں ہوا ہے، یہ حکم ہلالِ عید اور رمضان دونوں کا ہے۔ اور اگر مطلع صاف نہ ہو (بادل، گرد و غبار یا تیز سرخی ہو) تو رمضان کے چاند میں ایک مسلمان کی خبر کافی ہے جو عادل ہو، لفظ شہادت ضروری نہیں ہے (۱)؛ البتہ عید کے چاند میں تعداد (دو گواہوں) کا ہونا شرط ہے، اور ان کا دیندار ہونا بھی شرط ہے؛ اسی طرح لفظ شہادت یا ہر زبان میں اس کا مترادف لفظ بولنا ضروری ہے (۲)۔

### شہادت کے سلسلے میں چند اصولی امور

حکومت یا ذمے دارانِ ہلال کمیٹی (Moon Committee) کے لیے شہادت کا اعتبار کر کے ملک میں اعلان کرنے کے واسطے تین صورتوں میں سے کسی ایک کا ہونا ضروری ہے، اگر ان صورتوں میں سے کوئی بھی نہیں ہے تو ایسی شہادت کی بنیاد پر عید کا اعلان کرنا حکومت کے لیے یا ہلال کمیٹی کے کسی ذمے دار کے لیے جائز نہیں ہے، وہ تین صورتیں اصطلاح شریعت میں یہ ہیں:

(الف) شہادت علی الرؤیة

(ب) شہادت علی شہادة الرؤیة

(ج) شہادت علی القضاء

(۱) وبلا لفظ أشهد وبلا حکم ومجلس قضاء، لأنه خبر لاشهادة.

(الدر المختار مع رد المحتار: ۳/۳۵۲، کتاب الصوم)

(۲) وشرط للفطر، مع العلة والعدالة نصاب الشهادة ولفظ أشهد.

(الدر المختار مع رد المحتار: ۳/۳۵۳، کتاب الصوم، جواهر الفقہ: ۱/۳۹۹)

## شہادت علی الرویۃ

شہادت علی الرویۃ یہ ہے کہ گواہی دینے والے حضرات ایسے عالم یا علما کی جماعت کے سامنے بذاتِ خود پیش ہوں، جن کی احکام شرعیہ میں مہارت پر پورے علاقے یا ملک میں اعتماد و یقین کیا جاتا ہو، اور یہ عالم یا علما متفقہ طور پر اس شہادت کو قبول کرنے کا فیصلہ کریں۔

## شہادت علی الشہادۃ

شہادت علی الشہادۃ یہ ہے کہ اگر یہ گواہ خود حاضر نہیں ہوئے یا نہیں ہو سکے تو ہر ایک کی گواہی پر دو گواہ ہوں، اور وہ گواہ عالم یا علما کے سامنے یہ شہادت دیں کہ ہمارے سامنے فلاں شخص نے بیان دیا ہے کہ میں نے فلاں رات فلاں جگہ اپنی آنکھوں سے چاند دیکھا ہے۔

## شہادت علی القضاء

شہادت علی القضاء یہ ہے کہ جس مقام پر چاند دیکھا گیا، اگر وہاں حکومت کی طرف سے کوئی ذیلی کمیٹی ہے (جیسے ہمارے ہندوستان میں ہر صوبہ کی ہلال کمیٹی) اور اس میں کچھ ایسے علما موجود ہیں، جن کے فتویٰ پر علما اور عوام اعتماد کرتے ہیں، اور چاند دیکھنے والے ان کے پاس پہنچ کر اپنی عینی شہادت پیش کریں، اور وہ علما ان کی شہادت قبول کریں تو ان علما کا فیصلہ اس حلقے (صوبہ) کے لیے تو کافی ہے جس میں شہادت پیش ہوئی ہے، مگر پورے ملک میں اس کے اعلان کے لیے ضروری ہے کہ حکومت کی نامزد کردہ مرکزی رویت ہلال کمیٹی کے سامنے ان علما کا فیصلہ بشرائط ذیل پیش ہو۔

یہ سب علمایا ان کا امیر تحریر کریں کہ فلاں وقت ہمارے سامنے دو یا زائد شاہدوں نے چشم خود چاند دیکھنے کی گواہی دی، اور ہمارے نزدیک یہ گواہ ثقہ اور قابل اعتماد ہیں، اس لیے ان کی شہادت پر چاند ہونے کا فیصلہ دے دیا، یہ تحریر دو گواہوں کے سامنے لکھی جائے، پھر یہ گواہ یہ تحریر لے کر مرکزی کمیٹی کے علما کے سامنے اپنی اس شہادت کے ساتھ پیش کریں کہ فلاں علما کی جماعت نے یہ تحریر ہمارے سامنے لکھی ہے۔

مرکزی علما ہلال کمیٹی کے نزدیک اگر ان علما کا فیصلہ شرعی قواعد کے مطابق ہے، تو اب یہ کمیٹی پورے ملک میں مرکزی حکومت کے دیے ہوئے اختیارات کے ماتحت اعلان کر سکتی ہے، اور یہ اعلان سب مسلمانوں کے لیے واجب القبول ہوگا، وہ بھی اس شرط کے ساتھ کہ یہ اعلان عام خبروں کی طرح نہ کیا جائے بل کہ مرکزی ہلال کمیٹی کے سرکردہ کوئی عالم خود ریڈیو وغیرہ پر اس امر کا اعلان کرے کہ ہمارے پاس شہادت علی الرویۃ، یا شہادت علی شہادۃ الرویۃ، یا شہادت علی القضاء کی تین صورتوں میں سے فلاں صورت پیش ہوئی ہے، ہم نے تحقیقات ہونے کے بعد اس پر چاند ہونے کا فیصلہ کیا ہے۔

تنبیہ:

جن ملکوں میں اقتدار اعلیٰ مسلمانوں کے ہاتھ میں ہو، وہاں چاند کا اعلان وہی معتبر ہوگا جو حکومت کی طرف سے مقرر کردہ افراد یا کمیٹی کی طرف سے کیا جائے، اپنے طور پر عوام کو روزہ رکھنے یا عید منانے کا اختیار نہ ہوگا (۱)۔

(۱) قال الشامي والصحيح من هذا كله أنه مفوض إلى رأي الإمام.

ہندوستان جیسے ممالک جہاں اقتدارِ اعلیٰ مسلمانوں کو حاصل نہیں ہے، وہاں چاند کے اعلان کا اختیار معتمد علیہ رؤیت ہلال کمیٹیوں یا علاقہ کے با اثر ائمہ اور علما کو ہوگا، انہیں کے سامنے چاند کی شہادتیں پیش کی جائے گی، اور انہی کے اعلان پر روزہ یا عید کا فیصلہ ہوگا، اور جس کمیٹی اور عالم کا جتنا دائرہ اثر ہے؛ اسی حد تک اس کا فیصلہ نافذ العمل ہوگا (۱)۔

### تفریع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (۱۹۹)

ہیلی کاپٹر (Helicopter) سے چاند دیکھنے کا حکم

اگر ہیلی کاپٹر (Helicopter) سے افق پر جا کر چاند کو دیکھا جائے، اور وہ چاند زمین سے دیکھنے والوں کو نظر نہ آئے تو شرعاً اس کا اعتبار ہوگا، اور اس رؤیت پر شرعی ثبوت کے بعد چاند کا فیصلہ کیا جاسکتا ہے (۲)۔

رقم المسئلة (۲۰۰)

ہوائی جہاز (Aeroplane) سے چاند دیکھنے کا حکم

ہوائی جہاز سے جو چاند دیکھا جائے اور وہ زمین پر سے نظر نہ آئے تو اس بارے

(۱) والعالم الثقة في بلدة ولا حاكم فيه قائم مقامه.

(عمدة الرعاية على شرح الوقاية ۱/۲۶۶، رقم الحاشية: ۸، جواهر الفقه ۱/۴۰۲)

(۲) وذكر الطحاوي أنه تقبل شهادة الواحد، إذا جاء من خارج المصر لقلّة الموانع، وإليه الإشارة في كتاب الإستحسان، وكذا إذا كان على مرتفع في المصر.

(فتح القدیر: ۲/۳۲۸، فصل في رؤية الهلال، الفتاوى التاتارخانية: ۲/۹۲،

محقق و مدلل جدید مسائل: ۱/۲۵۸، امداد المفتين: ۲/۴۰۵)

میں قدرے تفصیل ہے: اگر ہوائی جہاز کے ذریعے نیچے پرواز کر کے چاند دیکھ لیا گیا تو اس کا شرعاً اعتبار ہے، جیسا کہ پہلی کا پٹر سے چاند دیکھنے میں ہوتا ہے (۱)، اور اگر ہوائی جہاز سے اتنی بلندی پر جا کر چاند دیکھا کہ وہاں کا مطلع بدل جاتا ہے، اور اس خبر کو مان لینے سے مہینہ ۲۸ دن کا ہونا لازم آجائے تو ہوائی جہاز سے دیکھے ہوئے چاند کا اعتبار نہ ہوگا (۲)۔

### طريقة الانطباق

انطباق سے پہلے یہاں ایک بات ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ جدید آلات (پہلی کا پٹر، ہوائی جہاز خوردین وغیرہ) کے ذریعہ رؤیت کی حیثیت محض کشف کی ہے۔ یعنی ایسا نہیں ہے کہ ایک چیز وجود میں نہ ہو اور اس کی وجہ سے خواہ مخواہ نظر آنے لگے، بل کہ وہ ایک موجودشی کو جسے ہم دوری، غبار یا نظر کی کمی کی وجہ سے نہیں دیکھ سکتے، ہمارے لیے قابل دید بنا دیتی ہے، اس کی نظیر خود فقہا متقدمین کے یہاں بھی ملتی ہے کہ اگر کوئی شخص بلند مقامات سے چاند دیکھے جب کہ نیچے سے نظر نہ آ رہا ہو تو یہ رؤیت شرعاً معتبر ہے (۳)، اور وہاں بلند

(۱) وذكر الطحاوي أنه تقبل شهادة الواحد إذا جاء من خارج المصر لقلة الموانع، وإليه الإشارة في

كتاب الاستحسان، وكذا إذا كان على مكان مرتفع في المصر. (الهداية: ۲۱۶/۱)

(۲) إن عدم عبرة اختلاف المطالع، إنما هو في البلاد المتقاربة لا البلاد النائية، أقول لا بد من تسليم قول

الزيلعي وإلا فيلزم وقوع العيد يوم السابع والعشرين أو الثامن والعشرين، أو يوم الحادي والثلاثين أو الثاني

والثلاثين فإن هلال بلاد قسطنطينية ربما يتقدم على هلالنا يومين.

(العرف الشذوي على هامش الترمذی: ۱۴۵/۲، باب ما جاء أن الصوم لرؤية الهلال،

كتاب النوازل: ۲۸۱/۲، إمداد الفتاوى: ۱۰۸/۲، جديد فقهي مسائل: ۳۴/۲)

(۳) وذكر الطحاوي تقبل شهادة الواحد إذا جاء من خارج المصر لقلة الموانع وإليه الإشارة في كتاب

الاحسان وكذا إذا كان على مكان مرتفع في المصر. (الهداية: ۲۱۶/۱، كتاب الفتاوى: ۲۴/۲)

مقامات سے وہ اونچائی مراد ہے جو عموماً شہروں میں ہوا کرتی ہے، تاکہ مکانون اور درختوں کی بلندی افق کو دیکھنے میں حائل نہ ہو، خواہ وہ کسی ذریعہ سے ہو، مذکورہ بالا گفتگو کی روشنی میں انطباق آسان ہو گیا، کہ اگر مطلع صاف نہ ہو اور کوئی شخص ہیلی کاپٹر سے یا ہوائی جہاز کے ذریعے اتنے اونچائی سے چاند کو دیکھے جہاں سے صرف موجود چاند نظر آئے تو رؤیت معتبر ہوگی، کیوں کہ رؤیت سے یہاں رؤیت بصری مراد ہے جو یہاں پر موجود ہے، نیز ہیلی کاپٹر کی پرواز اتنی نہیں ہوتی کہ مطلع ہی بدل جائے کہ آج کے چاند کے بجائے کسی اور دن کا چاند نظر آجائے، اسی لیے ہم نے ہوائی جہاز کے ذریعے رؤیت کے معتبر ہونے کے لیے کم اونچائی سے دیکھنے کو شرط قرار دیا ہے، کیوں کہ عموماً ہوائی جہاز کی پرواز اتنی بلندی پر ہوتی ہے جہاں سے مطلع بدل جاتا ہے، اور موجودہ چاند کے علاوہ کوئی اور چاند نظر آ جاتا ہے۔

رقم المسئلة (٢٠١)

ہلال رمضان وعید کے سلسلے میں ریڈیو (Radio)

اور ٹی وی (TV) کی خبر پر اعتماد کا حکم

اگر قاضی یا ہلال کمیٹی (Moon Committee) کسی شہادت پر مطمئن ہو کر عید یا رمضان کا اعلان ریڈیو یا ٹی وی پر نشر کرے، تو جس شہر کے قاضی یا ہلال کمیٹی نے یہ فیصلہ کیا ہے اس شہر اور اس کے مضافات و دیہات کے لوگوں کو اس ریڈیو اور ٹی وی کے اعلان پر عید وغیرہ کا کرنا جائز ہے، کیوں کہ قدیم زمانے میں توپ، دف اور قنادیل کی روشنی کو اعلان رمضان وعید کے لیے استعمال کیا جاتا تھا (۱)، بشرطیکہ ریڈیو اسٹیشن اور ٹی وی

(۱) قال الشامي قلت و اظاھر أنه يلزم أهل القرى الصوم سماع المدافع أو رؤية القناديل من المصر، =

والوں کو اس بات کا پابند کیا جائے کہ وہ چاند کے متعلق مختلف خبریں نشر نہ کریں، صرف وہی فیصلہ نشر کریں جو اُس شہر کے قاضی یا ہلال کمیٹی نے دیا ہے؛ اور لوگوں پر لازم ہے کہ ریڈیو یا ٹی وی پر قاضی یا ہلال کمیٹی کا اعلان انتہائی احتیاط سے سنیں۔

رقم المسئلة (٢٠٢)

ہلال رمضان وعیدین کے سلسلے میں موبائل (Mobile)

واٹ شاپ (Whatsapp) وغیرہ کی خبروں کا حکم

جب کسی جگہ رؤیت عام یا معتبر شہادتوں سے حاکم شرعی یا معتبر مفتی یا ہلال کمیٹی چاند کا فیصلہ کر دے، اور فیصلہ کی خبر ٹیلی فون، موبائل، فیکس، واٹ شاپ وغیرہ کے ذریعہ دوسری جگہ اس طرح پہنچے کہ اس کی صحت پر کامل یقین ہو جائے، تو اس طرح کی ناقابل تردید خبروں کا شرعاً اعتبار کیا جائے گا، اور ان پر عمل کرنا لازم ہوگا (۱)۔

تنبیہ: آج ہندوستان جیسے ملک میں جہاں اسلامی نظام حکومت نافذ نہیں ہے، رمضان اور عیدین میں انتشار کی وجہ یہی بنتی ہے کہ ایک طبقہ خبر مستفیض (کسی جگہ سے چاند کی خبر یا قاضی کے فیصلہ کے بعد اس کی خبر دوسرے شہر تک اس تو اتر سے پہنچے کہ اس سے

= لأنه علامة ظاهرة تفيد غلبة الظن، وغلبة الظن حجة موجبة للعمل كما صرحوا به.

(رد المحتار: ۳/۳۵۴ مبحث في صوم يوم الشك، محقق وحديث مسائل ۱/۲۵۵، کتاب الفتاوی: ۳/۳۷۶)

(۱) قال شمس الأئمة الحلواني الصحيح من مذهب أصحابنا أن الخبر إذا استفاض و تحقق فيما بين أهل البلدة الأخرى يلزمهم حكم هذه البلدة.

(رد المحتار: ۳/۳۵۹، منحة المخلوق: ۲/۲۷۰، مجمع الأنهر: ۱/۳۵۲، کتاب النوازل: ۶/۲۸۴)

چاند کے ثبوت کا علم یقینی ہو جائے (کو نہ ماننے پر اڑا رہتا ہے، اور ہر چہار جانب سے چاند کے فیصلہ کی متواتر خبریں مسلسل آنے کے باوجود اپنے یہاں چاند کا اعلان اس وقت تک نہیں کرتا جب تک شخصی شہادت نہ آجائے، حالاں کہ خبر مستفیض میں شخصی شہادت کی قطعاً ضرورت نہیں، یہی ضد سخت اختلاف و انتشار کا سبب بن جاتی ہے، اس لیے ایسے سب حضرات کو موجودہ دور میں استفاضہ کی جزئیات کو پیش نظر رکھ کر صحیح اور جلد فیصلہ کرنے کی راہ اپنانی چاہیے، کیوں کہ آج کل مواصلات ذرائع عام ہونے کی بنا پر خبر مستفیض کا حصول آسان ہے (۱)۔

### طريقة الإنطباق

انطباق سے پہلے ایک اصولی بات کا جاننا ضروری ہے تاکہ انطباق آسان ہو جائے۔ بنیادی طور پر رمضان کے روزے کا ثبوت دو طریقے سے ہوتا ہے، رؤیت ہلال جب کہ مطلع صاف ہو (۲)۔ اور شعبان کے تیس دن پورے کرنے سے جب کہ فضا ابر آلود ہو (۳)۔

- (۱) إن هذه الإستفاضة ليس فيها شهادة على قضاء قاض ولا على شهادة، لكن لما كانت بمنزلة الخبر المتواتر، وقد ثبت بها أن أهل تلك البلدة صاموا يوم كذا لزم العمل بها، لأن البلدة لا تخلو عن حاكم شرعي عادة، فلا بد من أن يكون صومهم مبني على حكم حاكمهم الشرعي، فكانت تلك الإستفاضة بمعنى نقل الحكم المذكور وهي أقوى من الشهادة بأن أهل تلك البلدة رأوا الهلال وصاموا، لأنها لا تفيد اليقين، فلذا لم تقبل إلا إذا كانت على الحكم أو على شهادة غيرهم لتكون شهادة معبرة وإلا فهي مجرد إخبار بخلاف الإستفاضة فإنها تفيد اليقين. (رد المحتار: ۳/ ۳۵۹، مطلب لا عبرة بقول المؤقتين في الصوم)
- (۲) فمن شهد منكم الشهر فليصمه. (البقرة: ۱۸۵) - فإن رأوه صاموا. (المختصر القدوري: ص ۵۱)
- (۳) صوموا لرؤيته وأفطروا لرؤيته، فإن غم عليكم فأكملوا عدة شعبان ثلاثين. (السنن لابن ماجه: ص ۵۳۰)
- وإن غم عليهم أكملوا عدة شعبان ثلاثين يوماً ثم صاموا. (المختصر القدوري: ص ۵۱)



جدید آلات (موبائل، ٹی وی وغیرہ) سے حاصل ہونے والی خبریں دو قسم کی ہوتی ہیں، ایک تو یہ کہ ان آلات کی خبر یہ ہو کہ کسی جگہ کے علماء پر مشتمل ہلال کمیٹی یا کسی مستند ثقہ عالم نے باقاعدہ شرعی بنیادوں پر رؤیت ہلال کا فیصلہ کیا ہے، اور اناؤنسر (Announcer) اس فیصلے کی پوری تفصیلات ہلال کمیٹی کی تصریحات کے ساتھ اسی کے حوالے سے اور اس کی طرف منسوب کر کے بحیثیت نمائندہ اس فیصلے کو نشر کرتا ہے، تو اس خبر یعنی اعلان کو صحیح سمجھا جائے گا، اور اس پر عمل کرنا لازم ہوگا، جیسا کہ اوپر ذکر کیے ہوئے دونوں مسئلوں میں سے یہاں یہ بات موجود ہے کہ شرعی ضابطہ کے مطابق قاضی یا ہلال کمیٹی کے سامنے فیصلہ ہلال ہو چکا ہے، اب صرف اس فیصلہ ہلال کی نشر و اشاعت کرنی ہے، جس میں ان آلات کی حیثیت محض معاون کی ہے، اس لیے جائز و درست ہے (۱)، ان آلات جدیدہ کے ذریعے ہلال کے خبر کی دوسری شکل یہ ہے کہ ان پر محض یہ خبر نشر ہو کہ فلاں جگہ چاند ہو گیا ہے، تو اصولی طور پر یہ خبر ہے نہ کہ شہادت؛ کیوں کہ چاند دیکھنے والے پر نظام قضایا مقامی علماء یا ہلال کمیٹی کے ذمے داروں کو جا کر شہادت دینا لازم ہے (۲)، اس لیے موبائل ٹی وی وغیرہ کی ایسی خبروں پر عمل کرنا لازم نہیں ہوگا۔

(۱) لم يذكروا عندنا العمل بالأمارات الظاهرة الدالة على ثبوت الشهر كضرب المدافع في زماننا، والظاهر وجوب العمل بها على من سمعها ممن كان غائبا عن المصر.

(منحة الخالق على البحر الرائق: ۲/ ۴۷۲، قبيل باب ما يفسد الصوم)

قلت الآلة المسماة بالراديو محفوظة جدا فجاز الاعتماد بخبرها عند بيان منشأ الحكم و اسم الحاكم خاصة لا يصل إليها كل أحد إذا عرف السامع الصوت و صاحبه فافهم. (فتاوى فريديه: ۴/ ۴۸، ۵۵)

(۲) إذا رأى الواحد العدل هلال رمضان يلزمه أن يشهد بها في ليلته حرا كان أو عبداً ذكراً كان أو أنثى.

(الفتاوى الهندية: ۱/ ۱۹۷، الباب الثاني في رؤية الهلال)

رقم المسئلة (٢٠٣)

رؤیت ہلال کے سلسلہ میں ماہرینِ فلکیات (Astronomer)

اور سائنس دانوں (Scientists) کے حساب کا حکم

چاند سے متعلق ماہرینِ فلکیات اور سائنس دانوں کا حساب شرعاً معتبر نہیں ہے،  
یعنی چاند دیکھے بغیر محض ان ماہرین کے کہنے سے لوگوں پر روزہ رکھنا اور عید منانا جائز نہیں  
ہوگا (۱)، بل کہ ثبوتِ رمضان یا ثبوتِ عید کے لیے چاند کی رؤیت یا اس کا ثبوت لازم  
ہوگا (۲)۔

### طريقة الإنطباق

انطباق سے پہلے ایک بات سمجھ لینا ضروری ہے تاکہ انطباق بے غبار ہو جائے،  
اسلام کے اصول سادہ اور فطری ہیں جن میں دو باتوں کا لحاظ رکھا گیا ہے۔

(۱) ولا يجوز تقليد المنجم في حسابه لا في الصوم ولا في الإفطار.

(الفتاوى الناتار خانية: ۳۶۸/۲، الفصل الثاني فيما يتعلق برؤية الهلال)

قال الشامي تحت قوله (ولا عبرة بقول المؤقتين) أي في وجوب الصوم على الناس بل في المعراج لا  
يعتبر قولهم بالإجماع، ولا يجوز للمنجم أن يعمل بحساب نفسه.

(ردالمحتار: ۳۵۴/۳، مطلب لا عبرة بقول المؤقتين في الصوم)

(۲) عن ابن عباس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تصوموا قبل رمضان صوموا لرؤيته و  
أفطروا لرؤيته فإن حالت دون غيابة فأكملوا ثلاثين يوماً.

(السنن للترمذي: ۱۴۸/۱، ما جاء أن الصوم لرؤية الهلال والإفطار،

محقق ومدلل جديد مسائل: ۲۵۶/۱، جديد فقهی مسائل: ۲۵/۲)

(الف) شریعت عبادتوں اور تہوار کے اوقات کے لیے ایسی چیزوں کو معیار بناتی ہے جن کا سمجھنا اور جاننا ہر عام و خواص اور ناخواندہ و تعلیم یافتہ آدمی کے لیے ممکن ہوتا ہے۔

(ب) شریعت عبادتوں اور تہوار کے اوقات کے لیے ایسی چیز کو معیار بناتی ہے جو یقینی ہو تخمینہ نہ ہو، جو باب صوم میں رؤیت ہلال ہے یا شعبان کے تیس دن مکمل ہونا۔

مذکورہ باتوں کی روشنی میں انطباق آسان ہو گیا کہ ماہرینِ فلکیات اور سائنس دانوں کا حساب شرعاً غیر معتبر ہے، کیوں کہ ان کے حساب میں مذکورہ بالا دونوں باتوں میں سے کوئی بات نہیں پائی جاتی ہے، اس لیے کہ ان کے حساب کی گتھی صرف پڑھے لکھے لوگوں کو ہی سمجھ میں آئے گی عام لوگوں کو نہیں، نیز ان کی باتیں یقینی اور حتمی نہیں ہوتی، بل کہ وہ ایک تخمینہ اور اندازہ ہوتا ہے، اور صرف تخمینہ اور انداز پر حکم شرعی مرتب نہیں ہوتا (۱)۔

(۱) هل يعتبر قول المنجم؟ لا عبرة بقول المنجمين فلا يجب عليهم ولا على من وثق بقولهم، لأن الشارع علق الصوم على إماراة ثابتة لا تتغير أبداً، وهي رؤية الهلال أو إكمال العدة ثلاثين يوماً، أما قول المنجمين فهو إن كان مبنيًا على قواعد رقيقة، فإننا نراه غير منضبط بدليل إختلاف آرائهم في أغلب الأحيان، هذا هو رأي ثلاثة من الأئمة. (الفقه على مذهب الأربعة: ۱/ ۴۸۱، هل يعتبر قول المنجم) قوله صلى الله عليه وسلم (أنا أمة أمية لا نكتب ولا نحسب) قال ابن بزيمة و هو مذهب باطل فقد نهت الشريعة عن الخوض في علم النجوم، لأنها حدىس وتحمين ليس فيها قطع ولا ظن غالب مع أنه لو ارتبط الأمر بها لضاق إذا لا يعرفها إلا القليل.

(بذل المجہود: ۸/ ۴۴۰، الرقم: ۲۳۱۹، باب الشهر يكون تسعا و عشرين)

رقم المسئلة (٢٠٤)

## اختلاف مطالع (Difference of moonrise)

کہاں معتبر ہے اور کہاں نہیں؟

عرض مسئلہ:

مطلع کے معنی چاند کے طلوع ہونے کی جگہ کے ہیں، اس طرح ”اختلافِ مطلع“ کا مطلب یہ ہوا کہ دنیا کے مختلف خطوں میں چاند کے طلوع ہونے اور نظر آنے کی جگہ الگ الگ ہوا کرتی ہے، لہذا ممکن ہے کہ ایک جگہ چاند نمودار ہو اور دوسری جگہ نہ ہو، ایک جگہ ایک دن چاند نظر آئے اور دوسری جگہ دوسرے دن۔ اب یہاں دو سوالات ہیں:

(الف) ”اختلافِ مطلع“ پایا بھی جاتا ہے یا نہیں؟

(ب) اگر پایا جاتا ہے تو اس کا اعتبار ہوگا یا نہیں؟

جہاں تک پہلے سوال کا تعلق ہے کہ اختلافِ مطلع پایا جاتا ہے یا نہیں؟ تو یاد رکھنا چاہیے کہ چاند کا ایک قدرتی نظام ہے، اور مہینہ کے ہر دن اس کی منزلیں متعین ہیں، اور بلاشبہ طول البلد اور عرض البلد کے اعتبار سے ہر علاقہ میں چاند کا مطلع بھی الگ الگ ہے اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے؛ کیوں کہ اللہ رب العزت نے خود قرآن کریم میں اس کی صراحت فرمائی ہے ”اور چاند کی ہم نے منزلیں مقرر کر رکھی ہیں یہاں تک کہ وہ بڑھنے کے بعد پرانی ٹہنی کے مانند لوٹ آتا ہے“ (۱)۔

اور اب تو یہ بات قرینہ اور مشاہدہ اور تجربہ کی سطح پر ثابت ہو چکی ہے کہ دنیا کے مختلف علاقوں میں مطلع کا اختلاف پایا جاتا ہے، اس لیے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا کے بعض مقامات ایسے ہیں جن کے درمیان بارہ بارہ گھنٹوں کا فرق ہے، عین اس وقت جب ایک جگہ دن اپنے شباب پر رہتا ہے تو دوسری جگہ رات اپنا آدھا سفر طے کر چکی ہوتی ہے، ٹھیک اس وقت جب ایک مقام پر ظہر کا وقت ہوتا ہے دوسری جگہ مغرب کا وقت ہو چکا ہوتا ہے، ظاہر ہے کہ ان حالات میں ان کا مطلع ایک تو ہو ہی نہیں سکتا۔ پس معلوم ہو گیا کہ اختلاف مطلع قدرتی، مشاہدتی، عقلی اور تجرباتی طور پر ثابت ہے۔

سوال ثانی: کیا اختلاف مطلع کا شرعاً اعتبار ہے یا نہیں یعنی اگر پوری دنیا کے کسی بھی ایک ملک میں چاند نظر آجائے تو پوری دنیا کے لیے وہ چاند حجت ہوگا یا نہیں؟ اسی طرح اگر کسی ملک کے ایک صوبہ میں چاند نظر آیا تو کیا اس ملک کے سارے صوبوں میں چاند حجت ہوگا یا نہیں؟

جواب: احناف کا مشہور مسلک یہی ہے کہ اختلاف مطالع کا شرعاً اعتبار نہیں ہے، یعنی اگر مشرق کے کسی خطہ میں چاند نظر آیا تو وہ مغربی خطوں کے باشندوں کے لیے بھی حجت ہوگا، اور یہی رویت ان کے لیے عیدین و رمضان ثابت کرنے کو کافی ہوگی (۱)۔

(۱) اختلاف المطالع غیر معتبر علی ظاہر المذہب، وعلیہ اکثر المشائخ وعلیہ الفتوی بحر عن الخلاصة، فیلزم أهل المشرق برؤية أهل المغرب إذا ثبت عندهم رؤية أولئك بطريق موجب.

(الدر المختار مع رد المختار: ۳/۳۶۳، مطلب في اختلاف المطالع)

مگر جب نقل و حمل اور مواصلات کے ذرائع وسیع ہوئے، اب آدمی ۲۴ گھنٹے میں پوری زمین کا چکر لگا سکتا ہے اور دو چار منٹ میں ایک کونے کی خبر دوسرے کونے تک پہنچ جاتی ہے، تو علما کا فتویٰ بدل گیا، اور فی زمانہ انا، ننانوے فی صد علما کی رائے یہ ہے کہ اب بلادِ بعیدہ میں اختلافِ مطالع شرعاً معتبر ہے، اور بعید کی حد یہ ہے کہ وہاں کی رؤیت تسلیم کرنے سے یہاں کا مہینہ ۲۹ دن سے کم یا ۳۰ دن سے زیادہ کا لازم آ جاتا ہو (مثلاً ہندوستان اور سعودیہ) ایسی جگہوں کی خبریں تسلیم نہیں کی جائیں گی، اگرچہ کتنے ہی وثوق کے ساتھ کیوں نہ آئیں۔

البتہ بلادِ قریبہ میں اختلافِ مطالع شرعاً معتبر نہیں ہیں، اور قریب کی حد یہ ہے کہ اس جگہ کی معتبر خبر کو مان لینے سے اپنے یہاں مہینہ ۲۹ دن سے کم یا ۳۰ دن سے زیادہ لازم نہ آتا ہو، مثلاً (ہندوستان کے مختلف صوبے بلادِ قریبہ کے حکم میں ہیں) (۱)۔

(۱) إن عدم عبرة اختلاف المطالع إنما هو في البلاد المتقاربة لا البلاد النائية، أقول لابد من تسليم قول الزبيعي وإلا فيلزم وقوع العيد يوم السابع والعشرين، أو الثامن والعشرين أو يوم الحادي والثلاثين. (العرف الشذی علی هامش الترمذی: ۱/۴۵، باب ما جاء أن الصوم لرؤية الهلال والإفطار) إذا كان بين القطرين قريب بحيث تتحد المطالع فلا يعتبر، وإن كانت بعيدة بحيث تختلف المطالع فيعتبر، فلو صام أهل قطر ثلاثين يوماً برؤية، وأهل فطر آخر تسعة وعشرين يوماً برؤية، فعليهم قضاء يوم إن كان بين القطرين قريب بحيث تتحد المطالع، وإن كانت بعيدة بحيث تختلف لا يلزم أحد القطرين حكم الآخر فالقرب مثل سورية والعراق، والبعد مثل الكويت والمغرب وجاء عن ابن عباس وعائشة صوم كل جماعة يوم يصومون وفطرهم يوم يفطرون۔

(الفقه الحنفی وأدلته: ۱/۳۶۷، قبول خبر الواحد في رؤية هلال رمضان، تبیین الحقائق: ۲/۱۶۵، کتاب الصوم، جدید فقہی مسائل: ۲/۲۷، فتاویٰ دارالعلوم زکریا: ۳/۲۵۵، کتاب النوازل: ۶/۲۸۹)

### طريقة الإنطباق

یہاں شریعت کا ایک اصول ذہن نشین کر لینا چاہیے تاکہ انطباق آسان ہو جائے، اور وہ یہ ہے کہ شریعت کی نظر میں اسلامی مہینہ نہ تو ۲۹ دن سے کم ہو سکتا ہے اور نہ ہی ۳۰ دن سے زیادہ ہو سکتا ہے (۱)، اسی وجہ سے فقہانے بلادِ بعیدہ میں اختلافِ مطالع کو معتبر مانا ہے؛ کیوں کہ اگر بلادِ بعیدہ میں اختلافِ مطالع کو معتبر نہ مانے تو مہینہ کا ۲۹ دن سے کم یا ۳۰ دن سے زیادہ ہونا لازم آئے گا، جو شرعاً درست نہیں ہے، اور بلادِ قریبہ میں اختلافِ مطالع کو معتبر نہیں مانا ہے، کیوں کہ بلادِ قریبہ میں اختلافِ مطالع کو معتبر نہ ماننے کی صورت میں مہینہ کا ۲۹ دن سے کم یا ۳۰ دن سے زیادہ ہونا لازم نہیں آتا ہے، رہی بات فقہائے متقدمین کی انہوں نے اختلافِ مطالع کا اعتبار کیوں نہیں کیا؟

تو اس سلسلہ میں علامہ بنوریؒ نے تحریر کیا ہے کہ ائمہ کرام کے زمانہ میں جو نظام مواصلات تھا اس کے اعتبار سے یہ ممکن نہ تھا کہ ایک ماہ کے اندر اندر کوئی شخص اتنا طویل مسافت طے کر لے جس میں مطلعِ ہلال مختلف ہو جائے، پس کوئی شخص ایک جگہ چاند دیکھ کر کسی دوسری ایسی جگہ نہیں پہنچ سکتا تھا، جہاں کا مطلع پہلی جگہ سے مختلف ہو جائے، اس لحاظ سے ائمہ نے فرمایا کہ ایک جگہ کی رویت دوسری جگہ بھی معتبر ہے، اور مطالع کے اختلاف کا اعتبار نہیں، حاصل یہ ہے کہ ان کے زمانے میں بھی اگر نظام مواصلات میں ترقی کر لی ہوتی جواب ہے تو وہ فقہا بھی یہی کہتے کہ اختلافِ مطالع کا اعتبار ہے (۲)۔

(۱) عن ابن مسعود قال ما صمت مع النبي صلى الله عليه وسلم تسعا وعشرين أكثر مما صمنا ثلاثين

(السنن للترمذي: ۱/ ۱۴۸، ماجاء أن الشهر يكون تسعا وعشرين)

(۲) قال الرافق والذي يظهر أن الأئمة لم ينقل عنهم إلا قول عدم العبرة للاختلاف مطلقاً من غير فرق =

رقم المسئلة (٢٠٥)

## سعودی عرب میں تیس روزے مکمل کرنے کے بعد ہندوستان آنے کی صورت میں روزے کا حکم

اگر کوئی شخص ابتدائے رمضان میں سعودی عرب میں تھا، بعد میں وہ ہندوستان آیا اب وہاں چوں کہ دو دن یا ایک دن پہلے رمضان شروع ہوا تھا، اس لیے جس دن وہاں عید تھی، اس دن وہاں ہندوستان میں اکیسواں یا تیسواں روزہ تھا، اس اعتبار سے اس کا اکیسواں یا تیسواں روزہ ہو رہا ہے، تب بھی وہ یہاں ہندوستان میں رمضان کے مطابق روزہ رکھے گا (۱)۔

= بین قرب وبعد ومن غیر تفصیل، وإنما المنقول عنهم قول إجمالي، ومنشأ ذلك أن طي مسافة بعيدة يختلف في مثلها مطلع الهلال ما كان يمكن في شهر واحد نظر إلى نظام المواصلات في ذلك العهد، ونظر إلى النظم المعمود في قطع المسافة عند ذلك، فما كان يمكن أن يرى رجل الهلال، ثم يصل قبل تمام الشهر إلى بلد يختلف مطلعها فكان الحكم هو اللزوم بالوجه الشرعي وعدم العبرة للاختلاف فجاء قول عدم العبرة من هذه الجهة. (معارف السنن: ۳۳۸/۵، ۳۳۹)

(۱) عن أبي هريرة رضي الله عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم قال الصوم يوم تصومون، والفطر يوم تفطرون. (السنن للترمذي: ۱/۱۵۰، ما جاء أن الصوم يوم تصومون)

لوصام رأي هلال رمضان وكمل العدة لم يفطر إلا مع الإمام لقوله عليه السلام صومكم يوم تصومون و فطرکم يوم تفطرون.

(ردالمحتار: ۳/۳۵۱، مبحث في يوم الشك، محقق ومدلل جديد مسائل: ۱/۲۵۹)



### طريقة الإنطباق

یہاں ایک قاعدہ فقہیہ کا سمجھنا ضروری ہے تاکہ انطباق بے غبار ہو جائے ”الاحتياط في حقوق الله تعالى جائز وفي حقوق العباد لا يجوز“ یعنی حقوق اللہ میں احتیاط کے پہلو کا اعتبار ہوگا لیکن حقوق العباد میں نہیں؛ اسی قاعدہ کی روشنی میں مصنفؒ کی ہر دو عبارت ”ومن رأى هلال رمضان وحده صام، ومن رأى هلال الفطر وحده لم يفطر“ کا معنی مفہوم ہو گیا کہ اگر کوئی شخص تنہا رمضان کا چاند دیکھتا ہے تو وہ روزے رکھے گا، گرچہ امام نے اس کی شہادت کو رد کر دیا ہو؛ کیوں کہ اس کے حق میں شہود رمضان کا تحقق ہو گیا؛ اسی طرح اگر کوئی شخص تنہا عید کا چاند دیکھ لے تو وہ روزے رکھے گا عید نہیں منائے گا کیوں کہ روزہ کا تعلق حقوق اللہ سے ہے، جس میں احتیاط کے پہلو کا اعتبار ہوتا ہے، اور احتیاط روزہ رکھنے میں ہے۔ چھوڑنے میں نہیں، اسی طرح اگر کوئی شخص سعودی عرب میں چاند دیکھ کر روزہ شروع کر لے اور تیس روزے مکمل کرنے کے بعد ہندوستان آئے اور یہاں ۲۹ رواں یا ۳۰ رواں روزہ ہو تو وہ شخص ہندوستان میں روزے ہی رکھے گا، خواہ اس کے روزے ۳۱ یا ۳۲ رہی کیوں نہ ہو جائیں، کیوں کہ روزہ حق اللہ ہے جس میں احتیاط کا پہلو غالب ہوتا ہے (۱)۔

(۱) الإحتياط في حقوق الله تعالى جائز وفي حقوق العباد لا يجوز. (قواعد الفقه: ص ۱۵)

قال الشامي في النخبة يجب عليه الصوم، وهو ظاهر إستدلالهم في هلال رمضان بقوله تعالى ”فمن

شهد منكم الشهر فليصمه“ وفي العيد بالاحتياط. (رد المحتار: ۳/۳۵۱ كتاب الصوم)

## ﴿روزے کا وقت﴾

### رقم المتن - ۹۹

وَوَقْتُ الصَّوْمِ مِنْ حِينَ طُلُوعِ الْفَجْرِ الثَّانِي إِلَى غُرُوبِ الشَّمْسِ.

ترجمہ: اور روزہ کا وقت صبح صادق سے سورج ڈوبنے تک ہے۔

### توضیح المسئلة

مذکورہ عبارت میں مصنفؒ روزہ کا اول وقت اور آخر وقت بیان کر رہے ہیں، اور وہ صبح صادق سے غروب آفتاب تک ہے (۱)۔

### تفریع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (۲۰۶)

طویل عرصہ کے دن اور رات والے علاقوں میں

روزے کے اوقات کا تعین

جہاں پر طویل عرصہ کا دن اور پھر اسی طرح رات کا سلسلہ رہتا ہے، وہاں جس طرح نماز کے اوقات کو اندازے سے متعین کیا جاتا ہے، اسی طرح ماہ رمضان کی آمد اور

(۱) عن عمر بن الخطاب رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا أقبل الليل و أدبر النهار و غابت الشمس فقد أ فطرت. (السنن للترمذي: ۱/ ۱۵۰، ما جاء إذا أقبل الليل)

روزے کے اوقات کا بھی تعین اندازے سے کیا جائے گا، اس کی آسان صورت یہ ہے کہ ایسے مقام کے باشندوں کو ان مقامات کے مطابق عمل کرنا چاہیے جو ان سے قریب ہیں، اور وہاں معمول کے مطابق دن رات کے آمد و رفت کا سلسلہ ہے (۱)۔

### طريقة الإنطباع

یہاں ایک اصول کا جاننا ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ واضح قرینہ کے پائے جانے کی صورت میں عمل لازم ہو جاتا ہے (۲)؛ کیوں کہ ایک شئی کی متعدد پہچان ہو سکتی

(۱) ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الدجال، فقال إن يخرج وأنا فيكم فأنا حجيجه دونكم، وإن يخرج ولست فيكم فامرؤ حجيج نفسه، واللہ خليفتي على كل مسلم، فمن أدركه منكم فليقرأ عليه بفواتح سورة الكهف، فإنها جواركم من فتنته، قلنا وما لبثت في الأرض، قال أربعون يوماً يوم كسنة ويوم كشهر، ويوم كجمعة، وسائر أيامه كأيامكم، قلنا يا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، هذا اليوم الذي كسنة أتكفينا فيه صلاة يوم وليلة، قال لا أقدر ولا قدره. (السنن لأبي داؤد: ۵۹۳/۲، كتاب الملاحم، باب خروج الدجال) إنما أمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالتقدير، بأن يقدر الصلاة قدر اليوم واليلة، وهو أربعة وعشرون ساعة، لأن طول يوم الدجال كان لشعبذة منه لاحقيقة، فلهذا أمر بأن يقدر له، وأما في البلاد التي يكون اليوم أطول فالصلاة فيه مقدرة على قدره، لأنه على حقيقته.

(بذل المجهود: ۱۲/۳۷۳، كتاب الملاحم، خروج الدجال)

قال الشامي لو مكثت الشمس عند قوم مدة، قال في إمداد الفتاح، قلت وكذلك يقدر لجميع الآجال كالصوم، والزكاة، والحج، والعدة، وآجال البيع، والسلم، والإجارة، وينظر ابتداء اليوم فيقدر كل فصل من الفصول الأربعة بحسب ما يكون كل يوم من الزيادة والنقص، كذا في كتب الأئمة الشافعية، ونحن نقول بمثله إذ أصل التقدير مقول به إجماعاً في الصلوات.

(رد المحتار: ۲/۲۲، كتاب الصلاة، مطلب في فاقد وقت العشاء كأهل بلغار،

محقق و مدلل جدید مسائل: ۱/۲۵۲، فتاویٰ حقانیہ: ۴/۱۴۵، نوادر الفقہ: ۱/۲۷۷)

(۲) وقال الشيخ الشنقيطي عند قوله تعالى "و شهد شاهد من أهلها الخ" يفهم من هذه الآية لزوم الحكم بالقرينة الواضحة. (طرائق الحكم المتفق عليها أو المختلف فيها في الشريعة الإسلامية: ص ۲۸۳)

ہے، اسی لیے کسی چیز سے متعلق ایک دلیل کا مفقود ہونا اس چیز کے جائز نہ ہونے کی دلیل نہیں ہو سکتی ہے (۱)، مذکورہ اصول کی روشنی میں مسئلہ مجوٹ عنہا کا انطباق آسان ہو گیا، کہ اگرچہ کسی جگہ طویل عرصہ دن اور رات ہو، اس کے باوجود ان پر روزہ فرض ہوگا۔ وہ اس طرح کہ ایسے علاقوں میں روزے کے وقت کو معلوم کرنے کے لیے قرینہ واضح ان سے قریب کے وہ علاقے ہوں گے جہاں حسبِ عادت شب و روز کا ظہور ہوتا ہے، ان علاقوں کے اوقات کی رعایت طویل عرصہ دن اور رات والے علاقوں کے لوگوں پر لازم ہوگی (۲)؛ کیوں کہ یہ چیز ان کے حق میں قرینہ واضح کے درجہ میں ہے۔

رقم المسئلة (۲۰۷)

## کارڈ (Card) یا جنتری کے حساب سے افطار و سحر کا حکم

افطار کا مدار غروب آفتاب پر ہے (۳)، اور سحر کے وقت کا تعلق صبح صادق سے پہلے

(۱) ولا يرتاب متأمل في ثبوت الفرق بين عدم محل الفرض وبين سببه الجعلي الذي جعل علامة على الوجوب الخفي الثابت في نفس الأمر وجواز تعدد المعارف للشيء، فانتفاء الوقت انتفاء المعروف، وانتفاء الدليل على شيء لا يستلزم انتفاء لجواز دليل آخر وقد وجد.

(فتح القدير: ۱/ ۲۲۶، كتاب الصلاة)

(۲) قال الشامي لو مكثت الشمس عند قوم مدة، قال في إمداد الفتاح قلت و كذلك يقدر لجميع الأجال كالصوم والزكاة والحج والعدة وآجال البيع والسلم والإجارة، وينظر ابتداء اليوم فيقدر كل فصل من الفصول الأربعة بحسب ما يكون كل يوم من الزيادة والنقص، كذا في كتب الأئمة الشافعية ونحن نقول بمثله إذ أصل التقدير مقول به إجماعاً في الصلوات.

(رد المحتار: ۲/ ۲۲، كتاب الصلاة مطلب في فاقد وقت العشاء)

(البقرة: ۱۸۷)

(۳) أتموا الصيام إلى الليل.

سے ہے (۱)، کارڈ یا جنتری پر نہیں، کارڈ وغیرہ غروب اور صبح صادق کے تابع ہوتے ہیں، اور اس میں غلطی کا امکان بھی ہے، اس لیے اس کا بالکلیہ اعتبار نہیں ہوگا؛ البتہ جو کارڈ یا جنتری طلوع وغروب کا وقت بتانے میں تجربہ سے صحیح ثابت ہو چکے ہوں، تو صحیح گھڑی سے ان کے وقتِ افطار کے مطابق افطار کرنا جائز ہوگا (۲)۔

### طريقة الإنطباق

شریعتِ مطہرہ میں اوقاتِ افطار و سحر کی بنیاد آفتابی سایوں طلوع وغروب (جو ظاہری آثار ہیں) پر رکھی گئی ہے، اس لیے کہ یہ ایسے معیار ہیں جن کو سمجھنا ہر عام و خاص کو آسان ہے، لیکن یاد رکھنا چاہیے کہ طلوع وغروب کی حیثیت فقط علامات کی ہے، اگر ابرو بارش وغیرہ کی وجہ سے ان شرعی علامات سے واقفیت نہ ہو، تو واقفینِ فن کی بنائی ہوئی جنتری، تقویم وغیرہ کے ذریعے افطار و سحر کی شرعاً اجازت ہوگی؛ بشرطیکہ ان کے ذریعہ ظن غالب حاصل ہو؛ کیوں کہ وسائل مقصود نہیں ہوتے ہیں بل کہ مطلوب، مقاصد ہوتے

(۱) کلاوا واشربوا حتی یتبین لکم الخیط الأبیض من الخیط الأسود من الفجر. (البقرة: ۱۸۷)  
عن عمر بن الخطاب رضي الله عنه قال، قال رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا أقبل الليل وأبر النهار، وغابت الشمس فقد أفطرت. (السنن للترمذي: ۱/۱۵۰، ما جاء إذا أقبل الليل)

(۲) قال الشامي: قلت: ومقتضى قوله لا بأس بالفطر بقول عدل صدقه إنه لا يجوز إذا لم يصدقه، ولا بقول المستور مطلقاً، وبالأولئ سماع الطبل أو المدفع الحادث في زماننا لا احتمال كونه لغيره، ولأن الغالب كون الضارب غير عدل فلا بد حينئذٍ من التحري، فيجوز لأن ظاهر مذهب أصحابنا جواز الإفطار بالتحري كما نقله في المعراج عن شمس الأئمة السرخسي، لأن التحري يفيد غلبة الظن وهي كاليقين. (رد المحتار: ۳/۳۸۳، مطلب في جواز الإفطار بالتحري، محقق ومذلل جديد مسائل: ۱/۲۵۴)

ہیں (۱)، اور وہ (افطار و سحر کے وقت کا معلوم ہونا) جنتری وغیرہ کے ذریعہ سے حاصل ہو جاتا ہے؛ کیوں کہ رمضان کے لیے ہمارے زمانے میں جو جنتری کارڈ وغیرہ سحر و افطار کے وقت کو بتانے کے لیے بنائے جاتے ہیں وہ ماہرینِ علما کی نگرانی میں تیار ہوتے ہیں، جن سے ظن غالب حاصل ہو جاتا ہے اور ظن غالب کا شریعت میں اعتبار ہے (۲)۔

رقم المسئلة (۲۰۸)

سحری (Dawn meal) ہندوستان میں اور افطار (Break fast)

سعودی عرب میں

اگر کوئی شخص رمضان کے مہینے میں شام کو مثلاً پانچ بجے ہندوستان سے سعودی عرب کے لے چلا اور ہندوستان میں افطار کا وقت چھ بجے ہے، اب راستے میں کہیں سورج غروب نہیں ہوا، جب سعودی پہنچا تو وہاں ابھی افطار کا وقت نہیں ہوا تھا، تو ہندوستان کے وقت کے مطابق افطار نہیں کرے گا، بل کہ سعودی کے وقت کے اعتبار سے افطار کرے گا گرچہ روزہ لمبا ہو جائے (۳)۔

(۱) والوسائل تتبع المقاصد في أحكامها، الوسائل أخفض رتبة من المقاصد.

(موسوعة القواعد الفقهية: ۱۹۹/۱۲)

(۲) فينبغي الاعتماد في أوقات الصلوات وفي القبلة على ما ذكره العلماء الثقات في كتب المواقيت، وعلى ما وضعوه لها من الآلات كالربع والاضطرلاب، فإنها إن لم تفيد اليقين تفيد غلبة الظن للعالم بها، وغلبة الظن كافية في ذلك. (رد المحتار: ۱۰۰/۲، كتاب الصلاة مبحث في استقبال القبلة)

(۳) أتموا الصيام إلى الليل. (البقرة: ۱۸۷)

قال الشامي والمراد بالغروب زمان غيوبة جرم الشمس بحيث تظهر الظلمة في جهة الشرق، قال =

## طريقة الانطباق

مذکورہ بالا مسئلہ کا سمجھنا ایک اصول کے سمجھنے پر موقوف ہے، اور وہ یہ ہے کہ سحری افطار اور دیگر عبادات میں اسی جگہ کا وقت معتبر ہوتا ہے جہاں وہ عبادت انجام دی جا رہی ہے۔ اسی وجہ سے اگر کوئی شخص کسی ملک سے افطار سے کچھ گھنٹوں پہلے کسی ایسے ملک میں آجائے جہاں ابھی اس ملک کے مقابلے میں جہاں سے یہ شخص آیا ہے افطار میں زیادہ وقت باقی ہے تو یہ شخص اس ملک کے اعتبار سے روزہ افطار کرے گا جہاں وہ فی الحال ہے؛ کیوں کہ عبادات میں اسی جگہ کا اعتبار ہے جہاں عبادت کرنے والا موجود ہے (۱)۔

## ﴿روزے کا معنی، مفاسد صوم﴾

### رقم المتن - ۱۰۰

وَالصَّوْمُ هُوَ الْإِمْسَاكُ عَنِ الْأَكْلِ وَالشُّرْبِ وَالْجِمَاعِ نَهَارًا مَعَ النَّيَّةِ.....  
وَمَنْ أَكَلَ أَوْ شَرِبَ مَا يُتَغَذَّى بِهِ، أَوْ يُتَدَاوَى بِهِ فَعَلَيْهِ الْقَضَاءُ وَالْكَفَّارَةُ.

ترجمہ: اور روزہ نام ہے کھانے پینے اور صحبت کرنے سے رُکے رہنے کا دن بھر نیت کے ساتھ اور اگر کوئی کھالے یا پی لے ایسی چیز جس سے غذا حاصل کی جاتی ہو یا دوا کی جاتی ہو تو اس پر قضا اور کفارہ دونوں واجب ہے۔

= صلى الله عليه وسلم إذا أقبل الليل من ههنا فقد أفطر الصائم أي إذا وجدت الظلمة حسا في جهة المشرق، فقد ظهر وقت الفطر، أو صار مفطرا في الحكم.

(رد المحتار: ۳/ ۳۳۰، كتاب الصوم، محقق و مدلل جديد مسائل: ۱/ ۲۶۰)

(۱) تحکم المكان أصل في الشرع. (قواعد الفقه: ص ۶۸، رقم القاعدة: ۷۶)

## توضیح المسئلة

مذکورہ بالا عبارت میں مصنفؒ نے روزے کے شرعی معنی کا ذکر کیا ہے کہ روزہ اپنے آپ کو نیت کے ساتھ پورے دن کھانے پینے اور جماع سے روکنے کا نام ہے، پھر مصنفؒ نے مفسّدات صوم کا ذکر فرمایا؛ چنانچہ روزے کو توڑنے والی تین چیزیں ہیں:

الف۔ اکل (کھانا) ب۔ شرب (پینا)

ج۔ جماع (ہم بستری کرنا) (۱)

## تفریع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (۲۰۹)

روزے کی حالت میں پان، تمباکو (Betel, Tobacco)

کے استعمال کا حکم

اگر کوئی شخص روزے کی حالت میں پان، تمباکو کا استعمال کرے تو چوں کہ لعاب کے ذریعہ اس کے اجزاء معدہ تک پہنچ جاتے ہیں، اس لیے روزہ ٹوٹ جائے گا اور قضا کے ساتھ کفارہ واجب ہوگا (۲)۔

(۱) هو الإمساك نهاراً عن إدخال شيء عمدًا أو خطأ بطنًا أو ماله حكم الباطن وعن شهوة الفرج بنية من أهله.  
(نور الإيضاح: ص ۱۳۶)

(۲) وإن أكل ورق الشجر فإن كان مما يؤكل كورق الكرم، فعليه القضاء والكفارة.

(الفتاوى الهندية: ۱/۲۰۵، الباب الرابع فيما يفسد،

محقق و مدلل جدید مسائل: ۱/۲۲۰، جدید فقہی مسائل: ۱/۱۹۰)



## طريقة الإنطباق

یہاں مَا يُتَغَذَّى (غذا کے طور پر کھائی جانے والی چیز) کے معنی کا جاننا ضروری ہے، اور وہ ہر ایسی چیز ہے جس کے کھانے کے لیے طبیعت کا میلان ہو، اور اس کے ذریعہ پیٹ کی شہوت (چاہت) پوری ہو جائے (۱)، یہ معنی پان اور تمباکو میں موجود ہے کیوں کہ اس کے کھانے والوں کی طبیعت اس کے کھانے کی طرف مائل بھی ہوتی ہے، اور پان تمباکو کے استعمال میں اس بات کا قوی امکان ہوتا ہے کہ اس کے اجزاء العابدین کے ساتھ معدہ تک پہنچ جائیں، اور غذائی شے کے اجزاء کا معدہ تک پہنچ جانا مفسدِ صوم ہے، اس لیے روزہ ٹوٹ جائے گا اور قضا کے ساتھ کفارہ بھی واجب ہوگا، کیوں کہ پان اور تمباکو کے ”اکل“ میں ”صفتِ عمد“ کا معنی ہوتا ہے (۲)۔

رقم المسئلة (۲۱۰)

## سگریٹ نوشی (Smoking) سے روزہ کا حکم

سگریٹ (Cigarette) پینے سے سگریٹ کا دھواں منہ کے ذریعہ حلق کے اندر چلا جاتا ہے، جو فسادِ صوم کا سبب ہے؛ لہذا سگریٹ نوشی مفطر صوم ہے، جس میں قضا کے

(۱) اختلفوا هي معنى التغذي قال بعضهم هو أن يميل الطبع إلى أكله وتنقضي به شهوة البطن.

(الجوهرة النيرة: ۱/۳۳۹)

(۲) وعلى هذا الورق الحبشي والحشيشة والقطا إذا أكله فعلى القول الأول تحب (الكفارة) لأن

الطبع يميل إليه، وتنقضي به شهوة البطن، قلت وعلى هذا البدعة التي ظهرت الآن وهو الدخان إذا شربه

في لزوم الكفارة. (حاشية الطحاوي على مراقبي الفلاح: ص ۳۶۵، باب ما يفسد به الصوم)

ساتھ کفارہ لازم ہوگا (۱)۔

رقم المسئلة (۲۱۱)

روزہ کی حالت میں حقہ (Hubblebubble) پینے سے روزہ کا حکم اگر کوئی روزہ دار بحالت روزہ حقہ پیتا ہے تو اس کا روزہ فاسد ہو جائے گا، جس میں قضا کے ساتھ کفارہ لازم ہوگا (۲)۔

رقم المسئلة (۲۱۲)

آٹے کا غبار روزہ دار کے حلق میں چلے جانے سے روزہ کا حکم بسا اوقات آٹا نکالتے ہوئے یا پیستے ہوئے بلا اختیار آٹے کا غبار حلق میں چلا جاتا ہے تو شرعاً اس سے روزہ فاسد نہیں ہوگا (۳)۔

- 
- (۱) قال علاؤ الدین: و لو دخل الغبار أو الرائحة في حلقه لم يفطره، وإن أدخله حلقه متعمداً، روي عن أبي يوسف أنه إن تعمد عليه القضاء. (بدائع الصنائع: ۲ / ۶۰۰، فصل أركان الصيام)
- قال الشامي تحت قوله (لو أدخل حلقه الدخان) أي بأي صورة كان الإدخال وبه علم حكم شرب الدخان. (ردالمحتار: ۳ / ۳۶۶، محقق ومدلل جديد مسائل: ۱ / ۲۲۸، فتاوى حقانيه: ۴ / ۱۸۵)
- (۲) ومفاده أنه لو أدخل حلقه الدخان أفطر أي دخان كان ولو عوداً أو غيراً لو ذاكراً لإمكان التحرز عنه. (الدر المختار مع ردالمحتار: ۳ / ۳۶۶، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسد، محقق ومدلل جديد مسائل: ۱ / ۲۳۸)
- (۳) أو دخل حلقه غبار ولو كان غبار دقيق من الطاحون، أو دخل حلقه ذباب أو دخل أثر طعم الأدوية فيه أي في حلقه، لأنه لا يمكن الإحتراز عنها، فلا يفسد الصوم بدخولها وهو ذاكر لصوم. (حاشية الطحطاوي على مراقبي الفلاح: ص ۶۶۰، محقق ومدلل جديد مسائل: ۱ / ۲۴۰)

## طريقة الإنطباق

مذکورہ بالا مسائل ثلاثہ کے انطباق کے لیے ایک اصول کا سمجھ لینا ضروری ہے؛ تاکہ انطباق آسان ہو جائے۔ جن چیزوں سے بچنے میں حرج ہے، ان سے روزہ نہیں ٹوٹتا ہے، اور جن سے بچنا ممکن ہو ان سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ اس اصول کی روشنی میں فسادِ صوم اور عدمِ فسادِ صوم کی وجہ واضح ہوگئی۔ پان تمباکو کے کھانے اور سگریٹ نوشی کرنے کی صورت میں روزہ فاسد ہو جائے گا؛ کیوں کہ ان سے بچنا ممکن ہے (۱)، اور چوں کہ ان چیزوں کے کھانے پینے میں عمد و اختیار کا دخل ہے، اسی لیے قضا کے ساتھ کفارہ بھی واجب ہوگا (۲)، اور آٹے کے غبار سے بچنا ممکن نہیں ہے اسی وجہ سے اگر بلا اختیار حلق میں چلا جائے تو روزہ فاسد نہیں ہوگا (۳)۔

---

(۱) ومفاده إنه لو أدخل حلقه الدخان أفطر، أي دخان كان و لو عودا أو عنبراً لو ذاکراً لإمكان التحرز عنه، قال الشامي تحت قوله (لو أدخل الخ) أي بأي صورة كان الإدخال حتى لو تبخر بخور فأواه إلى نفسه و اشتمه ذاکراً لصومه أفطر لإمكان التحرز عنه. (الدر المختار مع رد المحتار: ۳/۳۶۶)

(۲) إذا فعل الصائم شيئاً طائعاً منعمداً غير مضطر لزمه القضاء والكفارة. (نور الإيضاح: ص ۱۴۴)

(۳) أو دخل حلقه غبار أو ذباب أو دخان ولو ذاکراً استحساناً لعدم إمكان التحرز عنه.

(رد المحتار: ۳/۳۶۶)

## ﴿غیر مفسداتِ صوم کا بیان﴾

### رقم المتن - ۱۰۱

فَإِنْ نَامَ فَاحْتَلَمَ أَوْ نَظَرَ إِلَىٰ امْرَأَتِهِ فَأَنْزَلَ أَوْ ادَّهَنَ أَوْ احْتَجَمَ أَوْ اكْتَحَلَ  
أَوْ قَبَّلَ لَمْ يَفْطُرْ فَإِنْ أَنْزَلَ بِقُبْلَةٍ أَوْ لَمَسَ فَعَلَيْهِ الْقَضَاءُ وَلَا كَفَّارَةٌ عَلَيْهِ.

ترجمہ: پس اگر سو جائے اور احتلام ہو جائے یا اپنی بیوی کو دیکھے پھر انزال ہو جائے یا تیل لگائے یا فصد لگوائے یا سرمہ لگائے یا بوسہ لیوے تو روزہ نہیں ٹوٹے گا؛ پس اگر انزال ہو جائے بوسہ لینے سے یا چھونے سے تو اس پر قضا واجب ہوگی نہ کہ کفارہ۔

### توضیح المسئلة

مذکورہ بالا عبارت میں مصنفؒ نے ان چیزوں کو بیان فرمایا ہے جن سے روزہ نہیں ٹوٹتا، روزے کی حالت میں سوتے ہوئے خواب میں احتلام ہو جائے یا حسین عورت کو دیکھا اور پھر انزال ہو جائے، یا اپنی بیوی کو بوسہ لیا اور انزال نہ ہوا ہو۔ تو ان صورتوں میں روزہ نہیں ٹوٹے گا؛ کیوں کہ ان تینوں صورتوں میں نہ تو صورتاً جماع (مرد کے ذکر کا عورت کے فرج میں داخل ہو جانا) پایا گیا اور نہ ہی معنأً جماع (مباشرتِ فاحشہ سے انزال ہو جانا) پایا گیا؛ البتہ اگر بوسہ لینے سے انزال ہو گیا تو معنی جماع کے پائے جانے کی وجہ سے روزہ فاسد ہو جائے گا (۱)۔

(۱) لقوله عليه الصلاة والسلام "ثلاث لا يفطرن الصائم القيء والحجامة والاحتلام، ولأنه لم يوجد

صورة الجماع ولا معناه وهو الإنزال عن شهوة بالمباشرة". (الجمهرة النيرة: ۱/۳۳۵)

اسی طرح سر میں تیل لگانے سے یا فصد لگانے سے (جس میں بدن سے خراب خون نکالا جاتا ہے) یا سرمہ لگانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا ہے؛ کیوں کہ ان امور ثلاثہ میں فسادِ صوم کی علت (غذائی یا دوائی شے) کا منافذِ اصلیہ میں داخل ہو جانا نہیں پایا گیا (۱)۔

### تفريع من المسائل العصرية

(أو نظر إلى امرأته)

رقم المسئلة (٢١٣)

روزے کی حالت میں کسی عورت کا فوٹو (Photo) دیکھنا

مفسدِ صوم ہے یا نہیں؟

محض کسی عورت یا فوٹو کے دیکھنے سے یا کسی کا خیال اپنے دل میں جمالینے اور تفکر کرنے سے اگر احتلام ہو جائے تو اس صورت میں روزہ فاسد نہ ہوگا (۲)؛ البتہ یہ فعل ناجائز و حرام ہے، خصوصاً روزہ کی حالت میں (۳)۔

(۱) الفطر مما دخل وليس مما خرج. (السنن الكبرى للبيهقي: ۴ / ۲۶۱، باب الإفطار بالطعام)

ومن أكل أو شرب ما يتغذى به أو يتداوى به فعليه القضاء والكفارة. (المختصر القدوري: ص ۵۲)

(۲) أو أنزل بنظر إلى فرج امرأته لم يفسد أو فكر وإن أدام النظر والفكر حتى أنزل لأنه لم يوجد منه صورة الجماع ولا معناه، وهو الإنزال عن مباشرة، ولا يلزم من الحرمة الإفطار.

(حاشية الطحطاوي على مراقبي الفلاح: ص ۶۵۸، الفتاوى الهندية: ۱ / ۲۰۴، فتح القدير: ۲ / ۳۳۳)

(۳) قل للمؤمنين يغضوا من أبصارهم ويحفظوا فروجهم ذلك أزكى لهم. (النور: ۳۰)

(فتاوى رحيمية: ۷ / ۲۶۲، محقق و مدلل جديد مسائل: ۱ / ۲۰۶)

## طريقة الإنطباع

یہاں روزہ کے معنی کا جاننا ضروری ہے اور وہ صائم کا اکل، شرب، جماع سے وقتِ صوم میں اپنے آپ کو روکنا ہے (۱)؛ پس معلوم ہوا کہ روزہ کا فساد صورتاً یا معنماً جماع پر موقوف ہے، اور عورت کے فوٹو کو دیکھنے سے منی کے نکلنے کی صورت میں نہ تو صورتاً جماع کا معنی پایا گیا اور نہ ہی معنماً جماع کا معنی پایا گیا؛ اسی وجہ سے اس صورت میں روزہ فاسد نہیں ہوگا (۲)۔

رقم المسئلة (۲۱۴)

(أو ادھن)

وِکس (Vicks) وغیرہ کے سونگھنے سے روزہ کا حکم

وِکس (Vicks) جھنڈو بام، عطریا اور کوئی سونگھی جانے والی چیز کے سونگھنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، بشرطیکہ اس کے اجزاء حلق میں نہ جائیں (۳)۔

(۱) الصوم هو الإمساك عن الأكل والشرب، والجماع نهائياً مع النية. (المختصر الفدوري: ص ۵۲)

(۲) أو أنزل بنظر إلى فرج امرأته لم يفسد أو فكر، وإن أدام النظر والفكر حتى أنزل، لأنه لم يوجد منه

صورة الجماع ولا معناه، وهو الإنزال من مباشرة. (الفتاوى الهندية: ۱/ ۲۰۴)

(۳) ولا يكره للصائم شم رائحة المسك والورد ونحو مما لا يكون جوهراً متصلاً كالدخان.

(حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح: ص ۵۴۳)

و كذا إذا دخل الدخان أو الغبار أو ريح العطر أو الذباب حلقه لا يفسد صومه.

(فتاوى قاضی خان علی هامش الہندیہ: ۱/ ۲۰۸، محقق و مدلل جدید مسائل: ۱/ ۲۰۷)

## رقم المسئلة (٢١٥)

حالت صوم میں چہرے پر کریم (Cream) لگانے کا حکم  
اگر کوئی شخص روزے کی حالت میں چہرے یا جسم پر کریم لگائے، تو اس سے روزہ  
فاسد نہیں ہوتا ہے (۱)۔

## رقم المسئلة (٢١٦)

پان کی سرخی (Redness of Betel Leaf) کا منہ میں

رہ جانے کی صورت میں روزہ کا حکم

اگر پان (Pan) کھا کر خوب کلی غرغره کر کے منہ صاف کر لیا، کہ منہ میں پان کے  
اجزاء باقی نہ ہوں، لیکن تھوک کی سرخی نہ گئی ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، اگر اس سرخی  
کے اثرات تھوک کے ساتھ پیٹ میں چلے جائیں، تب بھی روزہ نہیں ٹوٹے گا (۲)۔

## طريقة الإنطباق

مذکورہ بالا مسائل ثلاثہ کو مصنف کی عبادت ”أو ادهن“ پر منطبق کرنے کے لیے

(۱) أو ادهن ..... لم يفطر.

(المختصر القدوري: ۵۲، نور الإيضاح: ص ۱۴۳، محقق ومدلل جدید مسائل: ۱/۲۲۹)

(۲) أو بقي بلل بعد المضغضة فابتغعه مع الزقاق لم يفطره.

(الفتاوى الهندية: ۲۰۳/۱، الفتاوى البرازية: ۱۰۰/۴)

قال النشامي تحت قوله (وإن وجد طعمه في حلقه) أي طعم الكحل أو الدهن كما في السراج وكذا لو

بزق فوجد لونه في الأصح. (رد المحتار: ۳/۳۶۷، كتاب المسائل: ۲/۱۵۷)

ایک اصول کا جاننا ضروری ہے ”کوئی چیز پیٹ یا دماغ میں منفذِ اصلی سے پہنچے تو روزہ فاسد ہو جاتا ہے (۱)، محض کسی چیز کے اثر کا پیٹ یا دماغ میں جانے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا (۲)، اور وکس (Vicks) جھنڈ و بام وغیرہ کے سونگھنے، یا پان کی سرخی کا منہ میں رہ جانے کی صورت میں محض اثر شئی پیٹ یا دماغ میں جاتی ہے جو مفسدِ صوم نہیں ہے، اور کریم کے چہرے پر لگانے کی صورت میں نہ تو اجزاء شئی کے دخول کا دخل ہے اور نہ ہی اثر شئی کے دخول کا، اس لیے وہ بھی مفسدِ صوم نہیں ہے؛ پس معلوم ہوا کہ مذکورہ بالا مسائل ثلاثہ میں فسادِ صوم کی علت مفقود ہے، اور یہ بات مسلم ہے کہ علت کے فقدان سے حکم کا فقدان ہو جاتا ہے (۳)۔

رقم المسئلة (۲۱۷)

(أو احتجم)

روزے کی حالت میں خون ٹیسٹ (Blood Test) کرانا

روزہ کی حالت میں خون نکال کر ٹیسٹ کرانے سے روزہ فاسد نہیں ہوگا (۴)۔

(۱) هو الإمساك نهراً عن إدخال شيء عمدًا أو خطئاً بطناً أو ماله حكم الباطن. (نور الإيضاح: ص ۱۳۶)

(۲) قال الشامي قال في القهستاني طعم الأدوية وريح العطر إذا وجد في حلقه لم يفطر كما في المحيط.

(رد المحتار: ۳/۳۶۷)

(۳) إذا ارتفعت العلة ارتفع معلولها. (جمهرة: ۲/۶۱۶، الرقم: ۱۱۸)

(۴) ثلث لا يفطرن الصائم الحجامة والقي والإحتلام. (السنن للترمذي: ۱/۱۵۲، أبواب الصوم)

أو ادهن أو احتجم. (المختصر القدوري ص/۱۵۲)

ولا بأس بالحجامة إن أمن على نفسه الضعف، أما إذا خاف فإنه يكره.

(الفتاوى الهندية: ۱/۱۹۹، محقق ومبدل جديد مسائل: ۱/۲۱۴، كتاب المسائل: ۲/۱۵۳)



رقم المسئلة (٢١٨)

## نکسیر (Hemorrhage) سے روزہ کا حکم

اگر کسی روزہ دار کی نکسیر پھوٹ جائے تو روزہ نہیں ٹوٹے گا (۱)؛ البتہ نکسیر کا خون حلق کے اندر چلا جائے تو روزہ ٹوٹ جائے گا، قضا لازم ہوگی، کفارہ نہیں (۲)۔

### طريقة الإنطباق

مذکورہ بالا دونوں مسئلوں کو مصنفؒ کی عبارت ”احتجم“ پر منطبق کرنے کے لیے ایک اصول کا جاننا ضروری ہے۔ روزہ معدے یا دماغ میں کسی شے کے داخل کرنے سے ٹوٹتا ہے، بدن سے کسی شے کے نکلنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، اور خون ٹیسٹ (Blood Test) یا نکسیر کی صورت میں بدن انسانی سے خون نکلتا ہے، جیسے حجامہ (پچھنہ) میں سینگ کی ذریعہ بدن سے خراب خون کو کھینچ لیتے ہیں اور اصول ہے کہ بدن سے کسی شے کے اخراج سے روزہ فاسد نہیں ہوتا ہے، اس لیے خون ٹیسٹ اور نکسیر سے روزہ فاسد نہیں ہوگا (۳)۔

(۱) أو ادھن أو احتجم۔ (المختصر القدوري: ص ۵۲)

(۲) ولو دخل معه أو عرق جبهته أو دم رعا فقه حلقه فسد صومه.

(فتاویٰ قاضی خان علی ہامش الہندیہ: ۱/۲۱۱،

محقق و مدلل جدید مسائل: ۱/۲۲۹، أحسن الفتاوی: ۴/۴۳۸)

(۳) قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الفطر مما دخل وليس مما خرج.

(السنن الكبرى للبيهقي: ۴/۲۶۱، باب الإفطار بالطعام)

رقم المسئلة (٢١٩)

(أو اکتحل)

روزے کی حالت میں روزہ دار کا آنکھوں میں

دوا (Eye drop) ڈالنا

روزے کی حالت میں آنکھوں میں دوا ڈالنے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا ہے، اگرچہ اس دوا کا اثر حلق کے اندر محسوس ہو (۱)۔

### طريقة الإنطباق

مذکورہ مسئلہ کو مصنف کی عبارت ”أو اکتحل“ پر منطبق کرنے کے لیے ایک اصول کا جاننا ضروری ہے۔ روزے کے فساد کے لیے کسی شی کا منافذِ اصلیہ (پیٹ، دماغ) میں پہنچنا ضروری ہے (۲)، اور جدید تحقیقات سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ آنکھ، دماغ اور معدے کے درمیان کوئی منفذ (گذر گاہ) نہیں ہے (۳)، کہ آنکھوں کے راستے سے دوا،

(۱) وأما إذا اکتحل أو أقطر شيئاً من الدواء في عينه لا يفسد صومه عندنا، وإن وجد طعمه ذلك في حلقه. (المحيط البرهاني: ۵۵۶/۲، الفصل الرابع)

قال الشامي تحت قوله (أو اکتحل) أي طعم الكحل أو الدهن، لأن الموجود في حلقه أثر داخل من المسام الذي هو خلل البدن، و المفطر هو الداخل من المنافذ للاتفاق.

(رد المحتار: ۳۶۷/۳، المسائل المهمة: ۹۶/۴، فتاویٰ حقانیہ: ۱۷۰/۴، فتاویٰ فریدیہ: ۱۲۳/۴)

(۲) المفطر هو الداخل من المنافذ. (رد المحتار: ۳۶۷/۳)

(۳) قطرة العين إنه يفطر وهو مذهب الحنفية و الشافعية و يستدلون بأنه لا منفذ بين العين و الجوف قطرة العين ليست مفطرة. قال ابن باز و ابن عثيمين و غيرهما و استدلوا بأن قطرة العين الواحدة من =

دماغ یا معدے میں پہنچ جائے، اس لیے آنکھوں میں دوا ڈالنے یا سرمہ لگانے سے روزہ فاسد نہیں ہوگا۔

رقم المسئلة (٢٢٠)

(أو قبل)

بحالتِ روزہ بیوی سے دل لگی (Fore play) کرنا

روزہ میں اپنی بیوی سے دل لگی کرنا جس میں انزال کا خطرہ نہ ہو جائز و درست ہے۔ اور اگر دل لگی (Fore play) سے انزال کا خطرہ ہو تو شرعاً مکروہ ہے (۱)، اور انزال ہو جانے کی صورت میں روزہ فاسد ہو جائے گا قضا واجب ہوگی کفارہ نہیں (۲)۔

### طريقة الانطباق

مسئلہ مذکورہ کو مصنف کی عبارت ”أو قبل“ پر منطبق کرنے سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ روزے کو توڑنے والی اشیائیں ہیں، اکل، شرب، جماع خواہ صورتاً (مرد کے آلہ کا عورت کے شرم گاہ میں داخل ہو جانا) ہو یا معناً (مباشرت سے شہوت کے ساتھ منی کا

= السنتيمتر المعكب، وهذا المقدار لن يصل إلى المعدة، فإن هذه القطرة أثناء مرورها بالقناة الدمعية، فإنها تمتص جميعاً ولا تصل إلى البلعوم، وإذا قلنا أنه سيصل إلى المعدة شيء فهو يسير والشيء اليسير يعفى عنه. (المنظرات المعاصرة: ص ٧)

(۱) ولا بأس بالقبلة إذا أمن على نفسه، ويكره إن لم يأمن. (المختصر القدوري: ص ۵۲)  
وكره قبلة ومس ومعانقة ومباشرة فاحشة إن لم يأمن المفسد وإن أمن لا بأس. (الدر المختار: ۳/۳۹۶)  
(۲) فإن إنزال بقبلة أو لمس فعليه القضاء ولا كفارة عليه.

(المختصر القدوري: ص ۵۲، كتاب المسائل: ۲/۱۷۴)

ٹکلتا) ہو، اور دل لگی بوسہ کی طرح ہے، کیوں کہ دونوں کا مقصود بیوی سے محبت کا اظہار ہے، اس لیے بوسہ یا دل لگی میں اگر انزال نہ ہوا ہو، تو صورتاً و معنأً جماع کے نہ پائے جانے کی وجہ سے روزہ فاسد نہیں ہوگا (۱)، اور اگر انزال ہو جائے تو چوں کہ فسادِ صوم کی علت (معنی جماع) پایا گیا، اس لیے روزہ فاسد ہو جائے گا (۲)، اور قضا واجب ہوگی، کفارہ واجب نہیں ہوگا کیوں کہ جنایت کامل نہیں ہے (۳)۔

## ﴿ قنّے (Vomitting) کا حکم ﴾

### رقم المتن - ۱۰۲

وَ إِنْ ذَرَعَهُ الْقَيْءُ لَمْ يَفْطُرْ وَ إِنْ اسْتَقَاءَ عَامِداً مِلّاً قَمِهِ فَعَلَيْهِ الْقَضَاءُ.

ترجمہ: اور اگر کسی کو الٹی ہو جائے تو روزہ نہیں ٹوٹے گا اور اگر الٹی کرے جان بوجھ کر منہ بھر کر تو اس پر قضا واجب ہوگی۔

(۱) أو قبل لم يفطر يعني إذا لم ينزل لعدم المنافي صورة و معنى ويعني بالمعنى الإنزال.

(الجواهر النيرة: ۱/۳۳۵)

إذا ارتفعت العلة ارتفع معلولها. (جمهرة: ۲/۶۱۶)

(۲) فإن انزل بقبلة أو لمس فعليه القضاء والكفارة لوجود معنى الجماع وهو الإنزال عن شهوة بالمباشرة. (الجواهر النيرة: ۱/۳۳۵)

إذا ارتفعت العلة ارتفع معلولها. (جمهرة: ۲/۶۱۶)

(۳) وأما الكفارة ففتقر إلى كمال الجنابة، لأنها عقوبة فلا يعاقب إلا بعد بلوغ الجنابة نهايتها.

(الجواهر النيرة: ۱/۳۳۵)

## توضیح المسئلة

مذکورہ بالا عبارت میں امام قدوریؒ حالتِ صوم میں قئے کا حکم بیان فرما رہے ہیں کہ ائمہ اربعہ کا اس پر اتفاق ہے کہ اگر قئے خود بخود آئے تو روزہ فاسد نہیں ہوتا، خواہ قئے منہ بھر کر ہو یا منہ بھر سے کم (۱)، اور اگر جان بوجھ کر قئے کی جائے اور وہ منہ بھر کر ہو تو روزہ فاسد ہو جاتا ہے (۲)؛ البتہ قئے کے عود (لوٹ جانے) اور اعادہ (لوٹ لینا) کے اعتبار سے مسئلہ کی کئی صورتیں ہیں جن میں صاحبین کے مابین قدر اختلاف ہے۔

فسادِ صوم میں امام ابو یوسفؒ ”منہ بھر“ کا اعتبار کرتے ہیں خواہ عود ہو یا اعادہ، اور حضرت امام محمدؒ ”اعادہ“ کا اعتبار کرتے ہیں خواہ قئے منہ بھر کر ہو یا منہ بھر سے کم (۳)۔

(الف) اگر قئے منہ بھر سے کم ہو اور خود ہی لوٹ جائے تو بالاتفاق مفسدِ صوم نہیں ہے، کیوں کہ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک منہ بھر سے کم قئے کو حکم خارج حاصل نہیں ہے، اور امام محمدؒ کے نزدیک لوٹ جانے میں صائم کا فعل نہیں پایا گیا (۴)۔

(ب) اگر قئے منہ بھر کر ہو اور صائم اس کو منہ میں خود اپنے فعل سے لوٹالے تو

(۱) وإن ذرعه القيء لم يفطر أي سبقه بغير صنعه سواء كان ملء الفم أو أكثر بالإجماع.

(الجوهرة النيرة: ۱/۳۳۶)

(۲) وإن استقاء أي طلب القيء عامداً أي متذاكر الصومه إن كان ملء الفم فسد بالإجماع مطلقاً أي سواء عاد أو أعاده.

(الدر المختار مع رد المحتار: ۳/۳۹۳)

(۳) فأبو يوسف يعتبر ملء الفم ومحمد يعتبر الصنع.

(الجوهرة النيرة: ۱/۳۳۶)

(۴) إحداها: إذا كان أقل من ملء الفم وعاد أو شفي منه لا يفطر إجماعاً أما عند أبي يوسف فلا أنه ليس

بخارج لأنه أقل من ملء الفم، وعند محمد لا يصنع له في الإدخال.

(الجوهرة النيرة: ۱/۳۳۷)

بالاتفاق مفسد صوم ہے، عند ابی یوسف منہ بھر قئے کا تحقق ہو گیا جس کو حکم خارج حاصل ہے، اور عند محمد فعلِ صائم پایا گیا (۱)۔

(ج) اگر قئے منہ بھر سے کم ہو، اور روزے دار خود اپنے فعل سے اس کو منہ میں لوٹالے تو امام محمدؒ کے نزدیک روزہ فاسد ہو جائے گا؛ کیوں کہ اعادہ پایا گیا، اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک روزہ فاسد نہیں ہوگا، کیوں کہ منہ بھر سے کم پانی گئی جس کو حکم خارج حاصل نہیں ہے (۲)۔

(د) اگر قئے منہ بھر کر ہو اور وہ خود بخود منہ میں لوٹ جائے تو عند ابی یوسفؒ روزہ ٹوٹ جائے گا؛ کیوں کہ منہ بھر کر قئے پانی گئی جس کو خارج کا حکم حاصل ہے، اور خارج یعنی منہ کے باہر سے کسی شے کا منہ میں داخل کرنا یا داخل ہو جانا ہے جو مفسد صوم ہے، اور عند محمدؒ روزہ نہیں ٹوٹے گا کیوں کہ اعادہ (فعلِ صائم) نہیں پایا گیا (۳)۔

**نوٹ:** مذکورہ بالا چاروں صورتوں میں سے پہلی (عود، أقل من ملء الفم) اور دوسری (اعادہ، ملء الفم) صورت متفق علیہ ہے؛ لیکن صورتِ ثالثہ (اعادہ، أقل

(۱) الثانية: إن كان ملء الفم وأعادہ أو شيئاً منه أفطر إجماعاً، أما عند أبي يوسف فلان ملء الفم بعد خارجاً، وما كان خارجاً إذا أدخله جوفه أفطر، ومحمد يقول قد وجد منه الصنع.

(الجوهرة النيرة: ۳۳۷/۱)

(۲) والثالثة: إذا كان أقل من ملء الفم وأعادہ أو شيئاً منه أفطر عند محمد لو جرد الصنع وهو الإدخال، وعند أبي يوسف لا يفطر لعدم الملء.

(الجوهرة النيرة: ۳۳۷/۱)

(۳) والرابعة: إذا كان ملء الفم وعاد بنفسه أو شيء منه أفطر عند أبي يوسف لو جرد الملء، وعند محمد لا يفطر لعدم الصنع وهو الصحيح.

(الجوهرة النيرة: ۳۳۷/۱)

من ملء الفم) مختلف فیہ ہے جس میں قول ابی یوسف (عدم فساد) پر فتویٰ ہے (۱)؛ اور صورت رابعہ (عود، ملء الفم) بھی مختلف فیہ ہے جس میں قول محمد (عدم فساد) پر فتویٰ ہے؛ کیوں کہ منہ بھر کے قئے سے بچنا ممکن نہیں ہے (۲)۔

## تفریع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (۲۲۱)

### روزہ کی حالت میں ڈکار (Eructation) کا حکم

اگر رمضان المبارک میں کسی روزہ دار کو صبح صادق کے بعد ڈکاریں آتی ہوں، اور اس کے ساتھ پانی بھی آتا ہو اور وہ پانی کو تھوک دے تو اس سے روزہ فاسد نہیں ہوتا ہے (۳)؛ لیکن اگر وہ پانی حلق میں خود لے لے، تو پانی کے منہ بھر کر ہونے کی صورت میں روزہ فاسد ہو جائے گا (۴)، اور منہ بھر سے کم ہونے کی صورت میں روزہ فاسد نہیں

(۱) وإن كان أقل من ملء الفم فعاد لم يفسد بالاتفاق، وإن أعاده لم يفسد عند أبي يوسف رحمه الله وهو المختار لعدم الخروج شرعاً. (فتح القدیر: ۲/ ۳۳۹، کتاب الصوم)

وإن أعاده أفطر إجماعاً إن ملأ الفم وإلا لا هو المختار، قال الشامي تحت قوله "هو المختار" هو الصحيح وصححه كثير من العلماء. (الدر المختار مع رد المختار: ۳/ ۳۹۳، کتاب الصوم)

(۲) إذا كان ملء الفم وعاد بنفسه أو شيء منه كالحمصة فصاعداً أفطر عند أبي يوسف لو جود الملاء لا عند محمد لعدم الصنع وهو الصحيح. (رد المختار: ۳/ ۳۹۲، الجوهرة النيرة: ۱/ ۳۳۷، فتح القدیر: ۲/ ۳۳۹)

(۳) وإن ذرعه القيء ونخرج ولم يعد لا يفطر مطلقاً ملاً أو لا... وهذا كله قيء طعام أو ماء أو مرة أو دم. (الدر المختار: ۳/ ۳۹۳، فتح القدیر: ۲/ ۳۳۹)

(۴) والثانية إن كان ملء الفم وأعاده أو شيئاً منه أفطر إجماعاً.

(الجوهرة النيرة: ۱/ ۳۳۷، الدر المختار: ۳/ ۳۹۲)

ہوگا (۱)، اور اگر وہ پانی خود بخود حلق میں اتر جائے جس میں روزہ دار کا کوئی دخل نہ ہو، تو روزہ مطلقاً فاسد نہیں ہوگا، خواہ پانی منہ بھر کر ہو (۲)، یا منہ بھر سے کم (۳)۔

### طريقة الإنطباق

یہاں قنّے کی تعریف کا جاننا ضروری ہے تاکہ انطباق کا سمجھنا آسان ہو جائے، قنّی کہتے ہیں کھانے پانی پیت وغیرہ کا منہ سے باہر پھینکنا (۴)؛ پس معلوم ہو گیا کہ ڈکار میں نکلنے والے پانی پر بھی قنّی کی تعریف صادق آتی ہے، تو ڈکار کے پانی کا بھی حکم قنّے کی طرح ہوگا، جو اوپر ذکر کردہ مسئلہ میں بیان ہوا (۵)۔

### رقم المتن - ۱۰۳

وَمَنْ ابْتَلَعَ الْحَصَاةَ أَوْ الْحَدِيدَ أَوْ النَّوَاةَ أَفْطَرَ وَقَضَىٰ.

ترجمہ: کوئی شخص کنکری یا لوہا یا گٹھلی نگل گیا تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا اور وہ قضا کرے گا۔

(۱) وإن أعاده أفطر إجماعاً إن ملأ الفم وإلا لا هو المختار، قال الشامي تحت قوله (هو المختار) هو

الصحيح وصححه كثير من العلماء. (الدر المختار مع در المختار: ۳۹۳/۳)

(۲) إذا كان ملء الفم وعاد بنفسه أو شيء منه كالحمصة فصاعداً أفطر عند أبي يوسف لوجود العمل لا

عند محمد لعدم الصنع وهو الصحيح. (الدر المختار: ۳۹۲/۳، فتح القدير: ۳۳۹/۲)

(۳) وإن كان أقل من ملء الفم فعاد لم يفسد بالإتفاق.

(فتح القدير: ۳۳۹/۲، محقق ومدلل جديد مسائل: ۱۴۲/۲)

(۴) القيء هو مصدر بمعنى قذف الطعام وغيره من الفم ويطلق على المقدوف.

(التعريفات الفقهية: ص ۴۳۷)

(۵) إذا قاء أو استقاء ملء الفم هكذا في النهر الفائق وهذا كله إذا كان القيء طعاماً أو ماءً أو مرة.

(الفتاوى الهندية: ۲۰۴/۱)



### توضیح المسئلة

اگر کسی شخص نے کنکری یا لوہا یا گٹھلی نگل لیا تو روزہ فاسد ہو جائے گا اور قضا واجب ہوگی، کیوں کہ صورتاً افطار کا معنی (منہ میں کوئی شے لے کر حلق میں اتارنا) پایا گیا، البتہ کفارہ واجب نہیں ہوگا کیوں کہ معناً افطار کے معنی (ایسی چیز کا معدے تک پہنچانا جس میں بدن کے درستی کی صلاحیت ہو) کے نہ پائے جانے کی وجہ سے جنایت ناقص ہے (۱)۔

### تفریع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (۲۲۲)

### روزے کی حالت میں مٹی (Soil) کھانے کا حکم

اگر کوئی شخص روزے کی حالت میں ایسی مٹی کھالے جس کے ذریعے سردھویا جاتا ہے تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا اور قضا لازم ہوگی، اور اگر کسی کو مٹی کھانے کی عادت ہو جیسے حاملہ عورتیں ملتانی مٹی (بھنی ہوئی مٹی) کھاتی ہیں، تو اس پر فسادِ صوم کی وجہ سے قضا و کفارہ دونوں واجب ہوں گے (۲)۔

(۱) قال الشامي تحت قوله (أو ابتلع الخ) فيجب القضاء لو جود صورة الفطر ولا كفارة لعدم وجود معناه وهو إيصال ما فيه نفع البدن إلى الحوف سواء كان مما يتغذي به أو يتداوى فقصرت الحناية فانتفت الكفارة. (رد المحتار: ۳/۳۷۶، مطلب في حكم الاستمنا)

(۲) ولو أكل الطين الذي يغسل به الرأس فسد صومه، وإن كان يعتاد أكل هذا الطين فعليه القضاء والكفارة هكذا في الظهيرية.

(الفتاوى الهندية: ۲/۲۰۲، الباب الرابع فيما يفسد، محقق ومدلل جديد مسائل: ۱/۲۳۵)

رقم المسئلة (٢٢٣)

روزہ کی حالت میں لعاب (Saliva) نکلنے کا حکم

اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے منہ پر اس طرح بوسہ لے کہ بیوی کا لعاب مرد کے لعاب میں مل جائے، اور مرد اپنے لعاب کے ساتھ بیوی کے لعاب کو بھی نکل لے تو روزہ فاسد ہو جائے گا، اور اس صورت میں قضاء و کفارہ دونوں لازم ہوں گے (۱)۔

رقم المسئلة (٢٢٤)

چاکلیٹ (Chocolate) وغیرہ کا روزے دار کے منہ میں

چلے جانے کا حکم

چند روزے دار کھیل میں مشغول ہوں، یا یوں ہی گولیوں سے (جو بچے کھاتے ہیں) مثلاً چنے یا سینگ پھلی کے دانوں سے کھیل رہے ہوں، اور ایک نے دوسرے کی طرف دانہ اچھالا اور وہ اس کے منہ میں چلا گیا، دراصل حالیکہ اس کو اپنا روزہ بھی معلوم تھا تو اس کا روزہ فاسد ہو جائے گا، اور اس پر قضا واجب ہوگی (۲)۔

(۱) و کذا لو عرج البزاق من فمه ثم ابتلعه، و کذا بزاق غیرہ، لأنه مما يعاف منه و لو بزاق حبيبہ أو صديقه كما ذكره الحلواني لأنه لا يعافه.

(رد المحتار: ۳/۳۸۷، محقق و مدلل جدید مسائل: ۱/۲۳۶)

(۲) ومن ابتلع الحصة أو الحديد أو النواة أفطر وقضى. (المختصر القدوري: ص ۵۲)

لو أن رجلاً رمى إلى رجل حبة عنب فدخلت حلقه وهو ذاكر لصومه يفسد صومه.

(البحر الرائق: ۲/۴۷۵، باب ما يفيد الصوم، محقق و مدلل جدید مسائل: ۱/۲۳۹)

### طريقة الانطباق

یہاں عبارت ”ومن ابتلع الخ“ پر مسائلِ ثلاثہ کے انطباق سے پہلے ایک اصول کا سمجھنا ضروری ہے، فسادِ صوم کے سلسلہ میں قضا و کفارہ دونوں کا تعلق اس فطر سے ہے جو صورتاً و معناً دونوں اعتبار سے فطر ہو (صورتاً فطر نگلنے کو کہتے ہیں، اور معنی فطر عادتاً کھائی جانے والی چیز کا بغرض غذا یا دوا یا تلذذ کے کھانا) اور اگر صرف صورتاً فطر ہو، جیسے کنکری کا نگلنا یا صرف معناً فطر ہو، جیسے حقنہ کرنا تو ایسی صورت میں فسادِ صوم کے ساتھ صرف قضا متعلق ہوگی کفارہ نہیں۔

مذکورہ بالا اصول کی روشنی میں جب ہم نے مسائلِ ثلاثہ (مٹی کا کھانا، لعاب کا نگلنا، چاکلیٹ کا منہ میں چلے جانا) میں غور کیا تو معلوم ہوا کہ تینوں مسئلوں میں صورتاً فطر کا معنی موجود ہے، کیوں کہ تینوں میں نگلنے کے معنی موجود ہیں، جو صورتاً فطر ہے۔

مثلاً اگر مٹی عادت کے خلاف کھایا تو معنی تلذذ و غذا کے نہ پائے جانے کی وجہ سے صورتاً فطر ہے، اسی لیے صرف قضا واجب ہوگی، اور مٹی عادت کے موافق کھایا یا بیوی کا لعاب اپنے لعاب کے ساتھ ملا کر نگل گیا تو معنی تلذذ و غذا کے پائے جانے کی وجہ سے صورتاً و معناً دونوں اعتبار سے افطار ہے اسی لیے قضا و کفارہ دونوں واجب ہوگا۔

اور چاکلیٹ کھلتے ہوئے خطاء حلق سے اتر گئی تو معنی عمد کے نہ ہونے کی وجہ سے صورتاً افطار ہے؛ اسی لیے صرف قضا واجب ہوگی، البتہ مسائلِ ثلاثہ میں صورتاً فطر کا معنی موجود ہے اسی لیے فسادِ صوم کا حکم تینوں سے متعلق ہوگا (۱)۔

(۱) ذکرُوا أَنَّ الْكَفَّارَةَ لَا تَجِبُ إِلَّا بِالْفِطْرِ صَوْرَةً وَمَعْنًى فِي الْأَكْلِ الْفِطْرُ صَوْرَةٌ وَهُوَ إِبْتِلَاعٌ، وَالْمَعْنَى =

## ﴿حقنہ کا حکم﴾

### رقم المتن - ۱۰۴

وَمَنْ احْتَقَنَ أَوْ اسْتَعَطَّ أَوْ أَقْطَرَ فِي أُذُنِهِ أَوْ دَاوَى جَائِفَةً أَوْ آمَةً بِدَوَاءٍ رَطْبٍ فَوَصَلَ إِلَى جَوْفِهِ أَوْ دِمَاعِهِ أَفْطَرَ.

ترجمہ: اور جس نے حقنہ کرایا، یا ناک میں دوا ڈالی، یا گیلی دوا لگائی پیٹ یا سر کے زخم میں جو پیٹ یا دماغ تک پہنچ گئی ہو تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔

### توضیح المسئلہ

اگر بحالتِ روزہ پانخانہ کے راستے سے دوا اندر پہنچائی (جس کو انیمہ کہتے ہیں) یا ناک کان میں دوا وغیرہ ڈالا گیا، اور وہ دماغ تک پہنچ گیا، یا سر یا پیٹ کے زخم پر گیلی (Liquid) دوا وغیرہ لگائی گئی، اور اس کی تری معدہ یا دماغ میں پہنچ گئی تو روزہ ان تمام صورتوں میں فاسد ہو جائے گا۔ معلوم ہوا کہ کسی غذائی یا دوائی شے کا منافذِ اصلیہ (معدے، دماغ) میں پہنچ جانا مفسدِ صوم ہے خواہ وہ کسی بھی طریقہ سے ہو۔

= کو نہ مما يصلح به البدن من غذاء أو دواء، فلا تجب في إيتلاع نحو الحصة لوجود الصورة فقط، ولا في نحو الإحتقان لوجود المعنى فقط كما في الهداية وغيرها. (ردالمحتار: ۳/۳۸۷)

و يظهر من ذلك إن مرادهم مما يتغذى به ما يكون فيه صلاح البدن بأن كان مما يؤكل عادةً على قصد التغذي أو التداءي أو التلذذ. (ردالمحتار: ۳/۳۸۷)

## تَفْرِيعُ مِنَ الْمَسَائِلِ الْعَصْرِيَّةِ

رَقْمُ الْمَسْئَلَةِ (٢٢٥)

روزہ کی حالت میں بواسیر کے مریض (Piles patient) کو پائپ (Pipe) سے دوا پہنچوانے کی صورت میں روزے کا حکم اگر کسی روزہ دار بواسیر کے مریض کو پائپ کے ذریعہ پیچھے کے راستے سے دوا اندر پہنچائی گئی اور وہ دوا معدے تک پہنچ گئی تو روزہ فاسد ہو جائے گا (۱)؛ لیکن اگر صرف بواسیری مسوں پر یا اوپری سطح پر مرہم لگایا جائے تو روزہ نہیں ٹوٹے گا (۲)۔

رَقْمُ الْمَسْئَلَةِ (٢٢٦)

ان ڈوز کاپی (Indoors copy) کے داخل کرنے

کی صورت میں روزے کا حکم

ان ڈوز کاپی (Indoors copy) ایک پتلی سی ٹنکی ہوتی ہے، جس کو پیچھے کی راہ سے داخل کر کے اندرونی امراض کا معائنہ کیا جاتا ہے، اس کے داخل کرنے سے روزہ نہیں

(۱) وَمِنْ احْتَقَنَ ..... أَوْ أَقْطَرَ فِي أُذُنِهِ أَوْ دَاوَى جَائِفَةً أَوْ آمَةً بِدَوَاءِ رَطْبٍ فَوْضِلَ إِلَى جَوْفِهِ أَوْ دِمَاغِهِ أَقْطَرَ. (المختصر القدوري: ص ۵۲)

(۲) وَأُطْلِقَ الدَّوَاءُ فَشَمِلَ الرُّطْبَ وَالْيَابِسَ، لِأَنَّ الْعِبْرَةَ لِلْوُضُولِ، لَا لِكَوْنِهِ رَطْبًا أَوْ يَابِسًا، وَإِنَّمَا شَرْطُهُ الْقَدُورِيُّ لِأَنَّ الرُّطْبَ هُوَ الَّذِي يَصِلُ إِلَى الْجَوْفِ عَادَةً حَتَّى لَوْ عَلِمَ أَنَّ الرُّطْبَ لَمْ يَصِلْ لَمْ يَفْسُدْ.

(البحر الرائق: ۲ / ۴۸۷، باب مَا يَفْسُدُ الصُّوْمُ، مُحَقِّقٌ وَمُدَلِّلٌ جَدِيدٌ مَسَائِلُ: ۱ / ۲۰۹)

ٹوٹے گا بشرطیکہ اس پر کوئی سیال (Liquid) یا غیر سیال دوا نہ لگائی گئی ہو (۱)۔

رقم المسئلة (۲۲۷)

بِحَالَتِ رُوزَةٍ امْرَاضٍ مَعْدَةٍ (Venter ailment) میں آلات داخل کرنا  
امراضِ معدہ کی تحقیق کے لیے بعض جدید آلات مثلاً (Gastros copy)  
معدہ میں منہ کے راستے سے داخل کیے جاتے ہیں، اور ان پر عامتاً سیال مادہ (Liquid)  
وغیرہ لگایا جاتا ہے، جس سے آلے کا داخل ہونا آسان ہو جاتا ہے، تو اس آلے پر لگے لکویڈ  
کے معدے میں داخل ہونے کی وجہ سے روزہ فاسد ہو جائے گا (۲)۔

رقم المسئلة (۲۲۸)

روزے کی حالت میں پلاسٹک سرجری (Plastic surgery) کروانا  
روزہ کی حالت میں پلاسٹک سرجری کسی ایسے عضو کی کی جائے کہ جہاں معدہ یا  
دماغ تک دوا پہنچنے کا منفذ (راستہ) نہ ہو، مثلاً ہاتھ پیر وغیرہ کی سرجری ہو تو روزہ نہیں

(۱) أو أدخل إصبعه مبلولة بماء أو دهن في دبره.

(نور الإيضاح: ص ۱۴۸، باب ما يفسد الصوم من غير كفارة)

ولو أدخل إصبعه في إسته أو المرأة في فرجها لا يفسد و هو المختار إلا إذا كانت مبتلة بالماء أو الدهن  
، فحينئذ يفسد لو وصل الماء أو الدهن ، هكنا في الظهيرية.

(الفتاوى الهندية: ۲۰۴/۱، محقق و مدلل جدید مسائل: ۲۱۲/۱)

(۲) مفاد ما ذكرنا متنا و شرحا و هو أن ما دخل في الجوف ، إن غاب فيه فسد ، و هو المراد  
بالاستقرار.

(رد المحتار: ۳/۳۶۹، جدید فقہی مسائل: ۱/۱۸۶، محقق و مدلل جدید مسائل: ۲۱۸/۱)

ٹوٹے گا، اور اگر کان، آنکھ، ناک وغیرہ کی سرجری کی جائے اور دوا نہ ڈالی جائے تب بھی روزہ نہیں ٹوٹے گا (۱)، ہاں اگر دوا ڈالی جائے تو روزہ ٹوٹ جائے گا (۲)۔

رَقْمُ الْمَسْئَلَةِ (۲۲۹)

### روزہ کی حالت میں دانت (Teeth) اکھڑانا

روزہ کی حالت میں دانت اکھڑانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، ہاں اگر خون تھوک کے ساتھ نکل گیا، اور خون تھوک پر غالب تھا تو روزہ ٹوٹ جائے گا، اور اگر دونوں برابر ہوں تب بھی استحساناً روزہ ٹوٹ جائے گا (۳)۔

### طَرِيقَةُ الْإِنْطَبَاقِ

انطباق کے لیے ایک اصول ذہن نشین رکھنا چاہیے تاکہ متن پر ذکر کردہ پانچوں مسئلوں کا انطباق آسان ہو جائیں، مفسدِ صوم اشیاء کا جوفِ معدہ یا دماغ تک پہنچ جانا روزے کو فاسد کر دیتا ہے (۴)، خواہ وہ کسی بھی طریقے سے ہو، اسی لیے صاحبِ قدوری رقم

(۱) وَالْمَفْطَرُ إِنَّمَا هُوَ الدَّخْلُ مِنَ الْمَنَافِذِ. (رد المحتار: ۳/۳۶۷)

(۲) وَمَا وَصَلَ إِلَى جَوْفِ الرَّأْسِ وَالْبَطْنِ مِنَ الْأُذُنِ وَالْأَنْفِ وَالذَّبْرِ، فَهِيَ مَفْطَرٌ بِالْإِجْمَاعِ، وَهِيَ مَسَائِلُ الْإِفْطَارِ فِي الْأُذُنِ وَالسَّعُوطِ وَالْوَجُورِ الْحَقْنَةِ.

(خلاصة الفتاوى: ۱/۲۵۳، محقق و مدلل جدید مسائل: ۱/۲۱۱)

(۳) الدَّمُ إِذَا حَرَجَ مِنَ الْأَسْنَانِ وَدَخَلَ حَلَقَهُ إِنْ كَانَتْ الْغَلْبَةُ لِلْبَرَقِ لَا يَضُرُّهُ، وَإِنْ كَانَتْ الْغَلْبَةُ لِلدَّمِ يَفْسِدُ صَوْمُهُ، وَإِنْ كَانَ سِوَاهُ أَفْسَدَ أَيْضًا اسْتِحْسَانًا. (الفتاوى الهندية: ۱/۲۰۳، رد المحتار: ۳/۳۶۸،

کتاب الفتاوى: ۳/۲۹۹، محقق و مدلل جدید مسائل: ۱/۲۰۸)

(۴) الْمَفْطَرُ إِنَّمَا هُوَ الدَّخْلُ مِنَ الْمَنَافِذِ. (رد المحتار: ۳/۳۶۷)

طراز ہیں: ”داوی جائفہ أو آمة بدواء رطب فوصل إلى جوفه أو دماغه أفطر“۔  
یعنی سریا پیٹ کے زخم پر لگی ہوئی دوا اگر معدے یا دماغ تک پہنچ جائے تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔

پس مذکورہ اصول کی روشنی میں مسائلِ خمسہ میں سے ہر اس صورت میں روزہ فاسد ہو جائے گا، جہاں دوا وغیرہ ناک، کان، دبر کے ذریعہ منافذِ اصلیہ (معدے، دماغ) میں پہنچ جائے (۱)، اور جن صورتوں میں دوا (معدہ، دماغ) تک نہ پہنچے تو روزہ فاسد نہیں ہوگا (۲)۔

رقم المسئلة (۲۳۰)

روزے میں انہیلر (Spray asthma) یا

گیس پمپ (Gas pump) کے استعمال کا حکم

جن لوگوں کو تنفس (سانس) کا مرض ہوتا ہے، انہیں بعض اوقات انہیلر (Spray asthma) یا گیس پمپ (Gas pump) استعمال کرنا پڑتا ہے، جس کے ذریعہ ہوا اور اس کے ساتھ دوا جو غالباً سفوف کی شکل میں ہوتی ہے ”کانہایت مختصر جزء“

(۱) وما وصل إلى الجوف أو إلى الدماغ من المخارِق الأصلية كالأنف والأذن والدبر بأن استعط أو احتقن أو افطر في أذنه فوصل إلى الجوف أو إلى الدماغ فسد صومه۔

(بدائع الصنائع: ۶۰۶/۲، فصل في أركان الصيام)

(۲) وإنما شرطه القدوري لأن الرطب هو الذي يصل إلى الجوف عادة حتى لو علم أن الرطب لم يصل لم يفسد۔ (البحر الرائق: ۴۸۷/۲)



پھیپھڑے تک پہنچ جاتا ہے، یہ حلق ہی کے راستہ سے جاتا ہے، لیکن معدہ میں نہیں جاتا، اگرچہ یہ بات جدید تحقیق سے یقینی طور پر ثابت ہے کہ سفوف کا یہ جزء معدہ تک نہیں پہنچتا تب بھی روزہ فاسد ہو جائے گا؛ کیوں کہ ہمارے نزدیک قصدًا اور ارادۂ دھویں یا غبار کو حلق میں داخل کرنے سے بھی روزہ فاسد ہو جاتا ہے جب کہ یہ دھواں بھی معدہ تک نہیں پہنچتا (۱)۔

رقم المسئلة (۲۳۱)

## روزے میں بھپارا (Whiff) لیا جاسکتا ہے یا نہیں

بعض دوائیں بھاپ کے ذریعہ اندر لی جاتی ہیں، اس کا ایک سادہ طریقہ تو وہی ہے جو زمانہ قدیم سے چلا آ رہا ہے کہ ابلتے ہوئے گرم پانی میں دوا ڈال دی جاتی ہے، اور اس سے نکلنے والی بھاپ کو ناک کے ذریعہ کھینچا جاتا ہے، آج کل اس کے لیے مشینی طریقے ایجاد ہوئے ہیں، اس طرح بھاپ لینا روزہ کو فاسد کر دے گا (۲)۔

(۱) ومفاده أنه لو أدخل حلقه الدخان أفطر أي دخان كان ومفاد ما ذكرنا متناوً وشرحاً وهو أن ما دخل في الجوف إن غاب فيه فسد وهو المراد بالاستقرار.

(رد المحتار: ۳/۳۶۶-۳۶۹، کتاب الفتاویٰ: ۳/۳۹۴، فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۱۵۴،

فتاویٰ حقانیہ: ۴/۱۷۰، محقق و مدلل جدید مسائل: ۱/۲۱۵)

(۲) ومفاده أنه لو أدخل حلقه الدخان أفطر، قال الشامي أي بأي صورة كان الإدخال حتى لو تبخر بخور فآواه إلى نفسه و اشتمه ذاكرًا لصومه أفطر لإمكان التحرز عنه، وهذا مما يغفل عنه كثير من الناس.

(رد المحتار: ۳/۳۶۶، الفقه الإسلامي وأدلته: ۲/۶۵۷، محقق و مدلل جدید مسائل: ۱/۲۱۶)

رقم المسئلة (٢٣٢)

## بحالت صوم ٹرانس و تھینل سونوگرافی

### (Trans Vaginal Sonography) کا حکم

آج کل جدید میڈیکل سائنس نے حیران کن ترقیات کر لی ہیں، جس میں سے ٹرانس و تھینل سونوگرافی (Trans Vaginal Sonography) ہے، جس کے ذریعہ حاملہ عورت کے آگے کے راستے سے ایک آلہ داخل کر کے حمل (بچہ) کی پوزیشن (حالت) چیک کی جاتی ہے، جس پر ایک قسم کا لکویڈ (Liquid) لگایا جاتا ہے تاکہ آلہ آسانی سے اندر چلا جائے، اگر کسی عورت نے روزہ کی حالت میں ٹرانس و تھینل سونوگرافی کروائی تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا، کیوں کہ آلہ پر لگی ہوئی لکویڈ اندر چلی گئی (۱)۔

رقم المسئلة (٢٣٣)

## عورت کی شرمگاہ میں بحالت صوم سیال یا جامد

### (Solid of medicine) دوا رکھنا

بعض دفعہ عورت کے آگے کے راستے میں انفکشن (Infection) ہو جاتا ہے

(۱) وَلَوْ أَدْخَلَ إِبْصَعَهُ فِي إِسْتِهْ أَوْ الْمَرْأَةِ فِي فَرْجِهَا لَا يَفْسُدُ وَهُوَ الْمَخْتَارُ إِلَّا إِذَا كَانَتْ مَبْتَلَةً بِالنَّمَاءِ أَوْ الدَّهْنِ فَحِينَئِذٍ يَفْسُدُ لَوْصُولُ النَّمَاءِ أَوْ الدَّهْنِ هَكَذَا فِي الظَّاهِرَةِ.

(الفتاویٰ الہندیہ: ۱/ ۲۰۴، البحر الرائق: ۲/ ۴۸۷)

وَأَمَّا فِي قَبْلِهَا فَمَقْسَدُ إِجْمَاعِهِ لِأَنَّهُ كَالْحَقْنَةِ، قَالَ الشَّامِيُّ قُلْتُ الْأَقْرَبُ التَّخْلُصُ بِأَنْ الدَّبْرَ وَالْفَرْجَ الدَّاخِلَ مِنَ الْجَوْفِ، إِذَا حَاجَزَ بَيْنَهُمَا وَبَيْنَهُمَا فِي حَكْمِهِ. (الدَّرُ الْمَخْتَارُ مَعَ رَدِّ الْمَخْتَارِ: ۳/ ۳۷۲)

جس کی وجہ سے عورت کی شرمگاہ میں سیال یا جامد دوارکھی جاتی ہے، اگر کسی عورت نے روزے کی حالت میں یہ دوا اپنی شرمگاہ میں رکھی تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا (۱)۔

رقم المسئلة (۲۳۴)

لیڈیز ڈاکٹر (Ladies Doctor) کا روزہ دار عورت کی

شرمگاہ میں ہاتھ ڈالنا

حمل کے ابتدائی ایام میں لیڈیز ڈاکٹر بعض مرتبہ دستانہ پہن کر اور بعض مرتبہ دستانہ کے بغیر حاملہ عورت کی شرمگاہ میں انگلی ڈال کر معائنہ کرتی ہے، تو اس بارے میں حکم یہ ہے کہ اگر لیڈیز ڈاکٹر خشک دستانہ پہن کر یا خشک انگلی داخل کر کے معائنہ کرتی ہے، تو روزہ فاسد نہیں ہوگا، اور اگر گیلیا دستانہ یا گیلی انگلی شرمگاہ میں داخل کرتی ہے، یا ایک مرتبہ خشک دستانہ یا خشک انگلی داخل کرنے کے بعد جب اس پر رطوبت لگ جائے نکال کر دوبارہ داخل کرتی ہے تو روزہ فاسد ہو جائے گا، قضا لازم ہوگی کفارہ نہیں (۲)۔

(۱) وفي الإقطار في إقبال النساء يفسد بلا خلاف وهو الصحيح هكذا في الظهيرية.

(الفتاوى الهندية: ۲۰۴/۱، البحر الرائق ۴۸۸/۲، خلاصة الفتاوى: ۲۵۳/۱)

بأن الدبر والفرج الداخل من الخوف إذ لا حاجز بينهما وبينه فهما في حكمه.

(رد المحتار: ۳/۳۷۲، فتاوى حقانيه ۱۶۸/۴، فتاوى رحيميه: ۲۵۶/۷، محقق ومدلل مسائل: ۲۲۵/۱)

(۲) ولو أدخل إصبعه في إسته أو المرأة في فرجها لا يفسد وهو المختار إلا إذا كانت مبتلة بالماء أو الدهن فحينئذ يفسد لو صول الماء أو الدهن هكذا في الظهيرية.

(الفتاوى الهندية: ۲۰۴/۱، البحر الرائق: ۴۸۷/۲، محقق ومدلل جديد مسائل: ۲۲۷/۱)

### طريقة الانطباق

مذكورہ بالا مسائل خمسہ کے انطباق کے لیے دو باتوں کا جاننا ضروری ہے، ایک اصول کا، دوسرے شریعت کے مزاج کا۔

(الف) اصول: یہ بات اب مخفی نہیں رہی کہ منافذِ اصلیہ معدے یا دماغ میں کسی شے کا چلے جانا مفسدِ صوم ہے (۱)۔

(ب) مزاجِ شریعت: شریعت کا یہ عام مزاج ہے کہ جب کسی حکم کی علت مخفی ہوتی ہے تو شریعت کسی ظاہری چیز کو اس کے قائم مقام گردانتی ہے اور حکم کا مدار اسی ظاہری شے پر رکھ دیتی ہے۔

مثلاً: سفر میں نمازوں میں قصر کی علت مشقت ہے؛ مگر یہ ایک مخفی بات ہے، اس کا ادراک بہت مشکل ہے، اس لیے نفسِ سفر کو (جو ایک ظاہری شے ہے) مشقت کے قائم مقام کر دیا، اسی طرح وضو ٹوٹنے کی علت ریح کا نکلنا ہے؛ مگر سونے والے کو اس کا ادراک نہیں ہوتا اس لیے نیند کو (جو ایک ظاہری شے ہے) خروجِ ریح کے قائم مقام کر دیا؛ اسی طرح وجوبِ غسل کی علت انزال ہے؛ مگر کبھی انزال کا ادراک نہیں ہوتا، اس لیے اتقائے ختائین کو (جو ایک ظاہری شے ہے) انزال کے قائم مقام کر دیا، اور حکم کا مدار اب اسی ظاہری شے پر ہوگا حقیقت کی طرف نظر نہیں کی جائے گی (۲)۔

مذكورہ بالا بحث کے ذریعہ مسائل خمسہ کا انطباق واضح ہو گیا کہ بحالتِ روزہ خواہ

(۱) المفطر إنما هو الداخل من المنافذ.

(۲) تحفة الألمعي.

(رد المحتار: ۳/۳۶۷)

(۳۷۹/۱)

انہیلر کا استعمال کرے یا بھپارالے یا سونوگرافی کروائے اور اس کے آلے پر لکویڈنگی ہو، یا عورت کی شرمگاہ میں کوئی دوا وغیرہ رکھے یا گیلیا دستانہ پہن کر شرمگاہ میں داخل کرے، ان تمام صورتوں میں دوائی کے اجزاء کا معدے میں پہنچنے کا احتمال ہے، اور ایسے محل احتمال میں جہاں علت مخفی ہو، حکم کا مدار سبب ظاہر پر رکھا جاتا ہے، اور یہاں سبب ظاہر منہ اور شرمگاہ میں دوائی اجزاء کا داخل کرنا ہے۔ اور منہ اور معدے کے مابین منفذ ہے، اسی طرح شرمگاہ اور معدے کے مابین بھی منفذ ہے (۱)؛ اسی وجہ سے دوائی اجزاء کا محض منہ میں یا شرمگاہ میں رکھنا ہی مفسد صوم ہوگا (۲)؛ کیوں کہ یہ ایک ظاہری شئی ہے جس کا شرع میں اعتبار ہے۔

رقم المسئلة (۲۳۵)

روزے کی حالت میں دل یا پیٹ کا آپریشن (Operation) کروانا  
روزے کی حالت میں دل یا پیٹ کے آپریشن سے روزہ نہیں ٹوٹے گا، کیوں کہ  
روزہ معدے میں کسی چیز کے داخل ہونے سے ٹوٹتا ہے جب کہ دل یا پیٹ کے آپریشن  
سے معدہ میں کوئی چیز نہیں جاتی ہے (۳)۔

(۱) بأن الدبر والفرج الداخل من الجوف إذ لا حاجز بينهما وبينهما في حكم. (ردالمحتار: ۳/۳۷۲)

(۲) ومفاد ما ذكرنا متناً و شرحاً وهو أن ما دخل في الجوف إن غاب فيه فسد، وهو المراد بالاستقرار.

(ردالمحتار: ۳/۳۶۹)

(۳) وكذا لو ابتلع خشبة أو خيطاً ولو فيه لقمة مربوطة إلا أن ينفصل منها شيء، ومفاده أن استقرار الداخل

في الجوف شرط للفساد، قال الشامي أي مفاد ما ذكرنا و شرحاً وهو أن ما دخل في الجوف إن غاب

فيه فسد، وهو المراد بالاستقرار، وإن لم يغيب بل بقي طرف منه في الخارج، أو كان متصلاً بشيء خارج

لا يفسد لعدم استقراره. (الدر المختار مع ردالمحتار: ۳/۳۶۹، محقق ومدلل جديد مسائل: ۱/۲۱۰)

رقم المسئلة (٢٣٦)

روزے کی حالت میں دوا (Tablet) زبان کے نیچے رکھنا  
امراض قلب سے متعلق وہ دوائیں (Medicins) جنہیں نگلا نہیں جاتا،  
بل کہ زبان کے نیچے دبا کر رکھا جاتا ہے، اگر روزہ کی حالت میں اس دوا کو اس طریقے پر  
استعمال کیا جائے کہ دوا یا لعاب مل جانے والے دوا کے اجزا کو نگلنے سے بچا جائے تو روزہ  
فاسد نہیں ہوگا (۱)۔

رقم المسئلة (٢٣٧)

روزے کی حالت میں آپریشن (Operation) کے ذریعہ چربی نکلوانا  
بسا اوقات خون کی نالی میں چربی جم جانے کی صورت میں آپریشن کیا جاتا ہے  
جس کو انجیو گرافی (Angiography) اور انجیو بلاسٹ (Angioblast) کہتے ہیں،  
اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا ہے (۲)۔

رقم المسئلة (٢٣٨)

روزہ کی حالت میں ڈائلیس (Dialysis) کروانا  
اگر کوئی شخص روزہ کی حالت میں ڈائلیس (گروہ کی دھلائی) کروائے تو اس

(۱) قال الشامي (كطعم أدوية) أي لو دق دواء فوجد طعمه في حلقه زيلعي وغيره، وفي القهستاني  
طعم الأدوية وريح العطر إذا وجد في حلقه لم يفطر كما في المحيط.

(رد المحتار: ۳/ ۳۶۷، محقق ومدلل جدید مسائل: ۱/ ۲۱۴)

(۲) والمفطر إنما هو الداخل من المنافذ. (رد المحتار: ۳/ ۳۶۷، محقق ومدلل جدید مسائل: ۱/ ۲۶۱)

سے اس کا روزہ فاسد نہیں ہوگا (۱)۔

رقم المسئلة (۲۳۹)

روزہ کی حالت میں آکسیجن (Oxygen) لینا

روزے میں اگر آکسیجن کے ذریعہ سانس لیا جائے تو اس سے روزہ فاسد نہیں

ہوگا (۲)۔

رقم المسئلة (۲۴۰)

بحالتِ روزہ انجکشن (Injection) اور گلوکوز (Glucose) کا حکم

بسا اوقات انسان بیمار ہو جاتا ہے، جس میں ڈاکٹر حضرات اسے انجکشن یا گلوکوز

لگانے کا حکم دیتے ہیں تو روزے کی حالت میں انجکشن لگوانے یا گلوکوز چڑھوانے سے روزہ

نہیں ٹوٹتا ہے (۳)۔

### طريقة الإنطباع

حضرات فقہانے قرآن وحدیث کے تمام نصوص کو سامنے رکھ کر روزہ ٹوٹنے کا

مدار و چیزوں پر رکھا ہے۔

(۱) والمفطر إنما هو الداخل من المنافذ. (ردالمحتار: ۳/۳۶۷، کتاب المسائل: ۲/۱۵۴)

(۲) والمفطر إنما هو الداخل من المنافذ. (ردالمحتار: ۳/۳۶۷، کتاب المسائل: ۲/۱۵۴)

(۳) والمفطر إنما هو الداخل من المنافذ. (ردالمحتار: ۳/۳۶۷)

والداخل من المسام لا ينافي كما لو اغتسل بالماء البارد.

(الهداية: ۱/۲۱۷، کتاب المسائل: ۲/۵۴، فتاویٰ دارالعلوم زکریا: ۳/۲۹۰)

(الف) صورتِ افطار: یعنی منہ سے کوئی چیز قصداً یا خطاً نکل لینا، خواہ وہ کیسی ہی چیز ہو، مفید ہو یا غیر مفید، یا قصداً جماع کرنا۔

(ب) معنی افطار: یعنی جوفِ معدہ یا جوفِ دماغ تک پہنچنے والے طبعی، غیر طبعی راستوں کے ذریعہ کسی طبعی یا عر فی مفید چیز کا جوف تک بالقصد پہنچ جانا یا قصداً انزال کر دینا (۱)۔

صورتِ افطار و معنی افطار کے علاوہ اگر کوئی چیز مسامات یا رگوں کے ذریعے پہنچ جائے تو وہ مفسد نہیں ہے (۲)۔

مذکور بالا بحث کی روشنی میں معلوم ہو گیا کہ ذکر کردہ چھ مسئلوں میں سے مفسد صوم کی دونوں علتوں (صورتِ افطار، معنی افطار) میں سے کوئی علت نہیں ہے، اسی لیے ان مسائل میں روزہ نہیں ٹوٹے گا (۳)، مثلاً ”دل یا پیٹ کا آپریشن کروانا“ تو آپریشن میں معدے کے اندر کوئی چیز نہیں جاتی ہے، اسی طرح ”دوا زبان کے نیچے رکھنا“ اس میں بھی اس بات کی کوشش ہوتی ہے اور یقین ہوتا ہے کہ دوا کا کوئی جز معدے تک نہ پہنچے، اور مریض کو دوا کے اثر سے افاقہ ہوتا ہے اور محض اثر مفسدِ صوم نہیں ہے۔ نیز ”بذریعہ آپریشن چربی نکلوانا“ تو اس آپریشن میں بھی کوئی چیز معدہ میں داخل نہیں کی جاتی ہے محض

(۱) ذکرُوا أَنِ الْكَفَّارَةَ لَا تَحِبُّ إِلَّا بِالْفِطْرِ صَوْرَةً وَمَعْنَى فِي الْأَكْلِ الْفِطْرُ صَوْرَةٌ هُوَ الْإِبْتِلَاعُ، وَالْمَعْنَى

كَوْنُهُ مِمَّا يَصْلَحُ بِهِ الْبَدَنُ مِنْ غِذَاءٍ أَوْ دَوَاءٍ. (ردالمحتار: ۳/۳۸۷)

(۲) وَالِدَاخِلُ مِنَ الْمَسَامِ لَا يَنْفِي كَمَا لَوْ اغْتَسَلَ بِالْمَاءِ الْبَارِدِ. (الهداية: ۱/۲۱۷ باب مَا يُوجِبُ الْقَضَا)

(۳) إِذَا ارْتَفَعَتِ الْعِلَّةُ ارْتَفَعَ مَعْلُولُهَا. (جمہورۃ: ۲/۶۱۶)



خون کی نالی میں جمی ہوئی چربی کو نکالا جاتا ہے، اور روزہ داخل کرنے سے ٹوٹتا ہے، خارج کرنے سے نہیں؛ اسی طرح ”ڈائیلیسیس“ اس کا تعلق صرف خون کی صفائی سے ہے، اور براہ راست جوفِ معدہ میں اس کے سبب کوئی چیز داخل نہیں ہوتی ہے، اور جہاں تک تعلق ”آکسیجن“ کا ہے، تو محض اس میں صاف ستھری ہوا ہوتی ہے، اور صرف ہوا کا بدن میں جانا مفسدِ صوم نہیں ہے، اور رہی بات ”انجکشن“ اور ”گلوکوز“ تو ان کے ذریعہ جو دوا انسان کے بدن میں پہنچائی جاتی ہے وہ رگوں میں پہنچائی جاتی ہے معدے میں نہیں، اور رگوں میں کسی شے کا پہنچ جانا مفسدِ صوم نہیں ہے۔

### رقم المتن - ۱۰۵

وَإِنْ أَقْطَرَ فِي إِحْلِيلِهِ لَمْ يُفْطَرْ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَ مُحَمَّدٍ وَ قَالَ أَبُو يُوسُفَ يَقْطُرُ.

ترجمہ: اور اگر دوا ٹپکا لے اپنے ذکر کے سوراخ میں تو روزہ نہیں ٹوٹے گا طرفین کے نزدیک اور امام ابو یوسف نے فرمایا روزہ ٹوٹ جائے گا۔

### توضیح المسئلة

اگر کوئی شخص اپنے ذکر کے سوراخ میں کوئی دوا وغیرہ ٹپکا لے تو آیا روزہ فاسد ہوگا یا نہیں، اس سلسلہ میں حضراتِ طرفین اور امام ابو یوسف کا اختلاف ہے، عند طرفین روزہ نہیں ٹوٹے گا اور یہی قول مفتی بہ ہے (۱)، اور امام ابو یوسف کے نزدیک ٹوٹ جائے گا۔

(۱) قال الحصكفي أو أقطر في إحليله ماء أو دهنًا وإن وصل إلى المثانة على المذهب ..... لم يفطر.

قال الشامي تحت قوله (على المذهب) أي قول أبي حنيفة و محمد معه في الأظهر و قال أبو يوسف =

## قول مفتی بہ کی وجہ و دلیل

یاد رکھنا چاہیے کہ یہ اختلاف از قبیل فقہ نہیں ہے، بل کہ اس کا تمام تر انحصار طب (میڈیکل تحقیق) پر ہے، طرفین کے نظریے کے موافق مثانہ اور جوف (یعنی آنتوں یا معدہ) کے درمیان کوئی منفذ (سوراخ) نہیں ہے؛ پس معلوم ہوا کہ ”إقطار في الإحليل“ (ذکر کے سوراخ میں دوا وغیرہ پڑکانا) سے مثانہ میں کوئی چیز پہنچ کر وہ اس منفذ کے ذریعے آنت یا معدہ میں نہیں پہنچتی ہے، اسی وجہ سے وہ مفسدِ صوم نہیں ہے، جب کہ امام ابو یوسف کے نزدیک مثانہ و جوف کے درمیان منفذ ہے، جو فسادِ صوم کا سبب بنے گا۔ مضمون بالا سے یہ بات معلوم ہو گئی کہ یہ اختلاف مذکور کی بنیاد فقہی اصول کی بجائے طب پر ہے، جیسا کہ امام زلیعیؒ نے فرمایا: کذا يقول الأطباء۔

الغرض! جب طب ہی بنیاد ٹھہری تو واضح رہے کہ طب، مذہبِ طرفین کی مؤید ہے، نیز اختلافِ مذکور اُس دور میں تھا، جب ”طب“ میں انسانی جسم کی چیر پھاڑ (آپریشن) نہیں ہوتی تھی، اور اب جدید طب نے میڈیکل سرجری (Medical surgery) کے وجود میں آنے پر یہ اختلاف برسوں قبل ختم کر کے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نظریے کی تصحیح و تصویب کر دی ہے؛ چنانچہ موجودہ میڈیکل کے مستند و معتبر مآخذ سے اس کی تحقیق ذیل میں مذکور ہے۔

= بفطر ثم ذكر مع مر من عبارة الزيلعي أن هذا الاختلاف مبني على أنه هل بين المثانة والجوف منفذ

أم لا والأظهر أنه لا منفذ له. (الدر المختار مع رد المختار: ٤٧٢/٣)

والمتمون المعتمدة على قول الطرفين. (المختار: ١٤١/١)

جدید میڈیکل سائنس کی تحقیق سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ مثانہ اور آنتوں (معدے) کا آپس میں اس طرح کا کوئی تعلق نہیں ہے، جس سے کوئی چیز مثانہ میں پہنچ کر پھر آنتوں یا معدے میں سرایت کر جائے، بل کہ آنتوں کا نظام بالکل الگ ہے، اور مثانے کا نظام بالکل علاحدہ، اس کی وضاحت کے لیے آنتوں اور معدے سے متعلق ”نظام انہضام“ اور پیشاب ”گردوں کے نظام“ کا مختصر بیان درج ذیل ہے۔

### نظام انہضام (Digestive system)

اس نظام کا کام خوراک کو حاصل کرنا، خوراک کو اس کے بنیادی اجزاء میں توڑنا، ہضم کرنا، ضروری اجزاء کو جذب کرنا، اور فاضل اجزاء کو پاخانے کی صورت میں آنتوں سے باہر نکالنا ہے، یہ نظام اجمالاً مندرجہ ذیل اعضا پر مشتمل ہے:

(۱) منہ (Oral cavity)

(۲) خوراک کو منہ سے معدے تک لے جانے والی نالی

(Pharynx & Esophagus)

(۳) معدہ (Stomach)

(۴) چھوٹی آنت (Small intestine)

(۵) بڑی آنت (Large intestine)

(۶) بڑی آنت کا آخری حصہ (Rectum)

(۷) مقعد (Anus)

اس کی مختصر تفصیل یہ ہے کہ اس نظام میں خوراک منہ سے بالترتیب مقعد تک آتی

ہے اور منہ سے لے کر مقعد تک کوئی ایسا واسطہ نہیں ہے جس کے ذریعہ خوراک اس نظام سے نکل کر دوسرے نظام (پیشاب کے نظام) میں داخل ہو۔

## گردوں کا نظام (Renal System)

اس نظام کا کام خون سے پیشاب بنانا، پیشاب میں موجود ضروری اجزاء کو واپس خون میں شامل کرنا، اور باقی ماندہ پیشاب کو مٹانے اور پیشاب کی نالیوں کے ذریعہ جسم سے باہر نکالنا ہے۔ یہ نظام اجمالاً مندرجہ ذیل اعضا پر مشتمل ہے:

(۱) گردے (Kidneys)

(۲) گردے اور پیشاب کی نالی کے درمیان واسطے کی بڑی نالی (Pelvis)

(۳) گردوں سے مٹانے تک پیشاب لے جانے والی نالیاں (Ureters)

(۴) مٹانہ (Urinary Bladder)

(۵) مٹانے سے اعلیٰ تک پیشاب لے جانے والی نالی (Urethra)

Urethra مزید تین حصوں پر مشتمل ہوتی ہے۔

(۶) عضو تناسل (Penis)

اس کی مختصر وضاحت یہ ہے کہ جسم میں صاف خون دل سے مختلف شریانوں (Arteries) کے ذریعہ جسم کے اعضا کو پہنچایا جاتا ہے، اسی طرح ایک مخصوص قسم کی شریان (Renal Artery) کے ذریعہ خون گردوں میں داخل ہوتا ہے، اور گردے بے شمار چھوٹی چھوٹی نالیوں (Nephrons) پر مشتمل ہوتے ہیں، جن کا کام خون سے پیشاب بنانا ہے اور ضروری اجزاء کو دوبارہ خون میں شامل کرنا ہے۔

پیشاب بننے کے بعد یہ پیشاب گردوں سے پیشاب کی نالی کے درمیان کا واسطہ (Pelvis) کے ذریعہ پیشاب کی نالیوں (Ureters) سے ہوتا ہوا مثانے میں جمع ہوتا ہے، اور Ureters کے ذریعہ عضو تناسل سے ہوتا ہوا احلیل کے راستے سے باہر ہو جاتا ہے، چنانچہ اس نظام کے تمام اعضاء باہم یوں مربوط ہیں کہ ان اعضاء کا کسی دوسرے نظام (نظام انہضام) کے اعضاء کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے (۱)۔

### خلاصہ کلام

مذکورہ بالا تحقیق سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ گردوں کے نظام (R,S) اور نظام انہضام (D,S) کا آپس میں کوئی تعلق نہیں ہے، یہ دونوں الگ الگ نظام ہیں، اس سے یہ بات اوضح من الشمس ہو گئی کہ احلیل (ذکر کے سوراخ) کے ذریعہ مثانے میں ڈالی جانے والی کسی بھی چیز یا دوائی کا کسی واسطے (منفذ وغیرہ) سے آنتوں یا معدے تک پہنچنا ممکن ہی نہیں، اسی لیے حضراتِ طرفین کے قول کو مفتی بہ قرار دیتے ہوئے اقطار فی الاحلیل کو مفسدِ صوم قرار نہیں دیا جاسکتا (۲)۔

(۱) القول الصواب في مسائل الكتاب: ص ۱۹۲، ۱۹۳

(۲) قوله (إن أقطر في إحليلة لا) أي لا يفطر سواء أقطر فيه الماء أو الدهن، وهذا عند أبي حنيفة وقال أبو يوسف: يفطره وهو رواية عن أبي حنيفة ومحمد توقف فيه، وقيل والأظهر أنه مع أبي حنيفة، وهذا الاختلاف مبني على أنه هل بين المثانة والجوف منفذ أم لا، وهو ليس باختلاف على التحقيق، والأظهر أنه لا منفذ له إنما يجتمع البول فيها بالثر شح كذا يقول الأطباء. (تبيين الحقائق: ۱/ ۳۳۰) أو أقطر في إحليلة ماء أو دهنًا، وإن وصل إلى المثانة على المذهب، لم يفطر قال الشامي تحت قوله (على المذهب) أي قول أبي حنيفة ومحمد معه في الأظهر. (الدر المختار مع رد المحتار ۳/ ۴۲۷)

## تفریع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (۲۴۱)

بحالت صوم پیشاب رک جانے کی وجہ سے

مرد کے احلیل میں نلکی (Urophero Scope) داخل کرنا

اگر مرد کے آگے کے راستے میں نلکی ڈالی جائے، اور اس پر کوئی لکویڈ (liquid) وغیرہ لگی ہو تو حضراتِ طرفین کے مفتی بہ قول کے مطابق روزہ فاسد نہیں ہوگا (۱)، اور قولِ ابی یوسفؒ کے اعتبار سے روزہ فاسد ہو جائے گا (۲)، لیکن یہ اختلاف اس صورت میں ہے جب یہ دو امثا نے تک پہنچ جائے، اور اگر دو صرف ذکر کے سوراخ میں ہی ہو مٹانے تک نہ پہنچی ہو تو بالا جماع روزہ فاسد نہیں ہوگا (۳)۔

## طريقة الإنطباق

حضراتِ طرفینؒ اور امام یوسفؒ کے مابین جو اختلاف ہے، اس کی بنیاد اس پر ہے کہ مثانہ اور جوف کے درمیان منفذ ہے یا نہیں، حضراتِ طرفینؒ اس کے قائل ہیں کہ ان

(۱) أو أقطر في إحليله ماء أو دهنا وإن وصل إلى المثانة على المذهب ..... لم يفطر قال الشامي تحت قوله

(على المذهب) أي قول أبي حنيفة ومحمد معه في الأظهر. (الدر المختار مع رد المحتار: ۴/۴۲۷)

(۲) و إن أقطر في إحليله ..... قال أبو يوسف يفطر. (المختصر القدوري: ص ۵۲)

(۳) و إذا أقطر في إحليله لا يفسد صومه عند أبي حنيفة ومحمد (رحمهما الله) وهذا الاختلاف فيما إذا

وصل المثانة، وأما إذا لم يصل بأن كان في قصبة الذكر بعد لا يفطر بالإجماع.

(الفتاوى الهندية: ۱/۲۰۴، کتاب النوزل: ۶/۳۶۸)

دونوں کے مابین کوئی راستہ نہیں ہے، اسی لیے ان کے نزدیک ”اقتطار فی الاحلیل“ سے روزہ نہیں ٹوٹتا ہے، اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ مثانہ اور جوف کے مابین منفذ (راستہ) کے قائل ہیں، اسی لیے ان کے نزدیک ذکر کے سوراخ میں کوئی دواڑ پکانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے (۱)۔

اب سوال یہ ہے کہ مثانہ اور جوف کے مابین واقعی کوئی منفذ (راستہ) ہے یا نہیں تو یاد رکھنا چاہیے اس کا تعلق (مثانہ اور جوف کے مابین منفذ ہے یا نہیں) باب فقہ سے نہیں ہے، بل کہ طب (میڈیکل تحقیق) پر ہے۔ اور فی زمانہ ہذا جدید میڈیکل سائنس سے یہ بات بالکل منکشف ہو چکی ہے کہ مثانہ اور جوف کے مابین کوئی منفذ نہیں ہے، جیسا کہ ہم نے توضیح المسئلہ کے ذیل میں اس کی مکمل وضاحت کی ہے، تو معلوم ہوا کہ جدید میڈیکل سائنس کی تحقیق حضرات طرفین کے قول کی مؤید ہے؛ اسی وجہ سے اگر بحالت روزہ پیشاب کے بند ہونے کی صورت میں اگر لکویڈ (Liquid) لگی ہوئی نلکی ذکر کے سوراخ میں داخل کی جاتی ہے، تو روزہ فاسد نہیں ہوگا (۲)۔

(۱) ولو اقتطار فی إحلیلہ لم یفطر عند أبي حنیفة وقال أبو یوسف یفطر، وقول محمد مضطرب فیہ، فکأنه وقع عند أبي یوسف أن بینہ وبين الحوف منفذاً، ولهذا یخرج منه البول ووقع عند أبي حنیفة أن المثانة بینہما حائل، والبول یترشح منه وهذا لیس من باب الفقہ.

(الہدایۃ: ۱/ ۲۲۰، کتاب الصوم، ما یوجب القضاء والكفارة)

(۲) نئے مسائل اور فقہ اکیڈمی کی فیصلے ج ۸۶

## ﴿ بحالتِ صوم چکھنے (Taste) کا حکم ﴾

### رقم المتن - ۱۰۶

وَمَنْ ذَاقَ شَيْئًا بِفَمِهِ لَمْ يَفْطُرْ وَيُكْرَهُ لَهُ ذَلِكَ.

ترجمہ: اور جس نے اپنے منہ سے کوئی چیز چکھی تو روزہ فاسد نہیں ہوگا لیکن اس کے لیے یہ فعل مکروہ ہوگا۔

### توضیح المسئلة

اگر کسی شخص نے بحالتِ صوم کوئی چیز چکھ لی تو روزہ فاسد نہیں ہوگا، کیوں کہ نہ تو صورتاً افطار پایا گیا اور نہ ہی معنأً، البتہ یہ فعل مکروہ ہوگا کیوں کہ ایسا کرنے میں روزے کو فساد پر محمول کرنا پایا گیا (۱)۔

### تفریع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (۲۴۲)

روزے کی حالت میں ٹوتھ پیسٹ (Tooth Paste) کا حکم

روزے کی حالت میں ٹوتھ پیسٹ کرنا مکروہ ہے لیکن اس سے روزہ فاسد نہیں ہوگا (۲)۔

(۱) وَمَنْ ذَاقَ شَيْئًا بِفَمِهِ لَمْ يَفْطُرْ لِعَدَمِ الْفَطْرِ صَوْرَةً وَمَعْنًى، وَيُكْرَهُ لَهُ ذَلِكَ لِمَا فِيهِ مِنْ تَعْرِضِ الصَّوْمِ عَلَى الْفَسَادِ. (الجوهر النيرة: ۱/۳۴۱)

(۲) وَمَنْ ذَاقَ شَيْئًا بِفَمِهِ لَمْ يَفْطُرْ وَيُكْرَهُ لَهُ ذَلِكَ.

(المختصر القدوري: ص ۵۳، کتاب الفتاوی: ۴۰۱/۳، محقق و مدلل جدید مسائل: ۲۰۳/۱)



رقم المسئلة (٢٤٣)

## روزہ دار شخص کا ”گل“ سے دانت صاف کرنے کا حکم

روزے کے دوران تمباکو کا پتہ جلا کر گل بنا کر دانت صاف کرنا مکروہ ہے، البتہ اس سے روزہ فاسد نہیں ہوگا بشرطیکہ اس کے اجزاء حلق میں نہ پہنچے (۱)۔

### طريقة الإنطباق

ذوق (چکھنا) کی تعریف زبان کے ذریعہ کسی شے کے مزہ کو معلوم کرنا (۲)۔  
شریعت نے بحالتِ صوم کسی شے کو چکھنے سے منع فرمایا ہے، یہ فعل مکروہ ہے، اور ٹوٹھ پیسٹ، گل وغیرہ میں بھی ذوق (چکھنے) کا معنی پایا جاتا ہے، اسی لیے روزے کے حالت میں ٹوٹھ پیسٹ اور گل کرنا مکروہ ہوگا؛ البتہ روزہ فاسد نہیں ہوگا، کیوں کہ یہاں نہ تو صورتاً افطار (نگلنا) پایا گیا، اور نہ ہی معناً افطار (کسی غذائی یا دوائی شے کا جوف میں پہنچانا) جو فسادِ صوم کی علت ہے (۳)۔

(۱) ومن ذاق شيئاً بفمه لم يفطر ويكره له ذلك. (المختصر القدوري: ص ۵۳)

وكره له ذوق شيء وكذا مضغه بلا عذر، وكره مضغ علك مضوغ ملتئم وإلا فيفطر.

(الدر المختار مع رد المحتار: ۳/۳۵۲، محقق ومدلل جديد مسائل: ۱/۲۰۳)

(۲) الذوق هو التعرف عن طعم الشيء باللسان واللهاة. (التعريفات الفقهية: ص ۳۰۰)

(۳) ومن ذاق شيئاً بفمه لم يفطره لعدم الفطر (صورة ومعنى) إما صورة فلائنه لم يصل إلى الجوف شيء

من المنفذ المعهود، وإما معنى فلائنه لم يصل إلى البدن ما يصلحه. (البنایة شرح الهدایة: ۳/۶۷۵)

الحکم بدور مع علته عدماً ووجوداً. (جمهرة القواعد الفقهية: ۲/۷۱۶، الرقم: ۱۱۸)

## ﴿ گوند (Gum) چبانے کا حکم ﴾

رقم المتن - ۱۰۷

وَمَضْغُ الْعِلْكِ لَا يَفْطُرُ الصَّائِمُ وَيُكْرَهُ.

ترجمہ: اور گوند چبانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا لیکن یہ مکروہ ہے۔

### توضیح المسئلة

اگر روزے دار گوند چبالے تو اس کا روزہ فاسد نہیں ہوگا، کیوں کہ گوند اپنی چپکا ہٹ کی وجہ سے دانتوں سے چپکا رہے گا، جوف تک نہیں پہنچے گا، اور جو چیز جوف تک نہ پہنچے وہ روزے کو فاسد نہیں کرتی ہے، اور فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ گوند اگر ملا ہوا نہ ہو بل کہ باریک باریک ریزے ہوں، تو اس کو چبانے سے روزہ فاسد ہو جائے گا، کیوں کہ اس صورت میں گوند کے بعض اجزا جوف میں پہنچ جاتے ہیں۔ اور بعض حضرات فقہانے کہا کہ گوند اگر سیاہ رنگ کا ہو تو اس کو چبانے سے روزہ فاسد ہو جائے گا، اگرچہ وہ باہم ملا ہوا ہو کیوں کہ سیاہ رنگ کا گوند ریزہ ریزہ ہو جاتا ہے، اور ریزہ ریزہ ہونے کی وجہ سے اس کے بعض اجزا جوف تک پہنچ جاتے ہیں۔

**نوٹ:** معلوم ہوا کہ اصل فسادِ صوم کی علت گوند کے اجزا کا جوف تک پہنچ جانا ہے، پس جس گوند کے چبانے سے گوند کے اجزا جوف تک پہنچ جاتے ہوں، اس میں روزہ فاسد ہو جائے گا، اور جس گوند میں اس کے چبانے کی وجہ سے اجزا جوف تک نہ پہنچتے ہوں اس میں

روزہ فاسد نہیں ہوگا، البتہ ہر دو صورت میں بحالتِ صوم گوند کا چبانا مکروہ ہوگا، کیوں کہ اس کو چبانے میں روزہ کو فساد پر محمول کرنا پایا جاتا ہے (۱)۔

## تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (٢٤٤)

بحالتِ صوم چیونگ گم (Chewing gum) چبانے کا حکم

اگر کوئی روزہ دار چیونگ گم چبائے تو اس سے روزہ فاسد ہو جائے گا (۲)۔

## طريقة الإنطباق

محض کسی شئی کو چبانا مفسدِ صوم نہیں ہے، بل کہ اصل روزہ کے فاسد ہونے کی علت کسی شئی کے اجزاء کا جوف تک پہنچ جانا ہے، اسی لیے فقہانے اس گوند کے چبانے کو مفسدِ صوم قرار نہیں دیا ہے جو دانتوں میں چپک جاتا ہے؛ کیوں کہ اس کے اجزاء جوف میں نہیں جاتے، اور ایسے گوند کو مفسدِ صوم قرار دیا ہے جس کے باریک باریک پرزے ہوں؛ کیوں کہ اس کے اجزاء جوف میں پہنچ جاتے ہیں اور اس کا مزہ بھی حلق میں محسوس ہوتا ہے، اور چیونگم (Chewing gum) بھی ایک ایسی چیز ہوتی ہے جس کو چبانے کی وجہ سے اس کے اجزاء العاب میں مل کر حلق میں اتر جاتے ہیں، اور اس کا باقاعدہ مزہ حلق میں

(۱) ومضغ العلك لا يفسد الصائم، لأنه لا يصل إلى جوفه، وقيل إذا لم يكن ملتصقا بفسد، لأنه يصل إليه بعض أجزائه، وقيل إذا كان أسود بفسد وإن كان ملتصقا، لأنه تفتت إلا أنه يكره للصائم لما فيه من تعريض الصوم للفساد، ولأنه يتهم بالإفطار. (الهداية: ۱/ ۲۲۰، كتاب الصوم)

(۲) وإن تناولها الخارج إن مضغها لا يفسد صومه إلا أن يجد طعمه في حلقه، وفي الفتاوى العتابة لو مضغ يفسد ولا كفارة. (الفتاوى الشارحانية: ۲/ ۱۰۴، محقق ومذلل مسائل: ۱/ ۲۱۳)

محسوس ہوتا ہے؛ اسی وجہ سے چیونگم میں فسادِ صوم کی علت کے پائے جانے کی وجہ سے اسکو مفسدِ صوم قرار دیا گیا ہے (۱)۔

## ﴿روزے میں عذر شرعی کا حکم﴾

### رقم المتن - ۱۰۸

وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا فِي رَمَضَانَ فَخَافَ إِنْ صَامَ إِزْدَادَ مَرَضُهُ أَفْطَرَ وَقَضَى.

ترجمہ: اور جو شخص رمضان میں بیمار ہو اور ڈر ہو کہ اگر روزہ رکھا تو بیماری بڑھ جائے گی تو روزہ نہ رکھے اور قضا کرے۔

### توضیح المسئلة

اب تک روزے کے مسائل کا بیان تھا، اب ان اعذار کو بیان کریں گے جن کی وجہ سے روزہ نہ رکھنا جائز ہے، ان ہی اعذار میں سے بیماری ہے کہ اگر روزہ رکھے گا تو بیماری بڑھنے کا خطرہ ہے لہذا فی الحال روزہ نہ رکھ کر بعد میں قضا لازم ہوگی۔

### تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (۲۴۵)

ٹی بی کے مریض (TB Stricken pateint) کے لیے روزے کا حکم  
اگر ٹی بی کے مریض کو روزہ رکھنے کی وجہ سے نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو اور ماہر ڈاکٹر

یا حکیم روزہ رکھنے کو منع کرے تو روزہ نہ رکھے، جب تندرست ہو جائے اور روزہ رکھنے کے قابل ہو جائے تو فوت شدہ روزوں کی قضا کرے، اور اگر موت تک صحت کی توقع نہیں ہے تو فدیہ دیدے، ایک روزے کا فدیہ ایک صدقہ فطر کے برابر ہے، اور اگر یہ فدیہ دینے کے بعد تندرست ہو جائے تو فدیہ کا حکم باطل ہو جائے گا اور فوت شدہ روزوں کی قضا لازم ہوگی (۱)۔

### طریق الانطباق

مذکورہ بالا مسئلے کو مصنف کی عبارت ”ومن كان مريضاً الخ“ پر منطبق کرنے کے لیے ایک اصول کا جان لینا ضروری ہے، تاکہ انطباق سہل ہو جائے۔ ہر ایسا مرض جس

(۱) فمن كان منكم مريضاً أو على سفر فعدة من أيام أخر وعلى الذين يطيقونه فدية طعام مسكين.

(سورة البقرة: ۸۴)

(فمن كان منكم مريضاً أو على سفر) مجازاً بالحذف تقديره من كان مريضاً فأفطر، أو على سفر فأفطر (فعدة من أيام أخر) أما المسافر والمريض مرضاً شديداً يشق معه الصوم، فيباح لهما الإفطار وعليهما القضاء في أيام أخر ثبت بالأسانيد عن ابن عباس أن أياً (وعلى الذين يطيقونه فدية طعام مسكين) ليست منسوخة، وإنها محكمة في حق من لا يقدر على الصيام ..... وأجمع العلماء على أن الواجب على الشيخ الهرم الفدية ومثله المريض الذي لا يرجى براءه، ومقدار الفدية عند أبي حنيفة نصف صاع (مدان) من بر، أو صاع من غير كالتمر أو الشعير، ومد من الطعام من غالب قوة البلد عن كل يوم عند الجمهور.

المريض إذا خاف على نفسه التلف أو ذهاب عضو يفطر بالإجماع، وإن خاف زيادة العلة وامتداده فكذلك عندنا وعليه القضاء إذا أفطر كذا في المحيط، ثم معرفة ذلك باجتهاد المريض .... أو باخبار طبيب مسلم غير ظاهر الفسق كذا في فتح القدير، والصحيح الذي يخشى أن يمرض بالصوم فهو كالمرضى هكذا في التبيين .... ولو قدر على الصيام بعد ما فدى بطل حكم الغداء الذي فداه حتى يجب عليه الصوم هكذا في النهاية. (الفتاوى الهندية: ۲۰۷/۱، محقق ومدلل جديد مسائل: ۲۴۱/۱)

میں روزہ رکھنا مریض کے لیے نقصان کا سبب بنے اس میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے (۱)، لہذا اگر ٹی وی کے مریض کو روزہ رکھنے سے نقصان کا اندیشہ ہو، اور اس بات کی خبر ماہر مسلمان ڈاکٹر نے دی ہو، یا اس کو اس سے پہلے نقصان کا تجربہ ہو گیا ہو، اور اس مرتبہ بھی روزہ رکھنے میں نقصان کا ظن غالب ہو (۲)، تو اس کے لیے مذکورہ بالا اصول کی روشنی میں فی الحال روزہ نہ رکھنے کی شرعاً اجازت ہوگی، اور اگر وہ اپنی موت تک روزہ رکھنے پر قادر نہ ہو، تو ہر روزہ کی طرف سے فدیہ دے دے؛ کیوں کہ جوازِ فدیہ کے لیے اس کا موت تک روزہ رکھنے پر عدم قدرت شرط ہے (۳)۔

(۱) (فمن كان منكم مريضاً) هذه الآية أصل في أن كل ما يضر بالإنسان ويجهده ويحلب له مرضاً أو يزيد في مرضه أنه غير مكلف به. (أحكام القرآن للحصاص: ۱/۲۷۰)

(لمن خاف زيادة المرض الفطر) لقوله تعالى فمن كان منكم مريضاً ..... فعدة من أيام أخر، فإنه أباح الفطر لكل مريض لكن القطع بأن شرعية الفطر فيه إنما هو لدفع الحرج. (البحر الرائق: ۲/۴۹۲)

(۲) والخوف المعتبر ما كان مستند الغلبة الظن بتجربة أو اخبار طبيب مسلم حاذق عدل.

(نور الإيضاح: ص ۱۵۰، فصل في العوارض)

(۳) ويجوز الفطر لشيخ فان وعجوز فانية سُمى فانيا ..... تلزمها الفدية ..... بشرط دوام عجز الفاني،

والفانية إلى الموت. (حاشية الطحاوي على مراقي الفلاح: ص ۶۸۸)

## ﴿روزے میں حیض و نفاس کا حکم﴾

### رقم المتن - ۱۰۹

وَ إِذَا حَاضَتِ الْمَرْأَةُ أَوْ نَفَسَتْ أَفْطَرَتْ وَ قَضَتْ إِذَا طَهَّرَتْ.

ترجمہ: اور جب کوئی عورت حائضہ یا نفاس والی ہو تو وہ روزہ نہ رکھے اور قضا کرے جب وہ پاک ہو جائے۔

### توضیح المسئلة

مذکورہ بالا عبارت میں مصنفؒ نے حائضہ اور نفاس والی عورتوں کے روزے کا حکم بیان فرمایا ہے۔ یاد رکھنا چاہیے کہ روزے کے صحیح ہونے کے لیے حیض و نفاس سے پاک ہونا ضروری ہے (۱)، اسی وجہ سے اگر کسی عورت کو درمیان روزہ حیض یا نفاس آجائے تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا، اور اس کو بعد میں جب وہ پاک ہوگی اس روزے کی قضا کرنی ہوگی (۲)۔

(۱) وبشرط لصحة أدائه ثلاثة، النية والمخلو عما ينفيه من حيض ونفاس و عما يفسده.

(نور الإيضاح: ص ۱۳۷)

(۲) والحیض یسقط عن الحائض الصلاة و یحرم علیها الصوم و تقضي الصوم ولا تقضي الصلاة.

(المختصر القدوري: ص ۱۴)

## تفریع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (٢٤٦)

روزہ رکھنے کے لیے مسکِ حیض (Menstruation stop pills)

دوا کے استعمال کا حکم

اگر کوئی عورت روزہ رکھنے کے لیے مسکِ حیض (حیض کو روکنے والی) دوا استعمال کرتی ہے، اور اس کے استعمال سے کوئی نقصان نہ ہو، اور خونِ حیض بھی بند ہو جائے تو ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اور اس سے شرعی احکام متاثر نہیں ہوں گے، یعنی حیض نہ آنے پر روزہ اور نماز کی ادائیگی ضروری ہوگی (۱)؛ لیکن اگر اس دوا کا استعمال عورت کی صحت کے لیے نقصان دہ ہو تو ایسا کرنے سے احتراز بہتر ہے (۲)۔

### طريقة الإنطباق

حیض نام ہے اس ماہواری خون کا جو بچہ دانی سے عورت کو ہر مہینہ آتا ہے (۳)، اور حیض کی حالت میں روزہ حرام ہے (۴)، ظاہری بات ہے کہ اگر کوئی عورت مسکِ حیض دوا کھا کر خونِ حیض کو روک لیتی ہے تو حیض کے نہ ہونے کی وجہ سے وہ ظاہرہ شمار ہوگی، اور

(۱) و بشرط لصحة أدائه ثلاثة، النية والخلو عما ينافيه من حيض ونفاس و عما يفسده.

(نور الإيضاح: ص ۱۳۷)

(۲) لا تلغوا بأيديكم إلى التهلكة. (البقرة: ۱۹۵)

(فتاویٰ حقانیہ: ۱۵۸/۲، آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۲۷۸/۳، محقق و مدلل جدید مسائل: ۲۰۵/۱)

(۳) فالحيض دم ينفضه رحم امرأة بالغة. (نور الإيضاح: ص ۵۰)

(۴) يحرم بالحيض والنفاس ..... الصلاة والصوم. (نور الإيضاح: ص ۵۰)



اس پر نماز روزہ فرض ہوگا، کیوں کہ جو چیز نماز و روزہ کے لیے مانع تھی وہ نہیں ہے (۱)۔

## ﴿سحری کے وقت میں ظن غالب اور شک کا حکم﴾

### رقم المتن - ۱۱۰

وَمَنْ تَسَحَّرَ وَهُوَ يَظُنُّ أَنَّ الْفَجْرَ لَمْ يَطْلُعْ أَوْ أَفْطَرَ وَهُوَ يَرَى أَنَّ الشَّمْسَ قَدْ غَرُبَتْ ثُمَّ تَبَيَّنَ أَنَّ الْفَجْرَ كَانَ قَدْ طَلَعَ وَأَنَّ الشَّمْسَ لَمْ تَغْرُبْ فَضَى ذَلِكَ الْيَوْمَ وَلَا كَفَّارَةٌ عَلَيْهِ.

ترجمہ: اور جس شخص نے سحری کھائی، حال یہ ہے کہ وہ گمان کرتا ہے کہ فجر طلوع نہیں ہوئی، یا روزہ افطار کیا یہ خیال کرتے ہوئے کہ سورج غروب ہو گیا، پھر معلوم ہوا کہ فجر طلوع ہو چکی تھی، یا یہ کہ سورج غروب نہیں ہوا تھا، تو اس دن کی قضا کرے اور اس پر کفارہ نہیں ہے۔

### توضیح المسئلة

اگر کسی شخص کی آنکھ دیر سے کھلی اور اس کو ظن غالب (یقین کے قریب) کے درجہ میں ایسا خیال ہوا کہ ابھی رات باقی ہے، اس گمان پر سحری کھالی، بعد میں معلوم ہوا کہ صبح ہو جانے کے بعد سحری کھائی، تو روزہ نہیں ہوا، بعد میں قضا کرے کفارہ واجب نہیں ہے، اسی طرح اگر سورج غروب ہونے کے گمان غالب سے روزہ کھولا، پھر سورج نکل آیا، تو روزہ ٹوٹ جائے گا، بعد میں قضا کرے کفارہ لازم نہیں۔

**نوٹ:** ”یظن“ ظن غالب سے مراد یقین سے قریب ہے، اگر شک کے درجے میں ایسا کیا تو قضا کے ساتھ کفارہ بھی واجب ہو جائے گا (۱)۔

## تفریع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (۲۴۷)

### بوقتِ سحر سائرَن (Siren) بجتے وقت کھانے پینے کا حکم

اکثر علاقوں میں وقتِ سحر کے ختم ہونے کی اطلاع سائرَن بجا کر دی جاتی ہے، جو عموماً وقتِ سحر سے ایک دو منٹ پہلے بجائی جاتی ہے، اگر کوئی شخص سائرَن کے بجنے کے دوران وقتِ سحر کے ختم ہونے سے پہلے کچھ کھاتا پیتا ہے تو شرعاً اس کی اجازت ہے؛ البتہ احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ سائرَن بجنے سے پہلے کھانا پینا بند کر دے (۲)۔

لیکن اگر کسی علاقہ میں عین سحر کے وقت کے ختم ہونے پر سائرَن بجایا جاتا ہو، تو سائرَن کے بجنے کے دوران کھانا صحیح نہیں ہوگا اور کھالینے سے روزہ نہیں ہوگا (۳)۔

(۱) یظن ظناً غالباً قریباً من الیقین حتی لو کان شاکاً، أو أكثر رأیه أنه لم تغرب الشمس تجب الکفارة.

(المعتصر الضروري: ص ۲۲۸)

(۲) وإن أراد أن يتسحر بصوت الطبل السحري، فإن كثر ذلك الصوت من كل جانب وفي جميع أطراف البلدة فلا بأس به، وإن كان يسمع صوتاً واحداً فإن علم عدالته يعتمد عليه، وإن لم يعرف حاله بحتاط ولا يأكل. (الفتاوى الهندية: ۱/۱۹۵، كتاب الصوم، الباب الأول)

(۳) إذا شك في الفجر فالأفضل أن يدع الأكل، ولو أكل فصومه تام ما لم يتيقن أنه أكل بعد الفجر فيقضى حينئذ كذا في فتح القدير. (الفتاوى الهندية: ۱/۱۹۴، آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۴/۵۵۳)

### طريقة الإنطباق

وقتِ سحر کے ختم ہونے کا وقت متعین ہے، اور وہ صبح صادق کا طلوع ہے (۱)، سائرِ محض اس کے لیے ایک علامت ہے، اصل نہیں ہے، اس لیے جن علاقوں میں سائرِ احتیاطاً صبح صادق سے ایک دو منٹ پہلے بجایا جاتا ہے، وہاں کھانے پینے کی گنجائش ہوگی، کیوں کہ ابھی وقتِ سحر باقی ہے (۲)، اور جن علاقوں میں عین صبح صادق پر سائرِ بجایا جاتا ہے، وہاں سائرِ کے بجتنے کے درمیان کھانے پینے کی اجازت نہیں ہوگی، کیوں کہ یقینی طور پر وقتِ سحر ختم ہونے کا علم ہو چکا ہے (۳)۔

(۱) التمسح مستحب ووقته آخر الليل، قال الفقيه أبو الليث هو السدس الأخير.

(الفتاوى الهندية: ۱/۲۰۰)

(۲) كلوا واشربوا حتى يتبين لكم الخيط الأبيض من الخيط الأسود من الفجر. (البقرة: ۱۸۷)

(۳) تسمح على ظن أن الفجر لم يطلع وهو طالع قضاء. (الفتح الهندية: ۱/۱۹۴)

## ﴿ باب الإعتكاف ﴾

### اعتکاف کی تعریف مع حکم

رقم المتن - ۱۱۱

الإِعْتِكَافُ مُسْتَحَبٌّ وَهُوَ اللَّبْثُ فِي الْمَسْجِدِ مَعَ الصَّوْمِ وَنِيَّةِ الْإِعْتِكَافِ.

ترجمہ: اعتکاف کرنا مستحب ہے اور وہ ٹھہرنا ہے مسجد میں روزہ کے ساتھ اور اعتکاف کی نیت کے ساتھ۔

#### توضیح المسئلة

امام قدوریؒ مذکورہ بالا عبارت میں فرماتے ہیں کہ رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف مستحب ہے، جب کہ صحیح بات یہ ہے کہ یہ اعتکاف سنت مؤکدہ ہے، کیوں کہ فقہائے کرام نے اعتکاف کی تین قسمیں بیان فرمائی ہیں:

(الف) واجب: یہ نذر (منت) کا اعتکاف ہوتا ہے، اس کا پورا کرنا لازم ہوتا ہے اور اس کے ساتھ روزہ رکھنا بھی لازم ہوتا ہے۔

(ب) سنت: یہ رمضان المبارک کے عشرہ اخیرہ کے ساتھ خاص ہے، یہ اعتکاف سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے، یعنی محلہ کی مسجد میں ایک دو آدمی اعتکاف کر لیں گے، تو پورے محلہ کی طرف سے ذمہ داری ادا ہو جاتی ہے، اور اگر کسی نے بھی نہ کیا تو پورے

محلہ پر ترک سنت مؤکدہ کا گناہ لازم ہوگا، اور اس کے ساتھ بھی روزہ شرط ہے، اور یہ اعتکاف بیس رمضان کو سورج ڈوبنے سے شروع ہو جاتا ہے اور عید کے چاند تک رہتا ہے۔  
(ج) مستحب: اس اعتکاف کے ساتھ کوئی زمانہ خاص نہیں ہے، یعنی پورا دن شرط نہیں ہے، جتنا چاہے حسب استطاعت رکھ سکتا ہے اور اس کے ساتھ روزہ رکھنا بھی فرض نہیں ہے (۱)۔

اس کے بعد مصنفؒ نے اعتکاف کی لغوی و شرعی تعریف بیان کی ہے۔

اعتکاف کے لغوی معنی: رُکنا اور قیام کرنا ہے۔

اعتکاف کے اصطلاحی معنی: ثواب کی نیت سے ایسی مسجد میں رُکنا جس میں پانچوں وقت نماز باجماعت ہوتی ہو (۲)۔

(۱) وهو ثلاثة أقسام، واجب بالنذر بلسانه، وسنة مؤكدة في العشر الأخير من رمضان أي سنة كفاية نظيرها إقامة التراويح بالجماعة، فإذا قام بها البعض سقط الطلب عن الباقين، فلم يَأْتُوا بالمواطبة على الترك بلا عذر، ومستحب في غيره من الأزمنة، وشرط الصوم لصحة الأول اتفاقاً أي النذر.

(الدر المختار مع رد المحتار: ۴۳۰/۳)

(۲) الاعتكاف في اللغة مشتق من العكوف، وهو الملازمة والحبس والمنع، ومنه قوله تعالى والهدى معكوفاً أن يبلغ محله أي ممنوعاً عن أن يبلغ محله، وهو الحرم موضع حره وفي الشرع، هو اللبث والقرار في المسجد مع نية الإعتكاف. (الجوهرية النيرة: ۳۵۱/۱)

وشرعاً (لبث) بفتح اللام وتضم المكث (ذكر) ولو مميزاً في (مسجد جماعة) هو ما له إمام ومؤذن أدت فيه الخمس أو لا، وعن الإمام اشترط أداء الخمس فيه وصححه بعضهم.

(تنوير الأبصار مع الدر المختار: ۴۲۸/۳)

## تفریع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (٢٤٨)

ایک محلہ میں متعدد مساجد ہونے کی صورت میں اعتکاف کا حکم  
اعتکاف محلہ کی ہر مسجد میں ضروری ہے، یا محلہ کی ایک مسجد میں اعتکاف کر لینا  
کافی ہے؟ اس سلسلہ میں اعتکاف کی نسبت سے کوئی صراحت نہیں ملتی، البتہ جیسے اعتکاف  
سنت کفایہ ہے، اسی طرح مسجد میں تراویح کی جماعت بھی سنت کفایہ ہے (۱)، اور تراویح  
کے بارے میں فقہانے اس سوال کو اٹھایا ہے کہ پورے شہر میں کسی بھی ایک مسجد میں  
تراویح کی جماعت کر لینا سنت تراویح کے لیے کافی ہے، یا ہر محلہ میں؟ فقہانے یہاں اس  
سلسلہ میں تین اقوال موجود ہیں:

(الف) علامہ طحطاویؒ نے شہر کی ایک مسجد میں کافی قرار دیا ہے۔

(ب) علامہ علاؤ الدین ہسکفیؒ نے ہر مسجد کے لیے ضروری قرار دیا ہے۔

(ج) خاتم الفقہاء علامہ شامیؒ نے محلے کی ایک مسجد میں تراویح کی ادائیگی کافی

سمجھا ہے، اور اس سلسلہ میں فقہانے بعض عبارتوں سے اپنے نقطہ نظر کی تائید و توثیق بھی نقل  
کی ہے۔ علامہ شامیؒ ہی کا قول زیادہ درست اور مبنی بر اعتدال معلوم ہوتا ہے؛ پس جو حکم  
تراویح کا ہے وہی حکم اعتکاف کا بھی ہونا چاہیے، یعنی اگر ایک محلہ میں کئی مسجدیں ہوں تو

(۱) والإعتکاف سنة مؤكدة في العشر الأخير من رمضان أي سنة كفاية كما في البرهان، و في الشامي  
قوله سنة كفاية نظيرها إقامة التراويح بالجماعة، فإذا قام بها البعض سقط الطلب عن الباقي، فلم يأثموا  
بالمواظبة على الترك بلا عذر. (الدر المختار مع رد المحتار: ۳/ ۴۳۰، باب الإعتكاف)

بہتر یہ ہے کہ ہر مسجد میں اعتکاف ہو، لیکن اگر ان میں سے ایک مسجد میں بھی اعتکاف کر لیا جائے تو پورے محلہ کے لوگ ترک سنت کے گناہ سے انشاء اللہ بری ہو جائیں گے (۱)۔

### طريقة الإنطباق

ذکر کردہ مسئلے کو مصنف کی عبارت ”الإعتكاف مستحب“ پر منطبق کرنے کے لیے اعتکاف کی شرعی حیثیت کا جاننا ضروری ہے، اور اعتکاف سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر محلہ یا گاؤں والوں میں سے بعض نے ادا کر لیا تو سب کی طرف سے یہ عبادت ساقط ہو جائے گی (۲)۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ اگر محلہ میں متعدد مساجد ہوں تو کسی بھی ایک مسجد میں اعتکاف کرنا کافی ہوگا؛ کیوں کہ یہ ساری مساجد محلہ میں ہونے کی وجہ سے محلہ کے تابع ہیں، یعنی جو حکم اہل محلہ کا ہوگا وہی حکم مساجد محلہ کا بھی ہوگا، اور محلہ کے بعض لوگوں کے اعتکاف کر لینے سے دیگر اہل محلہ سے اعتکاف ساقط ہو جاتا ہے، تو ایسے ہی ایک مسجد میں اعتکاف کر لینے سے دیگر مساجد محلہ کا بھی اعتکاف ساقط ہو جائے گا، کیوں کہ جو چیز تابع ہوتی ہے، وہ تابع ہی بن کر رہتی ہے، اس کا مستقل الگ

(۱) والجماعة فيها سنة على الكفاية، أفاد أن أصل التراويح سنة عين، فلو تركها واحد كره بخلاف صلاتها بالجماعة، فإنها سنة كفاية فلو تركها الكل أسأوا..... و هل المراد أنها سنة كفاية لأهل كل مسجد من البلدة أو مسجد واحد منها أو من المحلة؟ ظاهر كلام الشارح الأول واستظهر الطحطاوي الثاني ويظهر لي الثالث.

مبحث صلاة التراويح، كتاب الفتاوى: ۴/۵۳، فتاوى دارالعلوم زکریا: ۳/۳۲۸

(۲) الإعتكاف سنة مؤكدة في العشر الأخير من رمضان أي سنة كفاية فإذا قام بها البعض سقط الطلب عن الباقيين، فلم يأنموا بالمواظبة على الترك بلا عذر.

(الدر المختار مع رد المحتار: ۳/۴۳۰)

سے حکم نہیں لگایا جاتا ہے (۱)۔

رقم المسئلة (۲۴۹)

## کئی منزلہ والی مساجد میں اعتکاف کا حکم

اگر کوئی شخص ایسی مسجد میں اعتکاف کرنا چاہے جو کئی منزلہ ہو، تو اس کے لیے ہر منزل میں اعتکاف کرنا شرعاً جائز ہے، اور کسی ایک منزل میں اعتکاف کی غرض سے بیٹھ جانے کے بعد اس کی دوسری منزل پر بھی معتکف جاسکتا ہے، بشرطیکہ آنے جانے کا زینہ مسجد کی اندر ہی ہو، مسجد کی حدود سے باہر نہ ہو (۲)، اگر مسجد کی حدود سے دو چار سیڑھیاں بھی باہر ہو جاتی ہوں تو اب اوپر جانا جائز نہیں ہوگا (۳)۔

## طريقة الإنطباق

یہاں مسئلہ کے انطباق کے لیے ”حدود مسجد“ کو سمجھنا ضروری ہے۔ ویسے تو مسجد کے تمام احاطہ کو عرف میں ”مسجد“ کہتے ہیں، لیکن اعتکاف کے بیان میں جہاں مسجد کا لفظ آتا ہے، اس سے مراد وہی جگہ ہوتی ہے جو نماز پڑھنے کے لیے مقرر کی گئی ہو (۴)، اس کو

(۱) التابع تابع لا یفرد بالحکم . (قواعد الفقہ: ص ۶۷)

(۲) کرہ الوطی فوق المسجد ..... لأن سطح المسجد له حکم المسجد حتی یصح الإقتداء منه بمن تحته ولا یبطل الإعتکاف بالصود إلیه .

(البحر الرائق: ۲/۶۰، کتاب الصلاة، فصل لما فرغ من بیان الکراهة فی الصلاة)

(۳) و لو خرج من المسجد ساعة بغير عذر فسد إعتکافه عند أبي حنيفة رحمه الله .

(المختصر القدوري: ص ۵۴، اعتکاف کے مسائل کا انسائیکلو پیڈیا: ص ۳۸۴)

(۴) اتفق الفقهاء على أن المراد بالمسجد الذي یصح فيه الإعتکاف ما كان بناء معدا للصلاة فيه، أما =



دوسرے عنوان سے یوں بھی سمجھ سکتے ہیں کہ مسجد میں جس جگہ پر وضو کرنا منع ہے، جنابت کی حالت میں وہاں جانے کی اجازت نہیں ہے، وہ جگہ مراد ہے۔

مذکورہ بالا بحث کی روشنی میں بات سمجھ میں آگئی کہ مسجد کا منزلہ بھی نماز ہی کے لیے مقرر کیا جاتا ہے، اس لیے معتکف وہاں جاسکتا ہے؛ کیوں کہ مسجد کا منزلہ اور چھت کو بھی مسجد کا ہی حکم حاصل ہے؛ البتہ ایسی سیڑھی سے جائے جو مسجد کے حدود میں ہو، تا کہ خروج مسجد لازم نہ آئے، اور اگر سیڑھی مسجد کے حدود سے باہر ہے تو معتکف بلا عذر شدید اس سیڑھی سے اوپر نہ جائے، کیوں کہ خروج مسجد مفسدِ اعتکاف ہے۔

= رجة المسجد و هي ساحته التي زيدت بالقرب من المسجد لتوسعته، وكانت محجراً عليها فالذي يفهم من كلام الحنفية و المالكية و الحنابلة في الصحيح من المذهب أنها ليست من المسجد، و مقابل الصحيح عندهم، أنها من المسجد و جمع أبو يعلى بين الروايتين بأن الرجة المحوطة و عليها باب هي من المسجد، و ذهب الشافعية إلى أن رجة المسجد من المسجد فلو اعتكف فيها صح اعتكافه، و أما سطح المسجد فقد قال ابن قدامة يجوز للمعتكف صعود سطح المسجد و لا نعلم فيه خلافاً، و أما المنارة فإن كانت من المسجد أو بابها فيه فهي من المسجد عند الحنفية و الشافعية و الحنابلة، و إن كان بابها خارج المسجد فيجوز أذان المعتكف فيها سواء أ كان مؤذناً أم غيره عند الحنفية، و أما عند الشافعية فقد فرقوا بين المؤذن الراتب و غيره، فيجوز للراتب الأذان فيها و هو معتكف دون غيره، قال النووي هو الأصح. (الموسوعة الفقهية: ٥/ ٢٢٣)

## ﴿حوائج تلاش کا بیان﴾

### رقم المتن - ۱۱۲

وَلَا يَخْرُجُ الْمُعْتَكِفُ إِلَّا لِحَاجَةِ الْإِنْسَانِ أَوْ لِلْجُمُعَةِ ..... وَ لَوْ خَرَجَ  
مِنَ الْمَسْجِدِ سَاعَةً بِغَيْرِ عُذْرٍ فَسَدَ اعْتِكَافُهُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ، وَقَالَ لَا  
يَفْسُدُ حَتَّى يَكُونَ أَكْثَرُ مِنْ نِصْفِ يَوْمٍ.

ترجمہ: اور معتکف مسجد سے نہ نکلے مگر انسانی ضرورت سے یا جمعہ کے لیے، اور اگر معتکف مسجد سے بلا عذر نکل جائے تھوڑی دیر کے لیے تو اعتکاف فاسد ہو جائے گا امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک، اور صاحبینؒ نے فرمایا فاسد نہیں ہوگا یہاں تک کہ باہر رہے آدھے دن سے زیادہ۔

### توضیح المسئلة

معتکف کو مسجد سے باہر نکلنے کے لیے جو حاجتیں اور ضرورتیں پیش آتی ہیں وہ تین قسم پر ہیں:

- (الف) حاجت شرعیہ: جن کی ادائیگی شرعاً فرض اور واجب ہو، اور اعتکاف کی جگہ میں معتکف ان چیزوں کو ادا نہ کر سکے، ان کو حاجت شرعیہ کہتے ہیں، مثلاً جمعہ کی نماز۔
- (ب) حاجت طبعیہ: ایسے کام جن کے کرنے پر انسان مجبور ہے، اور وہ مسجد میں نہیں ہو سکتے، ان کو حاجت طبعیہ کہتے ہیں جیسے پیشاب، پاخانہ، استنجا، جنابت کا غسل وغیرہ۔
- تنبیہ:** ان دونوں حاجتوں کی صورت میں معتکف کا مسجد سے نکلنا مفسدِ اعتکاف نہیں (۱)۔

(۱) وَلَا يَخْرُجُ الْمُعْتَكِفُ مِنَ الْمَسْجِدِ إِلَّا لِحَاجَةِ الْإِنْسَانِ أَوْ لِلْجُمُعَةِ . (المختصر القدوري: ص ۵۴)

(ج) حاجتِ ضروریہ: معتکف کو اچانک کوئی ایسی شدید ضرورت پیش آجائے جس کی وجہ سے اسے اعتکاف والی مسجد سے نکلنا پڑے۔

نوٹ: حاجتِ ضروریہ کی صورت میں اگر معتکف مسجد سے نکل کر فوراً کسی دوسری مسجد میں اعتکاف کر لے، تو استحساناً اعتکاف فاسد نہیں ہوگا، ورنہ فاسد ہو جائے گا (۱)۔

### فائدہ مہمہ

مذکورہ بالا متن میں معتکف کے بلا کسی عذر کے مسجد سے نکلنے کی صورت میں اعتکاف کے فساد و عدم فساد میں امام ابوحنیفہؒ اور صاحبینؒ کے مابین اختلاف ذکر کیا گیا ہے، امام کے نزدیک اعتکاف فاسد ہو جائے گا جب کہ صاحبین عدم فساد کے قائل ہیں، اس میں قولِ امام کو فقہانے مفتی بہ قرار دیا ہے (۲)۔

(۱) (وَأَمَّا مَفْسَدَاتُهُ فَمِنْهَا الْخُرُوجُ مِنَ الْمَسْجِدِ) فَإِنْ خَرَجَ مِنَ الْمَسْجِدِ بِعَذْرٍ بَانَ انْهَدَمَ الْمَسْجِدُ، أَوْ أَخْرَجَ مَكْرَهَا فَدَخَلَ مَسْجِدًا آخَرَ مِنْ سَاعَتِهِ لَمْ يَفْسُدْ اعْتِكَافُهُ اسْتِحْسَانًا، هَكَذَا فِي الْبَدَائِعِ.

(الفتاوى الهندية: ۱/۱۱۲، الباب السابع في الاعتكاف)

(۲) عن عائشة أنها قالت السنة على المعتكف أن لا يعود مريضاً، ولا يشهد جنازة، ولا يمس امرأة، ولا يباشرها، ولا يخرج لحاجة إلا لما لا بد منه. (السنن لابي داود: ۱/۳۳۵، الرقم: ۲۴۷۵، باب المعتكف) قال شيخ الإسلام المرغيناني ولو خرج من المسجد ساعة بغير عذر فسد اعتكافه عند أبي حنيفة لوجود المنافي وهو القياس، وقال لا يفسد حتى يكون أكثر من نصف يوم وهو الاستحسان، لأن في القليل ضرورة.

قال ابن الهمام ولو خرج من المسجد ساعة من ليل أو نهار، وتقيده في الكتاب الفساد بما إذا كان الخروج بغير عذر فيفد أنه إذا كان لعذر لا يفسد، ثم رجع قوله رداً على دليلهما، فقال تحت قوله (وهو الاستحسان) يقتضي ترجيحه، لأنه ليس من المواضع المعدودة التي رجح فيها القياس على الاستحسان، ثم هو من قبيل الاستحسان بالضرورة كما ذكره المصنف - إلى أن قال - ولا يتم مبني هذا الاستحسان، =

## تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (٢٥٠)

علاج ومعالجہ (Medication) کے لیے اعتکاف سے نکلنے کا حکم  
اگر کوئی شخص بحالت اعتکاف بیمار ہو جائے، اور صحت یاب نہ ہونی کی صورت  
میں علاج معالجہ کے لیے مجبوراً خارج مسجد ڈاکٹر کے پاس جانا پڑے، یا بقائے مرض کے  
ساتھ مسجد میں رہنا ممکن نہ ہو، جس کی وجہ سے گھر جانا پڑے، تو ان تمام صورتوں میں  
اعتکاف فاسد ہو جائے گا (۱)، اور اس پر ایک دن کے اعتکاف کی قضاء لازم ہوگی (۲)؛ البتہ  
اس صورت میں کوئی گناہ لازم نہیں آئے گا (۳)۔

= فإن الضرورة التي يناط بها التخفيف هي الضرورة اللازمة أو الغالبة الموقوع، ومجرد عروض ما هو  
ملحني ليس بذلك. (فتح القدير: ٤٠١/٢، القول الصواب في مسائل الكتاب: ١/١٩٩)

(۱) وكذا إذا خرج ساعة بعذر المرض فسد اعتكافه.

(الفتاوي الهندية: ٢١٢/١، الباب التاسع في الإعتكاف)

أما المرض الشديد الذي يتعذر معه البقاء في المسجد، أو لا يمكن البقاء معه في المسجد بأن يحتاج  
إلى خدمة أو فراش أو مراجعة طبيب، فقد ذهب الحنفية إلى أن خروجه مفسد لإعتكافه.

(الموسوعة الفقهية: ٢٢٣/٥)

(۲) أما على قول غيره فيقضي اليوم الذي أفسده لإستقلال كل يوم بنفسه ..... والحاصل أن الوجه  
يقتضي لزوم كل يوم شرع فيما عندهما بناء على لزوم صومه بخلاف الباقي، لأن كل يوم بمنزلة شفع  
من النافلة الرباعية، وإن كان المسنون هو الإعتكاف العشر بتمامه.

(ردالمحتار: ٣٨٤/٣ باب الإعتكاف، فتاوى محموديه: ٢٢٠/١٠،

فتاوى عثمانى: ١٩٥/٢، محقق مدلل جديد مسائل: ١/٢٦٧)

(۳) فالظاهر أن العذر الذي لا يغلب مسقط للإثم لا للبطلان. (فتح القدير: ٤٠١/٢)

رقم المسئلة (٢٥١)

## معتكف کا کورٹ (Court) میں جانے کا حکم

اگر معتكف کو پولس یا اور کوئی شخص کسی مقدمے میں جبراً پکڑ کر لے جائے، اور دو تین گھنٹہ کے بعد چھوڑ دے، یا معتكف کو پیشی کے لیے یا ادائے شہادت کے لیے کورٹ جانا پڑے، تو ان تمام صورتوں میں اعتكاف فاسد ہو جائے گا (۱)، اور اس پر ایک دن کے اعتكاف کی قضا لازم ہوگی (۲)؛ البتہ کوئی گناہ نہیں ہوگا (۳)۔

(۱) اتفق الفقهاء على أن الخروج بسبب الإكراه لحكومة لا يفسد الإعتكاف قبل تمام الإعتكاف، إلا أن الحنفية أطلقوا القول بأن الإكراه لا يفسد الإعتكاف إذا دخل المعتكف مسجداً آخر من ساعته و هذا استحباب منهم، أما إذا لم يدخل مسجداً آخر، فيبقى الحكم على أصل القياس و هو البطلان .

(الموسوعة الفقهية: ٢٢٣/٥)

ذهب الحنفية والمالكية إلى أن الخروج لإجل الشهادة مفسد للإعتكاف.

(الموسوعة الفقهية: ٢٢٣/٥)

أن الخروج عامداً أو ناسياً أو مكرهاً، بأن خرج السلطان، أو الغريم أو خروج للبول فحبسه الغريم، ساعة، أو لعذر المرض مفسد عند الإمام. (النهر الفائق: ٤٦/٢، باب الإعتكاف)

(۲) اما على قول غيره فيقضى اليوم الذي أفسده لإستقلال كل يوم بنفسه ..... والحاصل أن الوجه يقتضى لزوم كل يوم شرع فيما عندهما بناء على لزوم وصومه، بخلاف الباقي لأن كل يوم بمنزلة شفع من النافلة الرباعية وإن كان المسنون هو الإعتكاف العشر بتمامه.

(ردالمحتار: ٣/٣٨٤، فتاوى محمودية: ١٠/٢٨٠، محقق ومبدل جديد مسائل: ١/٢٦٩)

(۳) فالظاهر أن العذر الذي لا يغلب مسقط للإثم لا للبطلان. (فتح القدير: ٢/٤٠١)

## طريقة الإطباق

مذکورہ بالا دونوں مسئلوں کو مصنف کی عبارت ”ولا یخرج المتعکف الخ“ پر منطبق کرنے کے لیے ایک قاعدہ فقہیہ کا سمجھنا بہت ضروری ہے تاکہ انطباق واضح ہو جائے۔ ”العبرة للغالب الشائع لا للنادر“ (۱)، یعنی احکام شرعیہ میں غالب و عام کا اعتبار ہوتا ہے نہ کہ نادر و کم یاب کا۔

اعتکاف کا رکن، لبث فی المسجد (مسجد میں ٹھہرنا) ہے (۲)، اور خروج اس کی ضد ہے جو اس رکن عبادت کو ختم کر دینے والا ہے، اسی وجہ سے شریعت نے معتکف کا بلا عذر شرعی مسجد سے نکلنا ممنوع قرار دیا ہے؛ البتہ وہ اعذار جن کا وقوع غالب ہے مثلاً حاجت طبعیہ (بول و براز) یا حاجت شرعیہ (جمعہ وغیرہ) ان میں نکلنے کی اجازت دی ہے (۳)؛ کیوں کہ قاعدہ فقہیہ ہے کہ احکام شرعیہ میں غالب (جو اکثر و بیشتر پیش آتے رہتے ہیں) کا اعتبار ہوتا ہے؛ لیکن علاج و معالجہ کے لیے نکلنا کورٹ میں پیشی کے لیے نکلنا وغیرہ، یہ ایسے اعذار ہیں جن کا وقوع نادر ہے، اور شریعت امر نادر کا اعتبار نہیں کرتی ہے، اسی وجہ سے ان اعذار کی وجہ سے معتکف کو نکلنے کی اجازت نہیں ہے (۴)۔

(۱) العبرة للغالب الشائع لا للنادر. (درر الحکام: ۵۰/۱، المادة: ص ۴۱)

(۲) (فاللبث هو الركن) فيه أن هذا حقيقة اللغوية أما حقيقة الشرعية فهي اللبث المخصوص أي في المسجد تأمل. (الدر المختار مع رد المحتار: ۴/ ۴۳۰، باب الاعتكاف)

(۳) ولا يخرج المعتكف من المسجد إلا لالحاجة إلا ناساً أو للجمعة. (المختصر القدوري: ص ۵۴)

(۴) قال ابن الهمام ولو خرج من المسجد ساعة من ليل أو نهار، وتقيده في الكتاب الفساد بما إذا كان الخروج بغير عذر يفيد أنه إذا كان لعذر لا يفسد ثم رجع قوله ردًا على دليلهما، فقال تحت قوله (وهو الاستحسان) يقتضى ترجيحه، لأنه ليس من المواضع المعدودة التي رجع فيها القياس على =

رقم المسئلة (٢٥٢)

## معتكف کا سگریٹ (Cigarette) پینے کے لیے مسجد سے باہر نکلنا

بیڑی سگریٹ اور گٹکھا استعمال کرنا عام حالات میں بھی کراہت سے خالی نہیں (۱)؛ تاہم اگر ایسا عادی ہو چکا ہو کہ اس کے استعمال کے بغیر چین نہ آتا ہو تو جس وقت استنجاء اور وضو کے لیے نکلے اس وقت بیڑی سگریٹ کی حاجت پوری کر لے، پھر اچھی طرح منہ صاف کر کے مسجد میں آئے، کیوں کہ بدبودار چیز کھا کر مسجد میں آنے کی ممانعت ہے (۲)؛ خاص بیڑی، سگریٹ پینے کے لیے نہ نکلے ورنہ اعتکاف فاسد ہو جائے گا (۳)؛ لیکن جب مجبور ہو جائے اور طبیعت خراب ہونے کا ڈر ہو تو اس کے لیے بھی نکل سکتا ہے کہ ایسی اضطراری حالت کے وقت یہ طبعی ضرورت میں شمار ہوگا، اور اس سے اعتکاف فاسد نہیں ہوگا (۴)۔

– الاستحسان ثم هو من قبيل الاستحسان بالضرورة كما ذكره المصنف ..... إلى أن قال ..... ولا يتم مبنى هذا الاستحسان، فإن الضرورة التي يناف بها التخفيف هي الضرورة اللازمة، أو الغالبة الوقوع، و مجرد عروض ما هو ملحق ليس بذلك.

(۱) ولا تلقوا بأيديكم إلى التهلكة.

(۲) من أكل من هذه الشجرة الممتنة فلا يقربن مسجدنا، فإن الملائكة تتأذى كما يتأذى منه الإنسان.

(مشكاة المصابيح: ۱/۶۸، باب المساجد ومواضع السجود)

قال ابن عابدين الشامي تحت قوله (وأكل نحو ثوم أي كبصل و نحوه ماله رائحة كريهة للحديث الصحيح النهي عن قربان أكل الثوم والبصل، قال العيني قلت علة النهي أذي الملائكة وأذى المسلمين.

(ردالمحتار: ۲/۴۳۵ باب ما يفسد الصلاة)

(۳) ولو خرج من المسجد ساعة بغير عذر فسد اعتكافه عند أبي حنيفة. (المختصر القدوري: ۵۴)

(۴) وحرم عليه.... الخروج إلا لحاجة الإنسان طبيعية كبول وغائط وغسل لو احتلم، ولا يمكنه =

## طريقة الإنطباق

معتكف کے لیے خروج من المسجد (مسجد سے باہر نکلنا) کی اجازت صرف دو صورتوں میں ہے: (الف) حاجت طبعیہ (ب) حاجت شرعیہ (۱)۔

اور عام حالت میں سگریٹ پینے کی عادت ہونے کی صورت میں یہ نہ تو انسان کی طبعی ضرورت میں سے ہے، اور نہ ہی شرعی، بل کہ شرع شریف میں ایسی چیزوں کا استعمال کرنا مکروہ ہے جو حفظانِ صحت کے لیے مضر ہوں (۲)، اس لیے معتكف خاص سگریٹ پینے کے لیے مسجد سے نہیں نکل سکتا، اگر نکلے گا تو اعتكاف فاسد ہو جائے گا (۳)، اگر کوئی شخص سگریٹ کا ایسا عادی ہو اگر بروقت نہیں پئے گا تو طبیعت کے خراب ہو جانے کا اندیشہ ہو، تو اولاً بول و براز کے لیے نکل کر اس امر کو پورا کر لے، اگر اس وقت بول و براز کا تقاضہ نہ ہو تب بھی یہ شخص نکل کر سگریٹ پی سکتا ہے، کیوں کہ یہ اضطراری حالت ہے، جس کی وجہ سے

= الإغتسال في المسجد، قال الشامي تحت قوله (وغسل) عده من الطبيعية تبعاً للاختيار والنهر وغيرهما وهو موافق لما علمته من تفسيرها، وعن هذا اعتراض بعض الشراح تفسير الكثر لها بالبول والغائط بأن الأولى تفسيرها بالطهارة، ومقدماتها ليدخل الإستنجا والوضوء والغسل لمشاركتها لهما في الإحتياج، وعدم الجواز في المسجد فافهم .

(الدر المختار مع رد المحتار: ۴۳۵/۳، باب الإعتكاف، كتاب الفتاوى: ۴۵۷/۳،

كتاب المسائل: ۱۸۶/۲، اعتكاف کے مسائل کا انسائیکلو پیڈیا: ص ۲۶۳)

(۱) ولا يخرج المعتكف من المسجد إلا لحاجة الإنسان أو للجمعة. (المختصر القدوري: ص ۵۴)

وحرّم عليه... الخروج إلا لحاجة الإنسان طبعية كبول وغائط... أو شرعية كالجمعة.

(الدر المختار: ۴۳۴/۳)

(۲) ولا تلقوا بأيديكم إلى التهلكة. (البقرة: ۱۹۵)

(۳) ولو خرج من المسجد ساعة بغير عذر فسد اعتكافه عند أبي حنيفة. (المختصر القدوري: ص ۵۴)



یہ عادت طبعی حاجت میں شمار ہوگی (۱)؛ کیوں کہ حاجت طبعی کہتے ہی ہے ایسے کام کو جن کے کرنے پر انسان مجبور ہو، اور وہ فعل مسجد میں انجام نہ دیئے جاسکتے ہوں (۲)، ظاہری بات ہے اضطراری حالت کے وقت انسان سگریٹ پینے پر مجبور ہو جاتا ہے، اور اس فعل (سگریٹ پینا) کو مسجد کے اندر انجام نہیں دیا جاسکتا ہے۔ اس لیے سگریٹ نوشی کی اضطرار والی صورت کو حاجت طبعیہ میں شمار کر کے اس کی رخصت دے دی جائے گی۔

## ﴿مسجد میں بیع و شرا کا حکم﴾

### رقم المتن - ۱۱۳

وَلَا بَأْسَ بَأَنَّ يَبِيعَ وَ يَتَّاعَ فِي الْمَسْجِدِ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَحْضُرَ السَّلْعَةَ.

ترجمہ: اور کوئی حرج نہیں ہے خرید و فروخت میں مسجد کے اندر بغیر سامان کو لائے ہوئے۔

### توضیح المسئلة

معتکف کے لیے مسجد میں سامان تجارت کو لا کر خرید و فروخت کرنا ناجائز ہے، کیوں کہ معتکف امور دنیا سے کٹ کر اللہ کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے، اب اس کے لیے یہ

(۱) إلا لحاجة الإنسان طبعية كبول وغائط وغسل لو احتلم، ولا يمكنه الاغتسال في المسجد قال الشامي في تحت قوله (وغسل) عده من الطبيعية تبعاً للاختيار والنهر وغيرهما، وهو موافق لما علمته من تفسيرها، وعن هذا اعترض بعض الشراح تفسير الكثر لها بالبول والغائط بأن الأولى تفسيرها بالطهارة ومقد ما تھا ليدخل الاستنجاء والوضوء والغسل لمشاركتها لهما في الاحتياج، وعدم الجواز في المسجد فافهم . (الدر المختار مع رد المحتار: ۳/ ۴۳۵)

(۲) الحاجة الطبيعية في الاعتكاف ما لا بد منها ولا يقضي في المسجد . (التعريفات الفقهية: ص ۳۳)

بات کیسے زیبا ہوگی کہ وہ مبیعات کو لا کر امور دنیا میں مشغول ہو جائے (۱)، نیز اس میں مسجد کو حقوق العباد میں مشغول کرنا پایا جا رہا ہے، اس لیے یہ امر ناجائز ہوگا (۲)؛ البتہ بعض مرتبہ آدمی کو اپنے اور اہل و عیال کے لیے تجارت کو سنبھالنے کی ضرورت پڑتی ہے، اور یہ ضرورت مبیعات کو مسجد میں لائے بغیر بھی پوری ہو سکتی ہے، تو شرعاً اس کی اجازت ہے (۳)۔

### تفریع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (۲۵۳)

معتكف ڈاکٹر (Doctor) کا مسجد میں مریض دیکھنے کا حکم

اگر کوئی ڈاکٹر معتکف ہو اور اتفاقاً اس سے کوئی مریض ملنے آجائے، اور وہ اسے دیکھ کر کوئی دوا وغیرہ لکھ دے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے (۴)؛ لیکن اگر یہ معتکف ڈاکٹر بحالت اعتکاف مسجد کو اپنا مطب (دواخانہ) بنالے کہ وہاں مریضوں کی باقاعدہ بھیڑ لگنے لگے تو یہ فعل ناجائز ہوگا (۵)۔

(۱) ویکرہ عقد ماکان للتجارة لأن المعتكف منقطع إلى الله تعالى فلا يشتغل بأمر الدنيا.

(الفقه الإسلامي وأدلته: ۲/۶۳۳، الباب الثالث)

(۲) یکرہ إحضار السلعة لأن المسجد منزہ عن حقوق العباد. (الجوہرۃ النیرۃ: ۱/۱۷۷، باب الإعتکاف)

(۳) أما عقد البيع لما يحتاج لنفسه أو لعياله بدون إحضار السلعة فجائز.

(كتاب الفقه على المذاهب الأربعة: ۱/۴۹۸، كتاب الإعتکاف)

(۴) لا بأس بأن يبيع و يبتاع في المسجد من غير أن يحضر السلعة. (المختصر القدوري: ص ۵۴)

(۵) ویکرہ ماکان للتجارة، لأن المعتكف منقطع إلى الله تعالى فلا يشتغل بأمر الدنيا.

(الفقه الإسلامي وأدلته: ۲/۶۲۳، كتاب المسائل: ۲/۱۹۵)

### طریقہ الانطباق

یہاں ایک قاعدہ فقہیہ کا سمجھنا ضروری ہے تاکہ انطباق آسان ہو جائے۔ شی اس وقت تک معتبر ہوتی ہے جب تک کہ وہ اپنے موضوع (مقصود) پر نقض و ابطال کے ساتھ نہ لوٹے (۱)، اب ہمیں اعتکاف کا مقصد جاننا ہوگا۔ اور اعتکاف کا مقصد یہ ہے کہ معتکف مسجد میں محصور ہو کر، ہر طرف سے یکسو ہو کر، اللہ کا قرب حاصل کرے (۲)، چنانچہ اگر ڈاکٹر کسی مریض کو اتفاقی طور پر دیکھ کر کوئی دوا لکھ دیتا ہے، تو اس سے مقصود اعتکاف پر کوئی زد نہیں پڑتی؛ کیوں کہ ڈاکٹر نے علاج و معالجہ کو بحالت اعتکاف اپنا پیشہ نہیں بنایا ہے، اور یکسوئی جو مقصود اعتکاف ہے وہ علاج و معالجہ کو پیشہ بنانے سے ہی ختم ہوتی ہے، اتفاقی طور پر کسی مریض کو دیکھنے سے نہیں۔ اسی لیے فقہانے بغیر بیع کو حاضریہ خرید و فروخت کی اجازت دی ہے، کیوں کہ یہ چیز یکسوئی کے منافی نہیں ہے (۳)۔

لیکن اگر ڈاکٹر بحالت اعتکاف اپنے سارے آلات کے ساتھ مسجد کو اپنا مطب (دواخانہ) بنالے تو شرعاً اس کی اجازت نہیں ہے، کیوں کہ یہ چیز یقیناً اس کے مقصود اعتکاف (تفریغ القلب) کے منافی ہے، اور قاعدہ ہے کہ شی کا اعتبار اسی وقت تک ہوتا ہے جب تک وہ اپنے مقصود کے خلاف نہ ہو، اور یہ صورت اپنے مقصود (یکسوئی) کے منافی ہے، اس لیے شرعاً اس کا اعتبار نہیں ہوگا۔ اس کی نظیر یہ ہے کہ فقہانے احضار بیع کے ساتھ

(۱) الأصل أن الشيء يعتبر ما لم يعد على موضوعه بالنقض والإبطال. (قواعد الفقه: ص ۱۷)

(۲) وفي الإعتكاف تفریغ القلب عن أمور الدنيا و تسليم النفس إلى بارئها، والتحصن بحصن حصين و ملازمة بيت الله تعالى. (الميسوط للسرخسي: ۳ / ۱۱۵، باب الاعتكاف)

(۳) ولا بأس بأن يبيع ويتاع في المسجد من غير أن يحضر السلعة. (المختصر القدوري: ص ۵۴)

بیع کو اسی لیے ممنوع قرار دیا ہے کہ احضارِ بیع معتکف کے یکسوئی کو ختم کر دیتی ہے (۱)۔

## ﴿بحالت اعتكاف بات (Talk) کرنے کا حکم﴾

### رقم المتن - ۱۱۴

وَلَا يَتَكَلَّمُ إِلَّا بِخَيْرٍ وَيُكْرَهُ لَهُ الصَّمْتُ.

ترجمہ: اور معتکف بات نہ کرے مگر خیر (بھلی) کی اور معتکف کے لیے بالکل خاموش رہنا مکروہ ہے۔

### توضیح المسئلة

مسجد میں تو ہر شخص کے لیے بری بات کرنا درست نہیں ہے، مگر معتکف کے لیے زیادہ بری بات ہے کہ وہ بحالت اعتکاف بری باتیں کرے (۲)، اور معتکف کا بالکل خاموش رہنا خاموشی کو عبادت سمجھ کر مکروہ ہے (۳)، البتہ بھلی اور خیر کی باتیں معتکف کر سکتا ہے۔

(۱) ویکرہ عقد ما کان للتجارة، لأن المعتكف منقطع إلى الله تعالى فلا يشغل بأمور الدنيا.

(الفقه الإسلامي أدلته: ۲/ ۶۲۳)

(۲) لا يتكلم إلا بخير هذا يتناول المعتكف وغيره إلا أنه في المعتكف أشد. (الجوهر النيرة: ۱/ ۳۵۵)

(۳) ویکرہ له الصمت یعنی صمتاً معتقده عبادۃ، کما كانت تفعله الأمم المتقدمة، فإنه ليس بقربة في

(الجوهر النيرة: ۱/ ۳۵۵)

شریعتنا.

## تفریع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (٢٥٤)

معتكف کا جمعہ وغیرہ میں بیان (Speech) کرنے کا حکم

اگر معتكف اپنی مسجد میں جہاں اس نے اعتكاف کیا ہوا ہے، جمعہ وغیرہ میں وعظ و بیان کرتا ہے، تو یہ شرعاً جائز و درست ہے (۱)۔

### طريقة الإنطباق

اعتكاف میں ہر کارِ خیر کی شرعاً اجازت ہے (۲)، اور خیر کے معنی ہیں ہر وہ کام جس میں گناہ نہ ہو اور ضرورت کے وقت وہ مباح ہو (۳)، اور ظاہری بات ہے جمعہ وغیرہ میں بیان و وعظ کرنا تو امورِ دین سے متعلق ہے، اس لیے اس کی تو بدرجہ اولیٰ اجازت ہوگی (۴)۔

(۱) ولا يتكلم إلا بخير. (المختصر القدوري: ص ۵۴)

ويلازم التلاوة والحديث والعلم وتدرسه وسير النبي صلى الله عليه وسلم والأنبياء عليهم السلام وأخبار الصالحين وكتابة أمور الدين.

(الفتاوى الهندية: ۲۱۲/۱، الباب السابع في الإعتكاف، اعتكاف کے مسائل کا انسائیکلو پیڈیا: ص ۷۴)

(۲) ويلازم التلاوة والحديث والعلم وتدرسه وسير النبي صلى الله عليه وسلم والأنبياء عليهم السلام وأخبار الصالحين وكتابة أمور الدين. (الفتاوى الهندية: ۲۱۲/۱، الباب السابع في الاعتكاف)

(۳) وتكلم إلا بخير وهو ما لا إثم فيه، ومنه المباح عند الحاجة إليه، لا عند عدمها.

(الدر المختار: ۴۴۱/۱)

(۴) وتكلم إلا بخير كقراءة قرآن وحديث وعلم وتدرسه في سير الرسول صلى الله عليه وسلم وقصص الأنبياء عليهم السلام وحكاية الصالحين وكتابة أمور الدين. (الدر المختار: ۴۴۲/۳)

رقم المسئلة (٢٥٥)

## معتكف کا مسجد میں موبائل (Mobile) پر بات کرنا

معتكف جس طرح آمنے سامنے کسی سے ضروری بات کر سکتا ہے، اسی طرح موبائل پر بھی ضروری بات چیت اس کے لیے مباح ہے (۱)، البتہ بلا وجہ اور بے ضرورت دنیوی گفتگو سے معتكف کے لیے بچنا بہتر ہے (۲)۔

### طريقة الإنطباق

”ولا يتكلم إلا بخير“ عبارت میں معتكف کو جو خیر کی گفتگو کی اجازت ہے، اس میں صرف امور دینی کی گفتگو مراد نہیں ہے؛ بل کہ امور دینی کے ساتھ امور دنیوی کی گفتگو بھی شامل ہے جو مباح ہو (۳)، اس لیے معتكف موبائل پر وہ ساری گفتگو کر سکتا ہے جو اس کی ضرورت میں داخل ہے، خواہ اس کا تعلق دین سے ہو یا دنیا سے، کیوں کہ موبائل پر گفتگو عام گفتگو کی طرح ہے، لیکن بلا وجہ و بلا ضرورت موبائل پر گفتگو میں وقت ضائع کرنا مقصود اعتكاف کے خلاف ہے اس لیے اس امر سے اجتناب کرنا چاہیے۔

(۱) ويكره تحريما (صمت).... وتكلم إلا بخير وهو ما لا إثم فيه ومنه المباح عند الحاجة إليه.

(الدر المختار: ٤٤١/٣)

(۲) ولا يتكلم إلا بخير يعني أن التكلم بالشر في المعتكف أشد حرمة منه في غيره.

(البحر الرائق: ٣٠٤/٢، كتاب المسائل: ١٩٥/٢)

(۳) وتكلم إلا بخير وهو ما لا إثم فيه ومنه المباح عند الحاجة إليه لا عند عدمها.

(الدر المختار: ٤٤١/٣)

وَمِنْ أَفْكَارِهِ

# كتاب الحج



## ﴿حج فرض ہونے کی شرطیں﴾

### رقم المتن - ۱۱۵

الْحَجُّ وَاجِبٌ عَلَى الْأَحْرَارِ الْمُسْلِمِينَ الْبَالِغِينَ الْعُقَلَاءِ الْأَصِحَّاءِ إِذَا قَدَرُوا عَلَى الزَّادِ وَالرَّاحِلَةِ فَاضِلًا عَنِ الْمَسْكَنِ وَمَا لَا بُدَّ مِنْهُ وَعَنْ نَفَقَةِ عِيَالِهِ إِلَى حَيْثُ عَوْدِهِ وَكَانَ الطَّرِيقُ آمِنًا.

ترجمہ: حج واجب ہے آزاد، مسلمان، بالغ، عاقل، تندرست پر جب کہ قادر ہوں یہ لوگ توشہ اور سواری پر جو زائد ہو رہنے کے گھر، ضروریات کی چیزوں، اور بال بچوں کے خرچ سے واپس آنے تک اور راستہ پر امن ہو۔

### توضیح المسئلة

امام قدوریؒ نے حج کو واجب کہا، واجب سے مراد اصطلاحی واجب نہیں ہے، بل کہ بمعنی ثبوت اور لزوم ہے، یعنی حج ثابت اور لازم ہے اس صورت میں یہ لفظ فرض کو بھی شامل ہوگا، جاننا چاہیے کہ حج کے فرض ہونے کے لیے انسان کے اندر چار شرطوں کا موجود ہونا ضروری ہے:

(الف) آزاد ہونا لہذا غلام باندی پر حج فرض نہیں ہے۔

(ب) مسلمان ہونا چنانچہ حج غیر مسلم پر فرض نہیں۔

(ج) مکلف ہونا لہذا نابالغ، مجنون وغیرہ پر حج فرض نہیں۔

(د) مستطیع ہونا یعنی حج ایسے مال دار پر واجب ہوتا ہے جس کو اللہ نے اتنی دولت عطا فرمائی ہے کہ جس سے وہ اپنے وطن سے مکہ المکرمہ تک آنے جانے اور وہاں کے اخراجات پر قادر ہو اور اپنے بال بچوں کے مصارف بھی واپس آنے تک بآسانی برداشت کر سکتا ہو، اور راستہ کی ساری رکاوٹیں بھی ختم ہوں، مثلاً حکومت کی طرف سے سفر کی منظوری، ویزا اور سواری ٹکٹ کی فراہمی اور دشمن وغیرہ کے خطرات سے مامون ہونا، اور خود کا لنگڑا اور پا بج نہ ہونا۔

### تفریع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (٢٥٦)

(الأصحاء)

### دمہ کے مریض (Asthma Patient) پر حج

جس شخص کو دمہ کا مرض لاحق ہو کہ تھوڑا چلنے سے سانس پھولنے لگتی ہو، یا نزلہ زکام کا مسلسل مریض ہو کہ ذرا سی ٹھنڈک بھی برداشت نہ ہو، اس کے لیے بھی (بشرط استطاعت) پہلی فرصت میں حج کی ادائیگی لازم ہے، مذکورہ امراض اس کے لیے عذر نہیں بن سکتے، گویا کہ مناسب سفری انتظامات مثلاً ضرورت کے کپڑے، دوائیں اور اسباب وغیرہ کا انتظام کر کے اسے فریضہ حج ادا کرنا چاہیے (۱)۔

(۱) بمشي قليلا فيضييق نفسه فيحتاج إلى الاستراحة، ثم بمشي قليلا فلا يقدر إلا بعد الاستراحة هكذا وله زاد وراحلة لا يجوز له تأخير الحج، وكذا إذا كان يضره الهواء البارد وينجمد بلغمه و يضييق نفسه.

(غنية الناسك في بغية المناسك: ص ۱۰، كتاب المسائل: ۷۸/۳، المسائل المهمة: ۱۳۳/۹)

## رقم المسئلة (٢٥٧)

## بی پی (B.P) یا شوگر (Sugar) کے مریض پر حج

جو شخص ہائی بلڈ پریشر (BP) یا شوگر (Sugar) کا مریض ہو، اور تھوڑا سا چلنے سے دل گھبرانے لگتا ہو، اس کے لیے بھی پہلی فرصت میں حج کی ادائیگی لازم ہے، مذکورہ امراض اس کے لیے عذر نہیں بن سکتے، لہذا اسے چاہیے کہ مناسب سفری انتظامات مثلاً دوائیں اور اسباب وغیرہ کا انتظام کر کے حج ادا کر لے (۱)۔

## طريقة الإنطباق

مذکورہ بالا دونوں مسئلوں کو مصنف کی عبارت ”الحج واجب على الأصحاء“ پر منطبق کرنے کے لیے صحت کی مراد کا جاننا ضروری ہے تاکہ انطباق آسان ہو جائے ”الأصحاء“ سے مراد بدن انسانی کا ان آفات (امراض) سے محفوظ ہونا، جو اس کو امور ضروریہ میں کھڑے ہونے سے روک دیں، اسی وجہ سے اپاہج وغیرہ پر حج فرض نہیں، اور ظاہری بات ہے کہ دمہ کا مریض، بلڈ پریشر یا شوگر کا مریض قیام پر قادر ہوتا ہے، اس لیے ایسے مریضوں پر حج فرض ہوگا اور ان پر لازم ہوگا کہ وہ سارے انتظامات کے ساتھ حج کریں (۲)۔

(۱) یمشی قليلاً فیضیق نفسه فیحتاج إلى الاستراحة، ثم یمشی قليلاً فلا یقدر إلا بعد الاستراحة هكذا وله زاد وراحلة لا یجوز له تأخیر الحج، وكذا إذا كان یضره الهواء البارد ویجهد بلغمه ویضیق نفسه.

(غنیة الناسک فی بغیة المناسک: ص ۱۰، کتاب المسائل: ۷۸/۳، المسائل المهمة: ۱۳۴/۹)

(۲) و أما شرائط وجوب الاداء فخمسة على الأصح، الأول الصحة، وهي سلامة البدن عن الآفات المانعة عن القيام بما لا بد منه في سفر الحج هذا عندهما، أما ظاهر المذهب عند أبي حنيفة رحمه الله فهي شرط الوجوب فلا یجب الحج على المقعد والزمن والمفلوج ومقطوع الرجلین أو الیدین أو الرجل الواحد.

(غنیة الناسک: ص ۲۶، رد المحتار: ۴/ ۴۵۷)

رقم المسئلة (٢٥٨)

(إذا قدروا على الزاد والراحلة)

مکان بنانے کے لیے پیسہ رکھا تھا کہ حج کا وقت آ گیا

ایک شخص کو مکان بنانے کی ضرورت ہے، اور اس نے اس کے لیے پیسہ روک رکھا تھا، ابھی یہ رقم مکان میں خرچ نہیں کی تھی کہ حج کو جانے کا زمانہ آ گیا، اور یہ رقم اس قدر ہے کہ اس کے لیے حج کے تمام اخراجات کی کفالت کر سکتی ہے، تو ایسے شخص پر حج کو جانا فرض ہے، البتہ اگر حج کے وقت سے پہلے ہی مکان وغیرہ میں خرچ کر دیا تو اب اس پر حج فرض نہیں (۱)۔

رقم المسئلة (٢٥٩)

لڑکی کی شادی کے لیے رکھے ہوئے پیسے سے حج کرے یا شادی

اگر کسی شخص پر حج فرض ہو، اور اس کا وقت بھی موجود ہو اور لڑکی کی حفاظت کا انتظام بھی ہو، تو ایسے شخص پر اولاً حج کرنا لازم ہوگا؛ البتہ اگر حج کے وقت میں دیر ہو اور شادی کی ضرورت ہو تو شادی کرنے کو ترجیح دی جائے گی (۲)۔

(۱) وإن لم يكن له مسكن ولا شيء من ذلك وعنده دراهم تبلغ به الحج أو تبلغ ثمن مسكن وخدام و طعام وقوت وجب عليه الحج، وإن جعلها في غيره أتم، لكن هذا إذا كان وقت خروج أهل بلده كما صرح به في الباب، أما قبله فيشتري به ما شاء لأنه قبل الوجوب.

(رد المحتار: ۳/ ۴۶۱، الفتاوى الهندية: ۱/ ۲۱۷، كتاب المسائل: ۳/ ۸۶)

(۲) له ألف وخاف العزوبة إن كان قبل خروج أهل بلده فله التزوج ولو وقته لزمه الحج.

(غنية الناسك: ص ۲۲، كتاب المسائل: ۳/ ۸۶، فتاوى محمودية: ۱۵/ ۳۵۶)

## طريقة الإنطباق

مذکورہ بالا دونوں مسئلوں کو مصنف کی عبارت ”إذا قدرُوا على الزاد الخ“ پر منطبق کرنے کے لیے ایک ضابطہ فقہیہ کا جاننا ضروری ہے، سونے چاندی اور روپے پیسے میں (نفقہ کے سوا) ضرورت کا اعتبار نہیں ہے۔

پس اگر کسی نے اپنی اولاد کی شادی کے لیے یا گھر بنانے کے لیے یا کسی اور ضرورت کے لیے رقم جمع کر رکھی ہو اور اگر حج کے زمانے میں یہ رقم علی حالہ باقی ہو تو اس پر حج فرض ہوگا (۱)؛ کیوں کہ ضابطہ ہے کہ ثمن اصلی (سونا چاندی) اور ثمن فرعی (کرسی) میں ضرورت کا اعتبار نہیں ہوتا ہے، پس قدرت علی الزاد پایا گیا (۲) لیکن اگر اس نے زمانہ حج کے آنے سے پہلے رکھا ہو اور وہ مذکورہ ضروریات میں خرچ کر لیا ہو تو اس پر حج فرض نہیں ہوگا؛ بشرطیکہ اس کے علاوہ کوئی اور مال نہ ہو، کیوں کہ یہاں حج کے وقت وجوب سے پہلے ہی مال ختم ہو چکا ہے (۳)۔

(۱) وإن لم يكن له مسكن ولا شيء من ذلك وعنده درهم تبلى به الحج وتبلغ ثمن مسكن وخادم وطعام وقوة وجب عليه الحج، وإن جعلها في غيره ثم لکن هذا إذا كان وقت خروج أهل بلده كما صرحوا به في الباب، أما قبله فيشتري به ما شاء لأنه قبل الوجوب.

(ردالمحتار: ۳/۴۶۱، فقہی ضوابط: ۱/۱۲۹)

(۲) الحج واجب ..... إذا قدرُوا على الزاد والرحلة. (المختصر القدوري: ص ۵۶)

(۳) أما قبله فيشتري به ما شاء لأنه قبل الوجوب. (ردالمحتار: ۳/۴۶۱، فقہی ضوابط: ۱/۱۲۹)

رقم المسئلة (٢٦٠)

(والراحلة)

حج کا ویزا (Visa for Hajj) نہ ملنا مانع وجوب ادا ہے یا نہیں؟

سعودی حکومت کی طرف سے حج کے انتظامات کے پیش نظر ہر ملک میں مسلم آبادی کے تناسب سے حج کے لیے ویزوں کا کوٹہ مقرر ہے، اس مقررہ تعداد سے زیادہ ویزے نہیں دیے جاتے، اسی طرح ویزے کے اجرا کے لیے دیگر شرائط بھی لازم کر دی گئی ہیں، جن کو پورا کیے بغیر ویزا ملنا مشکل ہوتا ہے، بریں بنا اگر کوئی شخص صاحب استطاعت ہو اور تندرست بھی ہو؛ لیکن کوشش کے باوجود اسے حج کا ویزا نہ مل پائے، تو اس کے حق میں وجوب ادا کی شرط نہیں پائی گئی (۱)، اور اس بنا پر حج میں تاخیر کا گناہ اسے نہ ہوگا، تاہم اس پر لازم ہے کہ وہ ہر سال ویزے کی کوشش کرتا رہے، اور زندگی سے مایوس ہونے کے وقت اپنی طرف سے حج کی وصیت کرے (۲)۔

### طريقة الإنطباق

ذکرہ کردہ مسئلہ کو مصنف کی عبارت ”والراحلة“ پر منطبق کرنے کے یہاں ایک قاعدہ کا جاننا ضروری ہے تاکہ انطباق واضح ہو جائے، جب کسی شے کے وجود کے لیے کوئی

(۱) الحج واجب ..... إذا قدر و اعلی الزاد والراحلة. (المختصر القدوري: ص ۵۶)

(۲) وأما شرائط وجوب الأداء فخمسة على الأصح ..... الثاني عدم الحبس والمنع والخوف من السلطان الذي يمنع الناس من الخروج إلى الحج ..... فالمحبوس والخائف من السلطان كالمریض لا يجب عليهما أداء الحج بأنفسهما، ولكن يجب عليهما الإحجاج أو الإيصاء به عند الموت عندهما.

(غنية الناسك: ص ۲۸)

چیز شرط ہو تو اسی شے کے پائے جانے کے لیے اس شے کے شرط کا پایا جانا ضروری ہوتا ہے۔  
پس حج کی ادائیگی کے واجب ہونے کے لیے جیسے زاد (سفر خرچ) پر قدرت شرط ہے کہ اگر کوئی شخص سفر خرچ پر قادر ہے تو حج فرض ہے، اور اگر قادر نہیں تو شرط کے نہ پائے جانے کی وجہ سے حج فرض نہیں ایسے ہی راحلہ (سواری) پر بھی قدرت شرط ہے (۱)، اور فی زمانہ اہذا بغیر ویزے کے کوئی شخص سواری (ہوائی جہاز کے ذریعہ سفر) پر قدرت حاصل نہیں کر سکتا، اس لیے ویزا بھی شرائط وجوب ادائیگی داخل ہو کر شرط ہوگا، پس اگر کوئی شخص حج کی درخواست دے اور اسے ویزہ نہ ملے تو شرط کے نہ پائے جانے کی وجہ سے اس پر اس سال حج واجب نہیں ہوگا (۲)، وہ ہر سال کوشش کرتا رہے، جس سال ویزا مل جائے اس سال شرط (قدرت علی الرحلة) کے پائے جانے کی وجہ سے حج فرض ہوگا (۳)۔

رقم المسئلة (۲۶۱)

(فاضلاً عن المسكن و ما لا بد منه)

زائد از ضرورت پلاٹ (Plot) کے ہوتے ہوئے حج کا حکم

اگر کسی شخص کے پاس متعدد مکانات یا اتنی زرعی زمینیں ہوں کہ اس کی کچھ مقدار فروخت کر کے حج کے لیے ضروری اخراجات مہیا کر سکے، اور واپس آ کر باقیہ مکانات اور

(۱) الحج واجب ..... إذا قدروا على الزاد والراحلة. (المختصر القدوري: ص ۵۶)

وإنما تشترط الرحلة في حق من بينه وبين مكة ثلاثة أيام فصاعداً. (الجوهرية النيرة: ۱/ ۳۶۰)

(۲) إذا فات الشرط فات المشروط. (جمهرة القواعد الفقهية: ۲/ ۶۲۳، الرقم ۱۷۸)

(۳) شرط الشيء يتبعه فيثبت بثبوته. (موسوعة القواعد الفقهية: ۶/ ۷۶)

زرعی زمینوں سے اپنا گزر بسر کر سکے، تو ایسے شخص پر مصارف حج کے بقدر مکان یا زرعی زمین کا فروخت کر کے حج کرنا لازم ہوگا (۱)۔

رقم المسئلة (۲۶۲)

ضرورت سے زائد قیمتی گاڑیوں (Costly cars)

کے ہوتے ہوئے حج کا حکم

بعض لوگوں کے پاس استعمال کے لیے متعدد گاڑیاں ہوتی ہیں، جنہیں وہ شوقیہ طور پر اپنے پاس رکھتے ہیں، جب کہ انہیں فی الفور ان ساری گاڑیوں کی ضرورت نہیں ہوتی ہے، اگر زائد از ضرورت گاڑیوں کی قیمت مصارف حج کو کافی ہو، تو ایسے شخص پر انہیں بیچ کر حج کرنا لازم ہوگا (۲)۔

### طريقة الإنطباق

مذکورہ بالا دونوں مسئلوں کو مصنف کی عبارت ”فأضلا عن المسكن و ما لا بد منه“ پر منطبق کرنے کے لیے حاجت اصلیہ کی تعریف کا جاننا ضروری ہے، حاجت اصلیہ ان

(۱) وإن كان له من الضياع ما يباع مقدار ما يكفي الزاد والراحلة يبقى بعد رجوعه من ضيعته قدر ما يعيش بخلته الباقي يفترض عليه الحج.

(غنية الناسك: ص ۲۲، الفتاوى الهندية: ۱/۲۱۸، كتاب المسائل: ۳/۸۶)

(۲) وإن كان له مسكن فاضل لا يسكنه، أو عبد لا يستخدمه، أو متاع لا يمتنه، أو كتب لا يحتاج إلى استعمالها وهي من العلوم الشرعية و ما يتبعها من الآلات العربية، أو ثياب لا يحتاج إلى لبسها، أو أرض لا يحتاج إلى غلتها، أو كرم زائد على قدر التفكه بها، أو حوانيت أو نحو ذلك مما لا يحتاج إليها يجب بيعها إن كان به وفاء بالحج.

(غنية الناسك: ص ۲۳، كتاب المسائل: ۳/۸۷)



اشیائے ضروریہ کو کہتے ہیں جن کا نہ ہونا انسان کو یا تو حقیقتاً ہلاکت تک پہنچا دے، مثلاً نفقہ، رہائش کا مکان، کمائی کے آلات وغیرہ یا پھر تقدیراً ہلاکت تک پہنچا دے، مثلاً قرض (۱)۔

مصنفؒ نے (فاضلاً عن المسكن وما لا بد منه) عبارت میں حاجتِ اصلیہ مراد لی ہے، یعنی مصارفِ حج (زاد و راحلہ) کا حوائجِ اصلیہ سے زائد ہونا ضروری ہے، تب حج فرض ہوگا ورنہ نہیں، اور مذکورہ بالا دونوں مسائل میں زائد پلاٹ اور زائد گاڑیوں پر حاجتِ اصلیہ کی تعریف صادق نہیں آتی ہے کہ فرضیتِ حج کے لیے مانع ہوں، اس لیے ایسے شخص پر ان زائد سامان کا فروخت کر کے حج کرنا فرض ہوگا (۲)۔

## ﴿عورت پر حج کب فرض ہوتا ہے؟﴾

### رقم المتن - ۱۱۶

وَيُعْتَبَرُ فِي حَقِّ الْمَرْأَةِ أَنْ يَكُونَ لَهَا مَحْرَمٌ يَحُجُّ بِهَا أَوْ زَوْجٌ وَلَا يَجُوزُ لَهَا أَنْ يَحُجَّ بِغَيْرِهِمَا إِذَا كَانَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ مَكَّةَ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ فَصَاعِدًا.

ترجمہ: اور عورت کے حق میں اعتبار کیا جائے گا اس کا کوئی محرم جس کے ساتھ وہ حج کرے یا

(۱) الحاجة الأصلية وهي ما يدفع الهلاك عن الإنسان تحقيقاً، كالنفقة ودور السكنى، وآلات الحرب الثياب المحتاج إليها لدفع الحر والبرد، أو تقديراً كالدِّين، فإن المديون محتاج إلى قضاائه كما في يده من النصاب دفعاً عن نفسه الحبس الذي هو كالهلاك. (التعريفات الفقهية: ص ۳۳)

(۲) قال الشامي تحت قوله (ومنه المسكن) أي الذي يسكنه هو أو من يجب عليه مسكنه، بخلاف الفاضل عنه من مسكن أو عبد أو متاع أو كتب شرعية أو آلية كعريّة، أو نحو الطب والنجوم وأمثالها من الكتب الرياضية فتثبت بها الاستطاعة، وإن احتاج إليها كما في شرح اللباب عن الثناور خانية. (رد المحتار: ۳/ ۴۶۱)

اس کے ساتھ اس کا شوہر ہو، اور جائز نہیں ہے عورت کے لیے حج کرنا ان دونوں کے علاوہ کے ساتھ جب کہ اس کے اور مکہ کے درمیان تین دن کی مسافت ہو۔

### توضیح المسئلة

عورتوں پر حج فرض ہونے کے لیے ذاتی خرچ کے علاوہ ساتھ میں جانے والے محرم کا پورا سفر خرچ بھی مہیا ہونا لازم ہے، ورنہ عورت پر حج فرض نہیں ہوگا (۱)۔

**نوٹ:** یہاں محرم سے مراد وہ محارم ہیں جن کے ساتھ نکاح ہمیشہ کے لیے حرام ہے، مثلاً باپ، دادا، بیٹا، بھائی وغیرہ (۲)۔

### تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (۲۶۳)

جدہ ایئر پورٹ (Jeddah airport) پر محرم موجود ہونے کی

صورت میں عورت کا تنہا سفر کرنا

ایک شخص سعودی میں مقیم ہے اور اس کی بیوی ہندوستان میں ہے، اگر بیوی کو ہندوستان میں کوئی محرم ایئر پورٹ تک پہنچا دے، پھر سعودی ایئر پورٹ سے شوہر اپنے ساتھ لے کر حج کرائے تو شرعاً بیوی کا اس طرح سفر کرنا جائز نہیں ہے (۳)، حتی الامکان کسی

(۱) ومع زوج أو محرم ..... مع وجوب النفقة لمحرمها عليها، لأنه محبوس عليها.

(رد المحتار: ۴/۳۶۷)

(۲) والمحرم من لا يجوز مناعته على التأييد بقراءة أو رضاعة أو صهرية. (رد المحتار: ۴/۳۶۷)

(۳) عن ابن عباس رضي الله عنه قال: قال النبي صلى الله عليه وسلم لا تسافر المرأة إلا مع ذي محرم =

محرم کا انتظام کر کے سفر کرے ورنہ گنہگار ہوگی، البتہ حج ادا ہو جائے گا (۱)۔

### طريقة الإنطباع

حدیث میں صاف طور پر عورتوں کو بغیر محرم شرعی کے مسافت سفر سے منع کیا گیا ہے (۲)، اور مسئلہ مذکورہ میں محض دونوں جانب (ہندوستان اور سعودی کے ایئر پورٹ) پر محرم کا ہونا کافی نہیں ہے؛ کیوں کہ اصل سفر تو درمیان کی مسافت کا طے کرنا ہے، جس پر سفر کی تعریف صادق آتی ہے (۳)، اور وہاں عورت کے ساتھ کوئی محرم نہیں ہے، اس لیے عورت کا اس طرح بغیر محرم کے سفر کرنا شرعاً جائز نہیں ہوگا (۴)، بل کہ اگر کسی مجبوری کی وجہ سے اس عورت کے لیے محرم کو ساتھ لے جانا ممکن نہ ہو تو شریعت نے اس کے لیے حج کی وصیت کا حکم دیا ہے (۵)۔

= و لا يدخل عليها رجل إلا ومعها محرم، فقال رجل يا رسول الله إني أريد أن أخرج في جيش كذا وكذا وامرأتني تريد الحج فقال أخرج معها. (الصحيح للبخاري: ۲۵/۱، كتاب جزاء الجيد، باب حج النساء) ولا يجوز لها أن يحج بغيرهما إذا كان بينهما وبين مكة مسيرة ثلاثة أيام فصاعداً.

(المختصر القدوري: ص ۵۶)

(۱) فإن حجت بغير محرم أوزوج جاز حجها مع الكراهة. (الجواهر النيرة: ۱/۱۴۵)

(۲) لا يحل لامرأة تو من بالله واليوم الآخر أن تسافر سفراً فوق ثلاثة أيام فصاعداً إلا ومعها أبوها أو أخوها

أو زوجها أو ابنها أو ذو محرم منها. (السنن لأبي داود: ۲۴۸/۱، كتاب الحج، باب المرأة تحج بغير محرم)

(۳) السفر لغة قطع المسافة، و شرعاً هو الخروج من عمارة موزع الإقامة على قصد مسيرة ثلاثة أيام

فما فوقها بالسير الوسط مع الاستراحات المعتادة. (النعر بفات الفقهاء: ص ۳۲۲)

(۴) ولا يجوز لها أن يحج بغيرهما إذا كان بينهما وبين مكة مسيرة ثلاثة أيام فصاعداً.

(المختصر القدوري: ص ۵۶)

(۵) قال الشامي تحت قوله (قولان) هما مبنيان على أن وجود الزوج أو المحرم شرط وجوب أم =

رقم المسئلة (٢٦٤)

## عورت کا اپنے داماد (Son of law) کے ساتھ سفر حج پر جانا

داماد شرعی طور پر محرم ہوتا ہے (۱)، اگرچہ لڑکی کا انتقال کیوں نہ ہو جائے اس لیے عورت اپنے داماد کے ساتھ سفر حج پر جاسکتی ہے (۲)؛ البتہ اگر داماد اور ساس کے عمر میں زیادہ تفاوت نہ ہو، اور ان کے اخلاق و عادات قابل اطمینان نہ ہوں، اور فتنہ کا اندیشہ ہو تو ایسی صورت میں ان کا ایک دوسرے کے ساتھ سفر کرنا مناسب نہیں ہوگا (۳)۔

### طريقة الإنطباق

شریعت نے عورت کے لیے سفر حج کے لیے جس محرم کی شرط لگائی ہے اس سے مراد وہ ہے جس سے برسبیل تابید نکاح حرام ہو (۴)، اور داماد اور ساس کے درمیان بھی حرمت ابدی ہے (۵)، اس لیے داماد کے ساتھ سفر حج پر جانا عورت کے لیے شرعاً جائز ہوگا، لیکن اگر داماد فاسق و فاجر ہو اور فتنہ کا اندیشہ ہو تو ایسے داماد کے ساتھ سفر حج پر جانا درست

= شرط و جوب أداء، والذي اختاره في الفتح أنه مع الصحة و أمن الطريق شرط وجوب الأداء، فيجب الإيصاء ان منع المرض وخوف الطريق أو لم يوجد زوج ولا محرم. (رد المحتار: ٣/ ٤٦٥)

(۱) وأمّهات نسائكم. (النساء: ٢٣)

(۲) ولها أن تخرج مع كل محرم على التأييد بنسب أو رضاع أو مصاهرة.

(تبیین الحقائق: ۲/ ۲۴۳، کتاب الحج، الفتاویٰ الہندیہ: ۱/ ۲۸۲،

البحر الرائق: ۲/ ۵۵۱، فتاویٰ قاسمیہ: ۱۲/ ۱۳۳، کتاب الفتاویٰ: ۴/ ۴۲)

(۳) وبشروط أن يكون المحرم أو الزوج مأموناً عاقلاً بالغاً غير فاسق ماجن لا يبالى. (غنية الناسك: ص ۳۱)

(۴) والمحرم من لا يجوز له مناكنحتها على التأييد بقرابة أو رضاع أو صهرية. (رد المحتار: ۳/ ۴۶۴)

(۵) حرمت عليكم أمهاتكم ..... وأمّهات نسائكم. (النساء: ۲۳)

نہیں ہوگا کیوں کہ محرم کا مامون ہونا بھی شرط ہے (۱)۔

رقم المسئلة (۲۶۵)

کیا عورت اپنے دیور (Brother in law) کے ساتھ

سفر حج پر جاسکتی ہے؟

دیور محرم شرعی نہیں ہے اس لیے عورت کا اپنے دیور کے ساتھ سفر حج پر جانا شرعاً

جائز نہیں ہے (۲)۔

رقم المسئلة (۲۶۶)

چچی (Aunt) کا بھتیجے (Nephew) کے ساتھ حج پر جانا

چچی بھتیجے کے لیے محرم شرعی نہیں ہے اس لیے چچی کا بھتیجے کے ساتھ سفر حج پر جانا

شرعاً درست نہیں ہے (۳)۔

(۱) ويشترط أن يكون المحرم أو الزوج ماموناً عاقلاً بالغاً غير فاسق ماجن لا يبالى، ونقل أبو السعود عن

البيزارية لا تسافر بأخيها رضاعاً في زمانها، قال في رد المحتار أي لفساد الزمان ويؤيده كراهة الخلوة بها

كالصهرة الشابة، فينبغي استثناء الصهرة الشابة هنا أيضاً، لأن السفر كالخلوة. (غنية الناسك: ص ۳۱)

(۲) وبعتبر في المرأة أن يكون لها محرم تحج به، أو زوج، ولا يجوز لها أن تحج بغيرهما إذا كان بينهما

وبين مكة ثلاثة أيام. (المختصر القدوري: ص ۵۶، فتاوى قاسميه: ۱۲/ ۱۴۳)

(۳) عن أبي أمامة قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول لا تسافر امرأة سفراً ثلاثة أيام أو

تحج إلا معها زوجها. (سنن الدار فطني: ۲/ ۱۹۹، الرقم: ۲۴۱۹)

والمحرم الزوج ومن لا يجوز له مناكتها على التأييد برضاع أو صهرية.

(الفتاوى التاتار خانيه: ۳/ ۴۷۵، فتاوى قاسميه: ۱۲/ ۱۴۵)

### طريقة الانطباق

عورت کے لیے سفر حج پر جانے کے لیے شریعت نے جس محرم کو شرط قرار دیا ہے، وہ ایسا محرم ہے جس سے برسبیل تابید (ہمیشہ کے لیے) نکاح حرام ہو، اور مذکورہ بالا دونوں مسئلوں میں دیور، اور بھتیجہ ایسے محرم ہیں جن میں حرمت نکاح کا معنی برسبیل تاقیت (ایک وقت تک کے لیے) ہے (۱)؛ پس محرم شرعی کی شرط کے مفقود ہونے کی وجہ سے عورت کے لیے ان حضرات (دیور، بھتیجہ) کے ساتھ سفر کرنا جائز نہیں ہوگا (۲)۔

(۱) وأحل لكم ما وراء ذلكم. (النساء: ۲۴)

وأحل لكم ما وراء ذلكم يعني ما سوى المحرمات المذكورات في الآيات السابقة.

(التفسير المظهری: ۲/ ۶۶)

(۲) إذا فات الشرط فات المشروط. (جمهرة القواعد الفقهية: ۲/ ۶۲۳)

## ﴿مواقیت کا بیان﴾

## رقم المتن - ۱۱۷

وَالْمَوَاقِيتُ الَّتِي لَا يَجُوزُ أَنْ يَتَجَاوَزَهَا الْإِنْسَانُ إِلَّا مُحَرِّمًا لِأَهْلِ  
 الْمَدِينَةِ ذُو الْحُلَيْفَةِ وَلِأَهْلِ الْعِرَاقِ ذَاتُ عِرْقٍ وَلِأَهْلِ الشَّامِ الْجُحْفَةُ  
 وَلِأَهْلِ النَّجْدِ قَرْنٌ، وَلِأَهْلِ الْيَمَنِ يَلْمَلَمٌ، فَإِنْ قَدَّمَ الْإِحْرَامَ عَلَى هَذِهِ  
 الْمَوَاقِيتِ جَازٍ، وَمَنْ كَانَ بَعْدَ الْمَوَاقِيتِ فَمِيقَاتُهُ الْحِلُّ، وَمَنْ كَانَ  
 بِمَكَّةَ فَمِيقَاتُهُ فِي الْحَجِّ الْحَرَمُ وَفِي الْعُمْرَةِ الْحِلُّ.

ترجمہ: اور وہ مواقیت کہ جن سے گزرنا، انسان کے لیے احرام باندھے بغیر جائز نہیں ہے، اہل مدینہ کے لیے ذوالحلیفہ ہے اور اہل عراق کے لیے ذات عرق ہے، اور اہل شام کے لیے جحفہ ہے، اور اہل نجد کے لیے قرن ہے، اور اہل یمن کے لیے یلملم ہے؛ چنانچہ اگر احرام کو ان مواقیت سے مقدم کر دیا تب بھی جائز ہے، اور جو شخص میقات کے اندر رہتا ہو اس کا میقات حل ہے، اور جو شخص مکہ میں رہتا ہو اس کا میقات حج میں حرم ہے اور عمرہ میں حل۔

## توضیح المسئلة

مصنفؒ نے مذکورہ بالا عبارت میں مواقیت کا بیان فرمایا ہے جاننا چاہیے کہ حرم بیت اللہ کے ارد گرد مخصوص جگہ کا نام ہے، جس کو نشان لگا کر نشان دہی کر دی گئی ہے جو مدینہ کی جانب تین میل، عراق کی جانب سات میل، جعرانہ کی جانب نو میل، اور جدہ کی جانب

دس میل ہے (۱)۔

حل: حرم سے باہر اور میقات کے اندر کی جگہ حل کہلاتی ہے (۲)۔

مواقیت کل پانچ ہیں:

(الف) ذوالحلیفہ: یہ اہل مدینہ، تبوک، اردن، (جارڈن) سے آنے والوں کے لیے میقات ہے۔

(ب) ذات عرق: یہ اہل عراق، ایران، خراسان، روس و چین وغیرہ سے آنے والوں کے لیے میقات ہے۔

(ج) محمہ: یہ اہل شام، مصر، سوڈان وغیرہ کی طرف سے آنے والوں کے لیے میقات ہے۔

(د) قرن: اہل نجد اور خلیجی ممالک کی طرف سے آنے والوں کے لیے میقات ہے۔

(ه) یلملم: اہل یمن، مسقط، ہندوستان، بنگلہ دیش، برما وغیرہ کی طرف سے آنے والوں کے لیے میقات ہے (۳)۔

(۱) وسمى حرما لتحريم الله تعالى فيه كثيرا مما ليس بمحرم في غيره من المواضع، وحده من طريق المدينة على ثلاثة أميال، و من العراق على سبعة، و من الجعرانة على تسعة، و من جدة على عشرة.

(حاشیہ بخاری: ۲۱۶/۱، الرقم: ۴)

(۲) الحل معناه الذي بين المواقيت وبين الحرم . (الهداية: ۲۳۶/۱، كتاب الحج)

(۳) عن زيد بن حبيب انه اتى عبد الله بن عمر في منزله، وله فسطاط و سراق، فسأله من اين يجوز أن اعتمر قال فرضها رسول الله صلى الله عليه وسلم لأهل نجد من قرن، ولأهل المدينة ذا الحليفة، ولأهل الشام الحفة . (الصحيح للبخاری: ۲۰۶/۱، باب فرض مواقیت الحج) =



اب حج اور عمرہ کرنے والوں کی تین قسمیں ہیں:

(الف) مکي: وہ شخص جو مکہ کا باشندہ ہو اور مکہ سے مراد حرم یعنی بیت اللہ کے ارد گرد کی وہ جگہ جس کی نشان دہی، نشان لگا کر کر دی گئی ہے، یہ مکي شخص کے لیے حج کا میقات حرم ہے اور عمرہ کا میقات حل ہے، کیوں کہ عمرہ تو مسجد حرام میں ہوتا ہے، اس لیے احرام حل سے بندھوایا تا کہ ایک قسم کا سفر متحقق ہو جائے، اور حج تو عرفہ میں ہوتا ہے جو حل میں ہے، اس لیے حج کا احرام حرم سے بندھوایا گیا (۱)۔

(ب) حلّی: یہ وہ شخص ہے جو حرم سے باہر اور مواقیاتِ خمسہ کے اندرون حدود میں رہتا ہو، اس کے لیے احرام باندھنے کی جگہ حل (خارج حرم) ہے، کیوں کہ حج یا عمرہ کرنے والے شخص کا اپنے وطن سے احرام باندھنا جائز ہے اور یہ حل کی جگہ حلّی کا وطن ہے، اس لیے اس کے لیے یہی میقات ہے (۲)۔

(ج) آفاقی: یہ وہ شخص ہے جو مواقیاتِ خمسہ کے باہر کارہنے والا ہو اس کے لیے یہی مواقیاتِ خمسہ احرام باندھنے کے لیے میقات ہے (۳)۔

— عن عائشة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم وقت لأهل العراق ذات عرق.

(السنن لأبي داود: ۲/۱، کتاب المناسک باب فی المواقیات)

(۱) ومن كان بمكة فوفته في الحج الحرام، وفي العمرة الحل، لأن أداء الحج في عرفة وهي في الحل فيكون الإحرام من الحرام، لينتقل نوع سفر، وأداء العمرة في الحرام فيكون الإحرام من الحل.

(الهداية: ۱/۲۳۶، کتاب الحج)

(۲) ومن كان داخل الميقات فوفته الحل، معناه الحل الذي بين المواقيت وبين الحرام، لأنه يجوز إحرامه من ديرة أهله وماوراء الميقات إلى الحرام مكان واحد.

(الهداية: ۱/۲۳۵، کتاب الحج)

(۳) ثم الأفاقي إذا انتهى إليها على قصد دخول مكة أن يحرم قصد الحج أو العمرة أو لم يقصد عندنا =

## تفریع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (٢٦٧)

مکہ کا باشندہ جب سال چھ مہینے میں کسی دوسرے ملک جا کر واپس آئے

تو اس کے احرام باندھنے کا حکم

اگر کوئی مکی (مکہ کا باشندہ) شخص سال چھ مہینے کے لیے مواقیتِ خمسہ سے باہر کسی

دوسرے ملک میں رہ کر مکہ واپس آئے تو مواقیتِ خمسہ میں سے جس سمت سے آئے گا، اسی

میقات پر احرام باندھنا لازم ہوگا (۱)، بغیر احرام باندھے مکہ میں داخل ہوگا تو دم لازم ہوگا (۲)۔

## طريقة الإلتحاق

ذکر کردہ مسئلہ کو مصنف کی عبارت ”والمواقیت الخ“ پر منطبق کرنے کے لیے

ایک ضابطہ کا جاننا ضروری ہے تاکہ انطباق سہل ہو جائے، اور وہ یہ ہے کہ انسان کی حالت

کے متغیر ہونے سے میقات کا بھی حکم بدل جاتا ہے۔ مثلاً اگر کوئی مکی شخص مکہ سے نکل کر

میقات کے باہر کسی ملک میں اقامت کر لے، تو اس کا حکم اہل آفاق کی طرح ہو جاتا ہے، یا

کوئی آفاقی شخص زمانہ حج سے پہلے مکہ میں مقیم ہو جائے تو اس کا حکم اہل مکہ کی طرح ہو جاتا

= لقوله عليه السلام لا يحاوز احد الميقات إلا محرماً. (الهداية: ١/٢٣٥، كتاب الحج)

(۱) المكي إذا خرج منها وجاوز الميقات لا يحل له العود بلا إحرام لكن إحرامه من الميقات.

(رد المحتار: ۳/ ۴۸۴)

(۲) من جاوز وقته غير محرّم ثم أحرم أولاً فعليه العود إلى وقت، وإن لم يعد فعليه دم.

(غنية الناسك: ص ۷۵، فتاوی قاسمیہ: ۱۲/ ۱۸۴)

ہے (۱)۔ اس ضابطہ کی روشنی میں بات صاف ہوگئی کہ جب کسی شخص نے سال چھ مہینہ کسی دوسرے ملک میں اقامت اختیار کر لی، تو اس کے اس اقامت اختیار کرنے کی وجہ سے اس کا حکم شخص آفاقی کی طرح ہو گیا، اور آفاقی شخص کسی بھی حال میں میقات پر احرام باندھے بغیر مکہ میں داخل نہیں ہو سکتا ہے ورنہ دم واجب ہوگا (۲)۔

رقم المسئلة (۲۶۸)

مکہ کے تاجر (Business man) کا ہر مرتبہ احرام کے ساتھ

مکہ میں داخل ہونا لازم ہے

اگر کوئی مکہ کا باشندہ تاجر ہو، اور اسے تجارت کی غرض سے بار بار دوسرے ممالک (مواقیت کے باہر) کا سفر کرنا پڑتا ہو، تو ایسے شخص کا بغیر احرام کے مکہ میں داخل ہونا شرعاً جائز ہے (۳)۔

(۱) قدیغیر المیقات بتغیر الحال فالآفاقی إذا دخل البستان أو المکی إذا خرج إليه فأراد أحد التمسکین فحکمه حکم أهل البستان، وكذا البستاني أو المکی إذا خرج إلى الآفاق صار حکمه حکم أهل الآفاق، لا تحوز له مجاوزة میقات أهل الآفاق، وهو یرید مكة أو الحرم إلا محرماً، وكذا الآفاقی أو البستاني إذا دخل مكة أو الحرم فهو وقته للحج والحل للعمرة۔ (غنية الناسك: ص ۷۳)

(۲) المکی إذا خرج من الحرم لحاجة له أن يدخل مكة بغیر إحرام بشرط أن لا يكون جاوز المیقات كالآفاقی، فإن جاوزہ فليس له أن يدخل مكة من غیر إحرام لأنه صار آفاقیاً۔ (البحر الرائق: ۲/ ۵۶۰)

(۳) عن ابن عباس رضي الله عنه قال لا يدخل مكة أحد بغیر إحرام إلا الخطابون والعمالون وأصحاب منافعها۔ (المصنف لابن أبي شيبة: ۲۲۷/۸، الرقم ۱۳۶۹۱)

و من كان داخل المیقات له أن يدخل مكة بغیر إحرام لحاجته، لأنه یكثر دخوله مكة، وفي إيجاب الإحرام في كل مرة خرج ین، فصار كأهل مكة حيث یباح لهم الخروج منها، ثم دخولها بغیر إحرام لحاجتهم۔ (الهدایة: ۱/ ۲۳۵، کتاب الحج، فتاوی قاسمیہ: ۱۲/ ۱۸۵)

### طريقة الإنطباق

مذکورہ بالا مسئلہ کو مصنف کی عبارت ”والمواقیت الخ“ پر منطبق کرنے کے لیے ایک قاعدہ فقہیہ کا سمجھنا ضروری ہے تاکہ انطباق واضح ہو جائے، شریعت جس حکم شرعی میں بندے کے لیے حرج دیکھتی ہے تو دفع حرج کی غرض سے اس حکم میں بندے کے لیے تخفیف کر دیتی ہے (۱)۔

اب مواقیتِ خمسہ کے سلسلہ میں حکم شرع یہ ہے کہ جو شخص مواقیتِ خمسہ کے باہر سے مکہ آئے (خواہ وہ آنے والا شخص مکی ہو، اور کسی بھی غرض سے آئے) اس پر مواقیت پر احرام کا باندھنا لازم ہے (۲)، اگر ہم مکی تاجر پر بھی یہ حکم لازم کرتے ہیں تو اس کے لیے دخولِ مکہ کے لیے ہر بار احرام کا باندھنا سخت مشکل کا باعث ہوگا، اور شریعت حرج و مشکل صورت میں حکم میں تخفیف کر دیتی ہے، اس لیے ایسے مکی شخص پر دفع حرج کی غرض سے مواقیت پر احرام کا باندھنا شرعاً لازم نہیں ہوگا (۳)۔

(۱) ما جعل علیکم فی الدین من حرج.

(الحج: ۸۷)

الحرج مدفوع.

(موسوعة القواعد الفقهية: ۱۰۷/۵)

(۲) المکی إذا خرج منها وجاوز المیقات لا یحل له العود بلا إحرام لکن إحرامه من المیقات.

(ردالمحتار: ۳/۴۸۴)

(۳) ومن کان داخل المیقات له أن یدخل مکة بغير إحرام لحاجته، لأنه یكثر دخول مکة وفي إيجاب

(الهدایة: ۱/۲۳۵، کتاب الحج)

الإحرام فی کل مرة حرج بین.

رقم المسئلة (٢٦٩)

ہندوستانی شخص کا جدہ ایئر پورٹ (Jeddah airport) پر

احرام باندھنے کا حکم

ہندوستان سے جو لوگ مکہ مکرمہ جانے کے لیے ہوائی جہاز سے سفر کرتے ہیں، ان کو ہوائی جہاز میں سوار ہونے سے قبل احرام باندھ لینا چاہیے، جدہ تک احرام مؤخر کرنا جائز نہیں، اگر مؤخر کریں گے تو گناہ بھی ہوگا اور دم بھی لازم ہوگا (۱)؛ البتہ اگر یہ شخص جدہ سے کسی میقات پر لوٹ کر احرام پہن کر تلبیہ پڑھ لے تو واجب شدہ دم ساقط ہو جائے گا (۲)۔

### طريقة الإنطباع

ممالک مشرقیہ سے سارے ہوائی جہاز کا راستہ عموماً خشکی کے اوپر سے براہِ قرن المنازل ہوتا ہے، ہوائی جہاز قرن منازل اور ذات عرق دونوں میقاتوں کے اوپر سے

(۱) من تجاوز وقته أي ميقاته الذي وصل إليه سواء كان ميقاته الموضع المعين له شرعاً أم لا غير محرم ثم أحرم أي بعد المسح أو لا أي لم يحرم بعدها، فعليه العود أي فيجب عليه الرجوع إلى وقت أي إلى ميقات من المواقيت، وإن لم يعد فعليه دم لمجاوزة الوقت، فلو أحرم آفاقي داخل الوقت أي في داخل الميقات وأهل الحرم أي أحرموا من الحل للحج..... فعليهم العود إلى وقت أي ميقات شرعي لهم لارتفاع الحرمة وسقوط الكفارة وإن لم يعودوا فعليهم الدم والإثم لازم لهم، فإن عاد قبل شروعه في طواف أو وقف سقط الدم. (اللباب مع شرحه: ۱/ ۹۴)

(۲) وإن عاد إلى ميقات آخر سوى الميقات التي جاوز قبل أن يصل إحرامه بالفعل يسقط عنه الدم عندنا وعوده إلى هذا الميقات أو إلى ميقات آخر سواء. (الفتاوى الثاوار خانية: ۳/ ۵۵۳،

فتاوی دارالعلوم زکریا: ۳/ ۳۹۸، فتاوی رحیمیہ: ۷۳/ ۸، جدید فقہی مسائل: ۱/ ۲۳۹)

گزرتے ہوئے اول حل میں داخل ہو جاتے ہیں، پھر جدہ پہنچتے ہیں اس لیے ہوائی سفر میں تو قرن المنازل کے اوپر آنے سے پہلے پہلے احرام باندھنا لازم و واجب ہے (۱)، اور چوں کہ ہوائی جہازوں میں اس کا پتہ چلنا تقریباً ناممکن ہے کہ کس وقت اور کب یہ جہاز قرن المنازل کے اوپر سے گزرے گا، اس لیے اہل ہندوستان کے لیے تو احتیاط اسی میں ہے کہ ہوائی جہاز میں سوار ہونے سے قبل ہی احرام باندھ لیں تاکہ عبادت کے جواز میں کسی کا اختلاف نہ رہے (۲)، نیز احرام کو میقات سے پہلے باندھنا تو سب کے نزدیک افضل ہے (۳)، اگر بغیر احرام باندھے ہوئے ہوائی جہاز کے ذریعہ جدہ پہنچ گئے تو ان کے ذمے دم یعنی ایک بکرے کی قربانی واجب ہوگی (۴)۔

البتہ اگر جدہ سے کسی میقات پر لوٹ کر احرام پہن کر تلبیہ پڑھ لے تو واجب شدہ دم ساقط ہو جائے گا، کیوں کہ اس صورت میں امر ممنوع (مجاوزه میقات) کی تلافی ہو گئی (۵)۔

(۱) والمواقیت التي لا يجوز أن يتجاوزها الإنسان إلا محرماً. (المختصر القدوري: ص ۵۶)

(۲) الإحتياط في حقوق الله تعالى جائز. (قواعد الفقه: ص ۵۴)

(۳) فإن قدم الإحرام على هذه المواقیت جاز. (المختصر القدوري: ص ۵۶)

(۴) من جاوز وقته غير محرم ثم أحرم أولاً فعليه العود إلى وقت و إلى و إن لم بعد فعلیه دم.

(غنية الناسك: ۷۵/۳)

(۵) وإن عاد إلى میقات آخر سوى المیقات التي جاوز قبل أن یصل إحرامه بالفعل یسقط عنه الدم عندنا.

(الفتاوی التاتاریخانیة: ۵۵۳/۳، فتاوی رحیمیہ: ۷۴/۸)

رقم المسئلة (٢٧٠)

ہندوستانی (Indian) کا مدینہ ہو کر مکہ جانے کی صورت میں احرام کا حکم  
ہندوستان سے جو حجاج کرام پہلے مدینہ جائیں، تو ان کے لیے اپنے وطن سے  
احرام باندھنا لازم نہیں ہے، البتہ جب وہ مدینہ سے مکہ آئیں، اور ان کا گزر رذوالحلیفہ پر ہو  
تو وہاں احرام باندھ لیں (۱)۔

### طريقة الإنطباق

یہاں دو باتوں کا جاننا ضروری ہے تاکہ انطباق آسان ہو جائے:

- (الف) میقات سے گزرتے وقت اگر حرم شریف کا قصد نہ ہو تو میقات پر احرام  
باندھنا لازم نہیں ہے، لزوم احرام تو مکہ معظمہ کی تعظیم کے پیش نظر ہے (۲)۔
- (ب) میقات انسان کی حالت کے بدل جانے سے بدل جاتی ہے، یعنی اگر  
آفاقی شخص سفر کر کے پہلے کسی دوسری جگہ جائے، اور وہاں سے دخول مکہ کا ارادہ کرے تو

(۱) ثم الآفاقي إذا انتهى إليها على قصد دخول مكة، عليه أن يحرم قصد الحج أو العمرة أو لم يقصد  
عندنا لقوله عليه السلام لا يجاوز أحد الميقات إلا محرماً، ولأن وجوب الإحرام لتعظيم هذه البقعة  
الشريفة فيستوى فيه الحاج والمُعتمر وغيرهما.

(الهداية: ۱ / ۲۳۵، كتاب الحج، فتاوى دارالعلوم زكريا: ۳ / ۳۹۶، جديد فقهي مسائل: ۱ / ۲۳۹)

(۲) قال الشامي: قال في الهداية ثم الآفاقي إذا انتهى إلى المواقيت على قصد دخول مكة، عليه أن  
يحرم قصد الحج أو العمرة عندنا أو لم يقصد لقوله صلى الله عليه وسلم لا يجاوز أحد الميقات إلا  
محرماً ولو لتجارة، ولأن وجوب الإحرام لتعظيم هذه البقعة الشريفة فيستوى فيه التاجر والمُعتمر وغيرهما.

(رد المحتار: ۳ / ۴۵۲)

اب اس کی میقات فی الحال وہ ہوگی جہاں وہ مقیم ہے (۱)۔

مذکورہ بالا دونوں باتوں کی روشنی میں انطباق آسان ہو گیا، جو حجاج کرام پہلے مدینہ جاتے ہیں ان کے لیے دخولِ مکہ کا قصد نہ ہونے کی وجہ سے احرام بھی لازم نہیں ہوگا، اور جب وہ مدینہ پہنچ گئے، تو ان کا حکم بھی اہل مدینہ کا ہو گیا، اب مدینہ والے دخولِ مکہ کے ارادے سے احرام ذوالحلیفہ یا جھہ (رابع) پر باندھتے ہیں، تو یہ شخص بھی وہیں سے احرام باندھ کر مکہ میں داخل ہوگا۔

## ﴿احرام کا بیان﴾

### رقم المتن - ۱۱۸

وَ إِذَا أَرَادَ الْإِحْرَامَ اغْتَسَلَ أَوْ تَوَضَّأَ، وَ الْغُسْلُ أَفْضَلُ وَ لِبَسَ ثَوْبَيْنِ جَدِيدَيْنِ، أَوْ غَسَلَيْنِ إِزَارًا وَ رِدَاءً، وَ مَسَّ طَبِيبًا إِنْ كَانَ لَهُ وَ صَلَّى رَكَعَتَيْنِ، وَقَالَ اللَّهُمَّ إِنِّي أُرِيدُ الْحَجَّ فَيَسِّرْهُ لِي وَ تَقَبَّلْهُ مِنِّي ثُمَّ يَلْبِي عَقِيبَ صَلَاتِهِ.

ترجمہ: اور جب محرم احرام باندھنے کا ارادہ کرے، تو غسل کرے یا وضو، اور غسل کرنا افضل ہے، اور دو کپڑے (تہبند اور چادر) پہنے جو نئے ہوں، یا دھلے ہوئے ہوں، اور خوشبو

(۱) وقد يتغير الميقات بتغير الحال، فالأفاقي إذا دخل البستان، أو المكي إذا خرج إليه فأراد أحد النسكين فحكمه حكم أهل البستان ..... والضابط أن كل من وصل إلى مكان على وجه مشروع قاصدا له لحاجة صار حكمه حكم أهله في الميقات. (غنية الناسك: ص ۷۳، ۷۴)



لگائے اگر ہو، اور دو رکعت نماز پڑھے اور کہے یا اللہ میں حج کا ارادہ کرتا ہوں، اس کو میرے لیے آسان کر دے اور قبول فرما، پھر نماز کے بعد تلبیہ پڑھے۔

### توضیح المسئلة

احرام ایک مخصوص حالت اور مخصوص لباس کے ساتھ حج یا عمرہ کی نیت سے تلبیہ پڑھنے کا نام ہے، صاحبِ قدوری احرام کا طریقہ بیان کرتے ہیں کہ جب کوئی شخص احرام باندھنے کا ارادہ کرے تو وہ پہلے غسل کرے یا وضو، لیکن غسل کرنا افضل ہے، احرام کے دو کپڑوں میں سے لنگی کی جگہ ازار کو باندھ لے جو کم از کم ناف سے لے کر گھٹنے تک ہونی چاہیے تاکہ ستر اچھی طرح ڈھک جائے، اور رداء یعنی چادر ایسی لمبی ہونی چاہیے جو (اضطباع کے وقت) داہنے کندھے سے نکال کر بائیں کندھے پر سہولت سے آجائے (۱)۔

احرام کے یہ دونوں کپڑے نئے ہوں تو زیادہ بہتر ہے، کیوں کہ نیا کپڑا طہارت سے زیادہ قریب ہوتا ہے ورنہ دھلا ہوا بھی جائز ہے، اور اگر خوشبو میسر ہو تو لگالے کیوں کہ خوشبو کی ممانعت احرام کے بعد ہے (۲)، اور پھر نماز پڑھے اور تلبیہ کہہ کر حج کی نیت کر لے اب یہ شخص محرم ہو گیا (۳)۔

(۱) ويستحب لبس إزار من السرة إلى الركبة ورداء على ظهره، و يسن أن يدخله تحت يمينه و يلقيه

على كتفه الابسر هذا يسمى اضطباعا. (الدر المختار مع رد المحتار: ۳/ ۴۸۸)

(۲) ووجه المشهور حديث عائشة قالت كنت اطيب رسول الله صلى الله عليه وسلم لإحرامه قبل أن يحرم،

و لأن الممنوع عنه التطيب بعد الإحرام، والباقي كالتابع له لا اتصال به بخلاف الثوب، لأنه مباین عنه.

(الهداية: ۲۳۶/۱، باب الإحرام)

(نور الإيضاح: ص ۱۷۱)

(۳) وإذا لبثت ناولا فقد أحرم.

## تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (۲۷۱)

احرام باندھنے سے پہلے سر میں

خوشبودار تیل (Fragrant oil) لگانے کا حکم

اگر کوئی شخص غسل کے بعد سر اور داڑھی میں خوشبودار تیل لگائے تو شرعاً جائز و

درست ہے (۱)۔

## طريقة الإنطباق

احرام باندھنے کے لیے غسل کرنے کے بعد بدن میں خوشبو کا استعمال مسنون

ہے، اور سر اور داڑھی بھی بدن کا حصہ ہے، اور تیل بھی ایک خوشبودار شے ہے جو خوشبو کے قائم

مقام ہے، اس لیے سر اور داڑھی میں خوشبودار تیل کا لگانا جائز و درست ہے (۲)۔

رقم المسئلة (۲۷۲)

احرام میں گرم کپڑا (Warm Cloth) کا استعمال کرنا

اگر کوئی شخص ٹھنڈی سے بچنے کے لیے احرام میں گرم کپڑا استعمال کرے تو شرعاً

درست ہے (۳)۔

(۱) ويستحب أن يمسح رأسه عقيب الغسل، وأن يدهنه بأي دهن كان مطيباً كان أو غير مطيب وكذا لحيته.

(غنية الناسك: ص ۸۹، الفتاوى الهندية: ۱/۲۲۲، كتاب النوازل: ۷/۳۴۹)

(۲) ويسن بعد الغسل أن يستعمل الطيب في بدنه إن كان عنده وإلا فلا يطلبه. (غنية الناسك: ص ۸۸)

(۳) وليس ثوبين جديدين أو غسيلين إزاراً و رداءً لأنه عليه السلام إئترز وارتدى عند إحرامه ولأنه =

## طريقة الانطباق

انطباق کے لیے احرام کا معنی جاننا ضروری ہے۔ احرام دراصل نیت اور تلبیہ کے اجتماع سے عبارت ہے، یعنی حج یا عمرہ کی نیت کر کے تلبیہ پڑھ لینے سے احرام شروع ہو جاتا ہے، خاص کپڑوں یا ہیئت کا نام احرام نہیں ہے (۱)، اسی لیے جیسے محرم کے لیے ستر عورت ضروری ہے کہ ناف سے لے کر گھٹنے کے نیچے تک کے حصہ کو چھپائے، خواہ وہ کسی بھی کپڑے سے ہو، ایسے ہی محرم کی ضرورت گرمی و سردی سے بچنا ہے، جو احرام کے ان دو کپڑوں سے حاصل ہے، اب اگر یہ دونوں کپڑے گرم ہوں تو یہ احرام کے لیے مضرت نہیں ہے (۲)۔

رقم المسئلة (۲۷۳)

## احرام میں رنگین کپڑوں (Clourful Garments) کا استعمال

اگر کسی شخص نے سفید کے علاوہ کوئی دوسرے رنگ کا احرام باندھ لیا تو بھی درست ہے (۳)؛ البتہ احرام میں مردوں کے لیے سفید کپڑا افضل ہے (۴)۔

= ممنوع عن لبس المخيط. (الهداية: ۱/۲۳۶، باب الإحرام، كتاب النوازل: ۷/۳۵۰)

(۱) الإحرام شرعاً: الدخول في حرمان مخصوصة أي التزامها غير أن التزامها لا يتحقق شرعاً إلا بالنية مع الذكر أو الخصوصية.

وكذا لا يشترط أي لصحته زمان ولا مكان ولا هيئة ولا حالة. (غنية الناسك: ص ۸۳)

(۲) وليس ثوبين حديدین أو غسيلین إزاراً و رداءً..... ولا بد من ستر العورة ودفع الحر والبرد وذلك

فيما عناه. (الهداية: ۱/۲۳۶، باب الإحرام)

(۳) وفي أسودين وكذا في أخضرين وأرزقين وفي مرقعة. (غنية الناسك: ص ۹۰)

(۴) والأفضل أن يكون الإزار والرداء أبيضين لما روي عن ابن عباس رضي الله عليه وسلم أن النبي =

### طريقة الإنطباق

ذکر کردہ مسئلہ کو مصنف کی عبارت ”و لبس ثوبین“ پر منطبق کرنے کے لیے ایک قاعدہ فقہیہ کا جاننا ضروری ہے، فعل احسان کو ترک کرنا باعثِ گناہ نہیں ہے (۱)، یعنی ہر وہ عمل جو مستحب ہو اس کا عمل میں لانا لازم نہیں ہے؛ البتہ اللہ تعالیٰ امر مستحب کو بجالانے والوں کو پسند کرتا ہے، واللہ يحب المحسنين، اس لیے بندہ کو ہر وہ کام کر لینا چاہیے جو اسے اللہ تعالیٰ کے یہاں محبوب ہے، اور احرام کا سفید رنگ کا ہونا بھی مستحب ہے (۲)، اور قاعدہ ہے کہ عمل مستحب کو عمل میں لانا لازم نہیں ہے اس لیے احرام میں رنگین کپڑے کا استعمال جائز ہوگا؛ البتہ احرام کا سفید رنگ ہونا اولیٰ و افضل ہے، اس لیے سفید رنگ کے کپڑے کا استعمال باعثِ ثواب ہونے کی وجہ سے بہتر ہوگا۔

---

= صلى الله عليه وسلم قال ألبسوا من ثيابكم البياض فإنها خير ثيابكم وكفنوا فيها موتاكم.  
(البحر العميق: ۶۳۵/۲، الفصل الأول، الجامع للترمذي: ۱/۱۹۳، أبواب الجنائز)  
و يلبس الرجل إزارا و رداء جديدين أو غسيلين والحديد الأبيض أفضل.  
(حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح: ص ۷۳۳)  
كتاب المسائل: ۱۳۶/۳، المسائل المهمة: ۱۹۷/۳  
(۱) ترك الإحسان لا يكون إساءة.  
(قواعد الفقه: ص ۷۰، رقم القواعد: ۸۲)  
(۲) والحديد الأبيض أفضل.  
(حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح: ص ۷۳۳)

## ﴿ممنوعات احرام کا بیان﴾

### رقم المتن - ۱۱۹

وَلَا يَلْبِسُ قَمِيصًا وَلَا سَرَاوِيلَ وَلَا عِمَامَةً وَلَا قَلَنْسُوَةً وَلَا قُبَاءً وَلَا  
لَاخُفَّيْنِ إِلَّا أَنْ لَا يَجِدَ نَعْلَيْنِ فَيَقْطَعَهُمَا مِنْ أَسْفَلِ الْكَعْبَيْنِ.

ترجمہ: اور محرم نہ قمیص پہنے نہ پائجامہ اور نہ عمامہ اور نہ موزے مگر یہ کہ جوتیاں نہ پائے تو ان کو کعبین کے نیچے سے کاٹ دے۔

### توضیح المسئلة

مسئلہ یہ ہے کہ مرد کے لیے احرام میں سلاہوا کپڑا پہننا جائز نہیں ہے مثلاً کرتہ پائجامہ، عمامہ، ٹوپی، موزے، وغیرہ، ہاں اگر محرم کے پاس جوتیاں نہ ہوں تو اس کو ایسے موزے پہننے کی اجازت ہے جن کے کعبین سے نیچے کے حصہ کو کاٹ دیا گیا ہو، اور یاد رکھا جائے یہاں کعب سے مراد ٹخنہ نہیں ہے بل کہ وسط قدم کی ہڈی مراد ہے (۱)۔

(۱) وخفین إلا أن لا يجد نعلین فیقطعہما أسفل من الکعبین عند معقد الشراک، وهو المفصل الذی فی وسط القدم کذا روی هشام عن محمد، بخلافه الوضوء فإنه العظم الناتی أي المرتفع.

## تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (٢٧٤)

احرام كى حالت مىل شىروانى، كوٹ، صدرى وغىروہ پہننا  
احرام كى حالت مىل مرد حضرات كو شىروانى، كوٹ، صدرى كا پہننا شرعاً منع  
ہے (١)، اگر كمل ايك روز پہننا ہو تو دم واجب ہوگا، اور ايك روز سے كم پہننے كى صورت مىل  
صدقہ واجب ہوگا (٢)۔

**نوٹ:** دم سے مراد ايك بكرى ہے اور صدقہ سے مراد نصف صاع كندم يا ايك  
صاع جو وغىرہ ہے (٣)۔

رقم المسئلة (٢٧٥)

حالت احرام مىل سويٹر (Sweater)، جيكٹ (Jacket) وغىرہ پہننے كا حكم  
اگر كوئى شخص حج يا عمرہ كے ليے جائے، اور مكہ كرمہ مىل سردى ہو تو وہ بحالت  
احرام سويٹر، جيكٹ وغىرہ كا استعمال نہىں كر سكتا ہے (٢)، البتہ احرام كى دو چادروں كے

(١) ولا يلبس قميصاً ولا سراويل ولا عمامة ولا قلنسوة ولا قباء. (المختصر القدوري: ص ٥٧)

(٢) أو لبس ثوباً مخيطاً أو غطى رأسه يوماً كاملاً فعليه دم وإن كان أقل من ذلك فعليه صدقة.

(المختصر القدوري: ص ٦٤، رد المحتار: ٣/ ٥٠٠)

(٣) وحيث ما أطلق الدم فالمراد الشاة وهي تجزىء في كل موضع ..... وحيث ما أطلق الصدقة في جنابة

الإحرام فهي نصف صاع من بر أو صاع من غيره. (غنية الناسك: ص ٣٠٩، المسائل المهمة: ٩/ ١٤٧)

(٤) ولا يلبس قميصاً ولا سراويل ولا عمامة ولا خفين لما روى أن النبي عليه الصلاة والسلام نهى أن

يلبس المحرم هذه الأشياء. (الهداية: ١/ ٢٣٩، باب الإحرام)

علاوہ کرم چادر یا الحاف استعمال کر سکتا ہے، لیکن چادر یا الحاف سے سر نہ ڈھانکے (۱)۔

رقم المسئلة (۲۷۶)

حالت احرام کی حالت میں نیکر اور انڈرویر

(Nacker & Underwear) پہننے کا حکم

اگر کوئی محرم احرام کے نیچے نیکر یا انڈرویر (Underwear) پہنے تو حسب قواعد جزا لازم ہوگی، یعنی مکمل ایک روز پہننے کی وجہ سے دم اور ایک روز سے کم پہننے کی صورت میں صدقہ واجب ہوگا (۲)۔

### طريقة الإنطباق

مذکورہ بالا مسائل کے انطباق کے لیے ایک فقہی ضابطہ کا جاننا ضروری ہے، ہر وہ کپڑا جو بدن کی ساخت اور ہیئت پر سلا گیا ہو، محرم اس کو نہیں پہن سکتا ہے (۳)۔

(۱) وبكره كب وجهه على وسادة بخلاف خديه، وكذا وضع رأسه عليها، فإنه وإن لزم منه تغطية بعض وجهه أو رأسه إلا أنه رفع تكليفه لدفع الحرج، فإنه الهيئة المستحبة في النوم بخلاف كب الوجه لا ستر سائر بدنه سوى الرأس والوجه، فإنه لا شيء عليه لو عصبه، وبكره إن كان لغير عذر لأنه نوع عبث فجاز تغطية اللحية ما دون الذقن وأذنيه وقفاه وهو وراء العنق، وكذا تغطية كفيه وقدميه ما فوق مقعد الشراك بما لا يكون لبسا كتغطيتهما بمنديل ونحوه.

(غنية الناسك: ص ۱۱۲، فصل في محرمات الإحرام ومحظوراته، المسائل المهمة: ۹/۱۵۰)

(۲) إذا لبس المحرم المخيط على الوجه المعتاد يوما إلى الليل فعليه دم. (الفتاوى الهندية: ۱/۲۴۳)

أما لو لبسهما قبل القطع يوما فعليه دم وفي أقل صدقه. (رد المحتار: ۳/۵۰۰، كتاب المسائل: ۳/۱۷۸)

(۳) ولبس قميص و سراويل أي كل معمول على قدر بدن أو بعضه كذردية وبرنس، قال الشامي =

مذکورہ ضابطہ کی روشنی میں انطباق آسان ہو گیا کہ جیسے قمیص، پائجامہ وغیرہ انسانی بدن کی وضع و ہیئت پرسلے جاتے ہیں، تو ان کا محرم کے لیے پہننا ممنوع ہے، ایسے ہی شیروانی، کوٹ، جیکٹ وغیرہ بھی انسانی ساخت پر ناپ لے کر سلے جاتے ہیں اس لیے ان کا بھی محرم کے لیے پہننا ممنوع ہوگا۔

رقم المسئلة (٢٧٧)

## احرام میں چپل (Slipper) یا جوتا (Shoes) پہننے کا حکم

احرام کی حالت میں مردوں کے لیے جوتا پہننا ممنوع ہے، کیوں کہ جوتے سے قدم کی اوپر ابھری ہوئی ہڈی ڈھک جاتی ہے (۱)، البتہ چپل اگر ایسی ہو جس سے ہڈی اور ٹخنے کھلے رہتے ہوں تو اس کو بحالت احرام پہننے میں کوئی حرج نہیں ہے (۲)۔

= تحت قوله (كل معمول) المراد المنع عن لبس المخيط، وفي البحر عن مناسك ابن أمير حاج الحلبي أن ضابطه لبس كل شيء معمول على قدر البدن أو بعضه بحيث يحيط به بخياطة أو تلزيق بعضه ببعض أو غيرهما، ويستمسك عليه بنفس لبس مثله.

(الدر المختار مع رد المحتار: ۳/۴۹۹، فقہی ضوابط: ۱/۱۳۱)

(۱) ولا خفين إلا أن لا يجد نعلين فيقطعهما من أسفل الكعبين. (المختصر القدوري: ص ۵۷)

و لبس الخفين والجوربين إلا أن لا يجد نعلين فليقطعهما حتى يكونا أسفل من الكعبين كما في الصحيح.

(غنية الناسك: ص ۱۰۹، فصل محرمات الإحرام ومحظوراتہ)

(۲) و لبس كل شيء في رجله لا يغطي الكعب الذي في وسط القدم سر موزة كان أو مداسا.

(غنية الناسك: ص ۱۱۸، البحر الرائق: ۲/۵۶۷، کتاب المسائل: ۳/۱۳۸، فتاویٰ فاسمیہ: ۱۲/۲۰۶)



## طريقة الانطباق

مردوں کے لیے من جملہ ممنوعات احرام میں سے یہ بھی ہے کہ پیروں میں ایسی چیزیں پہنی جائے جو وسطِ قدم کی ابھری ہوئی ہڈی اور ٹخنے کو چھپا دے۔ اس سے معلوم ہوا کہ فی زمانہ ہذا جو جوتے بنائے جاتے ہیں اس میں عموماً وسطِ قدم کی ہڈی ڈھک جاتی ہے، اس لیے ایسے جوتے کا حالت احرام میں پہننا بھی ممنوع ہوگا (۱)، البتہ چپل میں یہ بات نہیں ہوتی ہے یعنی اس کو پہننے کی صورت میں نہ تو وسطِ قدم کی ہڈی چھپتی ہے اور نہ ہی ٹخنے ڈھکتے ہیں، اس لیے بحالت احرام ایسی چپلوں کا پہننا جائز ہوگا (۲)۔

رقم المسئلة (۲۷۸)

## احرام کی چادر (Sheet) کو لنگی کی طرح سینے کا حکم

احرام کے کپڑوں میں بہتر یہی ہے کہ وہ بالکل سلے ہوئے نہ ہوں، لیکن اگر کسی کو ستر کھلنے کا اندیشہ ہو تو چادر کے ایک کونے کو دوسرے سے ملا کر لنگی کی طرح سینے کی گنجائش ہے، البتہ بلا ضرورت سینا مکروہ ہے، اور اس پر کوئی جزا لازم نہیں ہوگی (۳)۔

(۱) ولبس كل شيء في رجله يوارى الكعب. (غنية الناسك: ص ۱۱۰، فصل في محرمات الإحرام)

(۲) ولبس كل شيء في رجله لا يغطي الكعب الذي في وسط القدم سرموزة كان أو مداسا.

(غنية الناسك: ص ۱۱۸)

(۳) والأفضل أن لا يكون فيه خياطة أصلاً، وإن زر أحدهما أو خلله بخلال أو ميلة أو عقده بأن ربط طرفه بطرفه الآخر أو شدّه على نفسه بحبل ونحوه أساء، ولا شيء عليه، وإنما أساء لشبهه حينئذ بالمخيط من جهة أنه لا يحتاج إلى حفظه.

(غنية الناسك: ص ۹۰، فتاوى رحيمية: ۷۵/۸، كتاب المسائل: ۱۷۶/۳)

## طريقة الإنطباق

مذکورہ مسئلہ کو مصنف کی عبارت ”ولا یلبس قمیصا“ پر منطبق کرنے کے لیے ایک قاعدہ فقہیہ کا سمجھنا ضروری ہے، ضرورتیں ممنوعات کو مباح کر دیتی ہیں (۱)، بحالت احرام ہر ایسا کپڑا پہننا ممنوع ہے جس کو انسان کے بدن کی ساخت و ہیئت پر سلا گیا ہو، اسی لیے احرام کی چادروں کو بھی لنگی کی طرح سلنا درست نہیں ہوگا، لیکن اگر کشفِ ستر کا اندیشہ ہو تو ستر پوشی کی ضرورت کے پیش نظر سینے کی گنجائش دی گئی؛ کیوں کہ قاعدہ ہے کہ امر ممنوع کو ضرورت مباح کر دیتی ہے؛ اسی لیے جہاں کشفِ ستر کا اندیشہ نہ ہو وہاں ضرورت کے نہ ہونے کی وجہ سے سینے کو مکروہ قرار دیا گیا، البتہ بلا ضرورت سینے کی وجہ سے صرف گناہ ہوگا دم لازم نہیں ہوگا (۲)؛ کیوں کہ سینا بحیثیت لباس نہیں ہے، محض سلعے ہوئے لباس کے مشابہ ہے (۳)۔

رقم المسئلة (۲۷۹)

سلے ہوئے بیگ (Bag) اور سلی ہوئی چادر (Sheet) کا

بحالت احرام استعمال کرنے کا حکم

اگر محرم شخص سوتے وقت پیروں اور ہاتھوں کو چادر سے ڈھانک لے یا سلا ہوا بیگ استعمال کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے (۴)۔

(۱) الضرورات تبیح المحظورات۔ (الأشباه والنظائر لابن نجيم: ص ۳۰۷)

(۲) إن زرع أحدهما ..... أو شدّه على نفسه بحبل ونحوه أساء ولا شيء عليه. (غنية الناسك: ص ۹۰)

(۳) وإنما أساء لشبهه بالمحيط من جهة أنه لا يحتاج إلى حفظه. (غنية الناسك: ص ۹۰)

(۴) ولو ارتدى بالقميص أو اتشح به أو اتزر به أو بالسر أو بلباس فلا بأس به، لأنه لم يلبسه لبس المحيط.

(غنية الناسك: ص ۱۰۸، کتاب المسائل: ۱۷۵/۳، جدید فقہی مسائل: ۱/۲۵۰)

### طريقة الانطباق

انطباق سے پہلے ایک فقہی ضابطہ کا سمجھنا ضروری ہے۔ جن اعضا کا ڈھانکنا ممنوع ہے، ان میں ہر وہ ڈھانکنا جائز ہے جو لوگوں کے نزدیک بحیثیت لباس کے ہو، اور جو ایسا نہ ہو وہ جائز ہے (۱)۔

مذکورہ ضابطہ کی روشنی میں انطباق واضح ہو گیا کہ نہ تو سلعے ہوئے بیگ کا استعمال بحیثیت لباس ہوتا ہے، اور نہ ہی سلی ہوئی چادر کے بدن پر اوڑھنے کو عرف میں لباس کی حیثیت حاصل ہے، اور ممنوع بحیثیت لباس اوڑھنا ہے جو یہاں مفقود ہے، اس لیے سلعے ہوئے بیگ اور سلی ہوئی چادر کا استعمال جائز ہوگا۔

### رقم المتن - ۱۴۰

وَلَا يُعْطَى رَأْسُهُ وَلَا وَجْهُهُ وَلَا يَمْسُ طَبِيبًا وَلَا يَحْلُقُ رَأْسَهُ وَلَا شَعْرَ بَدَنِهِ وَلَا يَقْصُصُ مِنْ لِحْيَتِهِ وَلَا مِنْ ظَفَرِهِ.

ترجمہ: اور اپنا سر اور چہرہ نہ چھپائے اور خوشبو نہ لگائے، اور نہ مونڈے اپنا سر، اور نہ اپنے بدن کے بال، اور نہ کاٹے اپنی داڑھی کے بال اور نہ اپنے ناخن تراشے۔

### توضیح المسئلة

حالت احرام میں مرد کے لیے سر چھپانا جائز نہیں، اسی طرح چہرہ کا چھپانا بھی جائز نہیں۔ امام قدوریؒ فرماتے ہیں حالت احرام میں خوشبو لگانا ممنوع ہے، مرد و عورت

(۱) لو حمل المحرم على رأسه شيئاً يلبسه الناس يكون لا بساً، وإن كان لا يلبسه الناس كالإحانة و نحوها فلا. (ردالمحتار: ۳/۴۹۸، فقہی ضوابط: ۱/۱۳۲)

دونوں کا حکم یکساں ہے، اور ایسے ہی محرم اپنے سر اور بدن کے بال بھی نہ مونڈے اور اپنی داڑھی بھی نہ کترے اور نہ ہی ناخن تراشے۔

**نوٹ:** عورت کے لیے وہی پابندیاں ہیں جو مردوں کے لیے ہیں، البتہ عورت سلا ہوا کپڑا پہن سکتی ہے، اسی طرح حسب دستور سر ڈھانپ سکتی ہے لیکن چہرے کو اس طرح رکھے کہ اس پر کپڑا نہ لگنے پائے (۱)۔

### تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (۲۸۰)

(ولا يغطي رأسه)

### احرام کی حالت میں ٹوپی (Cap) پہننا

احرام کی حالت میں مردوں کے لیے ٹوپی پہننا تا کہ دھوپ سے حفاظت ہو جائے شرعاً ممنوع ہے (۲)، اگر ایک دن مکمل ٹوپی لگائے رہا تو دم واجب ہوگا، ورنہ صدقہ واجب ہوگا (۳)۔

(۱) هي فيه كالرجل غير أنها لا تكشف رأسها وتكشف وجهها، والمراد بكشف الوجه عدم مماسة شيء له وتلبس من المحيط ما بدا لها كالدرع والقميص والسر اويل والخفين والقفازين.

(غنية الناسك: ص ۱۲۰)

(۲) ولا يغطي رأسه. (المختصر القدوري: ص ۵۷)

ولنا قوله عليه السلام لا تخمروا وجهه ولا رأسه فإنه يبعث يوم القيامة ملبيا. (الهداية: ۱/ ۲۳۹)

(۳) أو لبس ثوبا محيطاً أو غطى رأسه يوم ما كاملاً فعليه دم، وإن كان أقل من ذلك فما زاد فعليه صدقة.

(المختصر القدوري: ص ۶۴)

## رقم المسئلة (٢٨١)

(ولا وجهه)

### احرام کی حالت میں عورتوں کا برقع (Curtain) پہننا

عورتوں کے لیے حالت احرام میں ایسا برقع پہننا جس میں چہرہ ڈھک جائے جائز نہیں ہے (۱)؛ لیکن اگر برقع ایسا ہو جس میں چہرہ کھلا رہتا ہو تو شرعاً اس کی اجازت ہوگی (۲)۔

## رقم المسئلة (٢٨٢)

### احرام کی حالت میں ماسک (Mask) پہننے کا حکم

حالت احرام میں محرم کے لیے چہرے پر ماسک وغیرہ پہننا درست نہیں ہے (۳)؛ لیکن اگر کوئی شخص اس کے باوجود پہن لے تو اگر ایک دن یا ایک رات مکمل ماسک پہنا رہا، تو اس پر دم یعنی ایک بکری کا ذبح کرنا لازم ہوگا، اور اگر ایک دن یا ایک رات سے کم پہنا رہے تو نصف صاع، یعنی ایک کلو پانچ سو توڑے گرام گیہوں کا صدقہ کرنا واجب ہوگا (۴)۔

(۱) ولا یغطي رأسه ولا وجهه. (المختصر القدوري: ص ۵۷)

وتغطية الرأس والوجه كله أو بعضه. (غنية الناسك: ص ۱۱۱، فصل في محرمات الإحرام ومحظوراته)

(۲) وتلبس من المخيط ما بدالها كالدرع والقميص والقفازين. (غنية الناسك: ص ۱۲۰)

(۳) ولا وجهه. (المختصر القدوري: ص ۵۷)

(۴) الجنایة هي على قسمين، جنایة على الإحرام، و جنایة على الحرم ..... و جنایة المحرم على أقسام،

منها ما یوجب دماً، ومنها ما یوجب صدقة هي نصف صاع من بر، ومنها ما یوجب دون ذلك ومنها ما

یوجب القيمة وهي جزاء الصيد ..... فالتی توجب دماً هي ما لو طیب محرم بالغ عضواً، أو خضب رأسه

بحناء، أو ادهن بزيت ونحوه، أو لبس مخیطاً، أو ستر رأسه یوماً كاملاً ..... والتي توجب الصدقة =

## طريقة الإنطباق

حالتِ احرام میں مردوں کے لیے سر کا ڈھانکنا (۱)، اور مردوں اور عورتوں کے لیے چہرے کا ڈھانکنا شرعاً ممنوع ہے (۲)، اور مذکورہ بالا مسائلِ ثلاثہ میں سے ہر ایک صورت میں یہ امر ممنوع کا وجود ہو رہا ہے، اس لیے حالتِ احرام میں ٹوپی، برقع، ماسک کا پہننا شرعاً جائز نہیں ہوگا۔

رقم المسئلة (۲۸۳)

(ولا یمس طیباً)

حالتِ احرام میں بالوں میں شیمپو (Shampoo) لگانے کا حکم  
بالوں کی صفائی کا شیمپو عموماً خوشبودار ہوتا ہے، لہذا اگر کوئی محرم اس طرح کا شیمپو  
لگا کر سر کے بال دھوئے، تو اس پر دم واجب ہوگا (۳)، اور اگر وہ شیمپو خوشبودار نہیں ہے تو پھر

= بنصف صاع من بر أو قيمته هي ما لو طيب أقل من عضو أو لبس محيطاً أو غطى رأسه أقل من يوم.

(حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح: ص ۷۴۱، ۷۴۲، باب الجنائيات، الدر المختار مع الشامية:

۴/۴۳۹، مطلب فيما يحرم بالاحرام، الباب في شرح الكتاب: ۱/ ۸۱، المسائل المهمة: ۳/ ۱۹۸)

(۱) ولا يغطي رأسه. (المختصر القدوري: ص ۵۷)

(۲) ولا وجهه. (المختصر القدوري: ص ۵۷)

هي فيه كالرجل غير أنها لا تكشف رأسها. (غنية الناسك: ص ۱۰۹)

(۳) ولا یمس طیباً..... فإن تطيب عضواً كاملاً فما زاد فعليه دم. (المختصر القدوري: ۵۷، ۶۴)

و أما المطيب منهما وهو ما أبقي فيه الأنوار كدهن البنفسج، والياسمين، والورد، والبان، والخيري، وما أشبه ذلك، فإذا دهن به عضواً كبيراً كاملاً فعليه دم بالإجماع.

(غنية الناسك: ص ۳۲۰، مطلب في لادهان، إرشاد الساري إلى مناسك الملا علي القاري: ص ۴۴۱،

بدائع الصنائع: ۳/ ۲۱۸، المسائل المهمة: ۹/ ۱۵۴)

دم لازم نہیں ہوگا (۱)۔

رقم المسئلة (۲۸۴)

حالتِ احرام میں ویسلین (Vaslin) یا کریم (Cream) کا استعمال اگر محرم بحالتِ احرام خشکی دور کرنے کے لیے ویسلین یا کوئی کریم کا استعمال کرے، جس میں خوشبو نہ ہو تو اس سے کوئی جزا یعنی دم یا صدقہ لازم نہیں ہوگا، اور اگر خوشبو والی ویسلین یا کریم کا استعمال کیا تو جزا یعنی دم یا صدقہ واجب ہوگا، یعنی اگر کامل عضو، مثلاً سر، چہرہ، پنڈلی وغیرہ پر لگایا تو دم واجب ہوگا، اور اگر کامل عضو کے بعض حصے پر یا کسی چھوٹے عضو پر، مثلاً ناک کان اور انگلی وغیرہ پر لگایا، تو اس پر صدقہ لازم ہوگا (۲)۔

رقم المسئلة (۲۸۵)

حلق یا قصر کے وقت بالوں میں کریم (Cream) لگانے کا حکم اگر محرم حلق یا قصر کے وقت بالوں کو نرم کرنے کے لیے کوئی ایسا کریم لگوائے، جس میں خوشبو غالب ہو تو اس کو پورے سر پر لگانے کی صورت میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ

(۱) إذا ارتفعت العلة ارتفع معلولها. (جمہرۃ القواعد الفقہیۃ: ۱۲۴۴/۳)

(۲) ولو ادهن بدهن فإن كان الدهن مطيباً كدهن البنفسج والورد، والزئبق، والبان، والخيري، و سائر

الأدهان، التي فيها الطيب، فعليه دم إذا بلغ عضواً كاملاً. (بدائع الصنائع: ۲۱۸/۳)

فإن طيب عضواً كبيراً كاملاً من أعضائه فما زاد كالرأس والوجه واللحية والقدم والساق والفخذ والعضد واليد والكف ونحو ذلك فعليه دم، وإن غسله من ساعته، وفي أقله ولو أكثره صدقة، كذا في المتون وفي حكم أقله العضو الصغير كالأنف والأذن والعين والإصبع والشارب.

کے نزدیک اس محرم پر دم واجب ہوگا (۱)۔

### طريقة الإنطباق

حالتِ احرام میں خوشبودار اشیاء کا بدن میں استعمال موجب جزا ہے، خواہ لگانے سے خوشبو کا قصد و ارادہ ہو یا نہ ہو، اور مذکورہ بالا مسائلِ ثلاثہ میں سے ہر ایک صورت میں خوشبو کا وجود ہے، اس لیے حالتِ احرام میں شیمپو، ویسلین، کریم وغیرہ کا استعمال جائز نہیں ہوگا اور کر لینے کی صورت میں جزا واجب ہوگی (۲)۔

رقم المسئلة (۲۸۶)

### پکے ہوئے کھانے میں ملی ہوئی خوشبو کا حکم

اگر محرم نے خوشبو کھانے میں ملا کر کھائی ہے، اس طور پر کہ خوشبو کھانے میں پکا دی گئی ہے، تو اس کے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے، چاہے اس سے پکنے کے بعد بھی خوشبو کیوں نہ آتی ہو (۳)۔

(۱) و لو غسل رأسه بالخطمي فعليه دم عند أبي حنيفة و قالا صدقة.

(غنية الناسك: ص ۳۲۱، مطلب في غسل يده أو رأسه بالطيب، الفتاوى التاتارخانية: ۵۹۲/۳،

فتح القدير: ۲۵/۳، باب الجنایات، المسائل المهمة: ۱۵۳/۹، کتاب المسائل: ۱۶۳/۳)

(۲) و لو مسّ طيباً فلزق به مقدار عضو كامل و حب الدم سواء قصد التطيب أو لم يقصد.

(الفتاوى الهندية: ۲۴۱/۱)

(۳) فلو جعله في الطعام وطبخه فلا بأس بأكله، لأنه خرج من حكم الطيب و صار طعاماً، وكذلك

كل ما غيرته النار من الطيب فلا بأس بأكله، ولو كان ريح الطيب يوجد منه. (غنية الناسك: ص ۳۱۷،

مطلب في أكل الطيب و شربه، الفتاوى الهندية: ۲۴۱/۱، کتاب المسائل: ۱۶۸/۳)



### طريقة الانطباق

مذکورہ بالا مسئلہ کو عبارت ”ولا یمس طیباً“ پر منطبق کرنے کے لیے ایک اصولی بات کا جاننا ضروری ہے، اگر کسی خالص خوشبودار شئی کو پکا لیا جائے تو وہ خوشبو کے حکم میں نہیں رہتی ہے، اسی لیے ہر خوشبودار شئی، مثلاً زعفران، زنجبیل (سونٹھ)، دارچینی وغیرہ اگر کھانے میں ملا کر پکا دیا جائے تو اس کے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہوگا، اگرچہ پکانے کے بعد خوشبو کیوں نہ آئے، کیوں کہ پکانے کے بعد اب وہ خوشبو کے حکم میں نہیں ہے، اور ممنوع خوشبو کا استعمال ہے جو یہاں نہیں ہے (۱)۔

رقم المسئلة (۲۸۷)

حالت احرام میں شربت، روح افزا وغیرہ پینے کا حکم  
اگر کسی محرم نے شربت، روح افزا، یا اور کوئی خوشبودار شربت پی لیا کہ اس کی خوشبو مہک رہی ہو، تو ایسے شربت کو پینے سے دم واجب ہوگا (۲)۔

(۱) فإن جعله في طعام فده طبع كالزعفران والأفوايه من الزنجبيل والدارصيني يجعل في الطعام فلا شيء عليه، فعن ابن عمر أنه كان يأكل السكباغ الأصفر وهو محرم، ..... وحاصله أنه إذا خلط الطيب بطعام مطبوخ، فالحكم للطعام لا للطيب فلا شيء عليه سواء كان الطيب غالباً أو مغلوباً.

( غنية الناسك: ص ۳۱۷، فتح القدير: ۲/۵، جدید فقہی مسائل: ۱/۲۴۶ )

(۲) ولو خلطه بمشروب وهو غالب فقیہ الدم.

( غنية الناسك ص ۳۱۸، مطلب في أكل الطيب وشربه،

در المختار ۳/۵۷۶، کتاب المسائل: ۳/۱۶۹ )

### طريقة الإنطباق

مذکورہ بالا مسئلہ کو عبارت ”لایمس طیباً“ پر منطبق کرنے کے لیے ایک اصولی بات کا جاننا ضروری ہے، اگر کوئی خوشبودار شیء کسی مشروب میں ڈالی گئی ہو، تو وہ گو مقدار و اجزاء کے اعتبار سے مغلوب ہو، پھر بھی بار بار پینے میں دم واجب ہوگا۔

ذکر کردہ اصول سے انطباق آسان ہو گیا کہ روح افزا کو مشروب پانی میں ملایا جاتا ہے اور مشروب میں ملائی ہوئی خوشبو میں مطلقاً جزا واجب ہوتی ہے، خواہ خوشبو مغلوب ہو یا غالب، البتہ اگر خوشبو غالب ہو (جیسے کہ مذکورہ بالا مسئلہ میں خوشبو کی مہک خوشبو کے غالب ہونے کی علامت ہے) تو ایک بار پی لینے سے دم واجب ہو جائے گا، اور اگر خوشبو مغلوب ہو تو بار بار پینے کی وجہ سے دم واجب ہوگا، اور ایک بار پینے سے صدقہ واجب ہوگا (۱)۔

رقم المسئلة (۲۸۸)

### احرام کی حالت میں خوشبودار پان (Betal Leaf) کھانے کا حکم

اگر کوئی شخص پان کھانے کا عادی ہو اور وہ حالت احرام میں پان کھالے، تو چوں کہ پان میں خوشبو مغلوب ہوتی ہے، اس لیے پان کھانے سے دم تو لازم نہیں ہوگا، البتہ کراہت سے خالی نہیں ہے، بہتر یہ ہے کہ احرام کی حالت میں پان میں خوشبودار چیز کا استعمال نہ کیا جائے (۲)۔

(۱) و إن خلطه بمشروب فالحكم فيه للطيب سواء غلب غيره أو لا غير أنه في غلبة الطيب يحجب الدم وفي غلبة الغير تجب الصدقة، إلا أن يشرب مراراً فيجب الدم.

(رد المحتار: ۵۷۶/۳، باب الحنایات، جدید فقہی مسائل: ۱/۲۴۷)

(۲) و إن خلطه بما يؤكل بلا طبع فإن كان مغلوباً فلا شيء عليه غير أنه إن وجدت معه الرائحة كره =

## طريقة الإنطباق

مذکورہ بالا مسئلہ کو عبارت ”لا یمس طیباً“ پر منطبق کرنے کے لیے ایک اصول کا سمجھنا ضروری ہے۔

اگر کسی خوشبودار شے کو کسی چیز کے ساتھ محض ملا کر بغیر پکائے کھایا جائے تو اس میں غلبہ کا اعتبار ہوگا، اگر خوشبودار شے غالب ہو تو دم واجب ہوگا، اور اگر خوشبودار شے مغلوب ہو؛ لیکن خوشبو موجود ہو تو کراہت کے ساتھ کھانا جائز ہوگا، اور اگر خوشبو ختم ہوگئی ہو تو بلا کراہت کھانا جائز ہوگا، اور پان میں؛ چوں کہ خوشبودار شے کی خوشبو عموماً مغلوب ہوتی ہے؛ البتہ معمولی خوشبو باقی رہتی ہے؛ اس لیے مذکورہ بالا اصول کی روشنی میں ایسے خوشبودار پان کا کھانا کراہت کے ساتھ جائز ہوگا، کیوں کہ خوشبو موجود تو ہے؛ لیکن مغلوب ہے، اور دم تو خوشبو کے غالب ہونے کی صورت میں لازم ہوتا ہے (۱)۔

= وإن كان غالباً وجب الجزاء. (الفتاویٰ الہندیۃ: ۱/ ۲۴۱، الباب الثامن فی الجنایات)  
وإن لم يطبخ بل خلطه بما يؤكل بلا طبخ كالملح وغيره، فإن كانت رائحته موجودة كره، ولا شيء عليه إذا كان مغلوباً فإنه المستهلك.

(فتح القدیر: ۳/ ۲۵، فتاویٰ حقانیہ: ۴/ ۲۷۲، إمداد الفتاویٰ: ۲/ ۱۶۲)

(۱) قال الشامي أعلم إن خلط الطيب بغيره على وجه، لأنه إما أن يخلط بطعام مطبوخ أو لا ..... وفي الثاني الحكم للغلبة إن غلب الطيب وجب الدم وإن لم يظهر رائحته كما في الفتح والإفلا شيء عليه غير أنه إذا وجدت معه الرائحة كره.

(رد المحتار: ۳/ ۵۷۶، كتاب الحج، باب الجنایات، جدید فقہی مسائل: ۱/ ۲۴۶)

رقم المسئلة (٢٨٩)

احرام کی حالت میں وِکس (vicks) استعمال کرنے کا حکم  
محرم شخص کے لیے وِکس کا استعمال کرنا صحیح نہیں ہے، اگر محرم نے استعمال کر لیا تو  
کفارہ لازم ہوگا، اس کی تفصیل یہ ہے کہ اگر محرم نے ایک عضو یا اس کے بقدر استعمال کیا تو  
دم بھی واجب ہوگا، اور اگر ایک عضو سے کم استعمال کیا تو صدقہ لازم ہوگا (۱)۔

### طريقة الإنطباق

وِکس (Vicks) میں ۵۲ فیصد کافور ہوتا ہے، جو خوشبو کے غالب ہونے کی  
علامت ہے، اور جب خوشبودار شے کو کسی چیز کے ساتھ ملا دیا جائے تو وہاں غلبہ کا اعتبار ہوتا  
ہے، اور کافور کا ۵۲ فیصد ہونا خوشبو کے غالب ہونے کو بتلاتا ہے، اسی لیے وِکس کا حکم  
خوشبو کا ہی ہوگا اور اس کو لگانے کی اجازت نہیں ہوگی (۲)۔

(۱) ولو تداوي بالطيب أي المحض الخالص أو بدواء فيه طيب أي غالب ولم يكن مطبوخاً فالتصدق  
أي الدواء على جراحته تصدق، أي إذا كان موضع الجراحة لم يستوعب عضواً أو أكثر، إلا أن يفعل  
ذلك مراراً فيلزمه دم، لأن كثرة الفعل قامت مقام كثرة الطيب.

(شرح لباب المناسك مع ارشاد الساري: ص ۳۵۳، فصل في التداوي بالطيب)  
فإذا استعمل الطيب فإن كان كثيراً فاحشاً ففيه الدم، وإن كان قليلاً ففيه الصدقة حتى تطيب به عضواً  
كاملاً يكون كثيراً يلزمه دم وفيما دونه صدقة.

(الفتاوى الهندية: ۱/ ۲۴۰، فتاوى دارالعلوم زکریا: ۴۴۹/۳)

(۲) اعلم أن خلط الطيب بغيره على وجوه لأنه إما أن يخلط بطعام مطبوخ أولاً، ففي الثاني الحكم  
لغلبه إن غلب الطيب وجب الدم. (ردالمحتار: ۳/ ۵۷۶، کتاب الحج، باب الحنایات)

رقم المسئلة (٢٩٠)

## حالت احرام میں صابن (Soap) کے استعمال کا حکم

احرام کی حالت میں بغیر خوشبو کے صابن کا استعمال کرنے سے کوئی جزا لازم نہیں ہوتی (۱)؛ البتہ اگر صابن خوشبودار ہے اور اس سے ایک یا دو بار سر یا ہاتھ دھویا، تو صرف صدقہ واجب ہوگا، اور اگر بار بار دھوئے تو دم واجب ہوگا (۲)۔

### طريقة الإنطباق

یہاں مسئلہ مذکورہ کو عبارت ”ولا یمس طیباً“ پر منطبق کرنے سے پہلے ایک اصولی بات ذہن نشین کر لینی چاہیے تاکہ انطباق بے غبار ہو جائے۔ وہ اشیاء جو خوشبو تو نہیں لیکن اس کے ذریعے خوشبو بنائی جاتی ہے جیسے زیتون وغیرہ تو ان میں نیت و قصد کا اعتبار ہوگا، اگر خوشبو کی غرض سے استعمال کیا ہے تو جزا لازم ہوگی، اور اگر محض غذا یا دوا یا کسی اور مقصد سے استعمال کیا ہے تو جزا لازم نہیں ہوگی (۳)۔

(۱) ولو غسل رأسه بالحرص والصابون والسنن ونحوه إلى مما لا رائحة فيه لا شيء عليه أي بالإجماع.  
(شرح لباب المناسك مع إرشاد الباري: ص ۳۲۳)  
(۲) ولو غسل رأسه أو يده بأشنان فيه الطيب فإن كان من رآه سماه أشنانا فعليه صدقة إلا أن يغسل مراراً فدم.  
(غنية الناسك: ص ۳۲۱، كتاب المسائل: ۱۶۲/۳، فتاوى دار العلوم زكريا: ۴۴۸/۳، المسائل المهمة: ۱۵۵/۹)  
(۳) ونوع ليس بطيب بنفسه لكنه أصل الطيب، يستعمل على وجه الطيب، ويستعمل على وجه الإدام كالزيت والشيرج فيعتبر فيه الاستعمال، فإن استعمل استعمال الإدهان في البدن يعطى له حكم الطيب، وإن استعمل في ما كحل أو شقاق رجل لا يعطى له حكم الطيب كالشحم.

(بدائع الصنائع: ۲۲۰/۳، فصل فيما يرجع إلى الطيب)

مذکورہ بات سے انطباق آسان ہو گیا کیوں کہ صابون کے ذریعہ ہاتھوں کی صفائی مقصود ہوتی ہے، خوشبو مقصود نہیں ہوتی، نیز اس کو دیکھنے والا طیب اور خوشبو نہیں سمجھتا؛ بل کہ صفائی کا ذریعہ سمجھتا ہے، اور اس میں خوشبو کے اجزاء قلیل اور صفائی کے اجزاء زیادہ ہوتے ہیں، اسی لیے صابون کے استعمال سے دم واجب نہیں ہوگا؛ البتہ صدقہ واجب ہوگا، کیوں کہ اس میں خوشبو موجود ہے، اور بار بار لگانے سے دم واجب ہوگا (۱)؛ کیوں کہ زیادہ لگانے سے خوشبو کی کثرت ہو جائے گی جو موجب دم ہے (۲)۔

رقم المسئلة (۲۹۱)

حالت احرام میں درد کا مرہم (Omni Gel) لگانے کا حکم  
اگر کسی محرم کو ہڈیوں یا نسون کا درد ابھر جائے، اور وہ درد کے لیے بنائے گئے مرہموں میں سے مثلاً اومنی جیل (Omni Gel) وغیرہ کا استعمال کرے تو شرعاً اس پر کچھ واجب نہیں ہوگا، اور اس کے لیے ایسے مرہم کا استعمال جائز ہوگا (۳)۔

(۱) و لو غسل رأسه أو يده بأشنان فيه الطيب فإن كان من رآه سماه أشناناً فعليه صدقة إلا أن يغسل مراراً قدم.

(۲) إلا أن يفعل ذلك مراراً قبلزمه دم لأن كثرة الفعل قامت مقام كثرة الطيب.

(شرح لباب المناسك: ص ۳۵۳، فصل في التداوي الطيب)

(۳) والظاهر أن هذه الحلوى غير مطبوخة أن طيبها غالب ليوافق ما تقدم، وإلا فالمطبوخ لا جزاء فيه كما تقدم.

(غنية الناسك: ص ۳۱۹، مطلب في أكل الطيب و شربه)  
وإن ادهن بشحم و سمن فلا شيء عليه، لانه ليس بطيب في نفسه، ولا أصل للطيب بدليل انه لا يطيب بالقاء الطيب فيه، ولا يصير طيباً بوجه.

(بدائع الصنائع: ۳/ ۲۲۰، فصل فيما يرجع إلى الطيب، كتاب المسائل: ۳/ ۱۷۱)

### طريقة الإنطباق

حالت احرام میں ایسی دوا لگانا ممنوع ہے جس میں خوشبو ہو، اور خوشبو غالب ہو، اور اس کو پکایا نہ گیا ہو (۱)۔

اور آج کی فارمسیس (Pharmaceutics) تحقیق سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ وہ سارے مرہم جنہیں بدنِ انسانی کے ظاہری حصہ پر لگایا جاتا ہے، اس میں اولاً کوئی خوشبو نہیں ڈالی جاتی۔ ثانیاً ایسے مرہموں کو پکا کر ہی بنایا جاتا ہے جیسا کہ مندرجہ ذیل عبارت سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

### Flavouring / Sweetening agents

Flavouring and sweetening agents are only included in pharmaceutical gels that are designed for administration into the oral cavity for example for the treatment of infection inflammation or ulceration choice of sweetener / flavouring agents is dependent on the required taste the type and concentration selected to make the taste of the drug substance officiently. (Pharmaceutics - 1/253)

چنانچہ جب تحقیق سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ بدنِ انسانی کے ظاہر پر لگائے

(۱) و لو تدای بالطیب أو بدواء فيه طيب غالب و لم يكن مطبوخاً فالزرقه بجراحته يلزمه صدقة.

(غنية الناسك: ص ۳۱۹، مطلب في التدوي بالطيب)

جانے والے مرہموں میں نہ تو خوشبو ڈالی جاتی ہے، اور نہ ہی انہیں بغیر پکائے بنایا جاتا ہے، اور خوشبو نہ ہونے کی صورت میں ایسے مرہم لگانا جائز ہے (۱)؛ کیوں کہ امر ممنوع خوشبو ہے جو اس میں نہیں ہے، اور اگر مان لیا جائے کہ اس میں خوشبو ہے تو اسے پکا کر بنایا جاتا ہے، اور پکائی ہوئی چیز کو استعمال کرنا جائز ہے، گرچہ اس میں خوشبو کیوں نہ آتی ہو (۲)۔

رقم المسئلة (۲۹۲)

(ولا يحلق رأسه ولا شعر بدنه)

حالت احرام میں بال صفا کریم (Hair removal cream)

سے بال صاف کرنے کا حکم

اگر کوئی محرم بال صفا کریم یا پاؤڈر سے بال صاف کرے، یا چمچی سے اکھیڑ لے، یا دانت سے توڑ دے، تو ان سب صورتوں کا حکم مونڈنے کے ہی مانند ہے، پس جو جزا مونڈنے اور قینچی سے کتروانے کی صورت میں ہے وہی جزا یہاں بھی حسب تفصیل واجب ہوگی (۳)۔

(۱) وإن ادهن بشحم أو سمن فلا شيء عليه، لأنه ليس بطيب في نفسه والأصل للطيب بدليل أنه لا يطيب بإلقاء الطيب فيه، ولا يصير طيباً بوجه. (بدائع الصنائع: ۳/۲۲۰، فصل فيما يرجع إلى الطيب)  
(۲) وإلا فالمبطلوخ لا جزاء فيه. (غنية الناسك: ص ۱۳۹، مطلب في أكل الطيب وشربه)  
(۳) والشف والقص والإطلاء بالنورة والقلع بالأسنان والسقوط بالمس ونحو ذلك كالحلق.

(غنية الناسك: ص ۳۳۲، الفصل الرابع في الحلق وإزالة الشعر، الفتاوى الهندية: ۱/۲۴۴،

البحر الرائق: ۲/۶۰۶، باب الإحرام، كتاب المسائل: ۳/۱۸۴)



### طريقة الانطباق

مذکورہ بالا مسئلہ کو عبارت ”لا یحلق رأسه“ پر منطبق کرنے کے لیے حلق کی ممانعت کی وجہ کا معلوم ہونا ضروری ہے، اور وہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”الحاج الشعث التفل“ یعنی حاجی پر اگندہ، غبار آلود بالوں والا ہے، اور حلق کرنے کی وجہ سے یہ پراگندگی ختم ہو جاتی ہے، اس لیے محرم کے لیے بدن کے بالوں کو مونڈنے کی اجازت نہیں ہے (۱)، اب انطباق بے غبار اور واضح ہو گیا اور وہ اس طرح کہ جیسے حلق اور مونڈنے سے پراگندگی کے ختم ہونے کی وجہ سے بالوں کا مونڈنا ممنوع ہے، ایسے ہی اگر کریم یا پاؤڈر لگا کر بالوں کو صاف کیا جائے تب بھی پراگندگی اور آلودگی دور ہو جاتی ہے، اس لیے کریم یا پاؤڈر سے بالوں کو صاف کرنے کی صورت میں دم واجب ہوگا (۲)۔

رقم المسئلة (۲۹۳)

حالت احرام میں بیماری کی وجہ سے بال ٹوٹنے کی صورت میں حکم اگر کسی شخص کو بال جھڑنے کا مرض ہو، تو حالت احرام میں ایسے شخص کے بدن سے اگر بال ٹوٹ جائیں تو اس پر کوئی جزاء لازم نہیں ہوگی (۳)۔

(۱) لقوله عليه السلام الحاج الشعث التفل ..... ولا يحلق رأسه ولا شعر بدنه ..... ولأن فيه إزالة الشعث

وقضاء التفث. (الهداية: ۲۳۹/۱، باب الإحرام)

(۲) المحکم بدور ما دامت علته. (موسوعة القواعد الفقهية: ۵۸/۳)

(۳) فلو أزاله بالنورة أو تنفح لحيته أو احترق شعره بخبزه أو مسه بيده و سقط فهو كاللحلق بخلاف ما

إذا تنثر بالمرض أو النار. (رد المحتار: ۵۷۹/۳، باب الجنایات)

بخلاف ما إذا تنثر شعره بالمرض أو النار فلا شيء عليه.

(غنية الناسك: ص ۳۳۲، الفصل الرابع في الحلق، كتاب النوازل: ۳۷۸/۷)

### طريقه الانطباق

حلق یعنی بالوں کو مونڈنا حالت اختیار میں ممنوع ہے، اور بیماری کی وجہ سے بالوں کا خود بخود گرنا یہ بندے کے اختیار سے نہیں ہے (۱)، نیز حلق کے ممنوع ہونے کی وجہ زینت ہے کہ حلق سے انسان زینت اختیار کرنے والا شمار ہوتا ہے اور بیماری کی وجہ سے بالوں کا گرنا عیب ہے جو زینت کی ضد ہے (۲)؛ اسی لیے بیماری کی وجہ سے بال کے ٹوٹنے پر کوئی جزا واجب نہیں ہوگی؛ کیوں کہ جس علت (زینت) کی وجہ سے دم واجب ہوتا ہے وہ یہاں موجود نہیں ہے (۳)۔

## ﴿ خوشبودار لباس (Foragrant dress) کا حکم ﴾

### رقم المتن - ۱۲۱

وَلَا يَلْبَسُ ثَوْبًا مَصْبُوغًا بِوَرَسٍ وَلَا بِزَعْفَرَانٍ وَلَا بِعُصْفُرٍ إِلَّا أَنْ يَكُونَ غَسِيلاً وَلَا يَنْفُضُ الصَّبْغُ.

ترجمہ: اور نہ پہنے ورس زعفران اور قسم سے رنگا ہوا کپڑا، مگر یہ کہ دھلا ہوا ہو اور رنگ نہ چھڑتا ہو۔

(۱) ولو تنثر شعره بالمرض فلا شيء عليه فإنه ليس باختياره وكسبه.

(شرح لباب المناسك ملا علي قاري: ص ۳۶۴)

(۲) بخلاف ما إذا تنثر شعره بالمرض أو النار فلا شيء عليه لأنه ليس للزينة وإنما هوشين.

(البحر الرائق: ۳/ ۱۵، باب الجنایات)

(جمهرة القواعد الفقهية: ۳/ ۱۲۴۴)

(۳) إذا ارتفعت العلة ارتفع معلولها.

### توضیح المسئلة

محرم کے لیے ایسا کپڑا استعمال کرنا جائز نہیں ہے جسے کسی خوشبودار شے سے رنگ دیا گیا ہو، مثلاً زعفران، ورس، کسم وغیرہ، اگر مکمل ایک دن پہنا رہا تو دم واجب ہوگا، اور ایک دن سے کم پہننے کی صورت میں صدقہ واجب ہوگا (۱)، لیکن اگر خوشبودار شے سے رنگنے کے بعد ایسا صاف کر دیا کہ خوشبو نہ آئے تو اب اس کا محرم کے لیے پہننا بلا کراہت جائز اور درست ہے۔

### تفریع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (۲۹۴)

عود وغیرہ کی دھونی دیئے ہوئے کپڑے

(Fumigated garments) کا استعمال

اگر کسی محرم نے کپڑے میں عود کی دھونی دی، اور اس میں صرف عود کی خوشبو آ رہی ہو، عود کا کوئی جز کپڑے پر لگا ہوا نہ ہو، تو ایسے کپڑے کو پہننے کی وجہ سے کوئی جزاء واجب نہیں ہوگی، البتہ یہ عمل مکروہ ہوگا (۲)۔

(۱) ولو لبس مصبوغا بعصفر أو ورس، أو زعفران مشبعاً يوماً فعليه دم وفي أقله صدقة.

(غنية الناسك: ص ۳۱۶، مطلب في تطيب الثوب)

(۲) ولو أجمرت ثيابه قبل الإحرام ولبسها ثم أحرام لا شيء عليه، وإن كان يكره التطيب في الثوب اتفاقاً.

(غنية الناسك: ص ۳۱۷، مطلب في تطيب الثوب)

(الفتاوى الهندية: ۱/۲۴۱، كتاب المسائل: ۱۶۷/۳)

وإن لم يعلق به شيء فلا شيء عليه.

رقم المسئلة (٢٩٥)

خوشبودار رنگ میں رنگے ہوئے تکیہ (Pillow) کا استعمال

محرم کے لیے ایسا تکیہ استعمال کرنا مکروہ ہے جس کو کسی خوشبودار شے میں رنگ دیا گیا ہو، لیکن اس کے استعمال سے جزاء لازم نہیں ہوگی (۱)۔

رقم المسئلة (٢٩٦)

خوشبودار فرش (Smelly carpet) پر لیٹنے بیٹھنے کا حکم

محرم کا خوشبودار شے مثلاً زعفران، کُسم وغیرہ میں رنگے ہوئے قالین چادر وغیرہ استعمال کرنا مکروہ ہے، مگر اس کی وجہ سے جزاء لازم نہیں ہوگی (۲)۔

### طريقة الإنطباق

انطباق سے پہلے ایک بات کا سمجھنا ضروری ہے، اور وہ یہ ہے کہ حالت احرام میں محرم شخص کا خوشبو کا لگانا ممنوع ہے، محض سونگنا ممنوع نہیں ہے، خوشبو لگانے سے مراد کسی جسم والے خوشبودار شے کو جسم یا کپڑے پر پوت دینا ہے (۳)۔

(۱) لو شم الطيب لا يلزمه شيء وإن كان مكروها كما لو تو سد ثوبا مصبوغا بالزعفران.

(غنية الناسك: ص ۳۱۷، مطلب في تطيب الثوب، كتاب المسائل: ۱۶۷/۳)

(۲) لا ينبغي للمحرم أن يتوسد ثوبا مصبوغا بالزعفران ولا الورس، ولا ينام عليه لأنه يصير مستعملا للطيب، فكان كاللبس لو شم الطيب لا يلزمه شيء وإن كان مكروها.

(غنية الناسك: ص ۳۱۷، باب الحنایات، كتاب المسائل: ۱۶۷/۳)

(۳) وأما التطيب فهو إصاف الطيب ببدنه أو ثوبه أو فراشه ..... والمراد بالإصاف المصوف.

(غنية الناسك: ص ۳۱۳، الفصل الأول في الطيب) =

اب انطباق آسان ہو گیا، وہ اس طرح کے مذکورہ بالا مسائل ثلاثہ میں سے ہر ایک میں محض شَم طیب (خوشبو سونگھنا) کا معنی ہے، تطیب (خوشبو لگانا) کا معنی نہیں ہے کہ جزا واجب ہو، وہ اس طرح کہ عود کی دھونی دینے میں پوتے کے معنی نہیں پائے گئے، محض دھوئیں کا اتصال کپڑے سے ہوا ہے جس پر تطیب کی تعریف صادق نہیں آتی؛ اسی طرح خوشبودار رنگ میں رنگے ہوئے تکئے، کہ محرم اس کو ایک سبب خارجی کے طور پر استعمال کرتا ہے جس میں وہ اس تکیے سے محض شَم طیب کا ہی فائدہ اٹھاتا ہے، اسی طرح خوشبودار فرش پر بیٹھنا اس میں بھی محرم کا خوشبودار فرش کا استعمال کرنا ایک خارجی سبب کے طور ہے، جس میں محض شَم طیب کے معنی ہے، تطیب کا نہیں، اسی لیے ان تینوں صورتوں میں محرم پر جزا (دَم) لازم نہیں ہوگی، البتہ ان میں استفادہ طیب (خوشبو سے فائدہ اٹھانے) کا معنی موجود ہے، اسی وجہ سے یہ عمل مکروہ ہوگا (۱)۔

= قال ابن الهمام تحت قوله (وإذا تطيب) يفيد مفهوم شرطه أنه إذا شتم الطيب لا كفارة عليه إذ ليس تطيباً.

(فتح القدير: ۲۲/۳، باب الجنایات)

قال الشامي تحت قوله (إن طيب) والطيب جسم له رائحة مستلذه كالزعفران والبنفسج والياسمين ونحو ذلك، وعلم من مفهوم شرطه أنه لو شتم طيباً أو ثماراً طيبة لا كفارة عليه وإن كره.

(رد المحتار: ۵۷۳/۳، باب الجنایات)

(۱) فلا يجب بشم الطيب والقواكة الطيبة قصداً وإن كان مكروها لعدم الإلصاق.

(غنية الناسك: ص ۳۱۳، مطلب في تطيب الثوب)

## ﴿مباحات احرام کا بیان﴾

## رقم المتن - ۱۲۲

وَلَا بَأْسَ بِأَنْ يَغْتَسِلَ وَ يَدْخُلَ الْحَمَّامَ وَ يَسْتَظِلَّ بِالْبَيْتِ وَ الْمَحْمِلِ  
وَيَشُدَّ فِي وَسْطِ الْهِمَيَانِ.

ترجمہ: اور کوئی حرج نہیں ہے غسل کرنے اور حمام میں داخل ہونے میں اور سایہ حاصل کرنے میں کسی گھریا کجاوہ کا، اور اپنے کمر سے ہمیان (وہ پیٹی جو بوٹے یا تھیلی کا کام دے) باندھ سکتا ہے۔

## توضیح المسئلة

مذکورہ بالا عبارت میں امام قدوری نے مباحات احرام کا بیان کیا ہے، حضرات حنفیہ کے نزدیک حالت احرام میں غسل کرنا، اور گرم پانی سے غسل کرنے کے لیے حمام میں داخل ہونا، اور کسی چیز کا اس طرح سایہ حاصل کرنا کہ وہ شی بدن سے جدا ہو: مثلاً کسی گھریا کجاوہ کا سایہ حاصل کرنا، اور کمر میں کوئی تھیلی یا پاکٹ باندھنا جائز و درست ہے۔

## تفریع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (۲۹۷)

حالت احرام میں کمر پر بوٹہ (Wallet) باندھنے کا حکم

محرم شخص کے لیے روپے پیسے کی حفاظت کے لیے کمر پر پرس وغیرہ باندھنا

بلا کراہت جائز و درست ہے (۱)۔

### طريقة الإنطباق

حالتِ احرام میں ایسا سلاہوا کپڑا پہننا ممنوع ہے جو بدن کی ساخت اور ہیئت پر سلا گیا ہو (۲)، اور کمر میں پرس وغیرہ باندھنا "لبس مخیط" (سلے ہوئے کپڑے) کے معنی میں نہیں ہے، کیوں کہ وہ بدن کی ساخت و ہیئت پر نہیں سلا جاتا ہے، اس لیے محرم کا اپنی کمر پر پرس وغیرہ باندھنا جائز و درست ہوگا (۳)۔

رقم المسئلة (۲۹۸)

### احرام کی چادر کو کوپن (Coupon) سے منسلک کرنے کا حکم

احرام کا اوپری حصہ اکثر کندھوں سے نیچے گرتا رہتا ہے، اس لیے اگر کوئی محرم شخص اسٹیل کا کوپن (Coupon) لگا لے تاکہ چادر بار بار نہ گرے مناسب نہیں ہے؛ لیکن اگر لگا ہی لیا تو کوئی دم یا صدقہ واجب نہیں ہوگا (۴)۔

(۱) ولا بأس ..... بأن يشد في وسط الهميان. (المختصر القدوري: ص ۵۷)

وشد الهميان في وسطه سواء كانت النفقة له أو لغيره، وسواء كان فوق الإزار أو تحته، لأنه لم يقصد به حفظ الإزار. (غنية الناسك: ص ۱۱۶، فصل في مباحات الإحرام، كتاب المسائل: ۱۳۷/۳)

(۲) ولبس قميص و سراويل أي كل معمول على قدر بدن أو بعضه كذردية و برنس، قال الشامي تحت قوله (كل معمول) المراد المنع عن لبس المخيط. (الدر المختار مع رد المختار: ۴/۴۹۹)

(۳) ولا بأس أن يشد في وسطه الهميان ..... ولنا أنه ليس في معني لبس المخيط.

(الهداية: ۱/۲۴۰، باب الإحرام)

(۴) بخلاف الرداء فإنه إذا اتزر به لا ينبغي أن يعقده بحبل أو غيره ومع هذا لو فعل لا شيء عليه.

(البحر الرائق: ۳/۱۱، كتاب الحج، باب الجنائيات) =

## طريقة الإنطباق

حالت احرام میں سلا ہوا کپڑا پہننا ممنوع ہے اور ”لبس خیط“ (سے ہوئے کپڑے) کی حقیقت یہ ہے کہ وہ کپڑا بدن سے چپکا ہوا ہو اور بدن کا احاطہ کر لے (۱)، اور کوپن میں لبس خیط کا یہ معنی موجود نہیں ہے نہ تو وہ سلا ہوا ہوتا ہے، اور نہ ہی وہ بدن سے چپک کر بدن کا احاطہ کرتا ہے اس لیے کوپن لگانے سے کوئی جزا واجب نہیں ہوگی (۲)؛ البتہ کوپن کے لگانے میں ایک گونہ لبس خیط کے ساتھ مشابہت پائی جاتی ہے اس لیے یہ فعل مکروہ ہوگا۔

رقم المسئلة (۲۹۹)

حالت احرام میں چھتری (Umbrella) سے سایہ حاصل کرنے کا حکم  
اگر کوئی مُحرَّم شخص دھوپ کی شدت سے بچنے کے لیے چھتری (Umbrella) سے سایہ حاصل کرے تو یہ بلا کراہت جائز و درست ہے (۳)۔

= وأن يخلله بخلال أو يشده بحبل ونحوه.

(غنية الناسك: ص ۱۱۵، فصل في مكروهات الإحرام، كتاب الفتاوى: ۳۵/۴)

(۱) (أو لبس مخيطاً) قال ابن نجيم المصري وحقيقة لبس المخيط أن يحصل بواسطة الخياطة اشتمال علي البدن واستمساك. (البحر الرائق: ۱۱/۳، باب الجنایات)

(۲) بخلاف الرداء فإنه إذا أترز به لا ينبغي أن يعقده بحبل أو غيره، ومع هذا لو فعل لا شيء عليه، لأنه لم يلبسه لبس المخيط لعدم الاشتمال. (البحر الرائق: ۱۱/۳، باب الجنایات، كتاب الفتاوى: ۳۶/۴)

(۳) ولا بأس ..... بأن يستظل بالبيت والمحمل. (المختصر القدوري: ص ۵۷، كتاب الحج) ولا بأس بأن يستظل بالبيت والمحمل ولنا أن عثمان كان يضرب له فسطاط في إحرامه، ولأنه لا يمس بدنه فأشبه البيت. (الهداية: ۲۳۹/۱، باب الإحرام)



## طريقة الإنطباق

حالتِ احرام میں سر کو اس طرح سے ڈھانکنا منع ہے کہ جس شے سے ڈھانکا جا رہا ہے وہ شے بدن سے مس ہو جائے (۱)، اور اگر وہ شے بدن سے مس نہ ہو تو یہ استظلال (سایہ حاصل کرنا) ہے جو جائز و درست ہے (۲)، اور چھتری میں بھی استظلال کے ہی معنی ہیں اس لیے محرم کا چھتری سے سایہ حاصل کرنا جائز ہے۔

## ﴿طواف قدوم کا بیان﴾

## رقم المتن - ۱۴۳

فَإِذَا عَايَنَ الْبَيْتَ كَبَّرَ وَهَلَّلَ ثُمَّ ابْتَدَأَ بِالْحَجَرِ الْأَسْوَدِ فَاسْتَقْبَلَهُ وَكَبَّرَ وَهَلَّلَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ مَعَ التَّكْبِيرِ وَاسْتَلَمَهُ وَقَبَّلَهُ إِنْ اسْتَطَاعَ مِنْ غَيْرِ أَنْ يُؤْذِيَ مُسْلِمًا ثُمَّ أَخَذَ عَنْ يَمِينِهِ مَا يَلِي الْبَابَ وَقَدْ اضْطَبَعَ رِذَاءَهُ قَبْلَ ذَلِكَ فَيَطُوفُ بِالْبَيْتِ سَبْعَةَ أَشْوَاطٍ وَيَجْعَلُ طَوَافَهُ مِنْ وَرَاءِ الْحَطِيمِ وَيَرْمُلُ فِي الْأَشْوَاطِ الثَّلَاثِ الْأُولِ وَيَمْشِي فِي مَا بَقِيَ عَلَى هَيْئَتِهِ.

ترجمہ: پھر جب بیت اللہ کو دیکھے تو تکبیر و تہلیل کہے، پھر حجرِ اسود سے شروع کرے پہلے اس

(۱) قال ابن الهمام تحت قوله (إن كان لا يصيب رأسه ولا وجهه) لأن التعظية بالمساسة.

(فتح القدیر: ۲/ ۴۵۳، کتاب الحج)

(۲) ولو دخل تحت أستار الكعبة حتي غطته، إن كان لا يصيب رأسه ولا وجهه فلا بأس به لأنه استظلال.

(الهداية: ۱/ ۲۴۰، باب الإحرام)

کا استقبال کرے اور تکبیر و تہلیل کہے، اور دونوں ہاتھ اٹھائے تکبیر کے ساتھ اور حجرِ اسود کا استلام کرے اور چومے اگر ہو سکے کسی مسلمان کو تکلیف دیئے بغیر، پھر شروع کرے اپنی دہنی طرف سے جہاں سے بیت اللہ کا دروازہ ہے حال یہ ہے کہ اپنی چادر کا اضطباع کر چکا ہے، پھر بیت اللہ کو چاروں طرف سے سات چکر لگائے اور طوافِ حطیم کے ماوراء سے کرے، اور پہلے تین چکروں میں اکڑتا ہوا چلے، اور باقی چکروں میں اپنی ہیئت پر چلے۔

### توضیح المسئلة

مذکورہ بالا عبارت میں امامِ قدوریؒ نے طوافِ قدوم کا ذکر کیا ہے، لغت میں طواف کے معنی گھومنے اور چکر لگانے کے آتے ہیں اور شریعت کی اصطلاح میں طواف کا اطلاق بنیتِ طواف بیت اللہ کے کم از کم چار چکر سے لے کر سات چکر لگانے پر ہوتا ہے (۱)، حج میں اس کے علاوہ دو طواف اور ہوتے ہیں جن کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

(الف) طوافِ قدوم: آفاقی مفرد بالبحج اور قارن کے لیے طوافِ قدوم مسنون ہے، مفرد بالبحج مکہ معظمہ آتے ہی پہلے طوافِ قدوم کرے گا، اور قارن شخص عمرہ کا طواف وسعی کرنے کے بعد کرے گا، اور اس طواف کا وقت مکہ معظمہ میں داخلہ سے لیکر وقوفِ عرفہ تک رہتا ہے، اس کے بعد ختم ہو جاتا ہے (۲)۔

(۱) الطواف هو الدوران حول الكعبة أربعة أشواط أو أكثر إلى تمام السبعة كيف ما حصل.

(غنية الناسك: ص ۱۳۹، في ماهية الطواف)

(۲) هو سنة للأفاقي المفرد بالبحج والقارن ..... وأول وقت أدائه حين دخول مكة وأخره وقوفه بعرفة

(غنية الناسك: ص ۱۳۸، فصل في أحكام طواف القدوم)

فإذا وقف فقد فات وقته.

(ب) طوافِ زیارت: یہ طواف ہر حاجی پر فرض ہے، جسے وقوفِ عرفہ کے بعد ادا کیا جانا ضروری ہے، اور اس طواف کے بغیر ازدواجی تعلقات حلال ہونے کی کوئی شکل نہیں ہے (۱)۔

(ج) طوافِ صدر: اسے طوافِ وداع بھی کہتے ہیں، حج کے تمام ارکان و مناسک کی ادائیگی کے بعد اس طواف کا کرنا واجب ہے، اور بہتر ہے کہ واپسی کے وقت اسے ادا کیا جائے، اور یہ طواف حیض و نفاس والی عورتوں سے ساقط ہے، نیز اہل مکہ اور اہل حل پر بھی طوافِ صدر نہیں ہے (۲)۔

### تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (٣٠٠)

#### ہیلی کاپٹر (Helicopter) میں بیٹھ کر طواف کرنا

اگر کوئی حاجی ہیلی کاپٹر میں بیٹھ کر طواف کرے تو اگر ہیلی کاپٹر مسجد حرام کی حدود میں داخل ہو کر چکر لگائے تو اس پر سوار ہو کر طواف صحیح ہو جائے گا (۳)؛ البتہ عذر کے بغیر ایسا

(۱) والحج فرضه ثلاثة، الإحرام، والوقوف بعرفة، وطواف الزيارة، وهما ركنان. (الدر المختار: ۴۶۹/۳۱)  
(۲) طواف الصدر هو واجب على كل حاج آفاقي مفرد أو قارن أو متمتع بشرط كونه مدركا مكلفا غير معذور فلا يجب علي معتمر ..... والمحائض والنفساء. (غنية الناسك: ص ۲۴۶، باب طواف الصدر)  
(۳) مكانه حول البيت لافيه داخل المسجد أي سواء كان قريبا من البيت أو بعيدا عنه بعد أن يكون في المسجد، و يجوز أي الطواف في المسجد أي في جميع أجزائه و لو من وراء السور أي الأسطوانات و زمزم و كذا المقامات، ولو طاف على سطح المسجد و لو مرتفعا عن البيت أي من جدرانه لأنه كما صرح به صاحب الغاية جاز لأن حقيقة البيت هو الفضاء الشامل لما فوق البناء من الهواء.

(شرح لباب المناسك مع إرشاد الساري: ص ۱۶۵، باب أنواع الأطوبة وأحكامها، فصل في مكان الطواف)

کرنے سے دم واجب ہوگا (۱)، اور اگر ہیلی کا پٹر مسجد حرام کے حدود سے باہر رہے تو اس پر سوار ہو کر طواف کرنے سے طواف صحیح نہیں ہوگا، اتر کر دوبارہ مسجد کی حدود میں آ کر طواف کرنا لازم ہوگا (۲)۔

### طريقة الإنطباق

طواف کے معنی شریعت میں بیت طواف بیت اللہ کے ارد گرد گھومنا ہے (۳)، اور واضح رہے کہ تحت الثریٰ (زمین) سے لے کر آسمان تک بیت اللہ ہے، پس خانہ کعبہ کی عمارت سے بلند ہو کر اس کے چاروں طرف گھومنے سے طواف ادا ہو جائے گا؛ اسی طرح اگر کوئی شخص عذر شرعی کی وجہ سے ہیلی کا پٹر میں بیٹھ کر بیت اللہ کے حد میں داخل ہو کر بیت اللہ کا چکر لگائے تو اس کا طواف صحیح ہو جائے گا، کیوں کہ جیسے بیت اللہ زمین پر ہے اور زمین پر طواف کرنے سے طواف درست ہو جاتا ہے، ایسے ہی بیت اللہ عنانِ سماء تک ہے، اس لیے اگر

(۱) المشي فيه للقادر فلو طاف للزيارة أو العمرة راكباً أو محمولا أو زحفاً بلا عذر فعليه الإعادة أو الدم وإن كان بعذر لا شيء عليه. (غنية الناسك: ص ۱۴۷، فضل في واجبات الطواف)

(۲) وأما مكان الطواف، فمكانه حول البيت لقوله تعالى "وليطوفوا بالبيت العتيق" والطواف بالبيت هو الطواف حوله، فيجوز الطواف في المسجد الحرام ..... حتى لو طاف حول المسجد وبينه وبين البيت حيطان المسجد لم يجز، لأن حيطان المسجد حاجزة فلم يطف بالبيت لعدم الطواف حوله، بل طاف بالمسجد لو جرد الطواف حوله لا حول البيت، ولأنه لو جاز الطواف حول المسجد مع حيولة حيطان المسجد لحاز حول مكة والحرم وذا لا يجوز كذا هذا.

(بدائع الصنائع ۳/ ۷۶، کتاب الحج فصل مكان الطواف، حج کے مسائل کا انسائیکلو پیڈیا: ۴/ ۳۲۷)

(۳) الطواف هو الدوران حول الكعبة أربعة أشواط أو أكثر إلى تمام السبعة كيف ما حصل.

کوئی شخص ہوا میں ہی بیت اللہ کے حد کے اندر طواف کرے تو اس کا طواف صحیح ہو جائے گا (۱)۔

رقم المسئلة (۳۰۱)

## وہیل چیئر (Wheel chair) پر طواف کا حکم

تندرست آدمی کے لیے پیدل چل کر طواف کرنا واجب ہے (۲)، اگر تندرست آدمی نے عذر کے بغیر سوار ہو کر، یا وہیل چیئر پر بیٹھ کر طواف زیارت یا عمرہ کا طواف کر لیا تو مکہ مکرمہ میں رہتے ہوئے اس طواف کو دوبارہ کرنا واجب ہوگا، اور اگر طواف دوبارہ کئے بغیر گھر واپس آ گیا، تو حرم کے حدود میں ایک دم دینا لازم ہوگا (۳)، لیکن اگر کوئی معذور شخص وہیل چیئر پر طواف کرے تو اس پر کچھ بھی لازم نہیں ہوگا (۴)۔

## طریقہ الانطباق

انطباق کے لیے ایک قاعدہ فقہیہ کا جاننا ضروری ہے تاکہ انطباق واضح ہو جائے

(۱) لأن الكعبة هي العرصة والهواء إلى عنان السماء عندنا. (الهداية: ۱/۱۸۵، باب الصلاة في الكعبة)

(۲) واجبات الطواف وهي سبعة ..... الخامس المشي فيه للقادر. (غنية الناسك: ص ۱۴۷)

(۳) أن يطوف ماشيا لا راكبا من عذر فلو طاف راكبا من غير عذر فعليه الإعادة مادام بمكة، وإن عاد إلى أهله يلزمه دم، لقوله تعالى "وليطوفوا بالبيت العتيق" والراكب ليس بطائف حقيقة فأوجب ذلك نقصا فيه، فوجب جبره بالدم. (الفقه الإسلامي وأدلته: ۳/۱۵۳، الباب الخامس، غنية الناسك: ص ۱۴۷، الفتاوى التاتارخانية: ۳/۶۰۴، كتاب الحج، الفصل السابع)

(۴) وإن كان بعذر لا شيء عليه. (غنية الناسك: ص ۱۴۷)

ولو طاف راكبا أو محمولا وسعى بين الصفا والمروة راكبا، أو محمولا إن كان ذلك من عذر يجوز، ولا يلزمه شيء.

(الفتاوى التاتارخانية: ۳/۶۰۳، كتاب الحج، الفصل السابع، حج کے مسائل کا انسائیکلو پیڈیا: ۴/۳۱۵)

تمام احکاماتِ شریعہ بندے کی طاقت و وسعت کے ساتھ متعلق ہوتے ہیں، یعنی اگر بندے کے بس میں ہو تو حکم شرعی کا انجام دینا بندے پر لازم ہو جاتا ہے، اور اگر بندے کے بس سے باہر ہو تو شریعت وہ حکم اس بندے سے ہٹا لیتی ہے؛ پس جو حاجی چل کر طواف پر قادر ہو اس کے لیے چل کر طواف کرنا لازم ہوگا، کیوں کہ یہ شخص چل کر طواف کرنے پر قادر ہے اسی لیے اگر بلا عذر تندرست شخص وہیل چیئر پر بیٹھ کر طواف کرے تو ترک واجب کی وجہ سے دم لازم ہو جاتا ہے؛ البتہ اگر کوئی حاجی چلنے پر قادر نہ ہو تو اس کے لیے وہیل چیئر پر بیٹھ کر طواف کرنا بلا کراہت و دم جائز ہوگا، کیوں کہ قدرت نہ ہونے کی وجہ سے شریعت حکم شرعی کو ہٹا لیتی ہے (۱)۔

رقم المسئلة (۳۰۲)

## طواف کے درمیان حیض (Menstruation)

### آنے کی صورت میں حکم

اگر کسی عورت کو طواف کرتے ہوئے حیض شروع ہو جائے تو فوراً طواف موقوف کر دے، اور پاک ہونے کے بعد اس کی قضا کرے (۲)۔

### طريقة الإنطباق

حالتِ حیض میں طواف اور دخول مسجد دونوں حرام ہیں، اسی وجہ سے اگر دورانِ

(۱) الطاعة بحسب الطاقة. (موسوعة الفوائد الفقهية: ۳۰۱/۶)

(۲) وحیضها لا يمنع نسكا إلا الطواف فهو حرام من وجهين دخولها المسجد وترك واجب الطهارة.

(غنية الناسك: ص ۱۲۰، باب إحرام المرأة، کتاب المسائل: ۴۰۳/۳)

طواف حیض آجائے تو عورت طواف موقوف کر کے پاکی کا انتظار کرے، اور پاک ہونے کے بعد طواف دوبارہ کرے (۱)۔

رقم المسئلة (۳۰۳)

## طواف زیارت سے پہلے عورت کو حیض یا نفاس آجائے

طواف زیارت سے قبل اگر کسی عورت کو حیض یا نفاس آجائے، اور اس کے طے شدہ پروگرام کے مطابق اس کی گنجائش نہ ہو کہ وہ حیض یا نفاس سے پاک ہو کر طواف زیارت کر سکے، تو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ ہر طرح اس کی کوشش کرے کہ اس کے سفر کی تاریخ آگے بڑھ سکے، تاکہ وہ پاک ہو کر طواف زیارت ادا کرنے کے بعد وہ اپنے گھر واپس جاسکے لیکن اگر ایسی ساری ہی کوششیں ناکام ہو جائیں اور پاک ہونے سے پہلے اس کا سفر ناگزیر ہو جائے تو ایسی حالت میں وہ طواف زیارت ادا کر سکتی ہے، یہ طواف زیارت شرعاً معتبر ہوگا، اور وہ پورے طور پر حلال ہو جائے گی، لیکن اس پر ایک بدنہ (بڑے جانور) کی قربانی بطور دم جنایت حد و حرم میں لازم ہوگی (۲)۔

(۱) وتحرم بالحیض و النفاس ثمانية أشياء ..... دخول مسجد و الطواف.

(نور الإيضاح: ص ۵۰، باب الحيض)

و لا تدخل المسجد و كذا الحنب لقوله عليه السلام فإني لا أحل المسجد لحائض ..... و لا تطوف بالبيت لأن الطواف في المسجد.

(۲) ولو طاف طواف الزيارة محدثاً فعليه شاة، لأنه أدخل النقص في الركن فكان أفحش من الأول فيحبر بالدم وإن كان جنباً فعليه بدنة، وكذا إذا طاف أكثره جنباً أو محدثاً، لأن أكثر الشيء له حكم كله.

(الهداية: ۱/ ۲۷۲، كتاب الحج، باب الجنایات) =

## طريقة الإنطباع

شریعت حرج اور عُسُر کو دفع کرتی ہے (۱)، حتیٰ کہ اسی مشقت و دشواری کی وجہ سے بسا اوقات امرِ ممنوع بھی بندے کے لیے مباح ہو جاتے ہیں (۲)؛ پس شریعت کے اس مزاج کی روشنی میں بات بے غبار ہو گئی کہ ایسی عورت جس کو طوافِ زیارت سے پہلے حیض آگیا، اور اس کے انتھک کوشش کے بعد بھی اس کے ویزا اور ٹکٹ میں تبدیلی نہ ہو سکے تو ایسی عورت کے لیے مجبوری کی وجہ سے ناپاکی حالت میں ہی طوافِ زیارت کر لینے کی کی گنجائش ہے؛ کیوں کہ طوافِ زیارت رکن ہے اور دوبارہ اس کا وطن سے واپس آ کر طواف کرنا دشوار ہے، اور جب تک وہ طواف نہ کر لے اپنے شوہر کے لیے حرام ہے، اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ وہ عورت مجبور اور مشقت کی شکار ہو گئی ہے، اور شریعت جہاں مشقت و دشواری دیکھتی ہے، وہاں تخفیف پیدا کر دیتی ہے، اس لیے ایسی عورت کے لیے حالتِ حیض میں طواف کرنے کی گنجائش ہوگی؛ البتہ بطور دم کے بدنہ واجب ہوگا تا کہ نقصان کی تلافی ہو جائے (۳)۔

= ولو طافت المرأة لزيارة حيضا فهو كطواف الحنبل سواء. (فتح القدیر: ۴/۴۸، کتاب الحج،

المسائل المهمة: ۹/۱۶۰، بدائع الصنائع: ۲/۳۰۷، نئے مسائل اور فقہ اکیڈمی کے فیصلے: ص ۴۶)

(۱) وما جعل عليكم في الدين من حرج. (الحج: ۷۸)

يريد الله بكم اليسر ولا يريد بكم العسر. (البقرة: ۱۸۵)

(۲) الضرورات تبيح المحظورات. (الأشباه والنظائر لابن نجيم: ص ۳۰۷)

(۳) (وبدنة لو جنباً) أي يجب بدنة لو طاف للركن جنباً، لأن الحنابة أغلظ فيجب جبر نقصانها في

البدنة إظهاراً للتفاوت بينهما والحيض والنفاس كالحنابة.

(البحر الرائق: ۳/۳۲، باب الحنایات، حج و عمرہ موجودہ حالات کے پس منظر میں: ص ۱۴۱)



رقم المسئلة (٣٠٤)

## طواف یاسعی میں موبائل (Mobile) پر گفتگو کرنے کا حکم

اگر کسی حاجی کو دورانِ طواف یا صفا مروہ کے درمیان سعی کرتے ہوئے بذریعہ موبائل گفتگو کرنے کی ضرورت واقع ہوگئی، تو شرعاً اس کے لیے گفتگو کرنے کی اجازت ہے، موبائل پر ضروری گفتگو کرنے سے طواف یاسعی میں کوئی خرابی نہیں آتی ہے، البتہ بہتر یہ ہے کہ بلا ضرورت کسی طرح کی گفتگو نہ کرے، اور طواف وسعی کے درمیان ذکر و اذکار میں مشغول رہے (۱)۔

### طريقة الإنطباق

شریعت میں جو چیز مباح ہوتی ہے تو شرعاً اس کے کرنے کی اجازت بھی ہوتی ہے، البتہ اگر اس امر مباح سے عبادت میں خلل واقع ہو تو اس امر مباح کو ترک کرنا اولیٰ ہوتا ہے اور طواف وسعی میں شرعاً کلام مباح ہے، اس لیے اگر گفتگو کی ضرورت ہو تو شرعاً

(۱) عن یزید بن أبی زیاد قال: کان مجاہد و سعید بن جبیر و علی بن عبد اللہ بن العباس و الحسین بن الحسن و أبو جعفر یتکلمون و ہم یطوفون بالبيت بین الصفا و المروة.

(المصنف لابن لأبي شیبہ: ۸/ ۶۴، الرقم: ۱۲۹۶۹، کتاب الحج)

صرح الحنفیہ بکراهة الکلام أثناء الطواف لکنہ محمول علی ما لا حاجة فیه، لأن ذلك يشغله عن الدعاء. قال الترمذی العمل علی هذا عند أكثر أهل العلم يستحبون أن لا يتکلم الرجل فی الطواف إلا لحاجة أو بذكر الله تعالى أو من العلم و الکلام و المباح الذي يحتاج إليه لا بأس به. أما الکلام غیر المحتاج إليه فإنه یکره لقول ابن عمر أقلوا الکلام فی الطواف فإنما أنتم فی صلاة.

(الموسوعة الفقهية: ۱۱۹/ ۳۵، الکلام فی الطواف، المسائل المهمة: ۹۹/ ۴)

اس کی گنجائش ہوگی کیوں کہ جو کلام ضروری ہوتا ہے وہ کم ہوتا ہے اور اس سے عبادت میں کوئی خلل بھی واقع نہیں ہوتا ہے، البتہ غیر ضروری بات ہو تو اس سے احتراز اولیٰ ہے (۱)۔

## ﴿سعی کا بیان﴾

### رقم المتن - ۱۴۴

ثُمَّ يَخْرُجُ إِلَى الصَّفَا فَيَصْعَدُ عَلَيْهِ وَيَسْتَقْبِلُ الْبَيْتَ وَيُكَبِّرُ وَيُهْلِلُ وَيُصَلِّي عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَدْعُو اللَّهَ لِحَاجَتِهِ ثُمَّ يَنْحَطُّ نَحْوَ الْمَرْوَةِ وَيَمْشِي عَلَى هَيْئَتِهِ، فَإِذَا بَلَغَ إِلَى بَطْنِ الْوَادِي سَعَى بَيْنَ الْمِيلَيْنِ الْأَخْضَرَيْنِ سَعْيًا حَتَّى يَأْتِيَ الْمَرْوَةَ، فَيَصْعَدُ عَلَيْهَا وَيَفْعَلُ كَمَا فَعَلَ عَلَى الصَّفَا، وَهَذَا شَوْطٌ، فَيَطُوفُ سَبْعَةَ أَشْوَاطٍ يَتَدَيُّ بِالصَّفَا وَيَخْتِمُ بِالْمَرْوَةِ.

ترجمہ: پھر نکلے صفا پہاڑ کی طرف، اور اس پر چڑھ کر بیت اللہ کی طرف منہ کر کے تکبیر و تہلیل کہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے، اور اپنی ضرورت کے لیے اللہ سے دعا مانگے، پھر مروہ کی طرف اتر جائے، اور سکون کے ساتھ پُر وقار انداز میں چلے، پھر جب بطنِ وادی میں پہنچے تو دوڑے میلینِ اخضرین کے درمیان، یہاں تک کہ آئے مروہ پر، اور اس پر چڑھے اور کرے جس طرح صفا پر کیا تھا، اور یہ ایک چکر ہے، پھر طواف کرے سات چکر، شروع کرے صفا سے اور ختم کرے مروہ پر۔

(۱) وأما مباحات الطواف ..... ولا بأس بأن يتكلم فيه بكلام يحتاج إليه بقدر الحاجة ويشرب ويفعل

## توضیح المسئلة

سعی کے لفظی معنی دوڑنے کے ہیں، اور شرعاً صفا و مروہ کے درمیان مخصوص طریقہ پر سات چکر لگانے کو ”سعی“ کہتے ہیں (۱)۔

یہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ ہاجرہ علیہا السلام کے ایک خاص عمل کی یادگار ہے (۲)، عمرہ اور حج دونوں میں یہ سعی کرنا واجب ہے (۳)۔

## سعی کا طریقہ

جس طواف کے بعد سعی ہو، تو طواف سے فارغ ہو کر حجر اسود کا ”استلام“ کرے، جیسے طواف کے شروع میں اور طواف کے آخر میں استلام کیا تھا، دونوں ہاتھوں کو حجر اسود کے برابر کر کے ان کو بوسہ دے، اور ”بسم اللہ والصلاة والسلام علی رسول اللہ“ کہے، اور یہ استلام ایک مرتبہ سعی کرنے والوں کے لیے مستحب ہے، استلام کرنے کے بعد آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق باب الصفا سے صفا کی طرف آئے، اور

(۱) والسعی بین المروتین أي بین الصفا والمروة.

(شرح لباب المناسک مع إرشاد الساری: ص ۹۴، باب فرائض الحج، فصل فی واجباتہ)

(۲) وجه السعین بین الصفا والمروة غیر ما فی هذا الحدیث وذلك قصة هاجرة، وكانت هاجرة تمشي من الصفا إلى الميل الأخضر وسعی من الميل إلى الميل الثاني بغیو به إسماعیل عن نظرها، ثم تمشي من الميل إلى المروة وجرت سنتها إلى قیام القیامة. (العرف الشذی للكشمیری علی سنن

الترمذی: ۱/ ۱۷۹، أبواب الحج، باب ماجاء فی السعی بین الصفا والمروة)

(۳) وأما واجباته فستة..... والسعی بین الصفا والمروة..... هو ركن عند الثلاثة وواجب عندنا.

(غنیة الناسک: ص ۵۶-۱۶۶، واجبات الحج، باب السعی بین الصفا والمروة)

اگر کسی دوسرے دروازے سے جائے تو بھی جائز ہے (باب الصفا حجر اسود کی سمت پر ہے)، پھر صفا پر اتنا چڑھے کہ بیت اللہ شریف بھی نظر آ سکے، اوپر چڑھتے وقت یہ پڑھے ”أبدأ بما بدأ الله تعالى به إن الصفا والمروة من شعائر الله“۔ موجودہ زمانہ میں چند ستون ہیں، ان میں سے مغربی ستون کے قریب سے کعبۃ اللہ واضح طور پر نظر آتا ہے (۱)۔ پھر قبلہ رخ کھڑے ہو کر سعی کی نیت اس طرح کہے کہ یا اللہ میں آپ کی رضا کے لیے صفا مروہ کے درمیان سعی کے سات چکر کا ارادہ کرتا ہوں، اس کو میرے لیے آسان بنائیں اور قبول فرمائیں، پھر دونوں ہاتھوں کو اس طرح اٹھائے جیسے دعا میں اٹھاتے ہیں، نماز کے شروع میں تکبیر تحریمہ کے وقت جس طرح ہاتھ اٹھائے جاتے ہیں اس طرح نہ اٹھائے جیسے بہت سے ناواقف لوگ اٹھاتے ہیں یہ درست نہیں، اور بیت اللہ شریف کی طرف ہاتھ سے اشارہ بھی نہ کر کے (۲)، پھر بلند آواز میں تین مرتبہ ”اللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد“

(۱) فیذا فرغ من الطواف أو نحوه كما ذكرنا، فالسنة أن يخرج السعي على فوره إن أراد، ويسن أن يتدي بالحجر الأسود فيستلمه كما مر۔ ثم يخرج من باب الصفا ندباً، فإن خرج من غيره لا بأس به، ويقول عند خروجه بسم الله والصلاة والسلام على رسول الله، اللهم اغفر لي ذنوبي وافتح لي أبواب فضلك، كما هو سنة عند الخروج من أي مسجد كان.....، وإذا دنى من الصفا يستحب أن يقول أبدأ بما بدأ الله به ”إن الصفا والمروة من شعائر الله“ ويصعد عليه حتى يرى البيت من الباب لا من فوق الجدار، إن أمكنه الصعود لرؤية البيت حقيقة أو محاذاة، وإلا فقد ما يمكنه فالواجب هو البداء بالصفا..... وأما رؤية البيت فشرط الكمال.

(غنية الناسك ۱۶۶، باب السعي بين الفضا والمروة، فصل في كيفية أداء السعي)

(۲) ويرفع يديه حذو منكبيه أي مقابلهما جاعلاً بطنهما نحو السماء، لأنها قبلة الدعاء، كما للدعاء أي كما يرفعهما لمطلق الدعاء في سائر الأمكنة والأزمنة على طبق ما وردت به السنة لا كما يفعله =

پڑھے، اور تین مرتبہ یہ دعا پڑھے ”لا إله إلا الله وحده لا شريك له، له الملك وله الحمد وهو على كل شيء قدير“۔

اس کے بعد اللہ کی حمد و ثنا کرے اور یہ دعا پڑھے ”سبحان الله والحمد لله ولا إله إلا الله والله أكبر ولا حول ولا قوة إلا بالله“ اس کے بعد آہستہ آواز سے درود شریف پڑھے، پھر اپنے لیے اور اپنے دوستوں کے لیے خوب خشوع و خضوع سے دعا مانگے؛ کیوں کہ یہ دعا قبول ہونے کی مقدس جگہ ہے، اور جو چاہے دعا مانگے اور دعا مانگنا سعی کے آداب میں سے ہے (۱)، اور اس کے بعد سعی شروع کر دے۔

= الجهلة خصوصاً معلمي الغرباء من رفع أيديهم إلى آذانهم و أكتافهم ثلاثاً كل مرة مع تكبيرة، فإن السنة الثابتة بخلافه فيرفع يديه من غير إرسال إليه.

(شرح لباب المناسك مع إرشاد الساري: ١٨٩، باب السعي بين الصفا والمروة)

(۱) فکبر ثلاثاً كما رواه ابن المنذر بإسناد صحيح، وهلل رفع صوته بهما، وفي حديث مسلم أنه صلى الله عليه وسلم قال هنا، لا إله إلا الله وحده الله أكبر، لا إله إلا الله وحده لا شريك له، له الملك وله الحمد يحيي ويميت وهو على كل شيء قدير، لا إله إلا الله وحده، أنجز وعده ونصر عبده، وهزم الأحزاب وحده، ثم دعا فعل ذلك ثلاث مرات .....، ثم خفض صوته فيحمد الله تعالى ويشي عليه ويصلي على النبي صلى الله عليه وسلم ويدعو بما شاء لنفسه وللمسلمين، ويكرر التكبير والتهليل والحمد والصلاة والدعاء ثلاث مرات حتى يكون التكبير تسع مرات .....، ويأتي بالأدعية والأذكار ما أحب وبطيل المقام عليه بإطالة ذلك ولا يعجل ويجهل في الدعاء، فإنه موضع إجابة.

(غنية الناسك: ١٦٧، فصل في كيفية أداء السعي)

## تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (۳۰۵)

## وہیل چیئر (Wheel chair) پر سعی حکم

اگر کوئی معذور شخص عذر شرعی کی وجہ سے وہیل چیئر پر سعی کرے تو شرعاً جائز و درست ہے (۱)، سعی کے دوران دونوں سبزیوں کے درمیان سواری تیز کر دے بشرطیکہ اپنے آپ کو اور دوسرے لوگوں کو اس عمل سے تکلیف نہ پہنچے (۲)، اور اگر بلا عذر وہیل چیئر پر سوار ہو کر سعی کرے گا تو حج ہو جائے گا، لیکن دم دینا واجب ہوگا (۳)، البتہ پیدل سعی کا اعادہ کرنے سے دم ساقط ہو جائے گا (۴)۔

## طريقة الإنطباق

انطباق کے لیے ایک قاعدہ فقہیہ کا جاننا ضروری ہے تاکہ انطباق بے غبار ہو

(۱) ولو بعذر فلا شيء عليه. (شرح لباب المناسك مع إرشاد الساري: ۱۹۷، فصل في واجباته)

(۲) وإن كان على دابة أي لعذر فإن المشي في السعي واجب عندنا، حرکها من غير أن يؤذي أحداً أي من الركبان والمشاة، وليتحرز أي كل الإحتراز عن أذى غيره أي بكل وجه من وجوهه، فإنه حرام مجمع عليه داخل تحت الفسوق المنهي عنه.

(شرح لباب المناسك مع إرشاد الساري: ص ۱۹۲، باب السعي بين الصفا والمروة)

(۳) الثالث المشي فيه لمن لا عذر له فإن سعي راكبا أو زحفاً بغير عذر فعليه دم.

(غنية الناسك: ص ۱۷۴، فصل في واجبات السعي)

(۴) وإذا أعاده سقط الدم. (شرح لباب المناسك مع إرشاد الساري: ص ۳۹۳، باب الجنایات،

فصل في الجنایة في السعي، حج کے مسائل کا انسائیکلو پیڈیا: ۲/۴۵۱)

جائے، تمام احکام شرعیہ کا مدار بندے کی طاقت و وسعت پر ہے، یعنی اگر بندے کے بس میں ہو تو حکم شرعی کا انجام دینا بندے پر لازم ہو جاتا ہے، اور اگر بندے کے بس سے باہر ہو، تو شریعت بندے سے وہ حکم ختم کر دیتی ہے؛ پس جو شخص پیدل چل کر سعی کرنے پر قادر ہو تو اس کے لیے چل کر سعی کرنا لازم ہوگا، کیوں کہ پیدل چلنا اس کے بس میں ہے، اسی لیے بلا عذر شرعی سعی میں پیدل چلنے کو ترک کرنے کی وجہ سے دم واجب ہو جاتا ہے، کیوں کہ سعی میں چلنا واجب ہے؛ البتہ اگر کوئی شخص چلنے پر قادر نہ ہو تو اس کے لیے وہیل چیئر پر بیٹھ کر سعی کرنا بلا کراہت و دم جائز ہوگا، کیوں کہ پیدل چل کر سعی کرنا بندے کے بس میں نہیں ہے، اور جس حکم شرعی کا انجام دینا بندے کے بس کے باہر ہو وہ ساقط ہو جاتا ہے (۱)۔

رقم المسئلة (۳۰۶)

## حیض (Menstruation) کی حالت میں سعی کرنے کا حکم

حیض کی حالت میں سعی نہیں کرنی چاہیے تاہم اگر حیض کی حالت میں سعی کر لی تو سعی ادا ہو جائے گی (۲)، دوبارہ سعی کرنا بہتر ہے لازم نہیں (۳)۔

## طريقة الإنطباق

یہاں حج سے متعلق ایک اصول کا جاننا ضروری ہے تاکہ انطباق واضح ہو جائے،

(۱) الطاعة بحسب الطاقة. (موسوعة القواعد الفقهية: ۶/ ۳۰۶)

(۲) وإن سعی جنباً أو حائضاً أو نفساء فسعیہ صحیح.

(الفتاویٰ الہندیہ: ۱/ ۲۴۷، کتاب المناسک، الباب الثامن فی الجنایات)

(۳) والأفضل أن یعید السعی لأنه تبع للطواف، وإن لم یعدہ فلا شیء علیہ و هو الصحیح، لأن الطہارة

نیست شرطاً فی السعی. (البحر الرائق: ۳/ ۳۹، باب الجنایات، حج کے مسائل کا انسائیکلو پیڈیا: ۲/ ۲۴۶)

حج کے وہ امور جن کی ادائیگی مسجد حرام کے علاوہ کسی اور جگہ ہے، ان کے لیے طہارت شرط نہیں ہے، مثلاً رمی جمار، وقوف عرفہ، وقوف مزدلفہ وغیرہ، اور حج کے وہ احکام جن کی ادائیگی کا تعلق مسجد حرام سے ہے ان کے لیے طہارت شرط ہے، مثلاً طواف (۱)۔

مذکورہ بالا اصول کی روشنی میں ہم نے غور کیا تو معلوم ہوا کہ سعی ایک ایسا حکم ہے جس کی ادائیگی کا حکم مسجد حرام کے علاوہ دوسری جگہ سے ہے، اس لیے سعی کے لیے بھی حیض و نفاس سے پاک ہونا شرط نہیں ہے۔

رقم المسئلة (۳۰۷)

### جدید مسعی کا حکم توسیع کے بعد

مسعی (سعی کرنے کی جگہ) کی لمبائی (394.5) میٹر ہے، یہ پیمائش صفا کی بلندی پر دیوار سے شروع ہو کر مروہ کی بلندی پر دیوار تک ہے، مسعی پٹی کا عرض (چوڑائی) بیس میٹر ہے، لیکن موجودہ دور میں سابقہ چوڑائی کی مقدار میں اضافہ کر کے ڈبل کر دیا گیا ہے، اور مسجد حرام کی توسیع کے بعد صفا و مروہ مسجد حرام کے اندر آ گیا ہے۔

تو اب یہ سوال ہے کہ کیا حائضہ اور نفاس والی عورتوں کا آج کے اس جدید مسعی میں داخلہ جائز ہوگا؟ جب کہ وہ حصہ مسجد حرام کے اندر آ گیا ہے۔

تو اس سلسلہ میں مجمع الفقہ الاسلامی کی تیسری قرارداد یہ ہے کہ صفا و مروہ اپنے

(۱) والأصل أن كل عبادة تؤدي لا في المسجد الحرام في أحكام المناسك، فالطهارة ليست بواجبة لها كالسعي والوقوف بعرفة والمزدلفة ورمي الجمار بخلاف الطواف، فإنه عبادة تؤدي في المسجد الحرام فكانت الطهارة واجبة فيه. (غنية الناسك: ص ۱۷۵، قبيل فصل في السعي)



سابقہ حکم پر ہی باقی رہے گا، مسجد حرام کے حکم میں نہیں ہوگا، اور حائضہ و جنبی وغیرہ کا داخلہ ممنوع نہیں ہوگا (۱)۔

### طريقة الإنطباق

در اصل صفا و مروہ دونوں مستقل طور پر شعائر اسلام میں داخل ہیں، اس لیے ان کا حکم مستقل ہوگا، وہ حکم میں مسجد حرام کے تابع نہیں ہوں گے، گرچہ فی زمانہ انہیں مسجد حرام کی توسیع کے بعد صفا و مروہ مسجد حرام کے اندر آ گیا ہے، اس لیے آج توسیع کے بعد بھی صفا و مروہ کے حدود میں حائضہ اور جنبی وغیرہ کا آنا شرعاً جائز ہوگا (۲)۔

(۱) القرار الثالث بشأن حكم المسعى بعد التوسعة السعودية ، هل تبقى له الأحكام السابقة أم يدخل حكمه ضمن حكم المسجد؟

الحمد لله والصلاة والسلام على من لا نبي بعده سيدنا ونبينا محمد وعلى اله وصحبه وسلم. أما بعد! فإن مجلس المجمع الفقهي الإسلامي برابطة العالم الإسلامي في دورته الرابعة عشرة المنعقدة بمكة المكرمة التي بدأت يوم السبت ٢٠/ من شعبان ١٤١٥ هـ - ١٩٩٥/١/٢١، قد نظرت في هذا الموضوع فقرر بأغلبية أن المسعى بعد دخوله ضمن مبنى مسجد الحرام لا يأخذ حكم المسجد ولا تشمل أحكامه لأنه مشعر مستقل يقول الله عز وجل "إن الصفا والمروة من شعائر الله فمن حج البيت أو اعتمر فلا جناح عليه أن يطوف بهما". (البقرة: ١٥٨) وقد قال بذلك جمهور الفقهاء ومنهم الأئمة الأربعة وتجوز الصلاة فيه متابعة للإمام في المسجد الحرام كغيره من البقاع الطاهرة، ويجوز المكث فيه والسعي للحائض والجنب، وإن كان المستحب في السعي الطهارة. والله أعلم!

(مجلس المجمع الفقهي الإسلامي: ص ٢٩٥، حجج کے مسائل کا انسائیکلو پیڈیا: ٩٨/٤)

(۲) قد نظرت في هذا الموضوع فقرر بأغلبية أن المسعى بعد دخوله ضمن مبنى مسجد الحرام لا يأخذ حكم المسجد، ولا تشمل أحكامه، لأنه مشعر مستقل يقول الله عز وجل "إن الصفا والمروة من شعائر الله فمن حج البيت أو اعتمر فلا جناح عليه أن يطوف بهما". (مجلس المجمع الفقهي الإسلامي: ص ٢٩٥)

## ﴿وقوف عرفہ کا بیان﴾

### رقم المتن - ۱۲۵

وَعَرَفَاتُ كُلِّهَا مَوْقِفٌ إِلَّا بَصْنَ عُرْنَةَ وَ يَنْبَغِي لِلْإِمَامِ أَنْ يَقِفَ بِعَرَفَةَ عَلَى رَاحِلَتِهِ ..... وَ مَنْ اجْتَاَزَ بِعَرَفَةَ وَ هُوَ نَائِمٌ أَوْ مُغْمَى عَلَيْهِ أَوْ لَمْ يَعْلَمْ أَنَّهَا عَرَفَاتُ أَجْزَاهُ ذَلِكَ عَنِ الْوُقُوفِ.

ترجمہ: یوم عرفہ کا میدان ٹھہرنے کی جگہ ہے سوائے بطنِ عُرْنہ کے، اور امام کے لیے مناسب ہے کہ وہ اپنی سواری پر عرفہ میں ٹھہرے، اور جو شخص عرفہ سے گزرا اس حال میں کہ وہ سویا ہوا ہے یا بے ہوش ہے یا نہ جانتا ہو کہ یہ عرفات ہے تو کافی ہوگا اس کو یہ وقوف عرفات سے۔

### توضیح المسئلة

عربی لغت میں ”وقوف“ کے معنی ہیں، ٹھہرنا، اور حج کے احکام میں اس سے مراد ۹ رزی الحجہ کو زوال آفتاب سے ۱۰ رزی الحجہ کی صبح صادق ہونے سے ذرا پہلے تک عرفات کے میدان کے کسی حصہ میں کسی وقت بھی قیام کرنا یہی وقوف عرفات، حج کا سب سے بڑا رکن ہے اس کے بغیر حج نہیں ہوتا (۱)۔

(۱) ومن أدرك الوقوف بعرفة ما بين زوال الشمس من يوم عرفة إلى طلوع الفجر من يوم النحر فقد أدرك الحج. (المختصر القدوري: ص/ ۶۱)

وأما ركن الحج فشيئان أحدهما الوقوف بعرفة وهو الركن الأصلي للحج ..... وأما زمانه فزمان الوقوف من حين تروى الشمس من يوم عرفة إلى الفجر الثاني من يوم النحر.

(بدائع الصنائع: ۳/ ۵۸-۶۲، فصل في ركن الحج)

وقوفِ عرفات میں صرف ایک چیز واجب ہے، اور وہ یہ ہے کہ جو شخص ۹/ذی الحجہ کو دن میں زوالِ آفتاب کے بعد غروبِ آفتاب سے پہلے وقوف کرے اس کے لیے غروبِ آفتاب تک عرفات کی حدود کے اندر رہنا واجب ہے، اگر کوئی حاجی غروبِ آفتاب سے پہلے عرفات کی حدود سے نکل جائے گا تو دم واجب ہوگا، ہاں اگر دوبارہ واپس آکر غروبِ آفتاب تک ٹھہر جائے تو دم ساقط ہو جائے گا (۱)۔

نیز عرفات میں وقوف کے لیے کھڑا رہنا شرط اور واجب نہیں بل کہ مستحب ہے بیٹھ کر، لیٹ کر جس طرح ہو سکے سوتے جاگتے وقوف کرنا جائز ہے (۲)، یہاں تک کہ اگر سوتے ہوئے بھی گزر جائے تو وقوفِ عرفہ ادا ہو جاتا ہے۔

رقم المسئلة (۳۰۸)

### ہیلی کاپٹر (Helicopter) میں بیٹھ کر وقوفِ عرفہ کرنا

اگر کوئی حاجی ہیلی کاپٹر میں بیٹھ کر عرفہ کا وقوف کرے تو اس کے عرفہ کا وقوف ادا نہیں ہوگا (۳)، اس کو مقررہ وقت میں ہیلی کاپٹر سے اتر کر میدانِ عرفات سے گزرنا یا

(۱) وأما القدر الواجب من الوقوف فمن حين تزول الشمس إلى أن تغرب فهذا القدر من الوقوف واجب عندنا ..... وإذا عرف أن الوقوف من حين زوال الشمس إلى غروبها واجب، فإن دفع منها قبل غروب الشمس فإن جاوز عرفة بعد الغروب فلا شيء عليه لأنه ما ترك الواجب، وإن جاوزها قبل الغروب فعليه دم عندنا لتركه الواجب، فيجب عليه الدم كما لو ترك غيره من الواجبات.

(بدائع الصنائع: ۶۵/۳، فصل في ركن الحج)

(۲) وليس القيام من شرطه ولا من واجباته حتي لو كان جالسا جاز لأن الوقوف المفروض هو الكيونة فيه.

(البحر الرائق: ۵۹۴/۲)

(۳) وشرطه شيان أحدهما كونه في أرض عرفات الظاهر أن هذا ركنه لعدم تصويره بدونه وليس =

وقوف کرنا لازم ہوگا ورنہ حج نہیں ہوگا؛ کیوں کہ عرفہ کا وقوف حج کا رکن عظیم ہے (۱)۔

### طريقة الإنطباق :

وقوف عرفہ کا تعلق ارض عرفہ سے ہے جو شرط ہے (۲)، یعنی عرفہ کے وقوف میں میدان عرفہ میں وقوف کرنا ضروری ہے، فضائے عرفہ کا وقوف، شرط (ارض عرفہ کا وقوف) کے مفقود ہونے کی وجہ سے معتبر نہیں ہوگا (۳)، اور رکنیت حج (وقوف عرفہ) کے فوت ہونے کی وجہ سے حج نہیں ہوگا۔

= القيام من شرطه ولا من واجباته لو كان جالسا جاز لأن الوقوف المفروض هو الكينونة فيه.

(البحر الرائق: ۵۹۴/۲، كتاب الحج، باب الإحرام)

(۱) اعلم أن الوقوف ركن من أركان الحج كما قدمناه وهو أعظم أركانه للحديث الصحيح الحج عرفة.

(البحر الرائق: ۵۹۴/۲، غنية الناسك: ص ۱۹۸، حج کے مسائل کا انسائیکلو پیڈیا: ۳۲۹/۴)

(۲) وشرطه شيان أحدهما كونه في أرض عرفات. (البحر الرائق: ۵۹۴/۲)

والقيام والنية فيه أي الوقوف ليست بشرط ولا واجب ..... وذلك لأن الشرط الكينونة فيه أي في محل

الوقوف المعلوم من المقام. (الدر المختار مع رد المحتار: ۵۲۲/۳)

(۳) إذا ارتفعت العلة ارتفع معلولها. (جمهرة القواعد الفقهية: ۱۲۴۴/۳)

## ﴿رمی کا بیان﴾

### رقم المتن - ۱۲۶

فَيَبْتَدَأُ بِجَمْرَةِ الْعَقَبَةِ فَيَرْمِيهَا مِنْ بَطْنِ الْوَادِي بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ مِثْلَ حِصَاةِ الْخَذْفِ.

ترجمہ: اور شروع کرے جمرہ عقبہ سے، چٹاں چہ مارے اس پڑ پڑ وادی سے سات کنکریاں ٹھیکری کی کنکریوں کی طرح۔

### توضیح المسئلة

”رمی جمار“ کا معنی لغت میں چھوٹی کنکریوں کا پھینکنا ہے، اور شریعت کی زبان میں چھوٹی کنکریوں کا مخصوص زمانہ میں مخصوص جگہ پر مخصوص تعداد میں پھینکنا ہے (۱)۔

مصنف رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ محرم دس ذی الحجہ کو مزدلفہ سے منی واپس آنے کے بعد پہلے اور دوسرے شیطان کو چھوڑ کر سیدھا تیسرے شیطان کے پاس آجائے (اس کو جمرہ عقبہ کہتے ہیں) اس پر سات کنکریاں مارے (۲)، اور یہ تینوں دنوں کی رمی جمار واجب ہے

(۱) رمی الجمار فی اللغة هو القذف بالأحجار الصغار وهي الحصى، إذا الجمار جمع جمرة، والجمرة هي الحجر الصغير وهي الحصاة، وفي الشرع هو القذف بالحصى في زمان مخصوص ومكان مخصوص وعدد مخصوص.

(الفقه الإسلامي وأدلته: ۳/ ۱۹۲، الباب الخامس)

(۲) والمزدلفة كلها موقف إلا بطن محسر، ثم أفاض الإمام والناس معه قبل طلوع الشمس حتى =

ترک کرنے سے دم لازم ہوگا (۱)۔

اور رمی کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اگر آسانی سے ممکن ہو تو انگوٹھے اور شہادت کی انگلی سے کنکری پکڑ کر ہاتھ کو اونچا کرے اور ”بسم اللہ، اللہ اکبر رغما للشیطن ورضی للرحمن“ پڑھتے ہوئے ایک ایک کنکری مارے، اور اگر انگوٹھے اور شہادت کی انگلی سے پکڑنا مشکل ہے تو جس طرح پکڑنا ممکن ہو اسی طرح پکڑ کر رمی کرے (۲)۔

### تفریع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (۳۰۹)

غلیل (Catapult) سے جمرات کی رمی کا حکم

اگر کوئی شخص جمرات کی رمی غلیل وغیرہ سے کرے تو شرعاً جائز نہیں ہے، اور رمی درست نہیں ہوگی (۳)۔

= یأتوا منی فینتدأ بحجرة العقبة فیرمیها من بطن الوادي بسبع حصات مثل حصاة الخذف.

(المختصر القدوري: ص ۶۰، کتاب الحج)

(۱) و من ترك رمي الجمار في الأيام كلها فعليه دم. (المختصر القدوري: ص ۶۵، باب الجنایات)

(۲) يأخذ الحصى بطرفي إبهامه وسبابته كأنه عاقد ثلاثين ويرمیها ..... أنه يكبر عند كل حصاة فيقول

بسم اللہ، اللہ اکبر رغما للشیطن وحزبه ويقول اللهم اجعل حجی مبروراً وسعی مشكوراً وذنبی

مغفوراً. (الفتاویٰ الہندیة: ۱/ ۲۳۴، کتاب المناسک، الباب الخامس فی کیفیة أداء الحج)

(۳) ولا یجزی الرمی بقوس وغیرہ. (البحر الرائق: ۲/ ۶۰۲)

قالوا إنه لا یجزئه الرمی عن القوس ولا الدفع بالرجل وكذا قال الحنیفة.

(هدایة السالك إلى المذاهب الأربعة فی المناسک: ۳/ ۱۱۰۰،

المسائل المهمة: ۶/ ۱۴۹، حج کے مسائل کا انسائیکلو پیڈیا: ۱/ ۳۴۵)

### طريقة الإلتحاق

در اصل رمی جمار کے شرائط عشرہ میں سے ایک شرط ہاتھ سے رمی کرنا ہے (۱)، اور قاعدہ مشہور ہے کہ جب کسی حکم شرعی کی شرط مفقود ہو تو وہ حکم بھی کالعدم اور لا اعتبار ہو جاتا ہے (۲)، اسی وجہ سے اگر کوئی شخص غلیل وغیرہ سے رمی کرے تو اس کا اعتبار نہیں ہوگا۔

رقم المسئلة (۳۱۰)

ہیرے جواہرات (Diamonds, Gems)

وغیرہ سے رمی کا حکم

اگر کوئی شخص ہیرے جواہرات وغیرہ سے رمی کرے تو شرعاً اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے اور رمی ادا نہیں ہوگی (۳)۔

### طريقة الإلتحاق

رمی جمار کے شرائط میں سے ایک شرط فعل رمی ہے، اور رمی کہتے ہیں پھینکنے کو، جو پتھر کنکر وغیرہ میں تو پایا جاتا ہے، ہیرے جواہرات میں نہیں، کیوں کہ ان میں بکھیرنے کا

(۱) شرائط الرمي وهي عشرة ..... الثاني الرمي باليد فلا يحزئ الرمي بالقوس ونحوه.

(غنية الناسك: ص ۲۴۱، فصل في شرائط الرمي)

(۲) إذا فات الشرط فات المشروط. (جمهرة القواعد الفقهية: ۲/۶۲۳)

(۳) فيرميها من بطن الوادي بسبع حصيات مثل حصاة الخذف. (المختصر القدوري: ص ۶۰)

ولا يحوز بالذهب والفضة والحديد والعنبر واللؤلؤ والمرجان والحواهر وهي كبار اللؤلؤ والخشب

والبصرة لأنها ليست من أجزاء الأرض. (غنية الناسك: ص ۲۴۴، كتاب المسائل: ۳/۳۲۱)

معنی پایا جاتا ہے (۱)، نیز منجملہ شرائط میں سے ایک شرط یہ ہے کہ رمی جنس ارض کے اشیاء سے ہو، اور ہیرے جواہرات جنس ارض سے متعلق نہیں ہیں (۲)، اور رمی جمار کا مقصد شیطان کی تذلیل ہے (۳)، جو پتھر کنکر سے رمی کرنے میں تو موجود ہے، لیکن ہیرے جواہرات وغیرہ سے رمی کرنے میں شیطان کی اہانت نہیں ہوتی بل کہ تعظیم ہوتی ہے، جو مقصود کے خلاف ہے۔ پس معلوم ہوا کہ ہیرے جواہرات وغیرہ سے رمی کرنے کی صورت میں مقصود رمی (اہانت شیطان) کے مفقود ہونے کے ساتھ ساتھ رمی کے دو شرطوں (فعل رمی، اجزائے ارض) پر بھی زد پڑ رہی ہے، اس لیے ہیرے جواہرات وغیرہ سے رمی کرنا جائز نہیں ہوگا، کیوں کہ شرع میں خلاف مقصود اور فقدان شرط کی صورت میں حکم شرعی کا وجود نہیں ہوتا ہے (۴)۔

(۱) شرائط الرمي و هي عشرة الأول أن يسمى رميا فلا يصح الوضع ولا ما يسمى نثارا لا رميا.

(غنية الناسك: ص ۲۴۱، فصل في شرائط الرمي)

لأن المقصود فعل الرمي و ذلك يحصل بالطين كما يحصل بالحجر بخلاف ما إذا رمي بالذهب أو الفضة، لأنه يسمى نثرا لا رميا. (الهداية: ۱/۲۵۰، باب الإحرام)

(۲) السابع أن يكون الحصى من جنس الأرض حجرا كان أو غيره ..... ولا يجوز بالذهب والفضة والحديد والعنبر ..... لأنها ليست من أجزاء الأرض. (غنية الناسك: ص ۲۴۴، فصل في شرائط الرمي)

(۳) كون المرمي به يكون الرمي به استهانة شرط ..... إن الرمي رغما للشيطان. (فتح القدیر: ۲/۵۰۰)

(۴) الشيء يعتبر مالم يعد على موضوعه بالنقض والإبطال. (موسوعة القواعد الفقهية: ۶/۲۰۰)

إذا فات الشرط فات المشروط. (جمهرة القواعد الفقهية: ۲/۶۲۳، فقهی ضوابط: ۱/۱۳۵)



رقم المسئلة (٣١١)

## بونے شخص (Dwarf) کے رمی کا حکم

اگر بونا آدمی قد چھوٹا ہونے کی وجہ سے ہجوم میں دب جاتا ہے، اور رمی نہیں کر سکتا تو اس کی طرف سے کسی اور کے لئے نائب بن کر رمی کرنا جائز ہوگا (۱)، اور اگر خود رمی کر سکتا ہے تو کسی اور کے ذریعے رمی کرنا جائز نہیں ہوگا (۲)۔

### طريقة الانطباق

انطباق سے پہلے ایک فقہی قاعدہ کا جاننا ضروری ہے، اور وہ یہ ہے کہ حاجت ضرورت کا درجہ اختیار کر لیتی ہے، خواہ وہ عام ہو یا خاص، بس ہم نے اس قاعدے کی روشنی میں غور کیا تو معلوم ہوا کہ بونا شخص اگر واقعاً قد کے چھوٹا ہونے کی وجہ سے رمی پر قادر نہ ہو، تو عدم قدرت کو مد نظر رکھتے ہوئے خاص بونے کے حق میں رمی جمار کی حاجت کے پیش نظر نائب بنانے کی اجازت دے دی گئی، اور قادر ہونے کی صورت میں اس حاجت کا اعتبار نہیں کیا جائے گا، کیوں کہ اس صورت میں قدرت کے معنی کے پائے جانے کی وجہ سے حاجت کا وجود ہی نہیں ہے (۳)۔

(۱) ونحوز عند العذر. (غنية الناسك: ص ۲۴۳، فصل في شرائط الرمي)

(۲) السادس أن يرمي بنفسه فلا تحوز النيابة فيه عند القدرة.

(غنية الناسك: ص ۲۴۳، فصل في شرائط الرمي، حج کے مسائل کا انسائیکلو پیڈیا: ۱/۲۰۸)

(۳) الحاجة تنزل منزلة الضرورة عامة أو خاصة.

(الأشباه و النظائر لابن نجيم: ص ۳۲۶، قواعد الفقه: ص ۷۵، فقہی ضوابط: ۱/۱۳۶)

## ﴿سر کے بالوں کے مونڈنے کا بیان﴾

### رقم المتن - ۱۲۷

ثُمَّ يُحْلَقُ أَوْ يَقْصَرُ وَالْحَلَقُ أَفْضَلُ.

ترجمہ: پھر بال مونڈوائے یا کتروائے اور منڈوانا افضل ہے۔

### توضیح المسئلة

حج سے فارغ ہونے کے بعد ایامِ نحر یعنی بارہ ذی الحجہ کا سورج غروب ہونے سے پہلے پہلے حرم کی حدود میں مردوں کے لیے بال منڈوانا یا انگلیوں کے پوروں کے بقدر کا ثنا ضروری ہے البتہ حلق قصر سے اولیٰ و افضل ہے۔

حلق کی تعریف: یعنی استرے سے سر کے سارے بال اتار دیے جائیں۔

قصر کی تعریف: قینچی یا مشین سے پورے سر کے بال کم سے کم انگلیوں کے

پوروں کے بقدر کاٹ دینا (۱)۔

جاننا چاہیے کہ حج اور عمرہ کا احرام کھولنے کے لیے چار صورتیں اختیار کی جاتی

ہیں، اور ہر صورت کا حکم الگ الگ ہے۔

(۱) ثُمَّ يُحْلَقُ أَوْ يَقْصَرُ وَالْحَلَقُ أَفْضَلُ وَالتَّقْصِيرُ أَنْ يَأْخُذَ الرَّجُلُ وَالْمَرْأَةُ مِنْ رُؤُوسِ الشَّعْرِ رِيعَ الرَّأْسِ مَقْدَارَ الْأَنْمَلَةِ كَذَا فِي التَّبْيِينِ ثُمَّ الْحَلَقُ مُؤَقَّتٌ بِأَيَّامِ النَّحْرِ هُوَ الصَّحِيحُ.

(الفتاوى الهندية: ۱/۲۳۱ کتاب المناسک، الفصل الخامس في كيفية أداء الحج)

(الف) حلق کرایا جائے یعنی استرے سے سر کے سارے بال اتار دیئے جائیں یہ صورت سب سے افضل ہے (۱)۔

(ب) قینچی یا مشین سے پورے سر کے بال کم سے کم پوروں کے برابر کاٹ دیئے جائیں یہ صورت بلا کراہت جائز ہے لیکن افضل نہیں ہے (۲)۔

(ج) کم سے کم چوتھائی سر کے بال کاٹ دیئے جائیں اس سے احرام سے تو نکل جائے گا لیکن یہ صورت مکروہ تحریمی ہے اور ناجائز ہے (۳)۔

(د) چند بال ادھر سے اور چند بال ادھر سے کاٹ دیئے جائیں جو چوتھائی سر سے کم ہوں، اس صورت میں احرام نہیں کھلے گا بل کہ یہ شخص بدستور احرام میں رہے گا (۴)۔

### تفریع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (۳۱۲)

### حلق میں گنجنے شخص (Bald) کا حکم

اگر کوئی شخص گنجا ہو، تو احرام سے نکلنے کے لیے شرعاً صرف استرہ پھیر لینا کافی ہوگا (۵)۔

(۱) الحلق أفضل لأنه روى أن رسول الله دعا للمحلقين ثلاثاً.

(بدائع الصنائع: ۹۸/۲، فصل في أحكام الحلق والتقصير)

(۲) فالحلق أو التقصير واجب عندنا ..... لكن الحلق أفضل لأنه روى أن رسول الله دعا للمحلقين ثلاثاً وللمقصرين مرة واحدة.

(۳) وإن حلق ربع الرأس أجزاءه ويكرهه، أما الجواز فلأن ربع الرأس يقوم مقام كله في القرب المتعلقة بالرأس كمسح ربع الرأس في باب الوضوء. (بدائع الصنائع: ۱۰۱/۳، فصل في مقدار الواجب في الحلق)

(۴) فإن حلق أقل من الربع لم يحزه.

(۵) وإذا جاء يوم النحر وليس على رأسه شعر أجرى موسى على رأسه تشبهاً بمن يحلق لأنه وسع =

### طريقة الإنطباق

انطباق سے پہلے ایک قاعدہ فقہیہ کا جاننا ضروری ہے تاکہ انطباق بے غبار ہو جائے، سارے احکامات شرعیہ کا مدار تکلیف بندے کی طاقت سے ہے (۱)، یعنی اگر بندہ کے بس میں ہے تو وہ حکم شرعی کا انجام دینا بندے پر لازم ہو جاتا ہے، اور اگر بندے کے بس سے باہر ہو تو شریعت اس میں تخفیف کر کے بندے کی طاقت کے مطابق کوئی دوسرا حکم لاگو کر دیتی ہے، جیسے اگر کوئی شخص مرض کی وجہ سے پانی کے استعمال پر قادر نہ ہو تو اب شریعت اس کا بدل تیمم کا بندے کو مکلف بنا دیتی ہے تاکہ بندہ آسانی سے حکم شرع پر عمل کر سکے (۲)۔

مذکورہ بالا مسئلہ میں بھی گنجا شخص احرام سے نکلنے کے لیے حلق کے کرنے سے عاجز ہے؛ کیوں کہ اس کے سر پر بال ہی نہیں ہے، اس لیے شریعت نے اس کے قائم مقام حکم (محض سر پر استرے کا پھیر لینا) کا مکلف بنا دیا تاکہ بندہ آسانی سے عمل کر کے احرام سے نکل جائے۔

= مثله والتكليف بحسب الوسع.

(كتاب المبسوط للسرخسي: ٤/ ٨٠، باب الحق، حج کے مسائل کا انسائیکلو پیڈیا: ۱/ ۱۸۵)

(۱) الطاعة بحسب الطاقة. (موسوعة القواعد الفقهية: ۶/ ۳۰۱)

(۲) تخفيفات الشرع أنواع ..... تخفيف إبدال كإبدال الوضوء والغسل بالتيمم .

(الأشباه والنظائر لابن نجيم: ص ۳۰۰)

رقم المسئلة (٣١٣)

بال صفا کریم (Hair removal) سے سر کے بال

صاف کرنے کا حکم

اگر کوئی شخص استرے سے سر نہ مونڈ کر بال صفا کریم یا پاؤڈر لگا کر سر کے بال ختم کر دے، تو بھی حلق کا واجب ادا ہو جائے گا، اور وہ احرام سے حلال کہلائے گا، تاہم استرے سے مونڈنا افضل ہے (۱)۔

**طريقة الإنطباق**

انطباق کے لیے حلق و قصر کی تعریف کا جاننا ضروری ہے۔

حلق کی تعریف: استرے سے سر کے بال بالکل صاف کر دینا (۲)۔

قصر کی تعریف: قینچی یا مشین سے پورے سر کے بال کم سے کم انگلیوں کے

پوروں کے بقدر کاٹ دینا (۳)۔

حلق اور قصر کی تعریف سے یہ بات سمجھ میں آئی کہ دونوں کا مقصود سر سے بال کو ختم

(۱) ثم يحلق أو يقصر والحلق أفضل. (المختصر القدوري: ص ۶۰، كتاب الحج)

ويستحب الحلق بالموسى ولو أزال الشعرة بالنورة أو الحرق أو التفت بيده أو أسنانه بفعله أو بفعل غيره

أجزاء الحلق. (غنية الناسك: ص ۲۲۶، فصل في الحلق، كتاب المسائل: ۳/۳۳۷)

(۲) حلق - أزال الشعر عنه فهو محلق وحلق. (المعجم الوسيط: ۱/۱۹۲)

(۳) والتفصير أن يأخذ الرجل والمرأة من رؤوس الشعر ربع الرأس مقدار الأنملة.

(الفتاوى الهندية: ۱/۲۳۱ كتاب المناسك، الباب الخامس في كيفية أداء الحج)

کرنا ہے، اور بال صفا کریم (Hair removal) میں بھی ازالہ شعر کا معنی موجود ہے، اس لیے بال صفا کریم سے بال ختم کرنے سے حلق کا واجب ادا ہو جائے گا (۱)، البتہ استرے سے مونڈنا افضل و مستحب ہے کیوں کہ نص میں حلق کرنے والوں کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دعاینا ثابت ہے (۲)۔

رقم المسئلة (۳۱۴)

## سر پر مصنوعی بال (Wig Hair) کی صورت میں حلق وقصر کا حکم

سرجری (Surgery) کے ذریعہ جوڑے جانے والے بال دو طرح کے ہوتے ہیں، ایک وہ جو بدن سے جدا نہیں کیے جاسکتے ہیں، اور دوسرے وہ جو بغیر مشقت کے بدن سے جدا کیے جاسکتے ہیں، تو اول کا حکم عضو اصلی کی طرح ہوگا یعنی انہیں بالوں کے اوپر سے پھیرنا کافی ہوگا (۳)، اور ثانی کا حکم عضو اصلی کی طرح نہیں ہے، یعنی بالوں کی جھلی کو اتار کر سر پر استرہ پھیرنا ضروری ہوگا (۴)۔

(۱) الحکم بدور مع علته عدما و وجودا۔ (جمہرة القواعد الفقہیة: ۱/ ۴۴۳)

(۲) الحلق أفضل لأنه روى أن رسول الله صلى الله عليه وسلم دعا للمحلقين ثلاثا.

(بدائع الصنائع: ۲/ ۹۸، فصل في أحكام الحلق والتقصير)

(۳) ويجب إجراء موسى على الأقرع وذوي قروح إن أمكنه هو المختار.

(غنية الناسك: ص ۲۲۶، فصل في الحلق)

(۴) وإذا جاء يوم النحر وليس على رأسه شعر أجرى موسى على رأسه تشبها بمن يحلق لأنه وسع مثله

والتكليف بحسب الوسع. (المبسوط للسرخسي: ۴/ ۸۰، باب الحلق، كتاب المسائل: ۳/ ۳۳۸)

## طريقة الانطباق

یہاں ایک اصول سمجھ لینا ضروری ہے تاکہ انطباق بے غبار ہو جائے جو کسی شے کے ساتھ متصل باتصال قرار کا درجہ اختیار کر لے، تو وہ شے متصل اصل کا درجہ اختیار کر لیتی ہے، اس کی نظیر یہ ہے کہ ایک شخص نے زمین فروخت کی تو اس میں لگے ہوئے درخت بھی بیع میں داخل ہو جائیں گے، اگرچہ بیع میں ان کے فروخت کرنے کی صراحت نہ کی گئی ہو، کیوں کہ درخت کو زمین کے ساتھ اتصال قرار حاصل ہے (۱)، اور اگر شے متصل کو اصلی شے کے ساتھ اتصال قرار کا درجہ حاصل نہ ہو تو یہ متصل شے حکم میں اصل کا درجہ نہیں رکھے گی، اس کی نظیر یہ مسئلہ ہے کہ ایک شخص نے اپنی کھیتی کی زمین فروخت کی تو بیع میں کاشت یعنی کھیتی داخل نہیں ہوگی کیوں کہ کھیتی کو زمین کے ساتھ اتصال تو حاصل ہے لیکن اتصال قرار کا درجہ حاصل نہیں ہے (۲)۔

پس مذکورہ بالا اصول کی روشنی میں بات سمجھ میں آگئی کہ اگر بالوں کو سرجری کر کے ہمیشہ کے لیے سر میں جوڑ دیا گیا ہو تو چوں کہ وہ بال اتصال قرار کی وجہ سے اصل کا حکم لے چکے ہیں، اس لیے جیسے اصل بال کی موجودگی میں ان پر حلق یا قصر واجب ہے

(۱) ومن باع أرضاً دخل ما فيها من النخل والشجر في البيع وإن لم يسمه.

(المختصر القدوري: ص ۷۳، کتاب البیوع)

ويدخل البناء والشجر في بيع الأرض بلا ذكر لكونه متصلاً بها للقرار فبدخل تبعاً.

(البحر الرائق: ۵/ ۴۹۱، کتاب البیوع)

(المختصر القدوري: ص ۷۳)

(۲) ولا يدخل الذرع في بيع الأرض إلا بالتسمية.

(قواعد الفقہ: ص ۶۷)

التابع تابع لا يفرد بالحكم.

ایسے ہی ان مصنوعی بالوں پر بھی حلق یا قصر واجب ہوگا، اس کی نظیر دانتوں کا وہ کیپ (Denture) ہے جسے ہمیشہ کے لیے دانتوں میں فکس کر دیا جاتا ہے، تو غسل میں محض اس کیپ کے اوپر سے ہی پانی کا بہا لینا کافی ہوتا ہے کیوں کہ یہ کیپ اتصال قرار کی وجہ سے اصل کا درجہ اختیار کر گئے ہیں، ایسے ہی ان مصنوعی بالوں کا بھی حکم ہوگا (جنہیں ہمیشہ کے لیے سر میں فکس کر دیا گیا ہے) کہ بالوں پر ہی حلق کا عمل کرنا ضروری ہوگا، کیوں کہ یہاں بال بھی دانتوں کے کیپ کی طرح اتصال قرار کا درجہ اختیار کر گئے ہیں (۱)، اور اگر یہ بال ہمیشہ کے لیے سر میں نہ جوڑے گئے ہوں، اور انہیں آسانی سے نکالنا ممکن ہو، تو وہ اتصال قرار کے نہ ہونے کی وجہ سے اصل کے درجہ میں نہیں ہیں، اس لیے ان پر حلق یا قصر کافی نہیں ہوگا؛ بل کہ ان کو نکال کر سر پر حلق کا عمل کرنا ضروری ہوگا، اس کی نظیر عمامہ وغیرہ پر مسح کرنا ہے کہ جیسے عمامہ وغیرہ سر کے ساتھ پیوست نہیں ہوتا محض سر پر رکھا ہوا ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہاں بھی اتصال قرار کا معنی نہیں ہے، اسی وجہ سے عمامہ وغیرہ پر مسح کافی نہیں ہوتا ہے، بل کہ انہیں اتار کر سر پر مسح کرنا ضروری ہوتا ہے (۲)، ایسے ہی یہاں ان مصنوعی بالوں کا بھی حکم ہوگا کہ ان کو اتار کر سر پر عمل حلق کرنا ضروری ہوگا، کیوں کہ بالوں کو بھی عمامہ کی طرح اتصال قرار کا درجہ حاصل نہیں ہے۔

(۱) وكذا الإناء المضرب بذهب أو فضة، قال الشامي الحكم فيه كالحكم في المفضض يقال باب مضرب أي مشدود بالضباب وهي الحديد العريضة التي يضرب أسنانه بالفضة إذا شدها بها.

(رد المحتار مع الدر المختار: ۹/۴۹۶، کتاب الحظر والإباحة)

(۲) ولا يجوز المسح على العمامة والقلنسوة والبرقع والقفازين.

(الهداية: ۱/۶۱، باب المسح على الخفين)



## ﴿ مراجع و مصادر ﴾

شمار	اسماء کتب	اسماء مصنفین	مکتبه
۱	التفسير الجلالين	امام جلال الدين سيوطي	مؤسسة الريان بيروت
۲	احكام القرآن للجصاص	امام ابو بكر بن رازي	شيخ الهمداني يوبند
۳	التفسير المنطوري	قاضي ثناء الله پاني پتي	مكتبة ذكر يا يوبند
۴	التفسير المنير	الدكتور وهبه الزحيلي	مكتبة رشيدية كوسه
۵	احكام القرآن للتھانوي	حكيم الامت اشرف علي تھانوي	ذكر يا بك ڈپوڈ يوبند
۶	روح المعاني	سيد محمود احمد آلوسي	ادارة القرآن والعلوم الاسلاميه كراچي
۷	احكام القرآن لابن العربي	ابو بكر محمد ابن عبد الله	مكتبة الرياض الحديثيه
۸	الجامع لاحكام القرآن	ابو عبد الله محمد بن احمد الفارسي قرطبي	مكتبة الغزالي دمشق
۹	التفسير الكبير	امام فخر الدين رازي	مكتبة علوم اسلاميه اردو بازار لاھور
۱۰	معارف القرآن	حضرت مولانا محمد شفيع صاحب	فريد بك ڈپوڈ ميٹيڈ
		<b>كتب احاديث</b>	
۱۱	الصحيح للبخاري	امام ابو عبد الله محمد ابن اسماعيل	دار السلام سہارن پور (يوني)
۱۲	الصحيح لمسلم	امام ابو الحسن مسلم بن حجاج قشيري	دار السلام سہارن پور (يوني)
۱۳	اسنن للترمذي	امام ابو عيسى محمد ابن عيسى ترمذي	دار السلام سہارن پور (يوني)
۱۴	اسنن لابن داود	امام ابو داود سجستاني	دار السلام سہارن پور (يوني)
۱۵	اسنن للنسائي	امام ابو عبد الرحمن بن شعيب بن علي نسائي	دار السلام سہارن پور (يوني)

١٦	اسنن لابن ماجه	امام ابن ماجه	دار السلام سہارن پور (یو پی)
١٧	المصنف لابن ابی شیبہ	امام ابو عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ	مکتبہ امدادیہ ملتان
١٨	اعلاء السنن	علامہ ظفر احمد عثمانی تھانوی	دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان
١٩	مرقاۃ المفاتیح	علامہ شیخ ملا علی قاری	مکتبہ اشرفیہ دیوبند
٢٠	اسنن الکبریٰ للبیہقی	امام ابوبکر بیہقی	طبع بیروت
٢١	فتح الباری	علامہ ابن حجر عسقلانی	مکتبہ الریاض
٢٢	الموطا لامام مالک	ابو عبد اللہ مالک ابن انس بن مالک	مکتبہ دار السلام
٢٣	عون المعبود علی اسنن ابی داؤد	ابو عبد الرحمن محمد اشرف صدیقی	دار احیاء التراث العربی بیروت
٢٤	مسند احمد	امام احمد بن حنبل	دار الحدیث القاہرہ
٢٥	معارف اسنن	شیخ محمد یوسف ابن محمد زکریا غوری	سمیع ایچ ایم کمپنی کراچی پاکستان
٢٦	اوجز المسالک	شیخ زکریا کاندھلوی	دار القاسم دمشق
٢٧	العرف الشذی	محدث انور شاہ کشمیری	دار الایمان سہارن پور (یو پی)
٢٨	عمدة القاری	علامہ بدر الدین عینی	مکتبہ رشیدیہ بلوچستان
٢٩	سنن الداری	حافظ عبد اللہ بن عبد الرحمن الداری	دار الایمان سہارن پور
٣٠	سنن الدارقطنی	حافظ علی بن عمر	دار الایمان سہارن پور
٣١	بذل المجہود	علامہ شیخ احمد سہارن پوری	دار البشائر الاسلامیہ بیروت
٣٢	مشکوۃ المصابیح	ولی الدین محمد بن عبد اللہ خطیب تبریزی	مکتبہ رشیدیہ محلہ مبارک شاہ سہارن پور
٣٣	درس ترمذی	مفتی تقی عثمانی صاحب	مکتبہ دارالعلوم کراچی
٣٤	تحفۃ اللمعی	مفتی سعید صاحب پانپوری	مکتبہ حجاز دیوبند
٣٥	موطا امام محمد	امام محمد	مکتبہ دار السلام سہارن پور
٣٦	شرح مختصر الطحاوی	بحوالہ آپ کے مسائل اور ان کا حل	

	كتب فقه وفتاوى		
٣٧	رد المحتار	علامہ شیخ محمد امین ابن عابدین	عباس احمد الباز مکتبہ المکرمہ
٣٨	الدر المختار	علامہ شیخ علاؤ الدین حصکفی	عباس احمد الباز مکتبہ المکرمہ
٣٩	بدائع الصنائع	ملک العلماء شیخ علاؤ الدین کاسانی	بیروت
٤٠	البحر الرائق	علامہ زین الدین	بیروت
٤١	الفتاویٰ الہندیہ	شیخ نظام الدین و جماعت غنائی ہند	مکتبہ زکریا دیوبند
٤٢	فتح القدير	کمال الدین معروف ابن ہمام	دار الکتب العلمیہ
٤٣	الفتاویٰ التاتاریخانیہ	شیخ عالم ابن علاء دہلوی ہندی	مکتبہ زکریا دیوبند
٤٤	مجمع الانهر	شیخ عبدالرحمن بن محمد	دار الکتب العلمیہ
٤٥	الحیط البرہانی	علامہ محمود بن احمد بن عبدالعزیز بخاری	دار التراث العربی بیروت
٤٦	فتاویٰ قاضی خان	فخر الدین حسن بن منصور اوزجندی	المکتبہ الحقانیہ پاکستان
٤٧	الدر المختار شرح المتعقی	شیخ محمد بن علی معروف بالعلماء حصکفی	دار الکتب العلمیہ
٤٨	الفقه علی مذاہب الاربعہ	عبدالرحمن بن محمد جزیری	دار احیاء التراث العربی بیروت
٤٩	الفقه الحنفی فی ثوبہ الجدید	عبدالحمید طہراز	دار القاسم دمشق
٥٠	فقه الزکاة	الدکتور یوسف القرصاوی	منشوران مروان عیون دمشق
٥١	الاختیار لتعلیل المختار	محدث عبداللہ بن محمود موصلی	شرکۃ الرسالۃ العلمیہ دمشق
٥٢	المیاب فی شرح الکتاب	شیخ عبدالغنی التمیمی المیدانی	قدیمی کتب خانہ ارام باغ کراچی
٥٣	بدایۃ المجتہد	محمد بن احمد بن محمد بن احمد شدرطبی	المکتبہ المدینہ دیوبند
٥٤	حاشیہ الطحاوی علی مراقی الفلاح	علامہ شیخ احمد طحاوی	المکتبۃ الاشرفیہ دیوبند
٥٥	احکام مرض الایدز فی الفقہ الاسلامی	راشد بن مفرح سہری	مکتب المنزلی طائف سعودیہ
٥٦	تختہ الفقہاء	علامہ علاؤ الدین سمرقندی	دار الکتب العلمیہ

٥٧	البنای فی شرح الہدایہ	ابو محمد محمود بن احمد عینی	مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ
٥٨	التجريد	امام ابوالحسنین احمد بن محمد بن جعفر قدوری	مکتبہ محمودیہ ارگ بازار قندھار افغانستان
٥٩	المتف فی الفتاوی	ابوالحسن علی بن حسین بن سفدی	دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان
٦٠	الجوهرة النيرة	شیخ ابوبکر بن علی بن محمد الحدادی	مکتبہ تھانوی دیوبند سہارن پور
٦١	طرائق الحکم الحنفی علیہا والمختلف فیہا فی الشریعة الاسلامیة	الدکتور سعید بن درویش زهرانی	مکتبہ دارالصیغہ
٦٢	تبيين الحقائق	امام فخر الدین عثمان بن علی	دارالکتب العلمیہ
٦٣	الموسوعة الفقهیة	وزارة الاوقاف والشؤون الاسلامیة	کویت
٦٤	مجلد مجمع الفقه الاسلامی	الاستاذ الدكتور الصديق	المجمع الفقہ الاسلامی
٦٥	ارشاد الساری الی مناسک ملا علی قاری	حسین بن محمد الکی الحنفی	دارالکتب العلمیہ
٦٦	غنیۃ الناسک فی بغیۃ الناسک	محمد حسن شاہ المہاجر الکی	مکتبہ یادگار شیخ سہارن پور
٦٧	فقد السیۃ	سید سابق	دار الفتح للاعلام العربی
٦٨	قضايا طبیة معاصره	دکتور علی محی الدین	دار البشائر الاسلامیہ
٦٩	شرح المنیہ	بحوالہ آپ کے مسائل اور ان کا حل	
٧٠	التفصیح الضروری علی المختصر القدوری	شیخ نظام الدین کیرانوی	مکتبہ زکریا
٧١	کشف الاسرار للمزدوی	امام علاء الدین عبدالعزیز بن احمد	دارالکتب العربی
٧٢	انہر الفائق	امام سراج الدین عمر بن ابراہیم حنفی	مکتبہ دارالایمان سہارن پور
٧٣	ہدایۃ السالک	امام عز الدین بن جماعۃ کنانی	دار البشائر الاسلامیہ
٧٤	البحر العمیق	امام ابی البقاء محمد بن احمد بن محمد بن ضیاء حنفی	بیروت لبنان
٧٥	شرح الوقایہ	عبید اللہ بن مسعود بن تاج الشریعہ	یاسر ندیم اینڈ کمپنی دیوبند
٧٦	ہدایہ	ابوالحسن علی بن ابی بکر بن عبد الجلیل مرغیان	کتب خانہ رشیدیہ جامع مسجد دہلی

أفضل التطبيق العصري على مسائل القدوري ﴿٤٠٢﴾ مراجع ومصادر			
٤٤	نور الایضاح	شیخ حسن بن علی شرنبلالی	یاسر ندیم اینڈ کمپنی دیوبند
٤٨	نور الانوار	مولانا احمد معروف ملا جیون خنی صدیقی	یاسر ندیم اینڈ کمپنی دیوبند
٤٩	عمدة الرعاية على هامش شرح الوقاية	علامہ مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی	یاسر ندیم اینڈ کمپنی دیوبند
٨٠	عقد الربیع المصطفیٰ احمد زرقاء	مصطفیٰ احمد زرقاء	دار القاسم دمشق
٨١	مجمع البحرین وملتقى النیرین	امام مظفر الدین احمد بن علی بن ثعلب	دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان
٨٢	بزازیه علی هامش البندیة	امام محمد بن محمد بن عیسا اب الدین	زکریا جلد پو دیوبند یو پی
٨٣	منحة الخالق	محمد امین ابن عابدین	دار الکتب العلمیہ بیروت
٨٤	الفقه الحنفی وادلت	شیخ اسعد محمد سعید صاغر جی	ادارة القرآن والعلوم الاسلامیہ پاکستان
٨٥	کتاب المہوطل للسرخی	ابوبکر محمد بن احمد بن ابی ہبل سرخی خنی	دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان
٨٦	الفقه الاسلامی وادلت	الاستاذ الدكتور وہبہ الرزیک	مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ
٨٧	الفتاویٰ الولوالجیہ	امام ظہیر الدین عبدالرشید بن ابی حنیفہ	مکتبہ دارالایمان سہارن پور یو پی
٨٨	خلاصۃ الفتاویٰ	شیخ طاہر بن عبدالرشید بخاری	مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ
٨٩	مراقی الفلاح	امام شیخ حسن بن عمار بن علی شرنبلالی خنی	دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان
٩٠	حلبی کبیر	شیخ ابراہیم حلبی خنی	سہیل اکیڈمی لاہور پاکستان
٩١	السعیۃ	ابوالحسنات عبدالحمی لکھنوی	سہیل اکیڈمی لاہور پاکستان
٩٢	منہل الواردین		
٩٣	المختصر الضروری	امام احمد بن محمد البغدادی	بیروت
٩٤	المفطرات المعاصرة		
٩٥	شرح القایۃ	صدر الشریعہ عبید اللہ ابن مسعود	دارالارقم
٩٦	منیۃ المصلیٰ	شیخ الاحد صاحب	یاسر ندیم اینڈ کمپنی دیوبند
		اردو فتاویٰ	

أفضل التطبيق العصري على مسائل القدوري ﴿٤٠٥﴾ مراجع ومصادر			
٩٧	فتاویٰ دارالعلوم زکریا	مفتی رضا الحق	مجلس البحوث والافتاء
٩٨	فتاویٰ قاسمیہ	مفتی محمد شبیر قاسمی	مراد آباد شاہی
٩٩	احسن الفتاویٰ	مفتی رشید احمد	دارالاشاعت دیوبند
١٠٠	کفایۃ المفتی	مفتی کفایت اللہ دہلوی	دارالاشاعت دیوبند
١٠١	فتاویٰ دارالعلوم دیوبند	مفتی عزیز الرحمن عثمانی	دارالعلوم دیوبند
١٠٢	خیر الفتاویٰ	مفتی خیر محمد جالندھری	مکتبہ الحق
١٠٣	فتاویٰ عثمانی	مفتی محمد تقی عثمانی	معارف القرآن کراچی
١٠٤	امداد الفتاویٰ	مولانا محمد اشرف علی تھانوی	دارالعلوم کراچی
١٠٥	مسافت سفر کا آغاز ایک اہم مسئلہ	فقہ اکیڈمی انڈیا	
١٠٦	فتاویٰ محمودیہ	علامہ مفتی الحسن گنگوہی	جامعہ فاروقیہ کراچی
١٠٧	فتاویٰ حقانیہ	مولانا مختار اللہ حقانی	جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ ضلع نوشہرہ
١٠٨	فتاویٰ دینیہ	مفتی اسماعیل کچھوہوی	جامعہ حسینہ سورت گجرات الہند
١٠٩	فتاویٰ رحیمیہ	مولانا سید عبدالرحیم صاحب	دارالاشاعت اردو بازار کراچی
١١٠	کتاب الفتاویٰ	مولانا خالد سیف اللہ صاحب	کتب خانہ نعیمیہ دیوبند سہارن پور
١١١	کتاب المسائل	مفتی محمد سلمان منصور پوری	مکتبہ اسماعیل دیوبند
١١٢	جدید فقہی مسائل	مولانا خالد سیف اللہ صاحب	کتب خانہ نعیمیہ دیوبند سہارن پور
١١٣	المسائل المہمہ	مفتی محمد جعفر صاحب ملی رحمانی	جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا
١١٤	کتاب النوازل	مفتی محمد سلمان صاحب منصور پوری	مکتبہ فیصل
١١٥	فقہی مقالات	مفتی تقی عثمانی صاحب	مبین اسلامک پبلیشرز کراچی
١١٦	فتاویٰ رشیدیہ	مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی	جسیم بک ڈپو جامع مسجد دہلی
١١٧	فتاویٰ فریدیہ	مفتی محمد فرید مجددی زروہوی	دارالعلوم صدیقیہ زروہی پاکستان

أفضل التطبيق العصري على مسائل القدوري ﴿٤٠٦﴾ مراجع ومصادر			
۱۱۸	جواهر الفقہ	مفتی شفیع صاحب	مکتبہ تفسیر القرآن جامع مسجد دہلی
۱۱۹	اثمار الہدایہ	مولانا خمیر الدین صاحب قاسمی	ثاقب بک ڈپو دیوبند
۱۲۰	نوادیر الفقہ	شیخ یونس صاحب جون پوری	ادارہ افادات اشرفیہ ہردوئی لکھنؤ
۱۲۱	امداد المفتیین	مفتی شفیع صاحب	زکریا بک ڈپو دیوبند سہارن پور
۱۲۲	فقہ السنہ	شیخ محمد عاصم حداد	فیصل اردو بازار لاہور
۱۲۳	نئے مسائل اور فقہ اکیڈمی کے فیصلے	مولانا خالد سیف اللہ صاحب	ایف اے پبلیکیشنز جامعہ فی دہلی
۱۲۴	القول الصواب فی مسائل الکتاب	مولانا عبدالقادر جیلانی	مکتبہ فاروق کراچی
۱۲۵	آپ کے مسائل اور ان کا حل	مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید	کتب خانہ نعیمیہ دیوبند
۱۲۶	زکوٰۃ کے مسائل کا انسائیکلو پیڈیا	مفتی محمد انعام الحق صاحب قاسمی	بیت العمار کراچی
۱۲۷	رزے کے مسائل کا انسائیکلو پیڈیا	مفتی محمد انعام الحق صاحب قاسمی	بیت العمار کراچی
۱۲۸	حج کے مسائل کا انسائیکلو پیڈیا	مفتی محمد انعام الحق صاحب قاسمی	بیت العمار کراچی
۱۲۹	اعتکاف کے مسائل کا انسائیکلو پیڈیا	مفتی محمد انعام الحق صاحب قاسمی	بیت العمار کراچی
۱۳۰	حج و عمرہ موجودہ حالات کے پس منظر میں		ایف اے پبلیکیشنز
۱۳۱	محقق و مدلل جدید مسائل اول دوم	مفتی محمد جعفر صاحب ملی رحمانی	جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا
۱۳۲	ایضاح المسائل	مولانا مفتی شبیر احمد صاحب	مکتبہ الاصلاح لال باغ مراد آباد
۱۳۳	مجموعہ رسائل اللکھوی	مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی	مکتبہ نعیمیہ دیوبند سہارن پور
۱۳۴	تہلیل الضروری	مولانا عاشق الہی صاحب	ادارہ تعلیمات اسلام دیوبند
۱۳۵	نجم الفتاوی		
		<b>کتب قواعد و تعریفات</b>	
۱۳۶	التعریفات	ابوالحسن علی بن محمد	دار الکتب العلمیہ
۱۳۷	درر الحکام	علی حیدر	دار الجمل بیروت

أفضل التطبيق العصري على مسائل الفدوري ﴿٤٠٤﴾ مراجع ومصادر			
۱۳۸	تواطع الادلة الاصول	ابو سہیل	دار ابن حزم
۱۳۹	قواعد الفقہ	مفتی محمد عظیم الاحسان مجددی برکتی	اشرفی بک ڈیو دیو بند یو پی الہند
۱۴۰	موسوعة القواعد الفقہیہ	شیخ ابو حارث عزى	دار الرسالۃ العالمیہ دمشق
۱۴۱	ترتیب الدلائل فی سلک الامالی	شیخ محمد سلیمان شہیر ناظر زادہ	مکتبہ الرشید ناشرین
۱۴۲	کشف الاسرار للمزدوی	امام علاؤ الدین عبدالعزیز بن احمد بخاری	دار الکتاب العربی بیروت
۱۴۳	حسن الخواشی علی ہاشم اصول الشاشی	شیخ محمد برکت اللہ لکھنوی	مکتبہ البشرى کراچی پاکستان
۱۴۴	لغة الفقهاء	محمد رواں قلم جیء حامد صادق قنبلی	ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی
۱۴۵	القواعد الفقہیہ	شیخ علی ندوی	دار القاسم دمشق
۱۴۶	تہمید القواعد الفقہیہ	شیخ علی احمد اندوی	
۱۴۷	شرح عقود رسم المفتی	علامہ ابن عابدین شامی	دار الکتاب دیوبند
۱۴۸	الاشباہ والنظائر	زین الدین ابن ابراہیم ابن نجیم	مکتبہ فقیہ الامت دیوبند
۱۴۹	التعریف الفقہیہ	محمد عظیم الاحسان	اشرفی بک ڈیو
۱۵۰	فقہی ضوابط	مفتی اسامہ پالن پوری	مکتبہ حجاز دیوبند
۱۵۱	المقاصد الشریعہ	نور الدین بن مختار الخاوی	مکتبہ العبد کان ریاض
۱۵۲	اوزان شرعیہ	مفتی محمد شفیع عثمانی	ادارۃ المعارف کراچی
۱۵۳	المعجم الوسیط		کتب خانہ حسینہ دیوبند



[illegible]



front Title

# أفضل التطبيق العصري

على

## مسائل القدوري

متن قدوری پر عصر حاضر کے مسائل جدیدہ کا عمدہ انطباق

(جلد اول)

تحریک و تحریض

تصحیح، نظر ثانی و زیرنگرانی

حضرت مولانا حذیفہ صاحب دستاوی

حضرت مولانا مفتی محمد جعفر صاحب ملی رحمانی

ناظم تعلیمات جامعہ اکل کوا

صدر دارالافتاء جامعہ اکل کوا

مؤلف

مفتی محمد افضل اشاعتی

استاذ جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا

ناشر

جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا، ضلع نندو ربار

## Back title Metter

### وضاحت

الحمد لله! کتاب ہذا بنام "أفضل التطبيق العصري على مسائل القدوري" جلد اول کا پہلا ایڈیشن منظر عام پر آیا، جو اہل عمل کے ہاں مقبول ہوا اور انہوں نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا فجر اہم اللہ خیر الجزاء! یہ پہلی جلد ابواب عبادات پر مشتمل ہے، معاملات پر ابھی کام جاری ہے، ہماری اس کتاب سے متعلق یہ بات ذہن میں رہنی چاہیے کہ یہ قدوری کی شرح نہیں ہے؛ بل کہ قدوری کے وہ متون جن پر کوئی جدید مسئلہ منطبق ہو سکتا تھا، ان پر عصر حاضر کے جدید مسائل کو اصولوں و قواعد کی مکمل رعایت کرتے ہوئے محقق و مدلل انداز میں منطبق کیا گیا، اور اس کام کے لیے قدوری کو بنیاد بنانے کی دو جہیں سامنے تھیں:

(۱) قدوری احناف کا وہ معتبر متن ہے، جو تمام مدارس اسلامیہ کے نصاب میں داخل ہے۔ (۲)

اس کی عبارت نہایت جامع ہونے کے ساتھ ساتھ مختصر بھی ہے۔

اگرچہ بعض مدارس میں قدوری کے ابواب عبادات نہیں پڑھائے جاتے ہیں، لیکن تمام کتب فقہ میں مسائل، الفاظ کے تھوڑے سے فرق کے ساتھ یکساں ہوتے ہیں، اس لیے انشاء اللہ کتاب ہذا تمام فقہی کتابوں، مثلاً مالا بدمنہ، نور الایضاح، شرح الوقایہ، ہدایہ اولین و آخرین وغیرہ سے متعلق طلبہ و اساتذہ کے لیے مفید ہے، نیز ان مفتیان کرام کے لیے بھی یہ ایک عظیم تحفہ ہے جو فتویٰ نویسی کے وقت دلائل کا اہتمام فرماتے ہیں۔

دعا فرمائیں کہ اللہ پاک بقیہ کام کے لیے ہمت و توفیق کے ساتھ ساتھ سداد و صلاح بھی نصیب

فرمائیں۔ آمین یا رب العالمین!

ناشر

جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوہ ہند و بار (مہاراشٹر)

فون نمبر: 9371321219

## Under Side Front Cover

کتاب میں کل چار امور ہیں:

(۱) **رقم المتن** : اس کے تحت قدوری کا

صرف وہی متن لایا گیا ہے جس پر کوئی جدید مسئلہ منطبق ہو سکے۔

(۲) **توضیح المسئلة** : اس کے تحت متن

کی مختصر وضاحت لائی گئی ہے۔

(۳) **تفریع من المسائل العصرية**:

اس کے تحت وہ مسائل جدیدہ لائے گئے ہیں جو ذکر کردہ متن پر منطبق ہو سکیں۔

(۴) **طريقة الانطباق** : اس کے تحت جدید

مسئلہ متن پر کس طرح منطبق ہوا ہے، اس کی وجہ اور دلیل کو ذکر کیا گیا ہے۔

**نوٹ** : مسائل جدیدہ کے انطباق کے لیے

بنیادی طور پر جو امور ثلاثہ (تصور نازلہ،

تکلیف نازلہ، تطبیق نازلہ) کی ضرورت پڑتی

ہے، اس کی پوری رعایت کی گئی ہے۔

## Under Side Back Cover

### کتاب کے عکس کے ساتھ

أفضل الراجي في حل السراجي، جو دنیا کے میراث کی مختلف واویوں میں سیر حاصل تفریح کرانے والی ایک منفرد کتاب ہے، یہ کتاب فن میراث سے واقفیت اور اس میں مہارت کے لیے انتہائی عمدہ و شاندار، محقق و مدلل، مبسوط و مفصل، معاون و مددگار ہے۔ اور یہ تالیف لطیف و دقیق، باب میراث میں موجود دیگر تالیفات میں بہ چند وجود ممتاز ہے: (۱) انداز عام فہم (۲) فنی خوبیاں اُجاگر (۳) ہر مسئلہ مختلف فیہ مع بیان اختلاف و دلائل (۴) قول مفتی بہ کی تصحیح و توضیح مع وجہ ترجیح (۵) تمام اسما کا خلاصہ مع نقشہ (۶) مغلق و پیچیدہ مقامات کا بہترین حل، جہاں عادتاً شارحین دامن بچا کر نکل جاتے ہیں (۷) تمرینی مشقیں اور مسائل بنانے کے طریقے (۸) علم حساب کے زرین اصول (۹) تقسیم میراث کے سنہرے اصول (۱۰) طویل فوائد، نادر نکلتے اور وراثت سے متعلق انتہائی قیمتی معلومات۔